Title - NASHTAR SUKHAN

Creator - Abu Al Fazal Mohd. Ahsan Ullah Abbasi.

Publisher - Hakeem Busham (Gorakhpur).

Date - 1911

Pages - 472

Subjects - Urdu Shayari - Kulliyaat-O-Dawaween

۷۸۶

اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَۃً وَّ اِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحرًا

اس کتاب مین

ایشیا کے نامی شعرا کا کلام منتخب کرکے اور انکے کچھ مختصر حالات لکھکر

علامہ ابوالفضل محمد احسان اللہ عباسی

مولف و مصنف

رآن مجید - پارہ عم - تاریخ الاسلام - الاسلام - زاہدہ - المجاہد - مخمسہ - فسانہ دلپذیر

ن - فکر دنیا - حکمائے یونان - زبان اردو - و دیگر کتب قانونی و ملکی زبان انگریزی -

نے

دکھایا ہے کہ

ی شاعری یعنی عربی اور سنسکرت کی شاعری بہترین شاعری ہی اور اسکی خوشہ چینی نے اردو

کو معراج کمال تک پہونچا دیا ہی اور اس اعتبار سے کہ اسمین چیدہ کلام جو اصطلاح شاعری مین

نشتر کہے جاتے ہین مسلسل شمار کیے گئے ہین

نشتر سخن

اس کا نام رکھا ہے

سیتلا بخش شایق لکھنوی ثم خیرآبادی ثم گورکھپوری مصنف دفتر حکمت (زیر ترتیب) نے

سنہ ۱۹۱۱ع

مین

تھیوڈسٹ پبلشنگ ہوس لکھنؤ اور اول و آخر مطبع حکیم برہم گورکھپور مین چھپواکر

گورکھپور سے شایع کیا

طبع اول (۱۲۵۰) جلد

فی جلد دو روپیہ (عہ)

دیباچہ از شایع کنندہ

اصل مقصد اس کتاب مین نشترون کا جمع کرنا تھا۔ لیکن جو کتاب اس طرح مرتب ہوتی
[illegible] ہوتی۔ اس لیے ابیات غزل بھی اُسکے ساتھ شامل کیے گئے اور حتی الوسع کوشش
[illegible]لیات۔ قصائد۔ قطعات۔ رباعیات۔ مثنویات۔ مرثیے وغیرہ اس طرح مختصر ہو
[illegible] کے درج کیے جائین کہ صرف چوٹی کے اشعار اُنمین رہین۔ اساتذہ کا کلام جدا جدا
[illegible]ف تہجی اس طرح درج کیا گیا۔ کہ ۱۹ کلیات کے انتخاب الگ الگ نظر آتے ہین
[illegible] کلام کے ساتھ کچھ مختصر حالات لکھدیے گئے ہین۔ یہ کتاب اپنی نوعیت مین
[illegible]سم کی ہے اور مولف کی بیس سالہ محنت کا نتیجہ ہے۔ زائد ترا سمین اُردو کلام کا انتخاب ہے
[illegible]ے فارسی شعرا کا کلام بھی منتخب کیا گیا تھا اور اُسکی اشاعت [illegible] مقصد بھی۔
[illegible]ن خیال سے کہ فارسی جاننے والے ہندوستان مین کم ہوتے جاتے ہین۔ سردست
[illegible]شاعت کا خیال بدل گیا۔ اگر موقع ہوا تو اہل ایران کے سامنے یہ تحفہ پھر کبھی پیش کیا جائیگا۔
چند شعرائے فارسی کا کلام اِس خیال سے کہ اُردو شاعری کا وہی ماخذ ہے۔ تبرکاً اس
[illegible]ن بھی جگہ پاتا ہے۔ دل نے یہ قبول نہ کیا کہ جس شاعری کی خوشہ چینی ہندوستان کی شاعری
[illegible]ہ مایہ ناز ہے وہ بالکل نظر انداز کر دی جائے۔

یہ کتاب اپنے رنگ مین نرالی ہے۔ غزلین صرف ابیات غزل سے پوری کی گئی ہین۔ ایک ہی
[illegible] کی غزلین مختلف مقام پر تھین تو وہ سب یکجا کر دی گئی ہین۔ قصائد اور مثنویات سے اس طرح
[illegible]ے گئے ہین کہ سلسلہ قائم رہے۔ مرثیون کے انتخاب مین تو کمال ہی کیا گیا ہے۔ نشترون کے چننے مین
[illegible]نے ذرا سختی کی ہے۔ مثلاً میر کے ۷۲ نشتر مشہور ہین مولف نے اُمہی لیے ہین لیکن وہ مواد جمع کر دیا ہے
[illegible]سے ۷۲ نشتر پورے کر دیے جائین۔ مفصلہ ذیل شعرا کا کلام اس کتاب مین ہے۔

نمبر شمار	تخلص	پورا نام	سنہ وفات	تعداد نشتر	صفحۂ کتاب
۱	آتش	حیدر علی	سنہ ۱۲۶۳ھ	۳۹	
۲	امیر	امیر احمد	سنہ ۱۳۱۹ھ	۹۳	
۳	انشا	سید انشاء اللہ خان	سنہ ۱۲۳۳ھ	۱۲	۸۱
۴	انیس	میر ببر علی	سنہ ۱۲۹۲ھ	۱۴۸	[illegible]
۵	حافظ	محمد	سنہ ۷۹۲ھ	۴۹	۱۰۵
۶	داغ	نواب مرزا خان	سنہ ۱۳۲۲ھ	۵۸	۱۰[illegible]
۷	دبیر	مرزا سلامت علی	سنہ ۱۲۹۳ھ	۳۸	۱۲۳
۸	ذوق	شیخ ابراہیم	سنہ ۱۲۷۱ھ	۴۵	۲۷۱
۹	سعدی	شیخ مصلح الدین	سنہ ۶۹۱ھ	۹۶	۲[illegible]۳
۱۰	سودا	مرزا رفیع الدین	سنہ ۱۱۹۵ھ	۲۹	۳۰۱
۱۱	صائب	مرزا امجد علی	سنہ ۱۰۸۰ھ	۵۰	۳۱[illegible]۳
۱۲	ظفر	ابو ظفر محمد بہادر شاہ	سنہ ۱۸۵۷ھ	۱۹	۳۲[illegible]۵
۱۳	عمر خیام	غیاث الدین ابو الفتح	سنہ ۵۱۷ھ	۲۷	۳۳[illegible]۵
۱۴	غالب	اسد اللہ خان	سنہ ۱۲۸۵ھ	۱۰۵	۳[illegible]۳
۱۵	غنی	ملا محمد طاہر	سنہ ۱۰۷۹ھ	۱۶	۳[illegible]۳
۱۶	منیر	سید محمد اسمٰعیل		۷	[illegible]۳
۱۷	مومن	مومن خان	سنہ ۱۲۶۸ھ	۹	[illegible]۵
۱۸	میر	میر تقی	سنہ ۱۲۲۵ھ	۴۱	[illegible]۱
۱۹	ناسخ	امام بخش	سنہ ۱۲۵۴ھ	۱۷	[illegible]۱

سیتلا بخش شائق لکھنوی

دیباچہ از مولف

ایک روز ایک بنگالی دوست نے مجھے ایک انگریزی پوئٹری کی کتاب سُنانا چاہی او
طلب نہوا میرے مذاق سے وہ واقف تھا متحیر ہو کر بولا - آپ متوجہ نہین ہوتے مین نے
جسے ایشیائی شاعری کی چاٹ ہی وہ انگریزی شاعری نہین سُنتا - اُسنے کہا اسکی زبان انگریزی
مین خیالات ایشیائی ہین - ایک بنگالی لیڈی نے شعرائے سنسکرت کی نازک خیالیون کو
انگریزی کا پیکر پہنا کر تمام انگلستان کو حیرت مین ڈالدیا ہی - مین نے کہا یہ سچ ہی لیکن جسے
ی کا مذاق صحیح ہی وہ اسکے سُننے کی خواہش نکرے گا گفتگو مین طوالت ہوئی تو بالآخر مجھے
پڑا کہ مبدا فیاض نے یہ نعمت صرف فارسی زبان اور اُسکے طفیل مین اُردو زبان کے ساتھ
ص کردی ہی - دوسری زبان کے شعرا شاعر نہین ہین محض جذبات دل کے مصور ہین -
ی کچھ اور ہی چیز ہی جو خصوصیت زبان کے ساتھ فارسی اور اُردو زبان کے شعرا کے حصہ
لئی ہی - جہان علاوہ مصوری جذبات کے موزونی الفاظ نے عجیب کرشمہ دکھایا ہی - فارسی
ی کا مذاق صحیح تو ہندوستان مین بہت کم رہ گیا ہی لیکن اُردو شاعری کے قدردان اب بھی
جنکے سامنے کسی اور زبان کی شاعری کا پیش کرنا ویسا ہی ہی جیسا کہ کہانیون مین کہا جاتا ہی
دہقان کسی بادشاہ کے پاس پیاز کے گٹھے تحفہ لے گیا تھا - ہمارے دوست نے ہنسکر
سر و پا مبالغہ سے بھرے ہوئے پراگندہ خیالات کے مجموعے کو آپ کمال شاعری

جانتے ہین توبیشک سمجھ ہین اور آپ مین فیصلہ ہونا مشکل ہی۔

اُس وقت مجھے یہ خیال آیا کہ ایسے غلط خیالات اورون کے دماغ مین بھی ہین۔ جنکے رفع کرنے کی بہترین تدبیر یہ ہی کہ اساتذہ کا منتخب کلام ایک جاکرکے شایع کیا جاے اور وہ میرے دعوے کی پوری دلیل ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید۔ اور اُسی وقت یہ بھی ارادہ ہوا کہ ایشیائی شاعری پر جو غلط اعتراضات غیرقومون کے ہین وہ دور کیے جائین تو اور بھی اچھا ہی۔ کام تو بڑا مشکل تھا لیکن میرے لیے اس لیے آسان تھا کہ مین نے بدو شعور سے جتنا کلام دیکھا تھا سب پر میرے نشانات موجود تھے جو میری نگرانی مین بآسانی فراہم ہوسکتا تھا ارادہ تو مین نے فوراً قائم کیا اور کام اُسکے بعد ہی شروع ہوگیا۔ کتاب بھی تھوڑے دنون کے بعد زیر طبع مشتہر کردی گئی لیکن نمونہ طبع دو مرتبہ ناپسند آیا اور اسلیے کام مین تعویق ہوئی۔ بالآخر منشی سیتلا بخش شائق لکھنوی میرے مہربان قدیم پھر کر جب میرے پاس دوبارہ آئے تو کام مستعدی سے شروع ہوا اور انجام کو پہونچا

(ایشیائی شاعری)

انسان شاعر پیدا ہوتا ہی۔ اکتساب سے کوئی شاعر نہین ہوتا۔ شاعر کو جب مبدا فیاض سے الہام شروع ہوتا ہی تو پھر اُسکی نخوت کی حد نہین رہتی۔ لیکن یہ نخوت ایسی ہوتی ہی کہ کسی کو نقصان نہین پہونچاتی۔ خود شاعر کو نقصان پہونچاتی ہے۔ وہ خود کو سب سے بڑا فرض کرلیتا ہی اور کسی طرح اپنے آپ کو کسی سے چھوٹا نہین سمجھتا۔ شعرگوئی کو وہ ایسا ہی مہتم بالشان جانتا ہی۔ جیسا کہ بادشاہ وقت نفاذ اصول جہانداری کو اپنے بقا کے لیے ضروری تصور کرتا ہی۔ شاعر جب گوشہ تنہائی مین بیٹھکر فانوس خیال کے اندر اپنی شمع تخیلات روشن کرتا ہی تو زبان حال سے وہ کہتا ہی کہ مین وہ کام کررہا ہون کہ جسکے لیے مین پیدا ہوا ہون۔

عالم وجاہل مین شعرگوئی کا مذاق یکسان ہی۔ شعرا مشاعرے مین جو لطف پاتے ہین اس سے کہین زیادہ مزا مجھورن پہنچنے والے شارع عام پر یا میلے یا تماشے کے موقع پر اکٹھا ہوکر حاصل کرلیتے ہین۔ آلھا اودن کی لڑائی کی داستان پڑھنے والے چارپائی یا ٹاٹ پر بیٹھے ہوے خو

میدان جنگ کے رجز خوانون سے کہین بڑھا چڑھا ہوا پاتے ہین۔ موشئیون کے چوچلے ستہ ان بنگلون مین معشوق خیالی کو مخاطب کر کے اصلی مضمون مین غزل خوانیان کرتے ہین اور تمام دیوان کی غزلین جنہین دنیا بھر کے حشو و زوائد بھرے ہوتے ہین اُنکے سامنے مصنوعی جواہر کا درجہ رکھتی ہین۔ شاعری کیا ہی؟ جذبات دل کا مناسب لفاظ اور خوش گوار پیرایہ مین ایک خوش اسلوب سلسلہ سے بیان کرنا شاعری ہے۔ یورپ کی شاعری تو بالکل یہی ہی عربی اشعار اور سنسکرت کے اشعار یورپ کے اشعار سے بدرجہا اچھے ہین حتیٰ کہ ہندی بھاشا کی شاعری نے سنسکرت کی شاعری کے تتبع سے ایک خاص درجہ پایا ہی۔ عوام الناس کے گیتون مین بھی ایک رنگ نرالا ہی لیکن ایران کی شاعری جسکا چربہ اردو زبان کی شاعری نے اُتارا ہی۔ اُسمین وزن و قوافی کے قیود بڑھا کر اور زبان کی شیرینی شامل حال کر کے کچھ اور ہی رنگ پیدا کرتی ہی اور یہ کہنا پڑتا ہی کہ ایران اور ہندوستان کے ساتھ قسام ازل نے اُسی طرح شاعری کو مختص کیا جس طرح عربون کو بہادری دی اور چینیون کو رنگ آمیزیان سکھائین۔ ملتان کے رہنے والے جسطرح کشمیر اور گجرات سے حُسن کا دعوی نہین کر سکتے اُسی طرح دنیا کے پردہ کی کوئی مخلوق یہ نہین کہہ سکتی کہ شعر گوئی مین وہ ایران اور ہندوستان پر فوق لے جا سکتی ہی۔ اور اگر کوئی ایسا کہے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ ایشیائی شاعری کے کمال سے واقف نہین ہی۔ عربی اور سنسکرت زبان کے شعرا بھی ایشیائی شعرا مین شمار کیے جاتے ہین اور دیگر ممالک سے نسبتًا بہت اچھے ہین شاعری کا لفظ خصوصیت کے ساتھ عربی۔ فارسی۔ سنسکرت۔ اور اُردو شاعری پر بولا جاتا ہی میرے خیال مین شاعری انھین چار زبانون کے لیے مخصوص ہی جسمین اُردو زبان کی شاعری بقیہ تین زبانون کے طفیل مین عجب معجون مرکب ہو گئی ہی۔ انکے علاوہ شاعری کے خیالات جو دوسری زبانون مین ہین وہ محض دلی جذبات کا اظہار کرتے ہین۔ اشعار نہین ہین۔ مین جس زمانہ مین علی گڈھ مین پڑھتا تھا مسٹر سٹن ہیڈ ماسٹر جو وہان تازہ وارد تھے۔ ایک وزلڑکون کو وہ پوئٹری پڑھاتے تھے۔ ایک لڑکا مرادآباد کا جو مدارج بے فکری بہت کچھ طے کر کے گھر سے چلا تھا اور شاعرانہ مذاق مین بھی...

مذاق رکھتا تھا بولا کہ انگریزی پوئٹری شعر نہین ہے۔ بڑا ہی جو اس ملک کے مویشی چرانیوالے گاتے ہین۔ مسٹر سٹڈن کو جب یہ مثال سمجھائی گئی تو وہ چین بجبین ہوے لیکن جب اپنے بیان کی تائید مین فیضی کے دو شعر

نل گفت کہ اے طبیب نادان رنجم مفزا اے بامادان
آگاہ نئی تپ درون را نشتر چہ زنی رگِ جنون را

پڑھکر اُس طالب العلم نے ایشیائی شاعری کا فوٹو اُتارا اور مفہوم سمجھا کر کہا یہ شاعری کی اصلی دیوی ہے جسکی صورت اور سیرت دونون دلفریب ہین۔ تو مسٹر سٹڈن حیرت مین آ گئے۔ اور بولے کہ فارسی شعرا کی نازش بیجا نہین ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ پہلے عربی اور سنسکرت دو ہی زبانون کی شاعری مستند تھی۔ لیکن انقلاب زمانہ کی بدولت عربی اور سنسکرت کی شاعری سے کہین بڑھکر فارسی شاعری نے اپنا جلوہ دکھایا۔ اب تینون زبانون کے میل سے جو زبان اُردوے معلی قائم ہوئی ہے اُسکے شباب کا یہ زمانہ ہے اور نونہال چمنستان شاعری اُسی طرح قدیم شاعری پر فوق لیگیا جسطرح باغ کے نئے درخت پُرانے درختون کے مقابلہ مین زائد تر دلکش اور دلفریب نظارہ پیدا کرتے ہین۔

(ایشیائی شاعری کا یورپ کی شاعری سے مقابلہ)

"جذبات کی مصوری" اور "بحر و قوافی کی موزونی" تو عام فہم الفاظ ہین لیکن اشعار اُردو و فارسی کو دلاویز کہنا اور وہ بھی اِس دعوے کے ساتھ کہ یورپ کی شاعری مین یہ دل آویزی نہین ہے۔ محتاج بیان ہے۔

انسان تمام کائناتِ عالم مین اشرف المخلوقات ہے۔ انسان گوشت اور پوست سے انسان نہین ہے بلکہ دل اور دماغ کی وجہ سے انسان ہے۔ کالبدِ انسانی مین دل نام ایک مضغۂ گوشت ہے اور اُسی کی تمام حکومت ہے۔ ع

بدن سا شہر نہین دل سا بادشاہ نہین

اِس دل کے اندر ایک نقطہ ہی جو تمام خواہشون کا مرکز ہی۔ ان تمام خواہشون مین ایک خواہش سب سے قوی تر اور جذبات سے بھری ہوئی محبت ہے جسے خاص خاص حالتون مین عشق کہتے ہین۔ دنیا مین عشق سے بڑھکر کوئی زوردار چیز پیدا نہین ہوئی ہی۔ عشق کبھی مال و دولت کا ہوتا ہی اور کبھی جاہ و حشم کا ہوتا ہی۔ بعضون کو زیب و زینت کا بھی عشق ہوتا ہی۔ اسی طرح بہت سی چیزین ہین۔ جنکا عشق انسان کو ہی اور دنیا کے تمام کام جو انسان سے سرانجام پاتے ہین وہ سب اسی عشق کے نتیجے ہین۔ خلاصہ یہ کہ بقاے عالم اسی عشق پر ہی۔ ان تمام عشقون مین عشق الٰہی کے بعد اُس عشق کا درجہ ہونا چاہیے جسمین اشرف المخلوقات ہون یعنی انسان کا انسان کے ساتھ عشق بہترین عشق ہی۔ اب اسمین مان کی محبت پسر کے ساتھ۔ بہن کی محبت بھائی کے ساتھ۔ مرد کی محبت عورت کے ساتھ خاص طور پر قابل ذکر ہوتی ہی۔

ایک مرتبہ مجھسے ایک شخص نے کہا کہ محبت ایک جلوۂ خدا ہی جو سب سے پہلے پستان مادر مین ظاہر ہوتا ہی۔ پھر کھلونے مین اور اُسکے بعد ہمسن ساتھیون اور کھانے پینے کی چیزون مین ظاہر ہوتا ہی۔ بعد ازان مردون کے لیے عورتون کی جوانی مین اور عورتون کے لیے مردون کے مائۃ الشباب مین نمایان ہوتا ہے۔ اسکے بعد وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ مین نے کہا۔ بس۔ اِسکی رفتار کی گاڑی کا پہیہ نکل پڑا۔ اب محبت یہان سے آگے نہین جاتی۔ اگر جاتی ہی تو اُسکی ہوا و ہوس جاتی ہی۔ فارسی اور اُردو شاعری مین زیادہ تر عورتون اور مردون کے ہی جذبات کی مختلف صورتین دکھائی جاتی ہین۔ ناظرین خود انصاف کرین کہ ان جذبات کے مقابلہ مین پہاڑ۔ دریا۔ جنگل کی صورت کسی طور سے دکھائی جائے۔ خوش آیند نہین ہو سکتی جتنا فرق اصل چیزون مین ہی اُتنا ہی اُنکے بیان مین بھی ہوگا جس طرح ایک حسین آدمی کے مقابلے مین حسین سا حسین درخت دل آویزی کا دعوی نہین کر سکتا۔ اسی طرح اول الذکر کے بیان کے مقابلے مین ثانی الذکر کا بیان سُننے کے قابل نہوگا۔ یہی قول فیصل ہی اور یہی عین نیچر ہی۔ یہ کون کہہ سکتا ہی کہ ایشیائی شاعری نیچرل نہین ہوتی۔ یہ کہیے کہ اسوقت کی

ایشیائی شاعری کی وجہ سے مزاج میں یکسوئی پیدا ہوتی ہے اور اُس کا اثر اخلاق پر اچھا نہیں پڑتا تو میں تسلیم کرنے کو تیار ہوں لیکن اس سے بھی میرے کلام کی تائید ہوتی ہے۔ کہ ایشیائی شاعری میں جو دل آویزی اور دلفریبی ہے وہ کہیں اور جگہ نہیں ہے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ایشیائی شاعری میں سوائے مرد و زن کے راز و نیاز کے اور کچھ نہیں ہے۔ میرا تجربہ تو یہ ہے کہ اخلاق کے متعلق بھی جسقدر مفید باتیں ایشیائی شاعری میں ہیں۔ دوسرے ملکوں کی شاعری میں نہیں ہیں اُن واقعات نگاری میں بھی ایشیائی شاعر یورپین شاعروں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ میں نے انتخاب کلام میں حُسن و عشق کے مضامین بہت کم رکھے ہیں۔ زیادہ تر واقعہ نگاری اور تعلیم اخلاق کا خیال رکھا ہے۔ تاکہ معترضین کی غلط فہمیاں رفع ہوں اور وہ سمجھیں کہ ایشیا کے شعرا ہر قسم کے خیالات کو خوش اسلوبی سے ادا کر سکتے ہیں اور مبدا فیاض نے جو چیز خصوصیت کے ساتھ اُنھیں دی ہے۔ اُسے ہر پہلو سے خوشنما دکھانے کو تیار ہیں۔ بعض کم فہم بد تہذیبی کا الزام فارسی اور اُردو شعرا پر دیتے ہیں لیکن وہ غور نہیں کرتے کہ بد تہذیب کلام کس گروہ کا ہے۔ ایسے موقع پر مستند شعرا کا کلام قابل ذکر ہے۔ نہ کہ عوام کا۔

رسم پردہ نے بھی شاعری پر اپنا اثر کیا ہے۔ شعرائے فارسی اور اُسکے تتبع سے زیادہ تر شعرائے اُردو اپنے معشوق کو مونث نہیں باندھتے۔ زن بازاری کو مخاطب کرنے کی توقع شرع ہوتا۔ اور گھر کی عورت مخاطب ہوتی تو خلاف حمیت اسلام ہوتا۔ اسکا نتیجہ یہ کہ شعرائے فارسی اُردو معشوق خیالی مذکر لکھنے لگے اور اُسے قومی تہذیب کا مقتضا اُنکے کلام سے پتہ نہیں چلتا کہ محبت کے مدارج جو اوپر بیان ہوئے ہیں اُن میں سے کرنے والا خود کو کس درجہ میں رکھتا ہے۔ مثلاً جب ایک لڑکے کا سبزہ آغاز ہوا تو ماں باپ کی نظروں میں اُسکی بھولی بھولی صورت کی جگہ امید دلانے والی جوانی قائم ہو کر محبت کے نئے جذبات کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ اور یہی عنفوان شباب اُسکی بی بی کے لیے ایک دوسرے عالم کی خبر دیتا ہے۔ بہر حال معشوق کو مذکر باندھنا مسلمانوں کی اعلیٰ تہذیب

ہی کا نمونہ نہین ہی بلکہ فن شاعری مین ایک جدت ہی

یورپ کے شعرا مبالغہ گوئی کا الزام ایشیائی شاعرون پر لگاتے ہین - مبالغہ کو وہ غلط بیانی سمجھکر معترض ہین - حالانکہ تمثیل استعارات و تشبیہات کو کوئی بھی غلط نہین کہہ سکتا مثلاً

جس خدا نے یہ تجھے چاند سی صورت دی ہی   اُسی اللہ نے مجھ کو تری الفت دی ہی

وے معشوق کو چاند سے تشبیہ دینا اورون کے نزدیک جھوٹ ہو لیکن عاشق کے دل سے کوئی پوچھے کہ اُس نے اپنے خیال مین معشوق کے حُسن کو گھٹا کر یہ تشبیہ بمجبوری دی ہی - ورنہ وہ حُسن معشوق کو چاند کے حُسن سے بدرجہا اچھا سمجھتا ہی - کسی نے اگر کہا کہ باران رحمت سے زائد تر فیض بادشاہ کے کرم مین ہی - تو کیا یہ جھوٹ ہوا ؟ - کثرت باران سے کتنے گھر برباد ہوجاتے ہین - ملک تباہ ہوجاتا ہی - قحط پڑتا ہی - لیکن کثرت دولت سے کسی کو کبھی مالی نقصان نہین پہونچتا

کبھی کبھی شعرا صریح جھوٹ بھی بولتے ہین - لیکن وہ جھوٹ نہین ہی تفنن ہی - جب سُننے والے جھوٹ کو جھوٹ سمجھتے ہین - تو وہ جھوٹ نہین رہا ؟ - ناول کے قصے جھوٹ ہین - اپریل فول کی خبرین جھوٹ ہین - شاعرون کا مبالغہ عیب سے پاک ہی -

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ مین   تڑپے ہی مرغ قبلہ نما آشیانہ مین

اس شعر کا ترجمہ شعرائے یورپ کے سامنے پیش ہو تو وہ بول اُٹھین گے کہ یہ مبالغہ شاعری نہین ہی - اعجاز کلام ہی -

(زبان اُردو اور اُسکی شاعری)

آرین فاتحین سنسکرت زبان اپنے ساتھ ہندوستان مین لائے - یا ایسی زبان لائے جو کچھ عرصہ مین مہذب اور باقاعدہ ہوکر سنسکرت کے نام سے موسوم ہوئی - اور عوام سے دور رکھکر عالمون کی زبان قرار دی گئی - یہان تک کہ عوام کو اُسکے سیکھنے اور بولنے تک کی اجازت نہ دی - قدیم زبان ہند کا پتہ لگنا آسان نہین ہی - لیکن اس قدر بخوبی معلوم ہوتا ہی کہ ہند کے زمانۂ عروج مین بگڑی ہوئی سنسکرت جو عوام کے لیے مخصوص کر دی گئی تھی

یا عوام نے خود اختیار کر لی تھی۔ پراکرت کے نام سے موسوم تھی۔ اور مختلف حصص ہند میں مختلف پراکرت زبانیں پیدا ہو گئی تھیں۔ مگدہ دیس میں یعنی فیض آباد سے مونگیر تک ماگدی (پالی) تھی۔ سواحل مغربی کی طرف مہاراٹری تھی۔ سواحل مشرقی کی جانب سوسینی تھی۔ انگریزی یا اُردو ناولوں میں دیکھیے تو دہقانی یا بازاری آدمی جب شہری آدمی سے گفتگو کرتا ہے تو زبان بدلی ہوئی ہوتی ہے۔ اسی طرح راجہ بھوج کے عہد کے ناٹکوں میں دربار کی زبان سنسکرت ہے۔ اور علما جہاں عوام سے باتیں کرتے ہیں۔ پراکرت زبان بولتے ہیں۔

شاکی منی ملقب بہ بودھ نے جب اپنا وعظ ہندوستان میں شروع کیا تو وہ اپنے ملک یعنی مگدہ دیس کی پراکرت یعنی ماگدی (پالی) بولتا تھا۔ اس لئے بودھ مذہب کے عروج کے ساتھ سنسکرت کی بھی کساد بازاری شروع ہوئی۔ دربار۔ دفتر اور مذہب کی کتابیں پالی زبان میں جاری ہوئیں۔ شنکراچارج کی برکت سے جب برہمنوں کے دن پھرے تو سنسکرت از سر نو زندہ ہوئی۔ لیکن اب وہ علما اور دربار کی بول چال میں نہ آسکی۔ صرف کتابوں میں رہ گئی۔ زبانوں پر پالی بدستور جاری رہی۔ اور وہ رفتہ رفتہ اُن زبانوں کے پیدا کرنے کا سبب ہوئی۔ جو اس وقت پنجابی۔ ہندی۔ بنگالی۔ مرہٹی۔ تلنگی وغیرہ وغیرہ ناموں سے موسوم ہیں۔

گیارھویں صدی عیسوی میں جو پراکرت پنجاب اور بنگال کے درمیان میں بولی جاتی تھی وہ ہندی بھاشا۔ یا باعتبار اسکے کہ متھرا ایک باثر مقام تھا اور اُسکے قریب برج جائے پیدائش سری کرشن جی کا ہے۔ برج بھاشا کے نام سے موسوم ہوئی۔ اور یہی زبان پورب بہار کے قریب اسقدر متغیر ہو گئی کہ ایک نئی تقسیم سے اسکا نام پوربی بھاشا یا پوربی زبان ہو گیا۔ مسلمانوں نے جب سنہ ۶۰۲ھ (سنہ ۱۲۰۶ع) میں دہلی کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا۔ تو برج بھاشا میں عربی۔ ترکی اور فارسی الفاظ کا میل جول شروع ہوا۔ اور یہی زبان آئندہ چلکر خوب سُدھری اور اُردو زبان سے موسوم ہو کر کُل ہندوستان کی زبان قرار پائی۔ جیسا کہ

آیندہ بیان کیا جائیگا۔ اسی اُردو زبان کو اصطلاح شعرا مین ریختہ اور کبھی کبھی ریختی کہتے ہین
اِس لیے کہ مختلف زبانون سے اسے ریختہ کیا ہی۔ یا اِس لیے کہ گری پڑی چیزون کو ریختہ
کہتے ہین۔ اور اسمین بہت سے الفاظ پریشان مختلف زبانون کے شامل ہین۔

غرضکہ مسلمانون کی آمد کے ساتھ ہی برج بھاشا مین عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ الفاظ
داخل ہونا شروع ہو گئے تھے۔ حتی کہ ہندوؤن کے مذہبی گیت بھی اس اثر سے خالی
نہ رہے۔ مذہبی پیشوا الگ تھلگ رہنا پسند کرتے تھے۔ لیکن زمانہ کے اثر سے مجبور تھے۔
ہندوؤن اور مسلمانون کے میل جول کی ابتدا، اغراض زبان ہندی کے لیے اول
جنوب ہند مین ہوئی۔ جیساکہ آیندہ ذکر کیا جائیگا۔ شمال ہند مین سکندر لودی کا عہد وہ
زمانہ ہی جسمین اول اول کایستھ فارسی پڑھ کر شاہی دفترون مین داخل ہونا شروع ہوے
اور اِس ذریعہ سے شمال ہند کی زبان برج بھاشا مین غیر زبانون کو داخل ہونے کا خوب
موقع ملا۔ مثلاً سکندر لودی (سال جلوس ۸۹۴ھ مطابق ۱۴۸۸ء) کے زمانہ مین
ایک ہندی شاعر کبیر داس گزرا ہی۔ اس کا شاگرد گرونانک شاہ متوفی سنہ ۹۰۰ھ بھی
ہندی شاعر تھا۔ سترھوین صدی عیسوی مین باباتلسی داس ضلع باندہ کا مشہور شاعر تھا
اُسی زمانہ مین سورداس بھی ایک مشہور شاعر گذرا ہی۔ ان سب کے مذہبی گیتون مین
فارسی۔ عربی اور ترکی الفاظ پاے جاتے ہین۔ اثر صحبت سے جو اثر زبان پر پڑا اس سے
یہ شعرا مبترا نہ رہ سکے۔ یہان پر یہ لکھنا بے موقع نہین ہی۔ کہ صحبت نے صرف ہندوؤن پر
اثر نہین ڈالا۔ مسلمانون پر بھی اثر پہونچایا۔ شیر شاہ متوفی (سنہ ۹۶۰ھ مطابق ۱۵۵۳ء)
کے عہد مین ملک محمد ساکن جائس ضلع راے بریلی نے جو کتاب پدماوت لکھی وہ اُسوقت
کے ہندی شاعرون کی زبان مین ہی۔

بعضون کا خیال ہی کہ امیر خسرو پہلا شاعر اُردو زبان کا ہی لیکن یہ صحیح نہین ہی۔ یہ
کہ سکتے ہین۔ کہ وہ پہلا مسلمان شاعر ہی جس نے ہندی بھاشا مین بہت کچھ کہا ہی۔

امیر خسرو یا اُسکا باپ غیاث الدین بلبن کے عہد مین ہندوستان آیا تھا۔ اور محمد تغلق کے سال جلوس یعنی سنہ ۷۲۵ھ تک خسرو زندہ رہا۔ بہت سے اُسکے تصانیف اُردو بھاشا مین ہین۔ اسکی طبّاعی اور ذہانت قابل داد ہے۔ کہ اسنے غیر زبان پر پورا قابو حاصل کیا تھا۔ اسکی پہیلیان اور مُکرنیان بہت مشہور ہین۔ خالق باری جو بچّون کو پڑھائی جاتی ہے۔ اُس کی تصنیف ہے۔ اور ایک بڑی کتاب کا انتخاب ہے۔ خسرو کا ایک مطلع یہان لکھا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ اُسوقت مین کیا عام زبان دہلی کی تھی ؎

سکھی پیا کو جو مین نہ دیکھون تو کیسے کاٹون اندھیری رتیان
کسے پڑی ہے جو جا سناوے پیارے پی کو ہماری بتیان

رتیان کو راتین بتیان کو باتین کردیجیے تو اِسوقت کی زبان ہو جاتی ہے۔ ایک لفظ اِس مین عربی یا فارسی کا نہین ہے۔ اُسوقت تک یہ میل شروع نہین ہوا تھا۔

امیر خسرو کے مرنے پر تعمیر زبان اُردو کی بنیاد سلطان علاء الدین حسن بانی سلطنت بہمنی دکن کے عہد سنہ ۷۴۸ ہجری مین قائم ہوئی۔ محمد تغلق کے زمانہ مین جب اسکی بیعنوانیون کی وجہ سے سلطنت دہلی تباہ ہو رہی تھی اُسوقت جابجا ہندوستان مین خودمختار ریاستین اُسی طرح قائم ہو چلی تھین جس طرح مغلون کی سلطنت کی تباہی پر اودھ۔ بنگال اور دکن مین مسلمانون اور گجرات مین مرہٹون اور پنجاب مین سکھون کی سلطنتین قائم ہوئین۔ دکن کی خودمختار ریاست جو محمد تغلق کے آخر عہد مین قائم ہوئی تھی۔ اِسکا بانی سلطان علاء الدین حسن نامی ایک پٹھان تھا۔ محمد تغلق کا ایک منجم گنگو برہمن تھا۔ اُسکے تقرب سے علاء الدین حسن نے عروج پکڑا۔ زمانہ نے موافقت کی اور اُسے دکن کا خودسر رئیس بنادیا۔ اسنے جب سلطنت کی بنا ڈالی۔ تو اپنے قدیم محسن کو سلطنت کا محاسب مقرر کیا۔ اِس برہمن نے تمام ریاست مین اپنے ہمقوم ملازم بھر دیے۔ اور اِس طرح ہندوؤن اور مسلمانون مین اختلاط بڑھا۔ اور مسلمانون کی فارسی اور ہندوؤن کی ہندی ملکر ایک نئی زبان کا قوام تیار ہونے لگا۔ ورنہ اسکے قبل مسلمان یا تو فوج کے افسر اور سپاہی ہوتے تھے یا بڑی بڑی ذمہ داریون کے عہدون پر

مامور ہوتے تھے ۔ ہندی زبان سے وہ اسی طرح بے تعلق رہتے تھے جس طرح اسوقت
فوجی انگریز یا ہائیکورٹ کے بعض تازہ وارد یورپین ۔ بیرسٹر ۔ جج اور بہت سے عہدہ داران
جنکو دیسیون سے بات چیت کرنے کی ضرورت نہین ہوتی ۔ بعض ہندو اردو زبان سے
اِس لیے نفرت کرتے ہین کہ اُسے مسلمانون نے قائم کی ہے ۔ جب اُنکو معلوم ہوگا کہ گنگوہ برہمن
کے ساتھ جو عقیدت علاء الدین کو تھی ۔ وہی اس زبان کی بانی ہوئی ۔ تو اُن کو اپنے تعصب پر
افسوس ہوگا ۔

اُردو زبان مین ہمیشہ تراش خراش ہوتی رہی ۔ پہلے یہ خیال ہوا کہ اِس مین ہندی
الفاظ بکثرت لیے جائین ۔ پھر یہ خیال ہوا کہ عربی اور فارسی الفاظ جتنے ہی زیادہ ہون گے
اُتنی زبان فصیح سمجھی جائے گی ۔ اب اُردو کی فصاحت عربی اور فارسی کے غیر مانوس الفاظ
کے ترک کرنے پر منحصر ہے ۔ بلکہ بعضون کا یہان تک اصرار ہے کہ عربی الفاظ کو تلفظ یا املا مین وہ
ہندی سانچے مین ڈھالنا پسند کرتے ہین ۔ "فاحش غلطی" کو "فاش غلطی" کہتے ہین ۔ تیاری کو
ت سے لکھنا صحیح جانتے ہین ۔

ہندی بھاشا مین عربی ۔ فارسی اور ترکی الفاظ شامل کر کے بخط فارسی اول اول
ایک کتاب خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز نے سلطان احمد شاہ بہمنی (متوفی ۱۴۲۲ع
مطابق ۸۳۱ھ) کے زمانہ مین لکھی تھی ۔ یہی وقت زبان اُردو کے آغاز کا ہے ۔ لیکن اُس
وقت تک اُردو شاعری نے رواج نہین پایا تھا ۔ ۹۳۴ھ (۱۵۲۶ع) مین سلطنت
بہمنیہ کے ختم ہونے پر جو پانچ اسلامی سلطنتین دکن مین قائم ہوئین ۔ اُنمین سے ایک سلطنت
کا بانی یوسف عادل شاہ ترک پسر سلطان مراد سلطان ٹرکی تھا ۔ جو کسی طرح انقلاب زمانہ سے
ہندوستان مین آگیا تھا اور بیجاپور مین اُس نے ایک مستقل خود مختار حکومت قائم کی تھی
اسی خاندان مین ابراہیم عادل شاہ اول متوفی ۱۵۵۷ع (۹۶۵ھ) نے اپنے عہد مین اُردو
کو درباری زبان قرار دیا ۔ اور اُسمین دفتر کر دیے ۔ اور پھر علی عادل شاہ ثانی متوفی ۹۸۷ھ کے

عہد مین اُردو زبان کو بہت ترقی ہوئی - اور شاعری کا خوب چرچا پھیلا -

ابراہیم عادل شاہ اول کے عہد مین اُردو زبان کا پہلا مشہور شاعر سعدی تھا -
اسی سعدی کو ریختہ گوئی کا اُستاد کہتے ہین - اور اسی کو بعضون نے سعدی شیرازی سمجھ لیا ہی
جو فارسی مین غزل لکھنے کا موجد خیال کیا جاتا ہی - اسکی ایک غزل کے چند اشعار یہ ہین -

قشقہ چو دیدم برر خش گفتم کہ یہ کیا دیت ہی — گفتا درا سے باولے اس ملک کی یہ ریت ہی

ہمنا تمن کو دل دیا - تم دل لیا اور دُکھ دیا — ہم یہ کیا تم وہ کیا - ایسی بھلی یہ پیت ہی

سعدی بگفتار ریختہ در ریختہ دُر ریختہ — شیر و شکر آمیختہ ہم شعر ہی ہم گیت ہی

سلطان علی عادل شاہ ثانی کے زمانہ مین نصرتی ملک الشعرا تھا - نظم مین اسکے
تصانیف بہت ہین - جو رتبہ فارسی شاعری مین رودکی کا ہی - عربی مین مہلہل کا اور انگریزی
انگریزی مین چاسر کا ہی وہی درجہ نصرتی کا اُردو شاعری مین سمجھا جاے تو بیجا نہین ہی - ایک
شعر اُسکا یہان لکھا جاتا ہی تاکہ معلوم ہو کہ اُردو کا اُس زمانہ مین کیا درجہ تھا - ؎

ہوا جب سے بار اُس کی خوبی کا باغ — پڑیا جب سے چندر کی چھاتی پو داغ

پڑا کی جگہ پڑیا اور چاند کی جگہہ چندر اور پر کی جگہ پو - اُس زمانہ مین بولتے تھے -

اُسی زمانہ کا ایک شاعر ہاشمی تھا - اُسکے شعرون مین سے ایک آسان شعر چُن کر
لکھتا ہون - اسمین مانگتا کی جگہ منگتا - گناہین کی جگہ گناہان ہی ؎

دن رات یہان وحیا منگتا ہون عاجز ہو کے مین — یعنی گناہان بخش دے - ہی آسرا غفار کا

غرضکہ اُردو شاعری دکن مین سلطان مغلیہ کے زمانہ سے پہلے رائج تھی مغلون
کے فتوحات نے اسے دبا دیا تھا مغلون کے عروج کے زمانہ مین پھر فارسی شاعری نے
زور پکڑا - اکبر اور اُسکے اُمرا - جہانگیر اور اُسکے امرا کے دربار کی قدردانی نے ایران کے تمام نامی
شاعرون کو ہند مین بھر دیا - فیضی اور ابوالفضل پسران شیخ مبارک ہندی نژاد تھے مگر فارسی کلام
اُنکا ایرانیون کے کلام پر سبقت لیجاتا تھا مغلون کی سلطنت کا زوال جب شروع ہوا

تو پھر اُردو شاعری نے دکن مین زور پکڑا اور یہین کے فیض صحبت سے جب ولی اپنا اُردو دیوان مرتب کر کے دہلی لایا تو بڑی قدر ہوئی۔ اسباب کچھ ایسے جمع ہوے کہ روز بروز اسکے پیرو بڑھتے گئے اور پھر اُردو زبان نے وہ ترقی کی کہ ہر دور کے شعرا دور ماقبل پر سبقت لے گئے۔ میر و سودا۔ آتش و ناسخ۔ غالب و ذوق۔ انیس و دبیر۔ داغ و امیر ایسے مقلدین نے ولی کو اُردو شاعرون کا باوا آدم مشہور کرا دیا۔ ورنہ فی الواقع نصرتی کے لیے یہ خطاب زیادہ ترموزون تھا۔ یا سعدی کے لیے۔

اُردو کی وجہ تسمیہ بیان کرنا لطف سے خالی نہین ہے۔ اُردو ایک ترکی لفظ ہے بمعنی لشکر۔ لشکر کے قریب جو بازار ہوتا تھا اُسے اُردو بازار کہتے تھے۔ اُردو بازار قریب قریب تمام چھاؤنیون مین تھے۔ اکبر کے وقت مین یہ چھاؤنیان قائم ہوئین اور پورا عروج ان کا شاہجہان کے وقت مین ہوا۔ فوج مین ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی تھے۔ اور اہل بازار زائد تر ہندو تھے۔ اُنکے باہمی میل جول نے ایک لشکری زبان کشمیر سے اُڑیسہ تک اور ہمالیہ سے میسور تک قائم کر دی۔ لشکر کا ردوبدل لگا رہتا تھا۔ اِس لیے کل لشکری بازار بھی اُردو بازار کی زبان ایک ہو گئی۔ اِس بازار کی ترقی شاہجہان کے وقت مین ہوئی تھی۔ اِس لیے شاہجہان کے عہد سے اس زبان کی ابتدا منسوب کی گئی۔ ان بازارون مین صرف زبان ہی کی ٹکسال نہین قائم ہوئی۔ بلکہ لب و لہجہ بھی ایک خاص قسم کا پیدا ہوا۔ فوج شاہی کو دکن مین رہنے کا زیادہ تر اتفاق ہوتا تھا۔ اور اِس لیے جو اُردو زبان یا دیسی بھاشا سلطنت بہمنی کے وقت مین وہان قائم ہوئی تھی۔ وہ بھی سعین حال ہوئی یہی وجہ ہے کہ دہلی سے پچاس کوس پچھم کے رہنے والے ایسی اچھی اُردو نہین بولتے جیسی کہ دہلی سے تین چار سو کوس کے فاصلہ پر اہل دکن بولتے ہین۔ محمد شاہ بادشاہ کے بعد جب زوال سلطنت مغلیہ کا وقت آیا۔ اور شحنۂ معزول کی طرح تمام اہل قلم اور اہل سلطنت فوجی چھاؤنیان چھوڑ کر دہلی مین آنے لگے۔ اور دربار شاہی کی وقعت بھی بعض بازارون

اور لشکریون کی آمدورفت پر منحصر رہ گئی - تو عوام اور خواص شاعری کی چاٹ سے خاص طور پر اُس لڑکے کی تربیت پر متوجہ ہوے - جو اب اپنے پاؤن سے چلنے کے قابل ہو گیا تھا - اور پھر دہلی کو جب مرہٹون نے تباہ کیا تو لکھنؤ اس لڑکے کا جولان گاہ قرار پایا - جہان اسنے حیرت افزا ترقی کی - ایسٹ انڈیا کمپنی نے اسے ۱۸۳۵ء مین بجاے فارسی کے درباری زبان قرار دیکر اسکے ساتھ بیحد احسان کیا -

میرے خیال مین بجاے شاہجہان کے ملکہ وکٹوریا قیصر ہند آنجہانی کے عہد سے اس زبان کو منسوب کرنا بھی بے موقع نہ ہوگا - اول الذکر کے عہد مین فوجی چھاونیون کے سپاہی جب ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل ہوتے تھے تو صرف زبان ہی ساتھ نہین لے جاتے تھے لب و لہجہ بھی ساتھ ساتھ لے جاتے تھے - اور اس طرح تمام ہندوستان کے اُردو بازارون کا لب و لہجہ ایک سانچے مین ڈھل گیا - اور ثانی الذکر کے عہد مین مدارس کی تعلیم کے لیے قواعد بنے اور زبان کی تکمیل ہوئی -

تمام اُردو بازارون مین لب و لہجہ گفتگو کا ایک ہونا کچھ اور تصریح سے مین بیان کرنا چاہتا ہون ۱۸۷۵ء سے ۱۸۸۰ء تک مین علیگڈھ مین پڑھتا تھا - وہان مراد آباد - آگرے دہلی - شاہجہانپور اور بریلی کے لڑکے پڑھنے آتے تھے اور اُنکے بزرگ بھی کبھی کبھی ساتھ آتے تھے - اُسوقت مین نے دہلی کے معمر آدمیون کی زبان میر و سودا کی زبان سے ملتی ہوئی پائی اور اُنکے لہجہ مین ایک خاص قسم کی دلاویزی اور زور پایا - پھر بہت عرصہ کے بعد ۱۹۰۲ء مین ایک مرتبہ مین دربار دہلی سے واپس آتا ہوا الہ آباد اُترا - اور وہین ایک معمر شخص کوئی سو برس کی عمر کا ملا - جس کا لب و لہجہ مین نے بالکل اُن معمر اشخاص کا سا پایا جو دہلی سے میری طالب علمی کے زمانہ مین علیگڈھ آتے تھے - مجھے اُسکی باتین بہت پیاری معلوم ہوئیں - دریافت سے معلوم ہوا کہ اُس نے اُسکے قبل کبھی دہلی دیکھی نہ تھی اُسکا باپ احاطۂ مدراس کے کسی لشکر مین پیدا ہوا - اور پھر سلطنت مغلیہ کے ضعف پر وہ ٹیپو

سلطان کا ملازم ہوا۔ ٹیپو سلطان کی ہزیمت کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت ہاتھ آئی۔
اب ایک پنشن خوار ملازم کی حیثیت سے وہ دربار مین طلب ہوا ہی۔ ایک شخص دہلی مین پیدا ہوا
اور دوسرا مدراس مین پیدا ہوا۔ دونون کی زبان ہی یکسان نہین ۔ بلکہ لب و لہجہ بھی یکسان ہین
یہ صرف لشکری بازارون کا اثر ہو سکتا ہی۔ یہین یہ بھی سمجھ مین آسکتا ہی کہ ان تمام بازارون کی
زبان جب یکسان تھی، اور دوسرے قرب و جوار کے رہنے والون کی زبانون سے ممتاز تھی
تو خود بخود اُردو زبان ہی اُسسے موسوم ہونا چاہیے تھا اور ایسا ہی ہوا۔ اسی طرح مین نے ۱۹۰۸ء
مین کلکتے کا ایک ایسا گھر دیکھا جسمین چھوٹے بڑے سب صحیح اُردو بولتے تھے اور لب و لہجہ بھی دہلی
والون کا سا رکھتے تھے۔ مجھے اُنکی صورتون سے حیرت ہوئی کہ اگر یہ اہل دہلی کی نسل سے ہین
تو آبنوسی رنگت کیسی؟ اور اگر صحبت کا اثر ہی تو زبان پر اثر پڑ سکتا ہی نہ کہ لب و لہجہ پر اور وہ بھی تمام
گھر والون کے لب و لہجہ پر۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ خاص بنگال کے رہنے والے ہین
اور زبان پر جو اثر ہی وہ اُردو بازار کا ہی۔

زبان اُردو کو مسلمانون کی زبان سمجھنا غلطی ہی۔ مسلمانون کے میل جول نے اسپر ضرور
اثر ڈالا۔ لیکن وہ اثر مسلمانون تک محدود نہین رہا۔ بڑے بڑے شہر جیسے دہلی۔ آگرہ۔ لکھنؤ
بریلی اور مرادآباد وغیرہ وغیرہ مین ہندو اور مسلمان یکسان طور پر صحیح اُردو بولتے ہین۔ اور چھوٹے
چھوٹے شہرون مین ہندو اور مسلمان دونون غلط اُردو بولتے ہین۔ اور اُسی غلط اُردو کو اور دور
جاکر ہندی پنجابی۔ بنگالی وغیرہ مختلف نام سے پکارتے ہین۔ کلکتہ۔ مدراس۔ بمبئی مسلمانون
نے آباد نہین کیے۔ اسلامی سلطنت کے وقت انکا وجود بھی نہ تھا۔ یہان نسبتاً مسلمان بہت
کم آباد ہین لیکن ان شہرون مین بازار کی زبان اُردو ہی۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اُردو ایک ایسی
زبان ہے کہ وہ خود بخود ہندوستان مین پھیل گئی ہی۔ جتنے لوگ براہ خشکی ہندوستان مین آئے
ہین وہ اُردو بولنا آسانی سے سیکھتے ہین۔ انگریز بھی ہندوستان مین آکر اُردو بولنے کی طرف
پہلے رغبت کرتے ہین۔ دوسری قومون کے تجار ہندوستان کی بندرگاہون پر اُردو بولنے کی

خواہش رکھتے ہین - ہماری ہر دلعزیز ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند آنجہانی نے بھی ہندوستان کی بانون مین اُردو ہی منتخب کی تھی - بنگالی - پنجابی - مرہٹی وغیرہ وغیرہ کہنے کو تو مختلف بانین ہین - لیکن اگر کوئی اُردو جاننے والا ان زبانون کو جانتا ہو تو وہ ایک ہفتہ مین دوسرون کو بہ قدر ضرورت بنگالی - پنجابی - مرہٹی سمجھا سکتا ہو - سو پچاس الفاظ سے زیادہ الفاظ نہ ہون گے جنکے سمجھنے کی بجا اُردو الفاظ کو پنجابی یا بنگالی زبان مین ڈھالنا یا بنگلہ اور پنجابی زبان کو اُردو زبان کر دینا رفع ضرورت کے لیے کافی ہوتا ہو - جس طرح دہلی کے گرد نواح کے گانون مین اُردو زبان غلط بولی جاتی ہو اُسی طرح دہلی سے بہت دور پنجاب و بنگال مین جا کر اُس غلط اُردو کے مختلف نام رکھ دیے گئے ہین - لیکن جو ترقی اُردو زبان مین ہو اُس سے یہ امید کی جاتی ہو کہ ہندوستان کے تمام حصون مین اُردو ہی قائم ہو جائے گی - اُردو اُسی وقت تک اُردو ہو - جب تک فارسی حرفون کے لباس مین ہو - اس لیے فارسی حرفون کا بھی کچھ بیان ہونا چاہیے - تاریخون سے یہ پتہ لگانا آسان نہین ہو کہ حروف فارسی کس زمانہ مین ایجاد ہوے - میرے نزدیک یہ صورت قرین قیاس ہو کہ ایرانیون کے پاس پہلے لکھنے پڑھنے کے حروف مثل ناگری کے تھے - یورپین - ہندو - ایرانی ایک نسل سے ہین - تینون کی زبانین باہم ملتی جلتی ہین - انگریزون اور ہندوون کی تحریر کی کشش بائین سے داہنی جانب ہو تو قیاس چاہتا ہو کہ ایرانیون کی تحریر کی روش بھی یہی ہوگی - اپنی ترقی کے زمانہ مین اُنھون نے موجودہ فارسی تحریر ایجاد کی اور یہ فارسی تحریر اس درجہ مرغوب اور آسان نظر آئی - کہ پچھلے طریقے ایران سے بالکل مسدود ہو گئے - ہم اپنے اس خیال کی تائید مین انگریزی طریقہ شارٹ ہینڈ رائٹنگ پر نظر کرتے ہین - موجودہ انگریزی طرز تحریر جب زود نویسی کے لیے کافی سمجھا گیا تو مختصر نویسی کا ایک قاعدہ نکالا گیا - یعنی علامات سے تھوڑا تھوڑا پیوند لیکر الفاظ کے بنائے جانے کا ڈھنگ ڈالا گیا - جو طریقہ اس طرح نکالا اُسمین پورے طور پر کامیابی نہ ہوئی - ورنہ موجودہ طرز تحریر انگریزی بالکل معدوم ہو جاتا - ایرانیون کے طریقہ

مختصر نویسی کو سراہتے ہیں کہ وہ اتنا معقول اور پاکیزہ نکلا کہ عام طور پر مقبول ہوا اور گزشتہ صورت
معدوم ہو گئی - چین اور جاپان مین دیکھیے کہ وہان ہر لفظ یا ہر جزو لفظ کے لیے جدا جدا صورتین
ہین - انگریزی اور ناگری مین ہر آواز کے لیے ایک حرف ہی اور ہر حرف کو پورا لکھنا پڑتا ہی
فارسی کا یہ اعجاز ہی کہ ہر آواز کے لیے حروف اور ہر لفظ پیدا کرنے کے لیے حروف کے شوشے
کافی ہوتے ہین - مثلاً معتبر پانچ حروف کا لفظ ہی مگر اُسکے لکھنے مین اتنی جگہ نہین گھرتی ہی -
جتنی کہ انگریزی کے M یا ہندی म لکھنے مین - ایران کو جس ایجاد پر ہزارون برس
سے ناز تھا اور جس کا نظیر دنیا مین نہ تھا - آج بعض حضرات اُس کو مٹانے کی
کوشش کرتے ہین اور اس ترقی معکوس کو سعی مشکور سمجھتے ہین - اور یہ نہین سمجھتے کہ فارسی
حروف جس نے ایجاد کیے اُسنے لٹریچر پر بڑا احسان کیا ہی -

مسلمانون کے عہد سلطنت مین فارسی زبان مین خط و کتابت ہوتی تھی - لکھے پڑھے
لوگ اُردو زبان مین خط و کتابت کرنا ننگ سمجھتے تھے - کوئی خصوصیت مسلمانون کے ساتھ نہ تھی
ہندوؤن مین کایستھ اسپر زیادہ سختی سے پابند تھے - مسلمانون مین اہل سیف - اہل قلم -
تجارت پیشہ - مزدوری پیشہ - گدائی پیشہ - سبھی طرح کے لوگ تھے - اور کایستھون مین بجز لکھنے
پڑھنے کے اور کوئی پیشہ نہ تھا - اور اِس لیے کایستھون کو فارسی زبان سے بہت زیادہ مناسبت
تھی - اُردو زبان جاری ہونے پر ایک عرصہ تک اُردو زبان مین فارسی الفاظ کا مسرفانہ
استعمال کایستھون نے قائم رکھا - آج کایستھون مین جو حالت فارغ البالی ہی وہ اِس لیے
بھی ہی کہ عدالتی زبان سے اُنکو زیادہ مناسبت تھی - اور اگر فارغ البالی مین اب کوئی کمی
آچلی ہی تو صرف اِس لیے کہ انگریزی اور اُردو کی اشاعت سے اُنکے رزق مین اور بھی
حصہ دار ہو گئے ہین اور ناگری حرفون کی ترقی سے اغلب ہی کہ اُن حصہ دارون مین اور بھی
اضافہ ہو -

جس طرح دنیا مین سیکڑون زبانین خود بخود معدوم ہو گئین اور سیکڑون خود بخود قائم ہو گئین

اُسی طرح ہندوستان مین اُردو زبان خود بخود قائم ہوئی۔ مسلمانون نے کوئی مداخلت نہ کی۔ بلکہ مسلمانون کے زوال کے ساتھ اسکی ترقی شروع ہوئی۔ مسلمانون کا اُردو زبان کا سرپرست ہونا اس سے بھی ظاہر ہے کہ انگریزون کے عہد مین مرزا نوشہ غالب پہلا وہ شخص ہوا ہے جس نے اُردو مین خط وکتابت کرنا ایجاد کیا اور دوسرون نے اُسکا تتبع کیا۔ جناب میور صاحب لفٹنٹ گورنر نے اُردو کتابون کے لکھنے پر انعام دیے۔ اور مرزا نوشہ کو وقتاً فوقتاً سراہا۔ انگریزی اسکولون کے لیے اُردو زبان کے قاعدے تصنیف ہوے۔ علمی کتابین بھی اُردو مین ترجمہ ہوئین۔ ہم جناب منشی نولکشور صاحب مرحوم کی ذات کو بھی نہین بھول سکتے کہ اُنکی وجہ سے بہت سی اخلاقی اور مذہبی کتابین عربی۔ فارسی اور سنسکرت سے اُردو مین ترجمہ ہوئین۔ پھر کیا تھا لوگون کی توجہ ادھر ہوئی۔ اب دیکھیے سیکڑون اخبار۔ ناول۔ گلدستہ۔ دیوان چھپنے لگے اور اُردو بھی ایک مستند زبان ہوگئی۔ آج وہ کونسا خیال ہے جو اُردو زبان مین ادا نہین ہوسکتا۔ آج اُردو دانون کو اپنی نظم و نثر لکھنے مین وہی دعوی ہے جو اور مہذب ملکون کے فصحا اور بلغا کو ہے ہماری قوم کے لکچرار لاکھون ہزارون آدمیون کے سامنے اظہار مدعا عمدہ سے عمدہ پیرایہ مین کر سکتے ہین۔

دلّی اور لکھنؤ کے شعرا

محمد شاہ کے زمانہ مین جب سلطنت تباہ ہونے لگی تو بیکاری کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ تلوار کمر سے کھل گئی اور قلم کے معمولی مشاغل جاتے رہے۔ جو شخص جہان تھا بیکار تھا۔ جو کوئی گھبرا کر دلی چلا آیا وہ وہان کے بیفکرون کی جماعت مین اضافہ کرنے کے سوا اور کچھ نکر سکا وہان ہنسی مذاق گانے بجانے کے سوا اور کوئی شغل کسی کا نہ تھا۔ حتی کہ مذہبی پیرایہ مین بھی اسی شغل کو زائد تر رونق تھی۔ رندون مین ڈوم اور ڈومنون کی عزت تھی۔ اور مذہبی گروہ مین قوالون کی چاہ تھی۔ اُس وقت تک صرف فارسی کے کلام اور بھاشا کے گیت قوالون اور رنڈیون کی زبان پر تھے۔ اسی زمانہ مین شمس ولی اللہ متخلص بہ ولی اپنا دیوان ساتھ لیکر

دکن سے دہلی آیا۔ اِس دیوان نے صرف ہندی بھاشا کی بیخ کنی نہین کی بلکہ فارسی کی بھی
کساد بازاری کا یہ سبب ہوا۔ اِس نے اُردو کلام مین فارسی کا مزا دکھایا۔ عوام کو اِس کے
سمجھنے مین آسانی ہوئی۔ اور اُردو شاعری نے دفعتًا اپنا نقشہ دہلی مین جمالیا۔ ہر شخص اُردو
شعر کہنے کی طرف مائل ہوا۔ حتی کہ دہلی کے پادشاہون نے بھی جو نام کے پادشاہ رہ گئے
تھے یہی شغل اختیار کیا۔ جب مشاعرون مین بادشاہ کی غزلین پڑھی گئین تو مشاعرہ مین
شریک ہونا تمغۂ شرافت ہو گیا۔

محمد شاہ کے وقت سے شاہ عالم بادشاہ کے عہد تک یعنی ۱۱۳۱ھ سے ۱۲۲۱ھ
تک (۱۷۱۹ء سے ۱۸۰۶ء تک) آرزو۔ فغان۔ مظہر جانجانان وغیرہ وغیرہ بہت سے
نامی شعرا دہلی مین گزرے ہین۔ مگر انکے کلام نے فارسی شاعری کی برابری نہ کی۔ البتہ حاتم
کے شاگرد سودا کے کلام کو یہ رتبہ ملا کہ اہل مذاق بھی فارسی کلام کی طرح اُردو زبان مین
لطف پانے لگے۔ اور میر نے تو گویا فارسی کی بنیاد ہی ہلادی۔ سودا کے قبل کسی کا کلام
اس قابل نہین ہو کہ اہل مذاق کے سامنے پیش کیا جاے۔ لیکن اِس خیال سے کہ وؔلی
نظم اُردو کی نسل کا آدم ہو۔ اسکی ایک غزل تبرکًا یہان نقل کردی جاتی ہو۔ اِسکا دیوان
لندن اور پیرس مین بھی چھپا ہو۔

بیوفائی نہ کر خدا سے ڈر — جگ ہنسائی نہ کر خدا سے ڈر
ہو جدائی مین زندگی مشکل — آ جدائی نہ کر خدا سے ڈر
آرسی دیکھکر نہ ہو مغرور — خودنمائی نہ کر خدا سے ڈر
اے وؔلی غیر آستانۂ یار — جبہ سائی نہ کر خدا سے ڈر

اِس غزل مین مین نے اتنا ہی تصرف کیا ہو کہ "خدا سون" کو خدا سے کردیا۔ میر۔ سودا
اور انشا کی زبان ولی کی زبان سے کہین اچھی ہو۔ لیکن اُسوقت کے بعض الفاظ بھی اب
متروک ہو گئے ہین۔ اُنکا کلام نقل کرنے مین بھی مین نے ایسے تصرفات جائز رکھے ہین۔

مفصلۂ بالا باتین اُردو شاعری کی بنیاد قائم ہونے کا سبب ظاہر کرنے کو کافی ہین۔ لیکن اسکی ترقی کے اسباب کا بیان کسی قدر وضاحت سے لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یعنی کہ شاہ عالم بادشاہ کے زمانہ مین جب سلطنت مرہٹون سکھون۔ انگریزون اور فرانسیسیون کے ہاتھ مین آئی تو شرفاے ہند جہان تھے بیکار تھے۔ تلوار ہاتھ سے جاتی رہی۔ نظم مملکت مین انکو کوئی دخل نہ تھا اور نہ انکو دنیا کا کوئی کام تھا۔ تجارت سے کوئی مناسبت نہ تھی کہ اُسمین اوقات گذاری کرتے۔ صرف بے شغلی اور بیکاری رہ گئی اور اُسکے ساتھ کچھ دنون تک فارغ البالی سے بسر کرنے کا ذریعہ بزرگون کے وقت کی دولت اور اثاثہ خانہ رہ گیا تھا۔ ہان ایک چیز اور بھی قائم رہی۔ یعنی قومی اعزاز۔ یہان تک کہ دہلی کا شاہ معزول بھی کئی پشت تک عزیزون کے طفیل مین خود کو شہنشاہ ہند سمجھتا رہا۔ اس اعزاز نے مسلمانون کو دنیاوی ترقی سے اور بھی باز رکھا اور میرے لفظون مین انکی بے فکری کا یہ بھی ایک سبب تھا۔

غرضکہ شرق سے غرب تک اور شمال سے جنوب تک ایک ہی رنگ کے بیفکرے لکھے پڑھے مسلمان ہوشیار طبّاع دفعتاً شحنۂ معزول کی صورت مین آ گئے۔ ہنسی۔ مذاق دل لگی۔ عیش پسندی کے سوا اور کوئی کام اُنکو نہ تھا۔ دفعتہً تمام ترجحان اُنکا اسباب ترقی و ملغ جمع کرنے کی طرف ہوا۔ اور اس بیکاری مین جتنے مشاغل اُنکے تھے۔ یا فطرتاً ہو سکتے تھے۔ اُنکی مثال دنیا کی تاریخ مین مشکل سے ملے گی۔ صرف شاعری اُس وقت کی یادگار یا ایک نمونہ باقی رہ گیا ہے۔ شاعری کی یہ کیفیت تھی کہ جسکی طبیعت اس سے زائد تر مناسب ہوئی۔ وہ اُستاد گنا جاتا تھا۔ سیکڑون ہزارون اُسکے شاگرد ہوتے تھے۔ مکتب سے نکلکر نوجوانون کا یہی مشغلہ تھا۔ نہ گھوڑا دوڑانے کا شوق تھا۔ نہ ہتھیار چلانے کا مشغلہ تھا۔ کھانے پینے یا دیگر اسباب تعیش سے جسے ذرا فرصت ملتی تھی ایک ہاتھ مین قلم اور دوسرے مین کاغذ لیکر سرنگون فکر سخن مین مشغول رہتا تھا۔ ہفتہ وار مشاعرے ہوتے تھے

بڑے بڑے شہروں اور چھوٹے چھوٹے قصبات میں بھی اپنی اپنی ٹکڑیاں پیدا ہوتی تھیں
جب اُستاد کسی مشاعرے میں جاتا تو سیکڑوں شاگرد پیچھے پیچھے ساتھ ہوتے تھے۔ ہر ایک
شاگرد کو یہ خیال رہتا تھا کہ اُسکا اُستاد مشاعرے میں بالا رہے۔ اُستاد کے منھ سے ایک
مصرع نکلا نہیں کہ شاگردوں نے واہ واہ کی صدا بلند کی۔ یہ واہ واہ رفتہ رفتہ ایک قومی مذاق
ہو گیا۔ اور اُسکے ذریعے سے دل توڑ توڑ کر ایسے مضامین اساتذہ پیدا کرنے لگے کہ بڑے
بڑے دور سابق میں بھی یہ صورت ترغیب کی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ [illegible] کو اپنے سامعین(۱)
پر وہ حکومت نصیب نہیں ہوئی تھی۔ جو ان اساتذہ کو اپنے شاگردوں پر نصیب تھی۔ جب
باہر سے اساتذہ دہلی کی طرف رجوع ہوئے تو دہلی والوں نے اُنکا خیر مقدم اس جوش و
خروش سے کیا کہ بادشاہوں کو بھی رشک آیا۔ دہلی میں اساتذہ ہوئے جنہیں کہ شہزادے ان کے شاگرد
اُنکی طرف رجوع ہو گئے۔ اس طرح دہلی اُردو شاعری کا مرکز بن گیا تھا۔ شاہان دہلی بھی شاگردوں کے
زمرہ میں داخل ہوئے اور شاہی رجحان دیکھکر اور بھی عوام کو رغبت ہوئی اور شعر گوئی نہایت
شریف فن اور بہترین مشغلہ سمجھا گیا لیکن رفتہ رفتہ بادشاہوں کو بھی اُن اساتذہ کی عام
مقبولیت پر رشک آیا اور یہ رشک دہلی کے افلاس کے ساتھ ملکر اُن اساتذہ کے نقل مکان اور
لکھنؤ کو ایک دوسرا مرکز شاعری قرار دینے کا سبب ہوا۔ زمانۂ حال میں مرثیہ گوئی نے اُس عام مقبولیت
کو ایک دوسرے رنگ میں نمایاں کیا ہے اور اب شاعروں کا جو اُنکے شاگردوں تک محدود نہیں
ہے۔ بلکہ اس دائرے کی وسعت نے مرثیہ گو شاعروں کے لیے وہ مجمع زبردست پیش کیا جسکا
نمونہ سلاطین اسلام کے عہد میں بھی پایا نہیں جاتا۔ [illegible] کی واہ واہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ اضافہ
شاعروں کے کلام صدی دو صدی کے اندر اتنا جمع ہو گیا کہ گزشتہ صدیوں کے تمام بلاد
اسلام کے کلام ایک جا کیے جائیں تو یہ شاید اُن سے کم نہ ہوں گے۔ لیکن زمانہ اپنا اثر
غالب رکھتا ہے۔ رفتہ رفتہ زمانہ نے یہ تعلیم دی کہ دنیا میں کوئی قوم بے فکر نہیں رہ سکتی۔ فکر معاش
اور فکر سخن دو متضاد باتیں یکجا نہیں ہو سکتیں۔ اب امرا کے جی بہلانے کے لیے شعرا محدود

ہوتے جاتے ہین۔ لیکن اِس تھوڑے سے زمانہ مین اُردو شاعری نے اپنا درجہ کمال حاصل کرلیا۔ میرا خیال یہ ہی کہ امیر و داغ پر اُردو شاعری کا خاتمہ ہوگیا۔ وہ اسباب جو اسکی ترقی کے سبب تھے زائل اور معدوم ہوگیے ہین۔ مگر جو شاعری مرثیہ گوئی کے پیرایہ مین پچھلے زمانہ مین قائم ہوئی اُسکی بابت کوئی پیشینگوئی نہین کی جاسکتی ہی۔

زبان فارسی اور اُسکی شاعری

اُردو اگر سنسکرت کا پسر صلبی ہی تو فارسی کا پسر متبنیٰ ہی۔ بظاہر اُسے فارسی کی خوبو سے زائد تر مناسبت ہی۔ اِس لیے کچھ حال زبان فارسی کا بیان کرنا نامناسب نہ ہوگا۔

تاریخون سے پتہ لگتا ہی کہ قدیم زمانہ مین جن لوگون نے ہندوستان فتح کیا انھین کے بھائی بندون نے ایران بھی فتح کیا۔ فاتحان ایران کی تہذیب اور شائستگی کے زمانہ مین جو زبان مہذب اور باقاعدہ ہوکر ایران مین ملکی زبان قرار پائی اُسے ژند اوستا کہنے لگے۔ سنسکرت اور ژند کا مخرج ایک ہی۔ لیکن تغیرات زمانہ سے سنسکرت اور ژند دو زبانین ہوگئین۔ آج سے ۲۴۰۰ برس پہلے یونانیون کی چڑھائی سے ایران مین ژند پر ویسا ہی اثر پڑا جیسا کہ بودھ مذہب کے عروج کا سنسکرت پر پڑا۔ اور چھ سو برس کے بعد ساسانیون نے ایرانیون کے اثر دور کرنے مین وہی کام ایران مین کیا جو شنکر اچارج نے ہندوستان سے بودھ مذہب کا اثر مٹانے مین کیا تھا۔ ژند تو واپس نہ اسکی۔ لیکن ساسانیون کی کوشش سے اسکی جگہ پہلوی قائم ہوگئی اور مسلمانون کی چڑھائی تک تھوڑے بہت تغیرات کے ساتھ قائم رہی۔ خلیفہ دوم نے ایران فتح کرکے کاغذات سرکاری ملکی زبان مین رہنے دیے اور ولید کے شروع عہد تک ایسا ہی رہا۔ ولید کے زمانہ مین حجاج گورنر خراسان نے عربی زبان مین دفتر قائم کیا۔ جو محمود غزنوی کے عہد تک قائم رہا۔ خلفاے عباسیہ کے زمانہ عروج مین کل کاغذات سرکاری عربی زبان مین تھے۔ باوجود اسکے کہ خلیفہ دوم کے عہد سے ولید بن عبد الملک کے زمانے تک ملکی زبان مین کوئی دست اندازی نہین ہوئی تھی۔ لیکن اس زمانہ کے شعرا عربی لٹریچر کی

طرف مائل تھے اور ایران کے اہل کمال بھی عربی ہی مین اشعار کہتے تھے۔ خراسان کے قیام سے مامون رشید زبان فارسی سمجھنے لگا تھا۔ اسکے لیے ابو العباس مروزی نے کچھ اشعار فارسی مین تصنیف کیے تھے لیکن اُس سے یہ لازم نہین آتا کہ فارسی اشعار مامون رشید کے زمانہ مین رواج پذیر ہوے۔ ابو العباس مروزی کا کلام فارسی مین وہی درجہ رکھتا ہی جو خسرو کا کلام اُردو یا ہندی مین رکھتا ہو۔ اسلام کے قبل زبان پہلوی کے بڑے بڑے شاعر موجود تھے لیکن زمانۂ اسلام مین شعراے زبان عربی کے مقابلہ مین انکا کہین پتہ نہ تھا۔

تیسری صدی ہجری مین سلطنت عباسیہ کی کمزوری کے ساتھ ملکی زبان نے زور پکڑا لیکن عربی اور ترکی زبان کے میل نے اسمین بڑا تغیر پیدا کیا اور اب یہ زبان فارسی زبان مشہور ہوئی۔ سلاطین طاہریہ اور صفاریہ نے فارسی شاعری کو اسی طرح زندہ کیا جس طرح بہمنی اور عادل شاہی سلطنتون نے اُردو شاعری کی بنیاد دکن مین ڈالی تھی۔ اسکے بعد ساسانیون نے فارسی شاعری کو خاص طور پر رواج دیا۔ نصر بن احمد سامانی کے وقت مین بہت سے فارسی شعرا دربار شاہی مین رسوخ رکھتے تھے۔ انمین رودکی خاص طور پر قابل ذکر ہی۔ اسکو فارسی شاعری کا باوا آدم اسی طرح کہتے ہین جس طرح ولی کو اُردو شاعری کا رواج دینے والا اہل ہند سمجھتے ہین۔ اسکے بعد جب محمود غزنوی نے ملکی دفتر فارسی زبان مین قائم کیا اور فردوسی سے شاہان ایران کا تذکرہ فارسی نظم مین لکھوایا۔ اُس وقت پورے طور پر فارسی زبان عربی کی قید سے آزاد ہوئی۔ گو اُسکے احسانات سے سبکدوش نہ ہوسکی۔ فارسی شاعری مین اوّل عربی شاعری کا رنگ تھا۔ اشعار جوشیلے ہوتے تھے۔ اور شاعرون کو خودداری کا پاس ہوتا تھا۔ لیکن کفار مغل کے زمانہ مین جو تباہی مسلمانون پر آئی اُسکے اثر سے شعرا کے دل بجھ گئے اور اُسکے بعد شاعرون مین جوشیلے مضامین کی قابلیت نرہی اور پھر متاخرین نے انھین کا تتبع کیا۔ اور ایک نئے طرز کی شاعری جاری ہوئی۔ جسکا نمونہ اُردو شاعری مین موجود ہی۔

شاعری کی بھلائیان اور برائیان

ہر قوم اور ہر زمانے مین شاعری کا رواج پایا جاتا ہی۔ ہر سخن مین اثر سحر اسی طرح مخفی رہتا ہی جس طرح ہوا مین برق چھپی رہتی ہی اور جب وہ موزون ہوتا ہی تو اُس کا اثر قوی تر ہو جاتا ہی۔ شاعری نے دنیا مین بڑے بڑے کارہاے نمایان کیے ہین۔ تمام کارنامون کا بیان کرنا یہان مقصود نہین ہی۔ اُسکے لیے ایک جدا کتاب درکار ہی۔ صرف چند واقعات کے تذکرے سے ناظرین پر ظاہر کیا جاتا ہی کہ شاعری جس حالت سے سردست ہندستان مین ہی اُس سے کہین بلند تر مقام اُسکا پہلے تھا۔

یورپ کے پلٹیکل معاملات مین بھی شاعری نے مداخلت کی ہی۔ مثلاً زمانہ قدیم مین یونانیون نے جزیرہ سیلس کے لیے مگارا کے مقابلہ مین اتنی شکستین کھائین کہ دل چھوٹ گیا اور آیندہ تحریک جنگ کے لیے قتل سزا تجویز کی۔ اُس وقت یونان کے مشہور مقنن شاعر سولن نے تحریک جنگ پیش کرنے کے لیے خود کو دیوانہ مشہور کیا۔ اور ایک وزیرا نے کپڑے پہن کر گلے مین رسی ڈال کر اور اوپر سے ایک بوسیدہ چادر اوڑھ کر اس طرح گھر سے برآمد ہوا کہ بہت سے لوگ براہ ہمدردی جمع ہو گئے۔ جب اُس نے مجمع کثیر اپنے گرد دیکھا تو ایک نظم جو اسی موقع کے لیے اُسنے کہی تھی نہایت پر درد لہجہ مین پڑھی جس کا ماحصل یہ تھا کہ اس وقت تمام دنیا کے علم اور حکمت سے سر اسینہ پُر ہی لیکن پیشانی پر یہ لکھا ہوا ہی کہ سیلس کی لڑائی سے بھاگنے والا اور اتھینز کا رہنے والا سولن یہی ہے۔ اِس نظم نے اس درجہ جوش پیدا کیا کہ تمام لوگ چلا اُٹھے کہ ہم قوم کی پیشانی کا داغ دور کرین گے۔ اور پھر فوراً ہی گیرنا کی کشتیون پر سوار ہوے۔ اور سیلس پہونچکر ایسی زبردست لڑائی لڑے کہ ہمیشہ کے لیے سیلس یونان کے زیر حکومت ہو گیا۔

اُنیسوین صدی عیسوی مین لارڈ بائرن کی ایک نظم نے فرانس۔ انگلستان۔ اٹلی۔ آسٹریا اور روس کو اس درجہ یونان کا ہمدرد اور ترکون کا مخالف بنا دیا کہ ۱۸۲۷ء مین یورپ کی متفقہ قوت سے ترک شکست پاکر یونان کے آزاد کرنے پر مجبور ہوے۔

عرب کے زمانۂ جاہلیت مین فن حرب سے واقف ہونے کی طرح شاعر ہونا بھی
لوازم سرداری مین داخل تھا۔ چنانچہ کفار عرب پیغمبر خدا کی کامیابیان دیکھکر شاعر کہتے تھے
اور قرآن شریف کی نسبت یہ خیال کرتے تھے کہ آنحضرت کی کامیابی اسی نظم کی بدولت ہے
مسلمانون کی ابتدائی لڑائیان کتب سیر مین دیکھی جاتی ہین تو مسلمانون اور کافرون دونون کی جانب
عورتون کا گانا بانسری اور انکا دف جنگی باجون کا کام دیتا تھا اور اشعار جو عورتین جوش دلانے
کے لیے پڑھتی تھین یا مرد میدان خود رجز خوانی کرتے تھے۔ اس سے بعینہ وہی غرض حاصل ہوتی
تھی جو اسوقت یورپ کی فوجون مین الکوحل پلانے سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ اشعار دوران خون
تیز کرنے اور دل مین جوش پیدا کرنے مین برانڈی سے بڑھکر اثر رکھتے تھے۔ اسلام پھیلنے پر بھی عرب کے
شعرا عموماً فنون رزم سے واقف ہوتے تھے متنبی کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ مصر شام۔ اور عراق کے تمام امرا کے پاس تلاش روزگار مین یہ چکر لگاتا رہا لیکن بصورت
ملازمت پیدا نہ ہوئی۔ امرا بڑی قدر و منزلت سے آؤبھگت کرتے تھے لیکن دے دلاکر بہت
جلد رخصت کر دیتے تھے۔ ٹھہرنے نہ دیتے تھے کہ مبادا اسکے مقابلے مین امیر کا رنگ پھیکا پڑجائے
پہلے شعرا دلیر ہوتے تھے۔ خودداری کا شوق رکھتے تھے۔ امیرون کی بیجا تعریف سے
احتراز کرتے تھے مسلمانون مین شاعرون کی بیقدری چوتھی صدی ہجری سے شروع ہوئی
جب انھون نے دربار شاہی مین رسوخ حاصل کرنے کے لیے شعرگوئی اختیار کی اور پھر
رفتہ رفتہ شاعرون کی حالت جس حد تک پہونچی ہے ظاہر ہے۔

اسلامی نظر سے شاعری دیکھی جاے۔ تو سب کے پہلے آیۂ قرآنی والشعراء یتبعھم الغاوٗن
(گمراہ لوگ شعرا کی تبعیت کرتے ہین۔) پر نظر پڑے گی۔ زمانۂ جاہلیت مین شاعری کی بدولت
ہجگوئی اور ہجوگوئی کے ذریعے سے نفاق قومی قائم تھا۔ تعشق کے ناجائز جذبات کو بھی
اس سے ترقی تھی پیغمبر خدا نے ان برائیون کی وجہ سے یا اس خیال سے کہ قوم کو ایک دوسری
راہ پر لیجانا تھا۔ شاعری کی کبھی طرفداری نہ کی۔ لیکن اسکے ساتھ ہی وہ قصیدہ جو حسان بن

ثابت نے پیغمبر خدا کی تعریف اور اسلام کی خوبیون کے بابت لکھا تھا۔ اس خیال سے کہ اشاعت اسلام مین وہ معین تھا پسند کیا یا اور ایک قول بھی آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہی "ان من الشعر لحکمة وان من البیان لسحرا" (بعض شعر حکمت ہی اور بعض بیان جادو ہی) حضرت عمر فاروق رض کو مذاق شاعری صحیح تھا۔ گو انھون نے شاعرون کی بہت عزت نہ کی ماحصل یہ ہوا کہ شاعری مین عموماً لغویات ہوتے ہین لیکن اگر عمدہ باتین اسمین بیان کیجائین تو عیب نہین ہنر ہے۔

بلاد اسلام مین عرصہ تک شاعری اور مردانگی کا ساتھ رہا۔ لیکن قومی زوال کے ساتھ شاعری کی برائیان بڑھتی گئین اور دنیاوی کام سے شاعری انسان کو باز رکھنے لگی اس لیے دنیا کے بڑے بڑے کام کرنے والے باوجود مذاق شاعری رکھنے کے لوگون کو شعر گوئی سے نفرت دلانے لگے۔ اور ہندوستان مین انیسوین صدی عیسوی خصوصیت کے ساتھ اُن برائیون کی یادگار رہی جو شاعری سے پیدا ہوسکتی ہین۔ آخر آخر محض بیکارون کا مشغلہ شاعری تھا۔ مجھے اپنی طالب علمی کا زمانہ یاد ہی۔ کہ جتنے ذہین اور طباع لڑکے علی گڈھ مین دہلی۔ مرادآباد۔ اور آگرہ سے آتے تھے وہ سب شعر کہتے تھے۔ شعر موزون کرنے سے انھین فرصت نہین ملتی تھی کہ ریاضی کے سوالات حل کرین۔ شاعری کی بدولت وہ اردو نثر تو بہت صحیح لکھتے تھے۔ اور اس طرح لٹریچر کا مذاق عام انھین انگریزی لٹریچر مین بھی برا نہین رکھتا تھا لیکن علم ریاضی کی کمی اکثر امتحان کے بعد انھین مفتون ہا یوس رکھتی تھی۔ ممالک متحدہ جو علم وفن مین تمام ہندوستان پر فائق ۔ اخیر اخیر اس شعر گوئی کی بدولت علم مغربی سے محروم رہا اور اہل ملک کے سامنے اُسے نیچا دیکھنا پڑا۔ شروع شروع انگریزی سے مسلمانون کا تنفر بھی کچھ سد راہ تھا۔ لیکن بہت بڑا مرض شاعری اور شاعرون کی صحبت تھی جو سن رشد کے بعد ذہین اور طباع لڑکون کو وارستہ مزاجی کی طرف مائل کردیتی تھی اور اسکے ساتھ ہی استغنا کا سبق دیتی تھی۔ اور اس طرح دنیا کے جولان گاہ مین وہ پیچھے رہتے تھے۔

شاعری کے عیب و صواب جانچنے کے لیے محض زمانۂ موجودہ پر غور کرنا مناسب نہین ہی۔ گزشتہ زمانہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے۔ یہ شریف فن ہر زمانہ مین شریف ہا ہی۔ ابتدائے اسلام مین بیشک شعرا کی قدردانی جیسا کہ چاہیے نہین ہوئی۔ خالد ابن ولید کا واقعہ مشہور ہی کہ اُن کے معاتب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ایک شاعر کو انھون نے حیثیت سے زیادہ انعام دیا تھا۔ اُسوقت مقتضائے حکمت یہی تھا۔ تمام عرب شاعر تھے اور اُن کی دلبستگی سب سے زیادہ شعرگوئی مین تھی۔ اُنکو ایک دوسرے کلام کی طرف رجوع کرنیوالے اصحاب اگر شعرگوئی سے اُنکے دل نہ پھیرتے تو وہ اہم امور جو اُس زمانہ مین پیش نظر تھے اور جنکی نظیر دنیا مین اُسکے قبل یا اُسکے بعد نہین ملتی۔ انجام نہ پاتے۔ اسلامی سلطنت کے مستحکم ہونے اور اسلامی تہذیب کے پھیلنے کے بعد کوئی ایسا دور نہین آیا جس مین شعرا باعزت نہ ہون اور شعرگوئی ایک شریف فن نہ سمجھا گیا ہو۔ کسی دور کا کوئی حکمران یا کوئی امیر اس شریف فن سے بے بہرہ نہ تھا۔ بادشاہون کے دربار مین ندیمون کا ایک خاص جلسہ ہوتا تھا جسمین شعرائے نامی صدرنشین ہوتے تھے۔ اس فن کے جاننے والے دنیاوی ترقی مین کسی کی سفارش کے محتاج نہ تھے۔ بنو امیہ اور بنو عباس اور اُنکے بعد بھی جتنے خاندان عجم یا عرب کے حکمران ہوئے سب نے شاعرون کی قدر کی۔ شاعرون کے ذریعہ سے اخلاق حسنہ ملک مین پھیلے۔ مذہبی کتابون کے بعد کلام شعرا موعظت حسنہ تعلیم کرتے رہے۔

اسلام کے ساتھ کوئی خصوصیت نہین ہی۔ اور اقالیم مین بھی شعرا نے بڑی بڑی قومی خدمتین کی ہین انگلستان مین شکسپیر کا کلام بائبل کے بعد اپنا درجہ رکھتا ہی مسلمانون مین قرآن اور حدیث کے بعد بہت سے شاعرون کے کلام کا درجہ ہی۔ فردوسی نے تمام ایران کے بڑے بڑے لوگون کے نام اس طرح روشن کر دیے کہ کسی تاریخی کتاب نے دنیا کی کسی گزشتہ قوم کے ساتھ یہ سلوک نہین کیا۔ ہندوستان مین سنسکرت اور بھاشا کے شعرا نے عوام پر جس قدر اچھے اثر ڈالے وہ یہان کی مذہبی کتابون سے بھی نہ پڑ سکے۔

شاہ عالم کے زمانہ سے شعرا مفلس ہونے لگے۔ اور اسی لیے فن شاعری منحوس مشہور ہو گیا۔ یہ نحوست شاعری کی بدولت نہ تھی پچھلی غفلتون اور بدکاریون کا نتیجہ تھی۔ پھر بھی حالت افلاس کو وہ شعرا جس خوبصورتی سے نباہتے تھے وہ محض شعر گوئی کی برکت تھی۔ دہلی کے برائے نام بادشاہون یا اودھ کے کم اختیار بادشاہون کی مصاحبت سے شاعری ذلیل نہین ہو سکتی۔ ان بادشاہون کے دربار کی عزت حرمت۔ شایستگی انھین شاعرون کی بدولت تھی۔ جو وقت انکا شاعرون کی صحبت مین گزرتا تھا وہ اُن وقتون سے کہین اچھا ہوتا تھا جو وہ دیگر مزخرفات مین صرف کرتے تھے۔ بیشک اُس زمانے کے تمام شعرا قابل تحسین نہین ہین۔ لیکن قوم کی حالت انقلاب زمانہ نے جس حد تک پہونچا دی تھی۔ اُسپر لحاظ کیا جائے تو شاعرون کی حالت بہت غنیمت تھی۔ شاعری خاندان مغلیہ کے عروج کے زمانہ مین بھی تھی لیکن اُس وقت زمانہ موافق تھا تو اُسکی حالت بھی اچھی تھی۔ واجد علی شاہ اور محمد شاہ کے دربار مین اُتنے شاعر نہ تھے۔ جتنے اکبر اور جہانگیر کے زمانہ مین تھے۔ اکبر اُمّی محض تھا۔ لیکن کبھی کبھی شاعرون کے کلام پر تنقید کرتا تھا۔ جہانگیر شعرا کے ایک ایک لفظ پر ایسی غامض نظر ڈالتا تھا کہ شعرا اُسے اُستاد سمجھتے تھے جس وقت امور ملکی سے بادشاہان سلف کے دماغ تھک جاتے تھے تو بزم شعرا اُنکے دماغ کے لیے مفرحات جالینوسی کا کام دیتی تھی۔

محمود جس کا زمانہ زائد تر لوٹ مار کے لیے مشہور ہے۔ اُسکا دربار بھی شاعرون سے خالی نہین تھا۔ بلکہ اُسی کے عہد مین فارسی شاعری کی نشو و نما ہوئی ہے۔ اور اُسکے عہد کے شعرا سے اگر برابری کر سکتے ہین۔ تو دربار اکبری و جہانگیری یا شاہان صفویہ کے شعرا۔

خلاصہ یہ کہ ہر قرن مین جذبات انسانی پر شاعری کی حکومت رہی ہے واجد علی شاہ اور اُسکے ماقبل اور مابعد زمانہ کی شاعری بدنام ہے۔ لیکن اُس زمانہ مین بھی شرفا نے شاعری سے امتیاز قائم رکھا۔ جو شاعر نہ تھے وہ کمینون مین ملکر تمغۂ شرافت کھو بیٹھے متاخرین مین

دبیر- اور انیس کی شاعری نے گو اسمین کتنا ہی مبالغہ تھا- قومی حالت سنبھالنے مین وہ کام کیا جو اُسوقت کے واعظون سے ممکن نہ تھا-

معذرت

سب جانتے ہین کہ مین شاعر نہین ہون- محض کلام موزون کر لینا شاعری نہین ہے میرے قلم سے کبھی ایک مصرعہ بھی ایسا نہ نکلا کہ قلم سے نکلتا اور زبانون پر روان ہو جاتا- لیکن اسکے ساتھ ہی مذاق سخن رکھتا ہون- اسی نے تمام عمر مجھ سے اچھے اشعار پر نشانات بنوائے اور اسی نے مجھسے یہ کتاب لکھوائی- اگر میرے انتخاب مین کوئی لغزش ہو تو شعرا سے امید ہے کہ چشم پوشی کرینگے- مین نے اشعار منتخب کرنے مین ہر مذاق کا خیال رکھا ہے- گو نشترون پر نمبر لگاتے وقت صرف اپنا ہی مذاق مدنظر رکھا ہے-

اختلاف مذاق ایک ایسی چیز ہے کہ اس سے کوئی ہدف ملامت نہین ہو سکتا مثلاً کلیات غالب فارسی مین ایک بہترین رباعی میری نظر سے گذری- لیکن اسکا مطلب صحیح اگر وہ ہے جو مولف یادگار غالب نے لکھا ہے تو وہ بدترین رباعی ٹھہرتی ہے- یادگار غالب مین جو معنی درج ہین غلط نہین ہین- لیکن اختلاف مذاق نے دو معنی پیدا کر دیے- ناظرین اول وہ معنی پڑھین جو یادگار غالب مین درج ہین- اسکے بعد میرے مطلب پر غور کرین- اور پھر اختلاف مذاق کا فرق دیکھین-

غالب نے ایک گدائے مے کی تصویر بیان مین کھینچی ہے- گدائے مے وہی ہوگا جس نے ابتدائے عمر عیش مین گذاری ہے- جب وہ درِ میکدہ پر جائیگا تو پیر خرابات اُسے دور ہی سے رخصت کرنا چاہیگا- گدائے میخانہ طالب زر نہین ہے- اُسے ٹالنے کے لیے ساقی دُردتہ جام لیکر جائیگا اور کہیگا "اوک لگاؤ مین ڈھالتا ہون" گدا اس خیال مین ہے کہ وہ انگلیان باہم چپکا کر تکلف کے ساتھ مونھ تک لائے- اور آہستہ آہستہ آب انگور حلق کے نیچے اُتارے- ساقی کو اس قدر اعتنا اور فرصت کہان؟ گدا مونھ تک

ہاتھ لایا۔ اُنگلی سے اُنگلی ملنے نہ پائی تھی کہ ساقی نے ایک دم سے سب کی سب ڈھالدی شراب مُنھ مین نہین گئی۔ اُنگلیون کے جوف سے گدڑی (خرقہ) پر گر پڑی۔ گدا کا حلق تر نہ ہوا۔ اور اُسکی رسوائی کے سامان جمع ہو گئے۔ گدا اپنی اُنگلیون کو الزام نہ دیگا۔ ساقی ہی پر تمام الزام رکھکر کہے گا "پیالے مین لائے تھے یا غربال (چلنی) مین؟" رباعی یہ ہے

آنرا کہ ز دست بے زری پامال است — رسوائی نیز لازم احوال است
من تشنہ لبم و خرقہ آلودہ بہ مے — ساقی مگر ت پیالہ از غربال است

اِس رباعی مین نہ کوئی استعارہ ہے اور نہ کوئی تشبیہ ہے محض واقعات کی مصوری ہے۔

بہت سے نامی اساتذہ کا کلام اس کتاب مین نہین ہے۔ کوئی یہ خیال نہ کرے۔ کہ مجھے اُن سے عقیدت نہین ہے۔ جتنے شاعرون کے کلام پر پہلے میری نظر پڑ چکی تھی۔ اُنھین کا یہ انتخاب ہے۔ اس کتاب کے لیے مین نے جدید محنت گوارا نہین کی۔

محمد احسان اللہ عباسی

گورکھپور ۱۲- دسمبر ۱۹۱۰ء

انتخاب

از

کلیاتِ آتش

دیوان اوّل و دوم

و نثر

حیدر علی نام۔ اور آتش تخلص۔ باپ کا نام خواجہ علی بخش۔ دہلی وطن۔ کچھ عرصے تک فیض آباد مین بھی قیام رہا۔ پھر وہان سے یہ لکھنؤ آئے اور یہین رہ گئے۔ ۱۲۶۳ھ مین انتقال کیا۔

انھون نے مسند فقیری چھوڑ کر شاعری مین قدم رکھا تھا اسلیے خیالاتِ فقر دماغ مین تھے۔ یہ رند مشرب۔ آزاد۔ بے تکلف اور منکسر المزاج تھے۔ عوام مین انکی بڑی قدر تھی اور انکے شاگردون کی تعداد بھی زائد تھی۔

دربار لکھنؤ سے اسّی روپیہ مہینہ انکو ملتا تھا۔ مگر خرچ کو کافی نہین ہوتا تھا شاگرد مدد کرتے تھے پھر بھی عسرت سے بسر ہوتی تھی۔

شیخ امام بخش ناسخ انکے ہمعصر تھے۔ انکا سا علم اِنکے پاس نہ تھا اور نہ انکی سی تمکنت اِنکے مزاج مین تھی۔ انکے کلام مین بول چال کا مزہ زیادہ تھا اور اخلاق اِنکا بہت بڑھا ہوا تھا۔ اسلیے یہ کہا جاتا ہی کہ باوجود اپنے علم و فضل کے انکو ناسخ دبا نہ سکے۔

غزلیات وابیات

غبارِ راہ ہو کر چشمِ مردم مین محل پایا ‌ ‌ ‌ نہالِ خاکساری کو لگا کر، ہم نے پھل پایا

گھڑی بھر کے لیے کوئے یار مین یون تنگ دل کھویا ‌ ‌ ‌ کہ کپڑا جیسے مفلس نے کھڑے گھاٹ آکے کل پایا

غمِ فرقت سے، عمرِ رفتہ گزری بیقراری مین ‌ ‌ ‌ تری امداد سے، آرام ہم نے اے اجل پایا

شکستہ دل نہ ہو انسان، عوض ہر شی کا ملتا ہے ‌ ‌ ‌ ہوا فرزند گر، تو داغِ دل، نعم البدل پایا

ہمیشہ جوشِ گریہ سے رہا پانی مین اے آتش! ‌ ‌ ‌ کبھی تازہ نہ لیکن اپنے اس دل کا کنول پایا

دل چھوٹ کے جان سے، گور کی منزل مین رہ گیا ‌ ‌ ‌ کیسا رفیق ساتھ سے، مشکل مین رہ گیا

آئے بھی لوگ بیٹھے بھی، اُٹھ بھی کھڑے ہوئے ‌ ‌ ‌ مین جا ہی ڈھونڈھتا تری محفل مین رہ گیا

آتش کو دستِ تیغ سے، ممکن ہوا نہ زخم ‌ ‌ ‌ بیچارہ مر کے حسرتِ قاتل مین رہ گیا

سُن تو سہی جہان مین ہے تیرا فسانہ کیا؟ ‌ ‌ ‌ کہتی ہے تجکو، خلقِ خدا، غائبانہ کیا؟

زیرِ زمین سے آتا ہے جو گل، سوزر بکف ‌ ‌ ‌ قارون نے راستے مین لٹایا خزانہ کیا؟

چارون طرف سے صورتِ جانان ہو جلوہ گر ‌ ‌ ‌ دل صاف ہو ترا، تو ہے آئینہ خانہ کیا؟

طبل و علم ہے پاس نہ اپنے، نہ ملک و مال ‌ ‌ ‌ ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا؟

آتی ہے کس طرح سے مرے قبضِ موت کو ‌ ‌ ‌ دیکھون تو موت ڈھونڈھ رہی ہے بہانہ کیا؟

یون مدعی حسد سے نہ دے داد، تو نہ دے ‌ ‌ ‌ آتش غزل یہ تو نے کہی عاشقانہ کیا؟

جگر کو داغ مین مانندِ لالہ کیا کرتا؟ ‌ ‌ ‌ لبالب اپنے لہو کا پیالہ کیا کرتا؟

ملا نہ سرو کو کچھ اپنی راستی سے پھل ‌ ‌ ‌ کلاہ کج جو نہ کرتا، تو لالہ کیا کرتا؟

کسی نے مول نہ پوچھا دلِ شکستہ کا ‌ ‌ ‌ کوئی خرید کے ٹوٹا پیالہ کیا کرتا؟

مہِ دو ہفتہ بھی ہوتا تو لطف تھا آتش ‌ ‌ ‌ اکیلے پی کے شراب دو سالہ کیا کرتا؟

دم نکلتا ہی نہین اے حسرتِ دیدارِ یار ‌ ‌ ‌ کاش، عزرائیل ہی تیری سی صورت مانگتا

یار کے دل مین کدورت آئی ہی ملتی تو مین
دو گھڑی دل کھول کر رونے کی فرصت مانگتا

کام کرتی رہی وہ چشم فسون ساز اپنا
لبِ جان بخش دکھایا کیے اعجاز اپنا

روٹھ کر ملنے جو جاتا ہون، تو کہتا ہی وہ شوخ
کل خفا تم تھے، مزاج آج ہی ناساز اپنا

خبر اوّل و آخر نہین مطلق ہمکو
نہ تو انجام ہی معلوم نہ آغاز اپنا

ادب تا چند، اے دستِ ہوس قاتل کے دامن کا
سنبھل سکتا نہین اب دوش سے بوجھ اپنی گردن کا

غضب ہی جان کو پہلو مین رہنا دل سے دشمن کا
محلِ خوف ہی ہمسایہ قصاب و برہمن کا

جو سویا ساتھ بھی قاتل تو خنجر درمیان رکھکر
ہمارے اُسکے پردہ رہگیا دیوارِ آہن کا

اندھیری مین جو ڈر کر مجھسے وہ خورشید رو لپٹا
شبِ تاریک مین ہاتھ آیا مضمون روزِ روشن کا

کیا اک آن مین تیغِ قضا نے صاف دو ٹکڑے
گمان ہی رہگیا دشمن کو آتش اپنے جوشن کا

حشر کو بھی دیکھنے کا اُسکے ارمان رہ گیا
دن ہوا پر آفتاب آنکھون سے پنہان رہ گیا

دوستی نبھتی نہین ہرگز فرومایہ کے ساتھ
روح جنت کو گئی جسمِ گِلی یان رہ گیا

چال ہی مجھ ناتوان کی مرغِ بسمل کی تڑپ
ہر قدم پر ہی یقین، یان رہ گیا، وان رہ گیا

کر کے آرایش جو دیکھی اُس صنم نے اپنی شکل
بند آنکھین ہو گئین، آئینہ حیران رہ گیا

کھینچ کر تلوار قاتل نے کیا مجھکو نہ قتل
شکر ہی گردن تلک آتے آتے احسان رہ گیا

شامِ ہجران صبح بھی کرکے نہ دیکھا روزِ وصل
سانپ کو کچلا پر آتش گنج پنہان رہ گیا

رتبہ پہنچا ہی خموشی سے یہ مجھ دلگیر کا
جو کوئی دیکھے، اُسے شک ہو گی تصویر کا

زندۂ جاوید ہین قربانیانِ تیغِ عشق
سر کا کٹنا جانتے ہین چھوٹنا نکسیر کا

برہنہ آیا تھا یان عدم سے، برہنہ یان سے چلا عدم کو
نہ بو کافور مین نے سونگھی نہ داغ مجھکو لگا کفن کا

خراب ہٹی نہو کسی کی، نہ کوئی مردودِ دوستان ہو
جدا ہوا خاک سے جو پتا، غبارِ خاطر ہوا چمن کا

کرم کیا جو صنم نے، ستم زیاد کیا
شبِ فراق مین مین نے خدا کو یاد کیا

کہون جو حالتِ دل یار سے تو کہتا ہی
جو کچھ کہ تو نے کہا مین نے اعتماد کیا

یہی کہونگا خدا سے مین روز محشر کو ۔۔۔ فراقِ یار نے ناشاد و نامراد کیا
کرون مین شکرِ الٰہی کہان تلک آتش ۔۔۔ درون صاف دیا پاک اعتقاد کیا

اگرچہ پاس محبت سے ترک شیون تھا ۔۔۔ برنگ شمع خموشی مین حال روشن تھا
جسے مین نیک سمجھا تھا مجھ سے بدظن تھا ۔۔۔ یقین خضر تھا جسپر مجھے وہ رہزن تھا
یقینِ مرگ جو عشق بتان مین تھا آتش ۔۔۔ ہر اک صنم مری آنکھون مین سنگ مدفن تھا

تن سے بارِ سر آمادۂ سودا اُترا ۔۔۔ شکر ہی خنجرِ قاتل کا تقاضا اُترا
درد سر مین جو ہوا وان، تو بدن یان ٹوٹا ۔۔۔ تپ چڑھی مجکو اگر یار کا چہرا اُترا
شاخ گل کو بھی نہ آتش نے چھوا تھا اسیر ۔۔۔ خون تری آنکھون میں آہ بلبلِ شیدا اُترا

فریب حسن سے گبر و مسلمان کا چلن بگڑا ۔۔۔ خدا کی یاد بھولا شیخ، بُت سے برہمن بگڑا
امانت کی طرح رکھا زمین نے روز محشر تک ۔۔۔ نہ اک مُو کم ہوا اپنا، نہ اک تارِ کفن بگڑا
لگے منہ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیان صاحب ۔۔۔ زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا
بناوٹ کیفِ مے سے کھل گئی اُس شوخ کی آتش ۔۔۔ لگا کر منہ سے پیمانے کو وہ پیمان شکن بگڑا

نہ چھوٹے گا چھپڑ اکر اسکو لے قاتل نہ بن لڑکا ۔۔۔ وفاداروں کے خون کا داغ کیا دھبا ہی کیچڑ کا
زوالِ حسن ہی عاشق کنارہ کرتے جاتے ہین ۔۔۔ بہارِ باغ ہوتی ہی خزان، موسم ہی پت جھڑ کا
روا رکھ کلفتِ ایام مین بھی قدر نیکون کی ۔۔۔ پھٹے کپڑون مین بھی انکو سمجھ لے لعل گودڑ کا
سمجھ لیتے ہین مطلب سب اپنے طور پر سامع ۔۔۔ اثر رکھتی ہی آتش کی غزل مجذوب کی بڑ کا

اُن انکھڑیون مین اگر نشۂ شراب آیا ۔۔۔ سلام جھک کے کرونگا، جو پھر حجاب آیا
عدم مین ہستی سے جا کر یہی کہون گا مین ۔۔۔ ہزارون حسرتِ زندہ کو گاڑ داب آیا
محبتِ مہ و معشوق ترک کر آتش ۔۔۔ سفید بال ہوئے، موسمِ خضاب آیا

کوچۂ یار مین کس روز مین نالان نہ گیا؟ ۔۔۔ بلبلِ مست سے سودا سے گلستان نہ گیا
واہ رے لوہے کبھی سان کے اوپر چڑھنے ۔۔۔ تیغِ ابرو نہ گئی خنجرِ مژگان نہ گیا

پھوٹ کر آبلون نے خشک زبانین تر کین　　تم سے شرمندہ ہین اے خارِ مغیلان نہ گیا
عاشق اُس غیرتِ بلقیس کا ہون اے آتش　　بام تک جسکے کبھی مرغِ سلیمان نہ گیا

عذابِ گور سے واعظ نہایت ہی ڈراتا ہی　　ہمارے ساتھ پیوندِ زمین کیا آسمان ہوگا!
ہوائے دہر اگر انصاف پر آئے تو سن لینا　　گل و بلبل چمن مین ہونگے باہر باغبان ہوگا
فروغصہ کیا جس نے پچھاڑا دیو کو اُس نے　　اُسے رستم کہین گے ہم جو ایسا پہلوان ہوگا
نہین اسرار سے آتش یہ پتلا خاک کا خالی　　یہی وہ گرد ہی جس سے سوار آخر عیان ہوگا

کمرِ یار سے کھینچ کر ہوئی تلوار جدا　　بے گنا ہون سے کھڑے ہو وین گنہگار جدا
یہی رونا ہی جو ان خانہ خراب آنکھون کا　　بام سے در ہی جدا در سے ہی دیوار جدا
زندے کو قتل کیا مُردے کو زندہ آتش　　فتنۂ حشر سے ہی یار کی رفتار جدا

خدا سر دے تو سودا سے تری زلفِ پریشان کا　　جو آنکھین دے تو نظارہ ہو ایسے سنبلستان کا
دلِ صد پارہ کو سودا ہی اک گیسوئے پیچان کا　　نگہبان افعیِ مشکین ہی اس گنجِ شہیدان کا
بہار آئی ہی سائل ساغرِ مَی کا ہو ساقی سے　　چمن سرسبز ہین آتش کرم ہی ابرِ باران کا

بلبل کو سازوار ہی موسم بہار کا　　عہدِ شباب مجھکو مبارک ہی یار کا
گیسو نے قربِ آئینہ روئے یار سے　　ڈانڈا ملا دیا ہی حلب سے تتار کا
آتش نہ پوچھ ہجر مین اک نونہال کے　　سوزِ درون سے حال ہی کہنہ چنار کا

گیا ہون اُجڑ مدت کے جو مین دیوانہ صحرا مین　　چُبھی ہی آبلون کی آنکھ نوکِ خار پر کیا کیا
شبِ فرقت مین اُس کانِ ملاحت کے تصور نے　　نمک چھڑکا ہی زخمِ دیدۂ بیدار پر کیا کیا
مٹانے یادگار دن کو ترے خنجر کی آیا تھا　　مرے زخمون نے تھوکا مرہمِ زنگار پر کیا کیا
ہوا جو گوش زد افسانہ حسنِ یار کا آتش　　ہماری رال ٹپکی شربتِ دیدار پر کیا کیا

ناز و ادا کو ترک مرے یار نے کیا　　غمزہ نیا یہ ترکِ ستمگار نے کیا
ہکلا کے مجھ سے بات جو اُس دلربا نے کی　　کس حسن سے ادا اُسے تکرار نے کیا

دیوان حسن یار کی آتش جو سیر کی | دیوانہ بیت ابروے خمدار نے کیا

ہشیاری رنج دیتی ہے قید فرنگ کا | دیوانگی نشانہ بناتی ہے سنگ کا
غیرت کا کوے عشق و جنون مین گزر نہین | ہوتا ہے تنگ حوصلہ یان عار و ننگ کا
صوفی ہین، دور جام ہے، جوش بہار ہے | خرقے ہین اور داغ مے لالہ رنگ کا
زور کمان ہے ابروے خمدار یار مین | سوے مژہ مین توڑ ہے تیر خدنگ کا
اس گنبد سپہر کو مین کیا کرون گا یاد | آتش ہمیشہ رنج رہا گور تنگ کا

باغ مین، مین بلبلون کو جو اڑا کر رہ گیا | خندہ زن گل ہو کے غنچہ مسکرا کر رہ گیا
پڑ چکے تھے دست گستاخ اس کمر کے درمیان | شوق وصل یار دل کو گدگدا کر رہ گیا
شہر خوبان مین رہا کرتا ہون مین خانہ بدوش | شب ہوئی جس کوچے مین بستر لگا کر رہ گیا
شمع سان اظہار کا یارا نہ آتش کو ہوا | سرگزشت اپنی زبان تک اپنی لا کر رہ گیا

سنبل مین تری زلف کا عالم نہین ہوتا | یہ پیچ نہین ہوتے ہین، یہ خم نہین ہوتا
اک جام مین کھلتا ہے طلسمات جہان کا | مستی مین کسے مرتبہ جم نہین ہوتا؟
تا چند، بہار آتی نہین، دیکھیے آتش | کب تک شرف نیر اعظم نہین ہوتا

طریق عشق مین مارا پڑا جو دل بھٹکا | یہی وہ راہ ہے جسمین ہے جان کا کھٹکا
نہ بوریا بھی میسر ہوا بچھانے کو | ہمیشہ خواب ہی دیکھا کیے چھپر کھٹ کا
شب فراق مین اس نے تا بصبح بغیر | اٹھا اٹھا کے تجھے درد دل نے دے ٹپکا
پری سے چہرہ کو اپنے وہ نازنین دکھلاے | حجاب دور ہو ٹوٹے طلسم گھونگھٹ کا
شراب پینے کا کیا ذکر، یار بے تیرے | پیا جو پانی بھی ہم نے تو حلق مین اٹکا
چمن کی سیر مین سنبل سے پہلوانی کی | چڑھا کے پیچ یہ ان گیسوون نے دے ٹپکا
کبھی تو ہوگا ہمارے بھی یار پہلو مین | کبھی تو قصد کرے گا زمانہ کروٹ کا
بس اپنی مستی کو گردش ہے چشم ساقی کی | ہمارا پیٹ نہین ہے شراب کا مٹکا

نہ بھول، بیٹھ کے بالا سے سرو، اے قمری
چڑھے جو بانس کے اوپر یہ کام ہے نٹ کا

عجب نہیں ہے جو سودا ہو شعر گوئی سے
خراب کرتا ہے آتش زبان کا چسکا

رعد کا شور ہوا، موروں کی صدا سے پیدا
جھومتا ابرِ بہاری ہے، ہوا سے پیدا

اے جنون! خار ہوں صحرا کی ہوا سے پیدا
آبلے ہوتے ہیں اپنے کفِ پا سے پیدا

نہ تو بھوکے ہوئے تھے ہم نہ پیاسے پیدا
ہو گئے روگ یہ دنیا کی ہوا سے پیدا

چاہیے اشک بھی ہوں نالے کے پیچھے پیچھے
آمدِ قافلہ ہے بانگِ درا سے پیدا

غور ہو موسمِ سرما ہے قریب اے آتش
کیجیے ربط کسی مہر لقا سے پیدا

بیمارِ عشق رنج و محن سے نکل گیا
بیچارہ منہ چھپا کے کفن سے نکل گیا

لحدِ تیرہ میں مجھ پہ جو لگا ہونے عذاب
پھر گیا آنکھوں میں عالم شبِ تنہائی کا

مرے بیماریوں کے حال یہ ظاہر ہوا ہم کو
مقدر میں جو دولت ہو تو ہو زر خاک سے پیدا

آہ و نالہ سے سوا چرچا خموشی کا ہوا
پاسِ رسوائی نے ہم کو اور رسوا کر دیا

میں جو روتا ہوں مرے زخمِ جگر ہنستے ہیں
شادی و غم سے کیا ہے مجھے توام پیدا

دوستوں سے اس قدر صدمے ہوئے ہیں جان پر
دل سے، دشمن کی عداوت کا گلہ جاتا رہا

بڑا شور سنتے تھے پہلو میں دل کا ۹ جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نکلا

آتش! نہ پوچھ حال تو مجھ دردمند کا
سینے میں داغ، داغ میں ناسور پڑ گیا

تختۂ بیت فراقِ یار میں معراج ہے
وجد آ جاتا ہوں موت کے پیغام کا

خوش ہوتے ہیں نادان پہن کر کمخواب کا جوڑا ۱۰ کفن ہے عاقبت، اس عالمِ اسباب کا جوڑا

آنکھیں عاشق کو نہ تو اے گلِ رعنا دکھلا
پتلیوں کا کسی نادان کو تماشا دکھلا

نزع میں یار نے صورت نہ دکھائی مجھکو
دشمن و دوست کو ہنگامِ سفر دیکھ لیا

رونے کے بدلے حال پہ اپنے ہنسا کیے
پیدا ہوا نہ فاش ہمارے ملال کا

راحت سے ایک دن نہ ہوا عشق میں بسر
غم پر غم اپنے دل کو، الم پر الم ہوا

بہت مرے دلِ صد چاک سے الجھتی تھی ۱۵ تمھاری زلف کا شانے نے بل نکال دیا

گل پھولے سماتے نہین ہین جامہ مین اپنے ادنیٰ یہ شگوفہ ہے نسیمِ سحری کا

موسم ہوا بہارِ چمن سے سرور کا آیا زمانہ داغِ جنون کے ظہور کا

شب کو دم دے دے کے لیجاتا ہے کوے یار مین مین تو تھا ہی مجھ سے بھی مرشد مرا دل ہوگیا

تو ہی دماغ رہے بلبلِ خوش الحان کا قفس مین بھی ہے وہی چہچہا گلستان کا

آمدِ یار کی کانون سے سنی ہے جو خبر چھپ کے پہلو سے ہے آنکھون کی طرف دل جاتا

باران کی طرح لطف و کرم عام کیے جا آیا ہے جو دنیا مین تو کچھ نام کیے جا

صحراے مغیلان کا مگر مرحلہ آیا ۱۶ پھوٹی ہوئی قسمت کو لیے آبلہ آیا

بند خط اُس نے پھاڑ کر پھینکا ہم نے جب کھول کر لکھا مطلب

قطع ہو جاے اگر سلسلۂ مہر و وفا ۱۷ پھر گرفتار نہین ہے کوئی آزاد ہین سب

مژگانِ چشمِ یار کی تعریف کیا کرون جانکاہ، جانخراش، دل آزار دلفریب

بل کھائین گے نہ صورتِ گیسوے یار سانپ توڑے غرور سے اپنے بدن کو ہزار سانپ

تا صبح نیند آئی نہ دم بھر تمام رات تو چھاتیان چلین مرے سر پر تمام رات

اللہ رے صبح عید کی اُس حور کی خوشی شانہ تھا اور زلفِ عنبر شمام رات

کھولے بغل کہین لحدِ تیرہ روزگار سویا نہین کبھی مین لپٹ کر تمام رات

کنڈی چڑھا کے شام سے وہ شوخ سو رہا ٹکرا کیا مین سر کو پسِ در تمام رات

راحت کا ہوش ہے کسے آتش بغیر یار بالین ہین خشت خاک ہے بستر تمام رات

روز و شب ہنگامہ برپا ہے میانِ کوے دوست ہڈیون پر بھی لڑتے ہین سگانِ کوے دوست

حور کی تعریف گویا یار کی تعریف تھی ذکر کو جنت کے ہین سمجھا بیانِ کوے دوست

ہمنشین کہتے ہین افسانہ سے آجاتی ہے نیند ہجر کی شب مین سنو تم داستانِ کوے دوست

قاصدون کے پاؤن توڑے بدگمانی نے مری خط دیا لیکن نہ بتلایا نشانِ کوے دوست

فرشِ گل بستر تھا اپنا سوتے ہیں اب خاک پر ۱۸ | خشت زیرِ سر نہیں یا تکیہ تھا زانوے دوست
دم نکلے زخمِ کاری سے تو حسرت سے ہزار | چار تلواروں میں شل ہو جائیگا بازوے دوست
اس بلائے جان سے آتش دیکھیے کیونکر بنے | دل سوا شیشے سے نازک دل سے نازک خوے دوست

آئے بہار جائے خزان ہو چمن درست | بیمار سال بھر کے نظر آئیں تندرست
حالِ شکستہ کا جو کبھی کچھ بیان کیا | نکلا نہ ایک اپنی زبان سے سخن درست
رکھتے ہیں آپ پاؤن کہیں پڑتے ہیں کہیں | رفتار کا تمھاری نہیں ہے چلن درست
جو پہنے اسکو جامۂ عریانی ٹھیک ہو | اندام پر ہر اک کے ہے یہ پیرہن درست
آرائشِ جمال کو مشاطہ چاہیے | بے باغبان کے رہ نہیں سکتا چمن درست
آئینہ سے بنے گا رخِ یار کا بناؤ | شانے سے ہوگی زلفِ شکن در شکن درست
کم شاعری بھی نسخۂ اکسیر سے نہیں | مستغنی ہو گیا جسے آیا یہ فن درست
آتش! وہی بہار کا عالم ہے باغ میں | تا حال ہے دماغ ہوائے چمن درست

دہنِ یار میں نہ آئی بات | شاعروں نے بہت بنائی بات

دولتِ حسن کی بھی ہے کیا لوٹ؟ | آنکھوں کو پڑ گئی ہے لوٹا لوٹ
صفِ مژگان سے کہہ رہی ہے وہ چشم | دل میں جتنے ہیں بے تحاشا لوٹ
کام مردوں کا ہے یہ' اے آتش | رکھتی ہے جان کا بھی کھٹکا لوٹ

بادشاہِ وقت ہے اپنا دلِ دیوانہ آج | داغِ سودا ہم کو دیتا ہے جنون نذرانہ آج

بلا اس زلفِ پیچان کا ہے ہر پیچ | خم اندر خم ہے ہر مو پیچ در پیچ
الٰہی خیر کیجو کھا رہی ہے | ادھر وہ زلف' ادھر نازک کمر پیچ
جوابِ خط خبرداری سے لانا | نہ پڑنے پائے کچھ اے نامہ بر پیچ

رہا کرتی ہے فکرِ شعر گوئی | کیا کرتے ہیں ہم خونِ جگر خرچ
چمن کی سیر کو مے پی کے چلیے | بہار آئی' لدی پھولوں سے ہر شاخ

قدم سے تیرے اے ابر کرامت — کھلے پھولے برابر خشک و تر شاخ

جوانی کو غنیمت جان غافل — ہری ہوتی نہیں پھر سوکھ کر شاخ

پری پسند طبیعت نہ ہے نہ حور پسند — تمہارے بندے ہیں ہم ہے کو ہیں حضور پسند

نہ طفل ہیں نہ دلا محو حسن صورت ہو — کھلونے مٹی کے کرتے ہیں بے شعور پسند

دل اک نگاہ کے اوپر ہی بیچتا آتش — کریں جو آپ اسے بے حرف و گفتگو پسند

ساری رونق ہے یہ دیوانوں کے دم کی آتش — طوق و زنجیر سے ہوتا نہیں زندان آباد

کون سی شام نہیں صبح ہوئی اے مغرور — ایک دن ہوتی ہے یہ زلف سیہ فام سفید

تمام رات ہوئی کر گیا کنارا چاند — لو اترو بام سے تم جیتے اور ہارا چاند

گوش عارف سے سنے تو تو ہر اک قبر سے ہو — نعرہ "فاعتبروا یا اولی الابصار" بلند

جذبۂ دل سے پریوں کو تسخیر کیا — نہ تو گاڑا نہ جلایا نہ بہایا تعویذ

اے جنوں رکھیو بیاباں کو سواری تیار — آج کل چلنے کو ہے باد بہاری تیار

دل کو کہتا تھا کل چلنے کو پر چلتے وقت — پیشتر دل سے ہوئی جان ہماری تیار

سرمہ اندھیر حنا قہر قیامت مسی — فتنہ انگیزی کی ترکیبیں ہیں ساری تیار

تخت تابوت کہاں بنکے غبار اڑ جاؤں — باد کے گھوڑے کی آتش ہے سواری تیار

باغ میں آکر کہاں جاتا ہے اے رشک بہار — گل کو خنداں چھوڑ کر بلبل کو نالاں چھوڑ کر

شاخ گلبن پہ یہ طفل غنچہ سے ظاہر ہوا — نے سواران چمن ہیں مرد میدان بہار

کیا سمجھ کر روندتے ہیں مجھکو سیار چمن ۱۹ — سبزۂ بیگانہ ہوں لیکن ہوں مہمان بہار

وہ رنگ و بو بدن یار میں جو ہے سو کہاں — شگوفے لیتے کھلایا کرے ہزار بہار

پابوس کو ہر روز گیا یار کے گھر میں — ٹکرا کیے سر کو پس دیوار و در اندر

مجھکو دربانی کی خدمت ہو تو اے خانۂ یار — سایہ کو آنے نہ دوں میں تری دیوار کے پاس

فکر مرغان چمن کی ہے بہار آئی ہے — جھونپڑا ڈالا ہے صیاد نے گلزار کے پاس

نہیں قرار زمانے کو ایک حالت پر ‏ جو دو گھڑی ہوں میں نالاں تو دو گھڑی خاموش
چمن میں کون سا غنچہ نہیں شگفتہ ہوا ‏ ہمارا غنچۂ دہن کیوں ہے اس قدر خاموش

[illegible]ت گوئی سے تجھے چاہیے اے یار لحاظ ‏ بات بڑھ جاتی ہے کھو دیتی ہے تکرار لحاظ

محبت کوڑیوں کے ہو اگر مول ‏ ۲۰ ‏ کبھی آدم نہ لے یہ دردِ سر مول
عجب دولت ہے یہ احسان اس سے ‏ لبِ شکر کو بھی ہے لے لیا لبِ شکر مول
بھروسا زندگانی کا نہیں کچھ ‏ کفن سے لے رکھیے اے آتش بہتر مول

باہر نہ پانچے سے ہوں اس گلبدن کے پاؤں ‏ بچھڑیں چھری نہ کیونکہ قصاب ہرن کے پاؤں
یک سالہ راہ سے چلی آئی ہے باغ میں ‏ شبنم دھلا رہی ہے بہارِ چمن کے پاؤں
کوشش سے راہِ عشق کی باز آئینگے نہ ہم ‏ ہر چند سوج سوج گئے ہوں لاکھ من کے پاؤں
صحرا میں خاک چھانتا پھرتا ہوں ہر طرف ‏ چھلنی ہوئے ہیں خارِ مغیلاں سے تن کے پاؤں
آتش زمینِ شعر ہے ہر چند سنگلاخ ‏ لغزش سے آشنا نہیں اہلِ سخن کے پاؤں

موسمِ گل ہے جنوں ہے شور و شر ہے ان دنوں ‏ جن چڑھا رہتا ہے دیوانوں کے سر پہ ان دنوں
موم آہن کرتی تھی یاد دل سنگ تھا نہیں ‏ آہ کیا پتھر پڑے تیرے اثر پر ان دنوں
کون فصلِ گل میں آتش نہیں پیتا شراب ‏ [illegible] ہے پھر پینا نہ کے در پر ان دنوں

بنا ہے لالہ و گل سے لگی ہے آگ گلشن میں ‏ گریباں پھاڑ کر چل بیٹھیے صحرا کے دامن میں
خزاں میں بلبلوں سے رکھیے صحبت نالۂ گلشن ‏ تبرکات تجھے ماتم زدن کی چل کے تنکوں میں
نہیں روزن جو قصرِ یار میں پروا نہیں ہم کو ‏ نگاہِ شوق رخنہ کرتی ہے دیوارِ آہن میں
شریفِ کعبہ کو کعبہ مبارک ہم کو اے آتش ‏ بتوں سے گوشے کو جاتے ہیں دیرِ برہمن میں

رہا کرتا ہے درد اک رات و دن یار پہلو میں ‏ دلِ نالاں ہوا ہے خانۂ بیمار پہلو میں
گذارہ کر جو میں حسرت سے درد آگوں کا نالہ ہوں ‏ اٹھا لیتی ہے تصویرِ یار کی دیوار پہلو میں
بدن سا شہر نہیں دل سا بادشاہ نہیں ‏ ۲۱ ‏ حواسِ خمسہ سے بہتر کوئی سپاہ نہیں

موت کے آتے ہی ہم کو خود بخود نیند آگئی ۲۲ کیا اسی کی یاد مین کرتے تھے شب بیداریان

مری ضد سے ہوا ہی مہربان دوست — مرے احسان ہین دشمن پر ہزارون

خار مطلوب جو ہووے تو گلستان مانگون — بجلی گرنے کو جی چاہے تو باران مانگون

روے گل پر دیکھ کر شبنم کو کہتا ہی وہ گل — کیا ہی پھبتی ہی یہ کیڑا لگ گیا بانات مین

رہا کرتا ہی نظم شعر کا سودا مرے سر مین — عروس فکر ان روزون لدی رہتی ہی زیور مین

کیا بادۂ گلگون سے مسرور کیا دل کو — آباد رکھے داتا ساقی تری محفل کو

بے طرح پھنسا ہی تو اس زلف کے پھندے مین — اللہ کرے آسان اے دل تری مشکل کو

جو چاہے سو مانگ آتش درگاہ الہی سے — محروم کبھی پھرتے دیکھا نہین سائل کو

دلایا یاد شب نے جو تری ساق سیمین کو — رولایا صبح تک ہنس ہنس کے مین نے شمع بالین کو

ہزار افسوس ہی اے بے مروت تو نہین آتا — غش آجاتا ہی اکثر تیرے بیمارون کی تسکین کو

پری سے چہرہ پر لہرا کے سو سو بار آتی ہی — ہوا ہی آجکل سودا تمھاری زلف مشکین کو

بشر کو بعد نعمت کے ہی ہوتی قدر نعمت کی ۲۳ غنیمت جانتا ہی لنگ اپنے پا چوبین کو

ہماری یار کی رہتی ہی جنگ زرگری آتش — نہین کچھ دخل اس قصہ مین عقل مصلحت بین کو

صورت کوئی صفائی کی اب ہی صنم نہین — جب تک ہمارے تیرے خدا درمیان نہو

صاف دل خاک ہو اس کافر کینہ جو سے — نکلے جب صلح کی باتون مین بھی شر کا پہلو

اونچا ہوا کہ تاڑ سے بھی سرو چار ہاتھ — رتبہ بلند ہے ترے قد کا ہزار ہاتھ

کوچۂ دلبر مین شیخ، بلبل چمن مین مست ہی ۲۴ ہر کوئی یان اپنے اپنے پیرہن مین مست ہی

دور گردون ہی خداوندا کہ یہ دور شراب ۲۵ دیکھتا ہون سبکو مین اس انجمن مین مست ہی

وحشت مجنون اور آتش مین ہی بس اتنا فرق — کوئی بن مین مست ہی کوئی وطن مین مست ہی

کون سے دل مین محبت نہین جانی تیری — جسکو سنتا ہون وہ کہتا ہی کہانی تیری

شیشۂ مے سے کوئی میری زبانی کہدے — خوش نہین آتی ہی یہ پنبہ دہانی تیری

کیا تری شان ہی قربان ہون ای عفو کریم ۲۶ آس رکھتا ہی ہر اک فاسق و زانی تیری
شکل گل ہنس کے کسی روز تو دل کو خوش کر خون رلاتی ہی ہمین غنچہ دہانی تیری
مصرع تیغ ہی ہر مصرع موزون آتش دیکھ لی یار مرے سیف زبانی تیری

صدمہ ہی دوش پر سر و گردن کے بوجھ سے ہر اک گناہ بھاری ہی سو من کے بوجھ سے
ہوش و خرد ہی باعث تکلیف آدمی ۲۷ دیوانہ آشنا نہین دامن کے بوجھ سے
آتش یہ سارے رنج ہین اس زندگی کے ساتھ مردے کو کیا خبر گل مدفن کے بوجھ سے

غم نہین، کوے بتان مین جو نہین جا خالی باغ فردوس مین ہی پہلوے حورا خالی
شکر کس منہ سے کرون گوشہ تنہائی کا مجکو دل کھول کے رونے کو ملی جا خالی
سمجھے آتش نہ کوئی آدم خاکی کو حقیر ۲۸ نہین اسرار سے یہ خاک کا پتلا خالی

موت مانگون تو رہے آرزوے خواب مجھے ڈوبنے جاؤن تو دریا ملے پایاب مجھے
دہن گرگ سے جیتا جو بچون صحرا مین ذبح کرنے کے لیے مول لے قصاب مجھے
اے فلک رہنے دے عریان ہی پس مرگ بھی تو سونپتا کیا ہی کفن دزد کا اسباب مجھے؟
دل غنی چاہیے گو مین ہون فقیر ای آتش شیر کی کھال ہی ہو قاقم و سنجاب مجھے

دل پر داغ کو مدفون بیابان کرتے کسی ویرانے مین اس گنج کو پنہان کرتے
اور کوئی طلب ابناے زمانہ سے نہین مجھ پر احسان نکرتے، تو یہ احسان کرتے
بے وفائی کا اگر عیب نہ ہوتا تم مین، اے بتو سجدہ خدا کو نہ مسلمان کرتے
دم فنا کرتے جھلک اپنی دکھا کر آتش، کار الماس ہی وہ الماس سے دندان کرتے

وہی چتون کی خونخواری جو آگے تھی سو اب بھی ہی تری آنکھون کی بیماری جو آگے تھی سو اب بھی ہی
وہی سر کا پٹکنا ہی وہی رونا ہی دن بھر کا وہی راتون کی بیداری جو آگے تھی سو اب بھی ہی
رواج عشق کے آئین وہی ہین کشور دل مین رہ و رسم وفاداری جو آگے تھی سو اب بھی ہی
وہی بازار گرمی ہی محبت کی ہنوز آتش وہ یوسف کی خریداری جو آگے تھی سو اب بھی ہی

اے صنم جس نے تجھے چاند سی صورت دی ہے ۲۹ اُسی اللہ نے مجھکو بھی محبت دی ہے
فرقتِ یار مین رو رو کے بسر کرتا ہون ۳۰ زندگانی مجھے کیا دی ہے مصیبت دی ہے
کمرِ یار کے مضمون کو باندھو آتش ! زلفِ خوبان سی رسا تمکو طبیعت دی ہے

کوئی اچھا نہین ہوتا ہے بُری چالون سے لبِ بام آکے کھڑے ہو نہ کھلے بالون سے
کچھ تو ہلکا کرین خارِ رہِ صحراے جنون بوجھ لنگر کا ہوئے ہین کفِ پا چھالون سے
آپکے بوسون کی تمنا ہے لبون کو آتش آئینہ کسبِ صفا کرتی ہین جن گالون سے

یہ کس رشکِ مسیحا کا مکان ہے زمین یان کی چہارم آسمان ہے
تکلف سے بری ہے حسنِ ذاتی ۳۱ قباے گل مین گل بوٹہ کہان ہے
شگفتہ رہتی ہے خاطر ہمیشہ ۳۲ قناعت بھی بہارِ بے خزان ہے
الٰہی! ایک دل کس کس کو دون مین ہزارون بت ہین یان ہندوستان ہے
سعادتمند قسمت پر ہین شاکر ہما کو مغز بادام استخوان ہے
قدِ محبوب کو شاعر کہین سرو قیامت کا یہ اے آتش نشان ہے

موت کو سمجھے رہین گبرو مسلمان آئی ۳۳ روح قالب مین ہے دو روز کو مہمان آئی
آئینہ نے رُخِ انور پہ اشارہ باندھا شانہ کے جھٹکے مین وہ زلفِ پریشان آئی
گلشنِ دہر بھی ہے کوئی سراے ماتم شبنم اس باغ مین جب آئی تو گریان آئی
عشقِ بلبل مین اثر ہے تو قفس مین آتش بوے گل پھاند کے دیوارِ گلستان آئی

شیشے شراب کے رہین آٹھون پہر کھلے ایسا کرے کہ پھر نہ کبھی ابر تو کھلے
کوتہ ہے اس قدر مرے قد پر ردائے عیش ڈھانکون جو پاؤن کو تو یقین ہے کہ سر کھلے
قاتل اجزا سے خوب ملے تیری تیغ کو زخمون کے منہ کھلے نہین جنت کے در کھلے
مطلب نہ سرنوشت کا سمجھا تو شکر کر دیوانہ ہو جو حال قضا و قدر کھلے
چلنا پڑے گا یار کی خدمت مین سر کے بل سمجھے ہو کیا جو بیٹھے ہو آتش کمر کھلے

دل بہت تنگ رہا کرتا ہی — رنگ سے بے رنگ رہا کرتا ہی
عار سے عار ہی مجھ مجنون کو — ننگ سے ننگ رہا کرتا ہی
عالم وجد ترے مستون کو — بے دف و چنگ رہا کرتا ہی
بندش چست سے تیری آتش — قافیہ تنگ رہا کرتا ہی

چمنستان کی، گئی نشو و نما، پھرتی ہے — رُت پلٹتی ہی کوئی دن مین ہوا پھرتی ہے
خاک چھنوا رہی ہی کوچہ قاتل کی تلاش — ساتھ ساتھ اپنے خراب اپنی قضا پھرتی ہے
صبح محشر کے سوا صبحِ شبِ ہجر نہین — یہ بلا وہ نہین آتش جو بلا پھرتی ہے

جبین سائی کو سنگِ آستانِ یار بہتر ہی — کمر ٹیکے کو قصرِ دوست کی دیوار بہتر ہی
دلبا دیکھ کر بیمار کو تیرے یہ کہتے ہین — ہم پہنچے تو اسکو شربتِ دیدار بہتر ہی
سوالِ بوسہ پر ہنسکر وہ بت کہتا ہی ای آتش — خیالِ بد اگر گزرے تو استغفار بہتر ہی

عناب لب کا اپنے مزہ کچھ نہ پوچھیے — کس درد کی ہین آپ دوا کچھ نہ پوچھیے
ناز و نیازِ عاشق و معشوق کیا کہون — عجز و غرورِ شاہ و گدا کچھ نہ پوچھیے
آتش گناہِ عشق کی تحریر کیا کہون — مشفق جو کچھ ہی اس کی سزا کچھ نہ پوچھیے

کہتے ہین! ذکرِ لیلی و مجنون جو چھیڑیے — چُپ رہیے بس نہ گور کے مُردے اکھیڑیے
تدبیر سے تو کام نہ تقدیر کا ہوا — تکیہ خدا پہ کیجیے دروازہ بھیڑیے
آتش تمام عشق مین تیرے حضورِ یار — چالون کو اپنی بھول گئے ہین بکھیڑیے

گر اسکو فریبِ نرگسِ مستانہ آتا ہے — اُلٹتی ہین صفین، گردش مین جب پیمانہ آتا ہی
خوشی سے اپنی رسوائی گوارا ہو نہین سکتی — گریبان پھاڑتا ہی تنگ جب دیوانہ آتا ہی
فراقِ یار مین دل پر نہین معلوم کیا گزری — جو اشک آنکھون مین آتا ہی سو بیگانہ آتا ہی
سمجھتے ہین مرے دل کی وہ کیا نافہم و نادان ہین — حضورِ شمع بے مطلب نہین پروانہ آتا ہی
ہمیشہ حکم سے یان عاشقانہ شعر ڈھلتے ہین — زبان کو اپنی بس اک حسن کا افسانہ آتا ہی

خدا کا گھر ہی محبت خانہ ہمارا گھر نہین آتش　　مقام آشنا ہی یان نہین بیگانہ آتا ہے

دہن پر ہین اُنکے گمان کیسے کیسے　　کلام آتے ہین درمیان کیسے کیسے
زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا　　بدلتا ہی رنگ آسمان کیسے کیسے
بہار آئی ہی، نشہ مین جھومتے ہین　　مریدانِ پیرِ مغان کیسے کیسے
نہ مڑ کر بھی بیدرد قاتل نے دیکھا　　تڑپتے رہے نیم جان کیسے کیسے
نہ گورِ سکندر نہ ہی قبرِ دارا　　مٹے نامیون کے نشان کیسے کیسے
غم و غصہ و رنج و اندوہ و حرمان　　ہمارے بھی ہین مہربان کیسے کیسے
تری کلکِ قدرت کے قربان آنکھین　　دکھائے ہین خوش رو جوان کیسے کیسے

چلا وہ راہ جو سالک کے پیشِ پا آئی　　ٹھہر گیا، جو کہین بوے آشنا آئی
بہارِ گل مین ہین دیوانے جامہ سے باہر　　پری کا سایہ ہی ہو نہ ہو بلا آئی
لیا جو بوسہ تو ہنس کر یہ اس صنم نے کہا　　خدا سے شرم نہ اے بندۂ خدا آئی

گدا نواز کوئی شہسوار راہ مین ہے　　بلند آج نہایت غبار راہ مین ہے
شباب تک نہین پہنچا ہی عالمِ طفلی　　ہنوز حسنِ جوانیِ یار راہ مین ہے
عدم کے کوچ کی لازم ہی فکر ہستی مین　　نہ کوئی شہر نہ کوئی دیار راہ مین ہے
نہ بدرقہ ہی نہ کوئی رفیق ساتھ اپنے　　فقط عنایتِ پروردگار راہ مین ہے
نہ جائین آپ ابھی دوپہر ہے گرمی ہی　　بہت سی گرد بہت سا غبار راہ مین ہی
جنون مین خاک اڑاتا ہی ساتھ ساتھ اپنے　　شریکِ حال ہمارا غبار راہ مین ہے
کوئی تو دوش سے بارِ سفر اُتارے گا　　ہزار راہزن امیدوار راہ مین ہے
پیادہ پا ہون روان سوے کوچۂ قاتل　　اجل مری مرے سر پر سوار راہ مین ہے
تھکے جو پاؤن تو چل سر کے بل نہ ٹھہر آتش　　گلِ مراد ہی منزل مین، خار راہ مین ہے

گیسوے مشکین جو رخِ محبوب تک آنے لگے　　چشمۂ خورشید مین بھی سانپ لہرانے لگے

رنگ جو کچھ کہ چاہیے لا کہیں اپنا میں نہ ملے — پائے بوسی کو ترستے تھے وطن میں آ کے ملے

باغ عالم میں نہیں کوئی کسی کی سنتا — ۳۴ — نہ دماغ اپنا کر ای مرغ خوش الحان خالی

وہ دہقان غریب سرزمین عشقبازی ہوں — عوض باران کے میری کشت پہ آتش برستی ہے

آدمی کے واسطے کچھ اور ہووے یا نہو — ۳۵ — ساقی و مے سبزہ و آب رواں درکار ہے

شہر و صحرا میں پھرا کرتا ہوں اس امید پر — وہ جہان دیکھوں جہاں مٹی مری درکار ہے

یہ آرزو تھی تجھے گل کے روبرو کرتے — ۳۶ — ہم اور بلبل بیتاب گفتگو کرتے

آرزو ہے یہی آتش کی دم مرگ اے زاہد — تجکو غم نوش کرے مجکو قدح نوش کرے

الٰہی طول عمر خضر دے باد بہاری کو — مزار بیکسان پر پھولوں کی چادر چڑھائی ہے

کوچۂ تنگ میں ملتا ہے تو کہتا ہے وہ شوخ — مرد ہو وہ کہ جو ہم کو سر میدان روکے

راحت مرگ کو نہ پوچھ آتش — ۳۷ — نہ رہی قدر زندگانی کی

پڑھ سکتا سرنوشت کا مطلب کوئی نہیں — معلوم کچھ نہیں کہ یہ خط کس زبان میں ہے

فصل گل ہے شیشہ و پیمانہ کا ہے دور دور — خانقاہیں منہ پہ ہیں میخانہ کا دربار ہے

آبلے پاؤں کے کیا تو نے ہمارے توڑے — خار صحرائے جنون عرش کے تارے توڑے

سنبھالیے شراب سے دل کو کوئی گھڑی — لہرا رہا ہے سبزہ رواں جوئے آب ہے

ہم کیا کہیں کسی سے کیا ہے طریق اپنا؟ — مذہب نہیں ہے کوئی ملت نہیں ہے کوئی

تماشہ گوشہ گیری دشت غربت کا دکھاتی ہے — وطن میں ہوں مگر مجکو ہیں یاران وطن چھوڑے

آسمان ادھر لے گیا راحت جو کہیں تھوڑی سی — پاؤں پھیلانے کو ہاتھ آئے زمیں تھوڑی سی

مری تعظیم نے محفل سے اٹھایا تجکو — اٹھتے اٹھتے نہ رہی بیٹھنے کی جا باقی

حاجت نہیں بناؤ کی اے نازنین تجھے — زیور ہے سادگی ترے رخسار کے لیے

نکہت گل سے مجھے یار کی بو آتی ہے — خلوت یار و آنکھ پڑنے کی خو آتی ہے

بولی یہ روح پھینک کے پشتارہ جسم کا — ۳۸ — بھاری ہے بوجھ کون یہ بیگار لے چلے

صبح بہار ہے مجھے ساقی! پلا شراب — سب جانتے ہین عید کا روزہ حرام ہے

دیکھیے کرتا ہے کیونکر یار سے گستاخیان — شوق کے بھی حوصلے کو آزمایا چاہیے

زاہد سالوس کے ماتھے کے گھٹے سے کھلا — لگ ہی رہتا ہے جو تقدیر بشر مین داغ ہے

وہ صید سخت جان ہون جسپر ہزار بار — خالی ہوئے ہین تیر دلن کے ترکش بھرے ہوئے

دینے مین جام کے ہے تامل کا کیا سبب — ساقی! شراب سے ہین قرابے بھرے ہوئے

لڑنے آئے تھے آنکھین غزال چین و ختن — شکست انکو تری چشم سرمہ سانے دی

گھورتی ہے تجکو نرگس، آنکھ پھوڑا چاہیے — گل بہت ہنستے ہین کان انکے مروڑا چاہیے

فصل بہار آئی پیو صوفیو، شراب — بس ہو چکی نماز مصلا اٹھائیے

تجھ سا حسین ہو یار، تو کیونکر نہ اسکے پھر — نازِ بیجا و غمزۂ بیجا اٹھائیے

چپ ہے کیون کچھ منہ سے فرماؤ خدا کیواسطے — آدمی سے بت نہ بنجاؤ خدا کے واسطے

تنگ آئی تن پر اپنے قبائے برہنگی ۳۹ باقی لباس چھوٹتے ہوئے یا پڑے ہوئے

عدم سے جانب ہستی تلاش یار مین آئے — ہوا کے گل مین، ہم کس وادیِ پرخار مین آئے

انتخاب

ہر دو

دیوانِ امیر

(صنم خانۂ عشق)

و

(مراۃ الغیب)

۳۰۹ فشتہ

امیر

امیر احمد نام۔ امیر تخلص۔ شاہ مینا لکھنوی کی نسل مین ہونے سے امیر مینائی مشہور ہوئے۔ متاخرین مین یہ بڑے نامور گزرے ہین۔ شاگردون کی کثرت پر لحاظ کرکے جگت اُستاد کا لفظ انکے لیے موزون معلوم ہوتا ہی۔ لکھنؤ انکا مسکن تھا لیکن زائد تر یہ رام پور مین رہے۔ نواب کلب علی خان والی رام پور انکو اپنے شعر دکھاتے تھے۔ اخیر عمر مین خاک گور نے انکو حیدر آباد دکن کھینچا۔ نظام نے بڑے اصرار سے بلایا تھا مگر موت نے جلدی کی۔ وفات ۱۳۱۹ھ۔

انکا پایہ شاعری مین کیا ہی؟ یہ سوال مجھسے کیا جائے تو مین جواب دونگا کہ جسطرح شعراے فارس مین حافظ اور سعدی کے درمیان محاکمہ کرنا مشکل ہی اُسی طرح شعراے ہند مین اسد اللہ خان غالب کو امیر مینائی پر فوق دینا یا امیر مینائی کو اسد اللہ خان غالب سے بڑھا ہوا سمجھنا مشکل ہی۔ غالب کی جدت سخن ایک طرف پکار رہی ہی کہ اسپر اُردو شاعری ختم ہوگئی۔ دوسری طرف امیر کا کلام کہتا ہی کہ یہ تراش و خراش اور شیرینی سخن غالب کو کہان نصیب تھی۔ ہان اسقدر مین کہسکتا ہون کہ غالب کا کلام عام پسند ہی اور امیر کے کلام سمجھنے کے لیے خاص مذاق کی ضرورت ہی۔ ناظرین امیر کے نشترون کا غالب کے نشترون سے مقابلہ کرکے خود فیصلہ کرلین۔ مین صرف اتنا ہی جانتا ہون کہ ایشیا مین صرف چار شاعر ہوئے ہین۔ سعدی، حافظ، غالب اور امیر۔ امیر کی خصوصیات سے یہ ہی کہ گو وہ بڑے ثقہ اور باشرع آدمی تھے لیکن اُنکے کلام مین رندانہ اور عاشقانہ مضامین بھی ہوتے تھے۔ انکا کلام سننے کے بعد جو اُنسے ملنے جاتا تھا وہ اُنکی صورت دیکھکر اور اُنکے اوقات سے واقف ہوکر متحیر ہوتا تھا۔

غزلیات وابیات

یہ آفتاب ہی گرم، اُسکی کبریائی کا — کہ ذرہ ذرہ ہی آئینہ خودنمائی کا
پکارتا ہی یہ انداز و ناز توبہ شکن — کہ آئے وہ، جسے دعوی ہو پارسائی کا
دکھا کے تیغ وہ ناآشنا یہ کہتا ہے — یہ گھاٹ ہی مرے دریاے آشنائی کا
سمجھ رہا ہی جسے حشر و نشر، تو زاہد — کرشمہ وہ بھی ہی ایک اُسکی خوشنوائی کا
جو بندہ ہو، تو مزہ بندگی مین پیدا کر — نہین وہ بندہ جسے ذوق ہو رہائی کا
بشر سے حمد الٰہی، امیر کیا ممکن، — پہاڑ اُٹھائے کہان حوصلہ یہ رائی کا

۱

دل کا حاکم جان کا مالک غم جانانہ تھا — مہمان جسکو مین سمجھا تھا، وہ صاحب خانہ تھا
بے تعلق کیا ہمین اُسکے تصور نے کیا — جب جُھکایا سر گریبان اپنا خلوت خانہ تھا
باغ عالم کا تماشا، باعث غفلت ہوا — دیکھنا آنکھون کا، کانون کے لیے افسانہ تھا
ہم غلط فہمی سے سمجھے قتل کرنے کو عتاب — اور وہان اک چھیڑ تھی اک ناز معشوقانہ تھا
وعظ کی مجلس مین بھی آئے تو یون مستان عشق — مے کی بوتل تھی بغل مین، ہاتھ مین پیمانہ تھا
جھگڑے لیلی وشون کے دیکھنے تھے شہر مین — جا کے جنگل مین بسا مجنون، بڑا دیوانہ تھا
یار اِدھر بدمست، مین بیخود، تکلف برطرف — ایسی صحبت مین جو آتا ہوش کیا دیوانہ تھا؟
منہ کے جھونکے چلے آتے تھے کیون ہنگام ذبح — تیغ قاتل کی زبان پر کونسا افسانہ تھا
آج جس دل کا کوئی گاہک نہین کل تک یہی — حور کا آئینہ تھا، زلف پری کا شانہ تھا
حال میرا سُنکے وہ بولے کہ جی دُکھنے لگا — ہاے کس کمبخت کس بیدرد کا افسانہ تھا
آزما دیکھا اُسے سَو بار ہم نے، اے امیر — آشنا سے آشنا، بیگانے سے بیگانہ تھا

۲

ترے بندون سے کرتے ہین یہ بت دعوی خدائی کا — تماشا دیکھتا ہون تیری شان کبریائی کا
یہ شکوہ بیوفائی کا یہ رونا کج ادائی کا — مزا ہی دل لگانے کی مزہ ہی آشنائی کا

نیا افسانہ کہہ واعظ، تو شاید گرم مجلس ہو — قیامت تو پرانا حال ہے روزِ جدائی کا

الٰہی کون سے مجرم کی آمد ہے قیامت مین — ہوا ہے حکم رحمت کو، یہ کسکی پیشوائی کا

قفس مین ہون، مگر سارا چمن آنکھون مین پھرتا ہے — رہائی کے برابر اب تصوّر ہے رہائی کا

امیر اک بات بھی واعظ نہین کہتا خدا لگتی — خدا جانے بکا کرتا ہے کیا جھوٹا خدائی کا

ان شوخ حسینون پہ جو مائل نہین ہوتا ۴ — کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ دل نہین ہوتا

آتا ہے جو کچھ منہ مین وہ کہہ جاتا ہے واعظ — اور اسپہ یہ طرّہ ہے کہ قائل نہین ہوتا

جب درد محبت مین یہ لذت ہے تو یارب ۴ — ہر عضو مین، ہر جوڑ مین، کیون دل نہین ہوتا

دیوانہ ہے، دنیا مین جو دیوانہ نہین ہے — عاقل وہی ہوتا ہے جو عاقل نہین ہوتا

تمکو تو مین کہتا نہین کچھ، حضرتِ ناصح — پر جسکو ہو تپ ایسی وہ عاقل نہین ہوتا

یہ شعر وہ فن ہے کہ امیر اسکو جو برتو — حاصل یہی ہوتا ہے کہ حاصل نہین ہوتا

دامنون کا نہ پتا ہے، نہ گریبانون کا — حشر کہتے ہین جسے شہر ہے عریانون کا

خاطرِ رنج و غم و درد سے فرصت ہی نہین — میزبان ہو گئے ہین آہ! انھین مہمانون کا

قحط روزی یہ جہان مین ہے کہ کہتے ہین ہنود — رمضان خوب مہینہ ہے مسلمانون کا

روبرو آئینے کے، تو جو مری جان ہوگا — آئینہ ایک طرف، عکس بھی حیران ہوگا

اے جوانی، یہ ترے دم کے ہین سارے جھگڑے ۵ — تو نہ ہوگی، تو نہ یہ دل، نہ یہ ارمان ہوگا

دستِ وحشت تو سلامت ہے، رفو ہونے دو — ایک جھٹکے مین نہ دامن نہ گریبان ہوگا

آگ دل مین جو لگی تھی، وہ بجھائی نہ گئی — اور کیا تجھ سے بھلا اے دیدۂ گریان ہوگا

اپنے مرنے کا تو کچھ غم نہین، یہ غم ہے امیر — چارہ گر غفلت مین بیچارہ پشیمان ہوگا

میرے بس مین، یا تو یارب وہ ستم شعار ہوتا — یہ نہ تھا، تو کاش دل پر مجھے اختیار ہوتا

وہ مزہ دیا تڑپ نے کہ یہ آرزو ہے یارب — مرے دونون پہلوؤن مین دلِ بیقرار ہوتا

جو نگاہ کی تھی ظالم، تو پھر آنکھ کیون چرائی — وہی تیر کیون نہ مارا جو جگر کے پار ہوتا

ہیں زبان سے تمکو سچا، کہو، لاکھ بار کہہ دون — اسے کیا کرون، کہ دل کو نہیں اعتبار ہوتا
مری خاک بھی لحد مین، نہ رہی امیر باقی — انھیں مرنے ہی کا اب تک، نہیں اعتبار ہوتا

جھونکا اِدھر نہ آئے نسیم بہار کا — نازک بہت ہی پھول چراغ مزار کا
آئیں وہ یا نہ آئیں، ترس کھائیں یا نہ کھائیں — کیا اختیار گریۂ بے اختیار کا
شاخوں سے برگ گل نہیں جھڑتے ہیں باغ مین ۶ زیور اُتر رہا ہی عروس بہار کا
مری لگی بجھانے کو آتا ہے بار بار — ممنون ہون مین گریۂ بے اختیار کا
ہلتی نہین ہوا سے چمن مین یہ ڈالیان — منھ چومتے ہین پھول عروس بہار کا
پھولوں سے، فرش خاک پہ تارے چھٹک گئے — دھاگا کبھی جو ٹوٹ گیا اُنکے ہار کا
اُٹھتا ہی نزع مین وہ سرہانے سے اے امیر — مٹتا ہی آسرا، دل امیدوار کا

جمال یار کو کہتے ہو تم، کہ ہان دیکھا — کلیم ہوش مین آؤ، ابھی کہان دیکھا
وہی چراغ، وہی گل، وہی قمر، وہی برق — نئے لباس مین دیکھا اُسے جہان دیکھا
نہین ہی دختر رز سا بھی کوئی حسن پرست — ٹپک پڑی یہ جہان کوئی نوجوان دیکھا
کہین تو دیکھ چکے ہین، یقین ہی دل کو — مگر یہ یاد نہین ہی، ہمین کہان دیکھا
فنا ہی حسن کو، دولت کو، زندگانی کو — جہان مین نہ کوئی باغ، بےخزان دیکھا
پھنسی جو دام مین بلبل، تو کن نگاہون سے — کبھی چمن کو، کبھی سوے آشیان دیکھا
نکیلی چتونین، آنکھون مین کیا کھٹکتی ہین — امیر آج عجب نوک کا جوان دیکھا

ایک دل ہمدم مرے پہلو سے کیا جاتا رہا — سب تڑپنے تلملانے کا مزا جاتا رہا
سب کرشمے تھے جوانی کے جوانی کیا گئی — وہ اُمنگین مٹ گئین وہ ولولا جاتا رہا
درد باقی، غم سلامت ہی، مگر اب دل کہان — ہاے وہ غم دوست وہ درد آشنا جاتا رہا
مرنے والا، جانے والا، بیکسی مین کون تھا ۷ ہان مگر اک دم غریب آتا رہا جاتا رہا
آنکھ کیا ہی ہو بہو ہی سحر ہی اعجاز ہے — اک نگاہ لطف مین سارا گلا جاتا رہا

جب تلک تم تھے کشیدہ، دل تھا شکووں سے بھرا
تم گلے سے مل گئے سارا گلا جاتا رہا

کھو گیا دل کھو گیا، رہتا تو کیا ہوتا امیر
جانے دو اک بیوفا جاتا رہا جاتا رہا

پرسش کو مرے کون، مرے گھر نہیں آتا
تیور نہیں آتے ہیں، کہ چکر نہیں آتا؟

تم لاکھ قسم کھاتے ہو ملنے کی عدو سے
ایمان سے کہہ دوں؟ مجھے باور نہیں آتا

قاتل ہی کے کھنچنے کی شکایت نہیں ہم
خنجر بھی تو پہلو کے برابر نہیں آتا

کہتے ہیں یہ اچھی ہے تڑپ دل کی تمہاری
سینے سے تڑپ کر کبھی باہر نہیں آتا

دشمن کو بھی ہوتی ہے مرے حال پہ رقت
پر دل یہ ترا ہے کہ کبھی بھر نہیں آتا

غیروں سے اشارے ہیں مرے آگے سرِ محفل
پھر آپ کہیں گے کہ مجھے تیر نہیں آتا

کب آنکھ اٹھاتا ہوں کہ آتے نہیں تیور؟
کب بیٹھ کے اٹھتا ہوں کہ چکر نہیں آتا؟

غربتکدۂ دہر میں، صدمے سے ہیں صدمے
اس پر بھی کبھی یاد ہمیں گھر نہیں آتا

ہم جس کی ہوس میں ہیں امیر آپ سے باہر
وہ پردہ نشیں گھر سے کبھی باہر نہیں آتا

ناوکِ ناز سے مشکل ہے بچانا دل کا ۸
درد اٹھ اٹھ کے بتاتا ہے ٹھکانا دل کا

آج اس شوق سے پیکانِ تیر دل میں آیا
آ گیا یاد کسی شوخ پہ آنا دل کا

جی لگے آپ کا ایسا کہ کبھی جی نہ بھرے
دل لگا کر جو سنیں آپ فسانا دل کا

دل مرا لیکے دکھا دی مجھے مٹھی خالی
پھر کہا، دیکھ لیا ہاتھ سے جانا دل کا

ہر نگہ وصل میں، اس شوخ کی کہتی ہے امیر
ہو جسے حکم، اڑا دے وہ نشانا دل کا

دردِ الفت نے وہاں سے بھی نکالا ہوتا
قید اگر عرش کی زنجیر میں نالا ہوتا

اور ساماں ہے جنوں میں ہیں رکاوٹیں
کوئی نشتر، کوئی کانٹا، کوئی چھالا ہوتا

منحصر ساغرِ جم ہی پہ نہیں بادہ کشی
ٹوٹا پھوٹا کوئی مٹی کا پیالا ہوتا

صبح پر آنکھیں جو نکالیں، تو ہوا کیا حاصل
کوئی ارمان مرے دل کا نکالا ہوتا

فکر و دوزخ میں مجھے کھانے میں عدم کو جاتا
لاکھ منھ، ایک میں کس کس کا نوالا ہوتا

لطف حسرت کی نگاہون کا تو جب تھا کہ امیر ان نگاہون کا کوئی دیکھنے والا ہوتا

جی ہی لے گا غم جانان میرا مجھکو کھا جاے گا ارمان میرا

تجھ سے دامن ہر ترا چین چھینا تنگ ہی مجھ سے گریبان میرا

رحم کر رحم کر اے دست جنون پاؤن پڑتا ہی گریبان میرا

کیا دورنگی ہو زمانے کی امیر مین حزین اور زخم ہو خندان میرا

میری تربت پہ اگر آئیے گا ۹ عمر رفتہ کو بھی بلوائیے گا

سب کی نظرون پہ نہ چڑھیے اتنا دیکھیے دل سے اُتر جائیے گا

آئیے نزع مین بالین پہ مری کوئی دم بیٹھ کے اٹھ جائیے گا

وصل مین بوسۂ لب دیکے کہا منھ سے کچھ اور نہ فرمائیے گا

ہاتھ مین نے جو بڑھایا تو کہا بس بہت پاؤن نہ پھیلائیے گا

زہر کھانے کو کہا، تو، بولے ہم جلالین گے جو مر جائیے گا

حسرتین نزع مین بولین مجھ سے چھوڑ کر ہم کو کہان جائیے گا

آپ سُنیے تو کہانی دل کی، ۱۰ نیند آجاے گی سو جائیے گا

اتنی گھر جانے کی جلدی کیا ہی؟ بیٹھیے جائیے گا، جائیے گا

کہتے ہین، کہ تو دیا، آئین گے اب یہ کیا ضد ہو کہ کب آئیے گا

ڈبڈبائے مرے آنسو، تو، کہا روئیے گا تو ہنسے جائیے گا

رات اپنی ہی ٹھہرئیے تو ذرا آئیے بیٹھیے گھر جائیے گا

جس طرح عمر گزرتی ہو امیر آپ بھی یونہین گزر جائیے گا

اُٹھو گلے سے لگا لو مٹے گلہ دل کا ذرا سی بات مین ہوتا ہو فیصلہ دل کا

دم آ گئے آنکھون مین اُنکے تو کچھ نہین کھٹکا اٹک نہ جاے الٰہی معاملہ دل کا

تمھارے غمزدہ کے کھوئے ہین ہوش و صبر و قرار انھین لٹیرون نے لوٹا ہی قافلہ دل کا

خدا ہی ہو جو کڑی چتونوں سے جان بچے ہے آج دلشکنوں سے مقابلہ دل کا
امیر بھول بھلیاں ہے کوچۂ گیسو تباہ کیوں نہ پھرے اس میں قافلہ دل کا

میری طرح نہ اک دن ابرِ بہار رویا وہ ایک بار رویا میں لاکھ بار رویا
مجنوں سے میں نے پوچھا کل حال بیخودی کا کچھ کہہ سکا نہ منہ سے بیزار زار رویا
پوچھی امیر سے کل میں نے جو دل کی حالت سینے پہ ہاتھ رکھ کر بے اختیار رویا

لائے ساقی کو کبھی متوالی گھٹا کچھ مزا دیتی نہیں خالی گھٹا
دخترِ رز کو لاتی ہے مستوں کے پاس کرتی ہے در پردہ دلالی گھٹا
جان کو مستوں کے تھی توبہ عذاب یہ بڑی تو نے بلا ٹالی گھٹا
آپ اچھے وقت پر آئے امیر خوب پہچانے یہ جب چھائی گھٹا

مزہ عاشق کے دل سے پوچھیے جشنِ شعلہ رویاں کا تماشا دیکھیے دل والوں کی آنکھوں سے چراغاں کا
اچھلتا ہے کلیجہ، ڈوبتا ہے دل، خدا حافظ ۱۱ سمندر پیرتا ہے، جھیلنا شبہائے ہجراں کا
جگر کو دوں کہ دل کو دوں بتا اے ناوکِ قاتل ۱۲ کہ دو پیاسوں میں ہے یہ ایک قطرہ آبِ پیکاں کا
تمہارے بانکپن کی شان کچھ اس سے نکلتی ہے ۱۳ کھنچے تو دوڑ کر منہ چوم لوں شمشیرِ براں کا
کہیں ضبطِ فغاں سے عشق کے آثار چھپتے ہیں لبِ خاموش سے پیدا ہے صدمہ دردِ پنہاں کا
کہاں ساماں تھا وحشت میں جو کہ نامہ یار کو لکھتا دیا قاصد کو پرزہ پھاڑ کر میں نے گریباں کا
زہے شوقِ شہادت امتحاں گاہِ محبت میں قدم بڑھتے ہی، ہاتھوں بڑھ گیا دل مردِ میداں کا
وہ زخمی ہیں تڑپ کیسی چھڑکتا گر نمک قاتل دہانِ زخم سے ہم چوم لیتے منہ نمکداں کا
زمیں ہے ایک خشتِ خاک صحرائے محبت کی فلک چھوٹا سا اک میدان ہے دل کے بیاباں کا
ذرا سی چھیڑ میں کیوں بھنتے ہو؟ تم آج سر چھالو ۱۴ اسی سے چھیڑتا ہے تم کو سر کا ٹھا بیاباں کا
امیر! ایسا شگفتہ ہے ہجومِ داغ سے پہلو کہ ہر ناسورِ دل رخنہ ہے دیوارِ گلستاں کا

ہم سے بگڑے غیر کا تو یار ہو چکا ہونا جو تھا وہ اے محبت [illegible] ہو چکا

اب عفو وہ کرین نہ کرین اختیار ہی ۱۵ امید عفو مین مین گنہگار ہو چکا
باقی ہی کسکو حوصلہ اخفاے عشق کا رسوا امیر کوچہ و بازار ہو چکا

پوچھا نہ جاے گا جو وطن سے نکل گیا بیکار ہی جو دانت دہن سے نکل گیا
ٹھہرین کبھی کبھون مین دم بھر کو رستار و آیا کمان مین تیر تو سن سے نکل گیا
پہلو مین میرے دل کو نہ اے درد کر تلاش ۱۶ مدت ہوئی غریب وطن سے نکل گیا
مرغان باغ تم کو مبارک ہو سیر گل ۱۷ کانٹا تھا ایک مین سو چمن سے نکل گیا
مین شعر پڑھکے بزم سے کیا اٹھ گیا امیر بلبل چہک کے صحن چمن سے نکل گیا

کی نظر ردے کتابی پہ تو کعبہ دل ٹھہرا مکتب شوق بھی قرآن کی منزل ٹھہرا
علم اک نقطہ ہو مشہور تھا ہی جو شن جنون ۱۸ غور سے کی جو نظر نقطۂ باطل ٹھہرا
ہم بڑی دور سے آئے ہین تمھارا ہی یہ حال ۱۹ گھر سے دروازے تک آنا کئی منزل ٹھہرا
ابتک آتی ہی صدا تربت لیلی سے امیر ساربان اتنو خدا کے لیے محمل ٹھہرا

وہ ہون جانباز مقتل پر گمان ہی مجکو گلشن کا ترانہ بلبلون کا جانتا ہون بولنا رن کا
نہ گل ہنستے نہ غنچے مسکراتے دونون رو دیتے ۲۰ تمھین کو بلبلو آتا نہین انداز شیون کا
اٹھا لون سختیان لاکھون کڑی بات اٹھ نہین سکتی ۲۱ مین دل رکھتا ہون شیشے کا جگر رکھتا ہون آہن کا
ہلال و بدر دونون مین امیر اسکی تجلی ہی یہ خاکہ ہی جدائی کا وہ نقشہ ہے لڑکپن کا

کچھ نہ پوچھو دلربا مجھسے جدا کیون کر ہوا؟ دیکھو دل سا آشنا نا آشنا کیونکر ہوا؟
ناز اٹھائے مین نے پالا مین نے حضرت کون ہاں دل اگر میرا نہین ہی آپ کا کیون کر ہوا؟
لوٹنا دیکھا نہین جاتا ہے ہو نرم دل؟ ذبح کرتے وقت اتنا جی کڑا کیون کر ہوا؟
داور محشر کو بھائی میری اسکی چھیڑ چھاڑ چھیڑ کر پوچھا مکرر کیا ہوا کیون کر ہوا؟
الفت گیسو بلا تھی مر گیا پھنس کر امیر ۲۲ ہی بڑا جھگڑا نہ پوچھو فیصلہ کیون کر ہوا؟

صاف کہتے ہو مگر کچھ نہین کھلتا کہنا بات کہنا بھی تمھارا ہی معما کہنا

رو کے اُس شوخ سے قاصد مرا رونا کہنا ۲۳ ہنس پڑے اسپہ تو پھر حرفِ تمنا کہنا
مثلِ مکتوب کہنے مین ہے کیا کیا کہنا نہ مرا طرزِ خموشی نہ کسی کا کہنا
دمِ آخر تو تم یادِ خدا کرنے دو زندگی بھر تو کیا مین نے تمھارا کہنا
جیسی طبع سے استاد کا ہے قول امیر ہو زمین سست مگر چاہیے اچھا کہنا

بخت واژون سے جلے دل کیون نہ مجھ محرور کا مرہم کافور سے منھ آگیا ناسور کا
بارِ دنیا جسکے سر پہ ہے اُسے رخصت کہان چور رہتا ہے مشقت سے بدن مزدور کا
دردمندی اسکو کہتے ہین کہ روزِ حشر بھی رو دیا مین دل بھر آیا سن کے نالہ صور کا
میکش مفلس ہون پیلے مجکو دے ساقی شراب ۲۴ دل بہت ہوتا ہے تھوڑا مردِ بے مقدور کا
قصرِ تن بگڑا کسی کا گورکن کی بن پڑی گھر کسی کا گر پڑا گھر بن گیا مزدور کا
پوچھ لینا سب وطن کا حال اے اہلِ عدم ۲۵ بیٹھ لینے دو ذرا آتا ہون اُٹھا دور کا
موزیون کو حادثون سے دہر کے کیا خوف ہے ۲۶ بارشِ باران سے گھر گرتا نہین زنبور کا
جلوۂ معشوق ہر جا ہے بصیرت ہو اگر کرمکِ شب تاب مین عالم ہے شمعِ طور کا
مرکے یارانِ عدم کے پاس پہنچونگا امیر چلتے چلتے جان جائے گی سفر ہے دور کا

یہ رفتہ رفتہ ضعف سے احوالِ تن ہوا سائے کی بھی نگاہ سے غائب بدن ہوا
آوارہ مین ہوا جو جگہ دل مین تم نے کی تم آئے اپنے گھر مین غریب الوطن ہوا
رو مین لپٹ کے خوب مرے دل کی حسرتین غربت مین میہمان جو خیالِ وطن ہوا
کیا دون جواب شکوۂ دل کا تمھین کہو؟ تم سے تو جو سلوک ہوا دل شکن ہوا
اب کا سفر وہ ہے کہ نہ دیکھون گا پھر وطن یون تو مین لاکھ بار غریب الوطن ہوا
باغِ جہان مین طائرِ مضمون تھے امیر جب دام مین پھنسے ہی اپنا وطن ہوا

حسن اِس شوکت پہ مجرائی ہے اُس درگاہ کا رتبہ دیکھو عشق کی سرکارِ عالی جاہ کا
رند مشرب کب کے پہنچے یار کے گھر زاہدا تو ابھی پوچھتا ہے اب تک اُسکی راہ کا

کچھ نہ سمجھے ہو، نہ بوجھے ہو، کہ وہ کیا چیز ہی؟ نام تم نے سن لیا ہی، زاہدو! اللہ کا
آج سے کھینچون، تو آتے آتے مدت چاہیے ضعف مین مشکل ہی دل سے لب تلک آنا آہ کا
اسقدر دل پر تصرف، کیا سبب، یہ کون ہین بک گیا ہی، کیا بتون کے ہاتھ گھر اللہ کا
حق رسی چاہے تو ہفتاد و دو ملت سے گزر منزلین طے ہون تو حج حاصل ہو بیت اللہ کا
ذکر حق مین سب حوادث سے ہون محفوظ ای امیر ہی حصار امن، گنبد مجھ کو بسم اللہ کا

وصل کی شب بھی خفا وہ بت مغرور رہا حوصلہ دل کا جو تھا دل مین بدستور رہا
عمر رفتہ کے تلف ہونے کا آیا تو خیال لیکن افسوس، کہ تلافی کا نہ مقدور رہا
گردش بخت، کہان سے ہمین لائی ہی کہان منزلون وادی غربت سے وطن دور رہا
زلف و رخ دونون ہین جاتے سے جوانی کی خراب مشک وہ مشک، نہ کافور وہ کافور رہا
ہم بھی موجود تھے کل محفل جانان مین امیر رات کو دیر تلک آپ کا مذکور رہا

آسرا زیر زمین اے دل حیران کس کا؟ شہر بیگانہ ہی، یان کون ہی پرسان کس کا؟
حوصلہ قیس کا فرہاد کا دل پیدا کر پھر تو یہ کوہ ہی کس کا یہ بیابان کس کا؟
ہو رہی تھی تری رفتار سے پامال جو خلق تو نے سیکھا یہ چلن، کبک خرامان کس کا؟
اس زمانہ مین نہین نام سخاوت کا امیر کون محسن ہی؟ اٹھائے کوئی احسان کس کا؟

جب تلک ہست تھے، دشوار تھا پانا تیرا مٹ گئے ہم، تو ملا ہم کو ٹھکانا تیرا
نہ جہت تیرے لیے ہی نہ کوئی جسم ہی تو چشم ظاہر کو ہی مشکل نظر آنا تیرا
شش جہت چھان چکے ہم تو کھلا ہم پہ یہ حال رگ گردن سے ہی نزدیک ٹھکانا تیرا
اب تو پیری مین نہین پوچھنے والا کوئی کبھی اے حسن جوانی! تھا زمانا تیرا
اے صدف چاک کریگا یہی سینہ اکدن تو یہ سمجھی ہی کہ گوہر ہی یگانا تیرا
دور اگلے شعرا کا تھا کبھی اور امیر اب تو ہی ملک معانی مین زمانا تیرا

قلق ہوا نہ مجھے صیاد کی جدائی کا یہ چھٹنے نہین، افسوس ہی رہائی کا

میں طولِ روزِ قیامت کو سُن کے ڈرتا ہوں ۔۔۔ کہ دن نہ ہو وہ کہیں یار کی جدائی کا

بغیر کھنچے ہوئے یار تک نہیں رہتا ۔۔۔ میں مِٹ کے نام مٹا دونگا نارسائی کا

خدا نے دل کو بنایا تھا جامِ استغنا ۔۔۔ ۲۷ ہوس نے کاسہ اُسے کر دیا گدائی کا

بہار آئی ہے پھر، خیر ہو خداوندا! ۔۔۔ جنون کے ہاتھ میں دامن ہے پارسائی کا

اُٹھا جو درد تو گھبرا کے میرے دل نے کہا ۔۔۔ کہ تو بھی داغ مجھے دے گا کیا جدائی کا

شبِ وصال بہت کم ہے آسمان سے کہو ۔۔۔ ۲۸ کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شبِ جدائی کا

گر نہیں ہے حرم میں تو دیر کو چلیے ۔۔۔ ۲۹ امیر کام کہیں بند ہے خدائی کا

کیوں ہوا عاشق جفا پر گر نہ تجھکو صبر تھا ۔۔۔ اے دلِ بیتاب، کیا تجھ پر کسی کا جبر تھا

تجھکو بھی اک سنگدل معشوق سے پالا پڑا ۔۔۔ یہ مرے دل کے پھپھولے تھے، یہ میرا صبر تھا

بار بار اُسکی گلی میں کیوں نہ جاتا اے امیر ۔۔۔ کیا کروں بے اختیاری تھی، کہ دل بے صبر تھا

فتنہ تھا، قہر تھا، جلوہ ترا اے یار نہ تھا ۔۔۔ جب تلک دل کو سنبھالوں میں دلِ زار نہ تھا

جب کہا اُس سے، شبِ غم کوئی غمخوار نہ تھا ۔۔۔ درد نے اُٹھ کے کہا، کیا یہ گنہگار نہ تھا

کیا ملا تھی نگہِ ہوش رُبا ساقی کی ۔۔۔ اُٹھ گئی آنکھ تو کوسوں کوئی ہشیار نہ تھا

بات رکھ لی مرے قاتل نے گنہگاروں میں ۔۔۔ اس گنہ پر مجھے مارا کہ گنہگار نہ تھا

وہ کبھی گر تو کھنچا، شان تھی معشوقی کی ۔۔۔ مجھ سے کھنچنا تجھے اے خنجرِ خونخوار نہ تھا

وقتِ بد میں نہ ہوا کوئی امیر آ کے شریک ۔۔۔ یار سمجھا تھا میں جسکو وہ مرا یار نہ تھا

بندہ نوازیوں پہ خدائے کریم تھا ۔۔۔ کرتا نہ میں گنہ، تو گناہِ عظیم تھا

کیا کیا نہ آفتوں کے رہے ہمکو سامنے ۔۔۔ ۳۰ یارب، شباب تھا کہ بلائے عظیم تھا

دنیا میں کچھ قیام نہ سمجھو کرو خیال ۔۔۔ اس گھر میں تم سے پہلے بھی کوئی مقیم تھا

دنیا کا حال، اہلِ عدم سے ہے یہ مختصر ۔۔۔ ۳۱ اک دو قدم کا کوچہ امید و بیم تھا

ہم اپنے دل میں سمجھے کیا جانیں حشر میں ۔۔۔ کس سمت کو جناں تھا، کدھر کو جحیم تھا

سامانِ عفو کیا میں کہوں مختصر ہے یہ　　بندہ گناہگار تھا، خالق کریم تھا
گلگشت میں نقاب اُلٹتے وہ رُخ سے کیا　　شرم آئی تھی صبا سے لحاظِ نسیم تھا
دامانِ گل کو خود نہ چھوا، ورنہ اے امیر　　کچھ ڈر صبا کا ہم کو، نہ خوفِ نسیم تھا

ہر جگہ جوشِ محبت کا نیا عالم ہوا　　آنکھ میں آنسو، جگر میں داغ، دل میں غم ہوا
میرے مرتے ہی زمانہ درہم و برہم ہوا　　یہ خوشی پھیلی کہ شادی مرگ اک عالم ہوا
آنسوؤں سے بیقراری میں ذرا تسکین تھی　　بڑھ گیا اور اضطرابِ دل جو رونا کم ہوا
روز کی فریاد سے تنگ آ گئے تھے اسقدر　　خلق کو مژدہ ہمارا نالۂ ماتم ہوا
کیا دوا کی بیٹھ کر پہلو میں اُسکے تیر نے　　دردِ دل بھی گھٹ گیا دردِ جگر بھی کم ہوا
لذتِ شرمِ گنہ تھی کب فرشتوں کو نصیب　　یہ مزہ چکھنے کو پیدا خلق میں آدم ہوا
میرے زخموں کی ہنسی پر اُنکو رونا آ گیا　　یہ خوشی بھی کچھ خوشی تھی جسکا ایسا غم ہوا
نوکِ خنجر ہو کہ اے سفاک، پیکان تیر کا　　جو مرے پہلو میں آ بیٹھا مرا ہمدم ہوا
جان قالب میں ہے مضطر، دم خفا، دل بیقرار　　موت ہی آئی، مزاجِ یار کیا برہم ہوا
ہوش کی بھی اب تو کوئی بات کرتے ہیں امیر　　کچھ تو وحشت نے کمی کی، کچھ تو سودا کم ہوا

وہ کون تھا، جو خرابات میں خراب نہ تھا　　ہم آج پیر ہوئے، کیا کبھی شباب نہ تھا
شکایت اُن سے کوئی گالیوں کی کیا کرتا؟　　کسی کا نام، کسی کی طرف خطاب نہ تھا
نہ پوچھ عیشِ جوانی کا ہم سے پیری میں　　۲۲　　ملی تھی خواب میں وہ سلطنت شباب نہ تھا
دماغ بحث تھا کسکو وگرنہ اے ناصح　　دہن نہ تھا کہ دہن میں مرے جواب نہ تھا
وہ کہتے ہیں شبِ وعدہ میں کسکے پاس آتا　　تجھے تو ہوش ہی اے خانماں خراب نہ تھا
فلک نے افسرِ خورشید سر پہ کیوں رکھا　　سبو سے بادہ نہ تھا، ساغرِ شراب نہ تھا
ذرا سے صدمے کی تاب اب نہیں، وہی ہم ہیں　　کہ ٹکڑے ٹکڑے تھا دل اور اضطراب نہ تھا
لپٹ کے چوم لیا منہ مٹا دیا انکار　　نہیں کا اُنکی سوا اسکے کچھ جواب نہ تھا

غضب کیا کہ اسے تو نے محتسب توڑا — ارے یہ دل تھا مرا، شیشۂ شراب نہ تھا

امیر اب ہین یہ باتین جب اُٹھ گیا وہ شوخ — حضور یار کے مُنھ مین ترے جواب نہ تھا

دیکھ اے درد جدا ہو نہ دلِ مخزون سے ۴۳ — اور اُٹھے گا یہ بیمار جو تنہا ہوگا

ایسا تری رحمت پہ بھروسا ہے کہ مجھ سے — احسان اُٹھایا نہین جاتا ہے دعا کا

لطف ہو رہا مجھ سے غافل مگر — کنکھیون سے وہ دیکھے جاے گا

اے غمِ یار مین نہین مٹتا — نام مٹتا ہے ناتوانی کا

زیست کا اعتبار کیا ہے امیر ۴۴ — آدمی بلبلا ہے پانی کا

جب دیکھ لوگے پاس بھری میری شکل، تم — پھر تم سے میرے دل کو دکھایا نہ جائیگا

چہرہ چھپالین، آنکھ چرالین، حیا سے وہ — جوبن اُبھار پر ہے چھپایا نہ جاے گا

مجھ روسیہ کو قبر مین رہنے دے اے کریم — مُنھ کسی کو مجھ سے دکھایا نہ جاے گا

کیا کہتے ہو، بس دیکھ لیا حال تمھارا — دیکھوگے ابھی تم نے مرا جان نہین دیکھا

جان آنکھون سے، دم تن سے نکلتے ہوے دیکھا — پر دل سے نکلتے ہوئے ارمان نہین دیکھا

اس سراے مین مسافر نہین رہنے آیا — رہ گیا تھک کے اگر آج تو کل جاؤن گا

تڑپ کے مُنھ سے کلیجا نکل پڑے نہ امیر ۴۵ — بہت جو درد اُٹھے، دل پہ ہاتھ دھر لینا

ہم سے دل درد محبت کا دکھایا نہ گیا — زخم کھایا کیے ٹانکا کبھی کھایا نہ گیا

لاش بے گور و کفن وادیِ غربت مین رہی — مر گئے بھی غیر کا احسان اُٹھایا نہ گیا

وہ ہنس ہنس کے نشتر چبھویا کیا — مین رو رو کے دامن بھگویا کیا

عجب، قدرتِ حق کے ہے جنت مین کھیل — کہ مٹی کے پتلے کو گویا کیا

برا خوابِ غفلت کا ہو، وقتِ کوچ — گئے میرے ساتھی مین سویا کیا

وقفہ نہین اب ہجر سے ہوتا ہے یہ صورت — منھ دیکھ رہا ہون مین چراغ سحری کا

موقوف جرم ہی پہ کرم کا ظہور تھا ۴۶ — بندے اگر قصور نہ کرتے قصور تھا

شکوہ کسی سے دل شکنی کا کرون مین کیا — پہ شیشہ چوٹ کھانے سے پہلے ہی چور تھا

خامشی مین بھی کیا حلاوت ہے — ۳۷ کہ کبھی لب سے لب جدا نہ ہوا

فتنے کہتے ہین اُن نگاہون سے — چشمِ بد دور تم سے کیا نہ ہوا

کھیت لاکھون رہے مگر قاتل — سبزہ شمشیر کا ہرا نہ ہوا

دمِ رقص ہاتھون کو اتنا نہ ٹیکو — کہین اے یار دل پھٹ جائے کسی کا

ان ہونٹھون مین کھیلنا ہنسی کا — ۳۸ کھلنا دکھلا گیا کلی کا

اس کڑی کا تحمل تھا کہان شیشۂ دل — ۳۹ وہ کہی بات کہ دل تو نے صنم توڑ دیا

اِس غمکدہ مین کٹ گئی یون اپنی زندگی — ۴۰ تمہید ہی کو جیسے روز گزر جائے عید کا

بیچارے ہین خون مرا کر کے کیا حضور — ۴۱ اب اسپہ خاک ڈالیے، جو کچھ ہوا ہوا

لٹا کے دیدہ و دل دونون ہم اشک نکلے ہین — عجب یہ طفلِ ابتر تھا، نہ گھر رکھا، نہ در رکھا

نہ کی کس نے سفارش میری وقتِ قتل قاتل سے — کمان نے ہاتھ جوڑے، تیغ نے قدمون پہ سر رکھا

تری گردن پہ ہوگا خون حسرتہائے بسمل کا — نگاہِ یاس بس کر دل بھر آتا ہے قاتل کا

نکیرین، اک ذرا دم لینے دو پھر لڑ جھگڑ لینا — ابھی تو مین تھکا ماندہ چلا آتا ہون منزل کا

خدا کی راہ مین دینا ہے، گھر کا بھر لینا — ادھر دیا، کہ اُدھر داخلِ خزانہ ہوا

امیر لاکھ ادھر سے اُدھر زمانہ ہوا — وہ بت وفا پہ نہ آیا مین بے وفا نہ ہوا

عبث ہے نازِ تمول پہ ان امیرون کو — اُٹھا کے لائے ہین کوڑا فقیر کے گھر کا

احسان کسی کا اس تنِ لاغر سے کیا اُٹھے — سو من کا بوجھ سایہ دیوار ہوگیا

اے ترک، تیری تیغ ہمارا گلا کہان — اک یہ بھی اتفاقِ قضا و قدر ہوا

کیا ہماری گور پر ہے احتیاج روشنی — چار جگنو جب چمک نکلے چراغان ہوگیا

دل، نہ مجروح ہو کے تڑپانے سے قاتل کا بھرا — چٹکیان رہ رہ گئین خالی نمکدان ہوگیا

قریب ہے یار روزِ محشر چھپے گا کشتون کا خون کیونکر — جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستین کا

حسرتِ غم دل مرا گھر آپ کا ہے آئیے
پر ہیں بے ساماں بہت ہو گئے کیا پائیں گے آپ

جھانک کر روزنِ دیوار سے وہ تو بھاگے
رہ گیا کھول کے آغوش میں در کی صورت

خوشا امیر وہ منعم کہ ہو کے دولتمند
جھکائے سر شجرِ میوہ دار کی صورت

بات کرتے ہیں تو جاتی ہے ملاقات کی رات
کیا بڑی بات ہے رہ جائیں جو برسات کی رات

شام سے صبح تلک چلتے ہیں جامِ مئے عیش
خوب ہوتی ہے بسر اہلِ خرابات کی رات

آہ بر میں جانتا ہوں پر بتا سکتا نہیں
دل میں ہے لب تک نہیں آتا نشانِ کوئے دوست

چین اب کسی پہلو کسی کروٹ نہیں آتا
سچ ہے کہ لگے کی بھی ہوتی ہے بڑی چوٹ

بندہ ہوں تیری محبت کا میں جاؤنگا کہاں
بند کرتا ہے قفس میں مجھے صیاد عبث

شاید کسی دلبر پہ امیر آ ہی گیا دل
کیوں ہاتھوں سے تھامے ہوئے پھرتے ہو جگر آج

ساتھ پیکاں کے لپٹ کر دل نہ کھنچ آئے کہیں
دیکھ او ظالم ذرا آہستگی سے تیر کھینچ

یہ میکدہ ہے کہ کوئی طلسم ہے ساقی ۴۲ جو آئے پیر کی صورت گئے جواں کی طرح

ہجر کی شب ایک تو یوں ہی نہیں آتی ہے نیند
اور بالیں سے تری ناصح اُڑی جاتی ہے نیند

دردِ دل کہتا ہوں میں جب تو انکو کہتے ہیں وہ
ختم کیجے یہ کہانی اب ہمیں آتی ہے نیند

تیرے جگنو کا اگر آنکھوں کو بندھتا ہے خیال
کرمکِ شبتاب سنکر صاف اُڑ جاتی ہے نیند

غفلتِ پیری ہے اب تھی نوجوانی تک ترنگ
رات کے جاگے ہوئے کو جیسے آ جاتی ہے نیند

ڈرتی ہے میرے سیہ خانے میں جو آتے ہوئے
موت کو ہمراہ لیتی ہے تب آتی ہے نیند

میں تو کیا محفل میں اُسکی جا کے سو جاتے ہیں پاؤں
نرم بستر پا کے کیسے پاؤں پھیلاتی ہے نیند

ہجرِ جاناں میں جو سو غمزدوں سے آتی ہے امیر
خفتگانِ خاک کی صورت سُلا جاتی ہے نیند

سچ کہو ملنا کسکا ہے اے خوبرو پسند؟
تجھکو عدو پسند ہے مجھکو ہے تو پسند

کھل کر کہو کہ بوسۂ گیسو نہ دینگے ہم
ہم الجھی الجھی ہمکو نہیں گفتگو پسند

سب آرزوؤں سے چھوٹ گیا کرکے ترکِ حرص ۴۳ کیونکر نہ ہو مجھے دلِ بے آرزو پسند

یہ چھلک پڑا جہاں وہیں دریا بہا دیا | ساقی مجھے ہے ہمتِ دستِ سبو پسند
دن رات ذکرِ شعر و سخن سے ہے کام امیر | باتیں یہی پسند یہی گفتگو پسند

کون اُٹھائے گا، تمھاری یہ جفا میرے بعد | یاد آئے گی بہت میری وفا میرے بعد
ہے وصیت مری، مرقد پہ یہ لکھدیں احباب | کہ کرے کوئی کسی سے نہ وفا میرے بعد

خنجرِ قاتل نہ کر اتنا روانی پر گھمنڈ | سخت کم ظرفی ہے اک دو بوند پانی پر گھمنڈ
شمع کے مانند کیا آتش زبانی پر گھمنڈ؟ | صورتِ پروانہ کر سوزِ نہانی پہ گھمنڈ
گور میں کہتی ہے عبرت قیصر و فغفور سے | کیوں نہیں کرتے ہو اب صاحبقرانی پر گھمنڈ؟
ہے یہی تاثیر آبِ خنجرِ جلاد میں | چشمۂ حیواں نہ کر تو اپنے پانی پر گھمنڈ
حال پر اجداد و آبا کے تفاخر کیا امیر | ہیں وہ نادان جنکو ہے قصہ کہانی پر گھمنڈ

چوٹی میں اگر ہے بار تعویذ | لا میرے ہی سر سے وار تعویذ
باقی نہیں ہجر کی تپ حار | ناحق ہے گلے کا ہار تعویذ
اللہ رے امیر سوزِ فرقت | جل جاتا ہے برق وار تعویذ

تیر کھانے کی ہوس ہے تو جگر پیدا کر | سرفروشی کی تمنا ہے تو سر پیدا کر
کوہکن کوہ کنی شیوۂ عشاق نہیں | ہے جو عاشق دلِ معشوق میں گھر پیدا کر
آخرت میں عمل نیک ہی کام آئیں گے | پیش ہے تجھکو سفر زادِ سفر پیدا کر
عشقبازی کا اگر حوصلہ رکھتا ہے امیر | دل جو لوہے کا تو پتھر کا جگر پیدا کر

ساقیا ابر ابھی آیا نہیں میخانے پر | کیوں قدح نوش گرے پڑتے ہیں پیمانے پر
دل خدا دے جسے وہ داغِ محبت سے ہو گل | عشق بلبل پہ ہے موقوف نہ پروانے پر
ہے وہی دوست جسے حسن سے محبت ہو جائے | نہ یہ اپنے پہ ہے موقوف نہ بیگانے پر
مجھ سے رخصت جو ہوا یار شبِ وصل امیر | چھا گئی کیسی اداسی مرے کاشانے پر

یہی سوزِ دل ہے تو محشر میں جل کر | جہنم اُگل دے گا مجھکو نگل کر

جو شامِ شبِ ہجر دیکھی تو سمجھے　　قضا سر پہ آئی ہے صورت بدل کر

یہ میری طرف پاؤں محفل میں کیسے؟　　ذرا آدمیت سے بیٹھو سنبھل کر

بشر کیوں نہ ہو بے وطن ہو کے مضطر　　تڑپتی ہے دریا سے مچھلی نکل کر

مرا دل بھی آئینۂ انجمن ہے　　دکھاتا ہے سو رنگ صورت بدل کر

قدم جب خوشی سے درِ دل پہ رکھا　　صدا غم نے دی دیکھ ظالم سنبھل کر

نکالا جو پیرِ مغاں نے تو کیا غم　　گلے سے لگے گی پھر دخترِ رز نکل کر

یہی سوزِ غم ہے تو اشکوں کی صورت　　کسی روز بہ جائے گا دل پگھل کر

اٹھا اے دل آنکھوں سے امڈا ہے طوفان　　کنویں بیٹھ جاتے ہیں اکثر ابل کر

اسیر اہلِ مسجد سے اظہارِ تقوے؟　　ابھی آتے ہو میکدے سے نکل کر

جو رہے ہفت افلاک ہیں انساں کے تن زار پر　　پھر ان ساتوں چھتوں کا ہے اسی دیوار پر

یہ مرے بیت الحزن پر چھائی ہے بے بسی کی　　ڈرتے ڈرتے سایہ رکھتا ہے قدم دیوار پر

وار کرنے کی نہ قاتل کو ملی گلشن میں بار　　دوڑ کر خود رکھ دیا میں نے گلا تلوار پر

باغ سے پہنچے ہیں وحشی بے تکلف سوئے دشت　　پاؤں بھی رکھا نہ شل ہوئے گل دیوار پر

شمع ساں گریاں ہے قاتل ہجر بالیں پر اسیر　　موت کو روتے ہوئے دیکھا اسی بیمار پر

اور بھی تیر لگا دل پہ مری جان دو چار　　ساتھ پیکاں کے نکل جاتے ہیں ارمان دو چار

جب نکلتے ہیں مکاں سے وہ بدل کر کپڑے　　چاک ہو جاتے ہیں رستے میں گریبان دو چار

مجلسِ گورِ غریباں نہیں رہتی خالی　　روز آ رہتے ہیں اس میں نئے مہمان دو چار

ہوں وہ بسمل مرے زخموں کو مزہ درد کا ہے　　نہ بھرے جی جو نہ خالی ہوں نمکدان دو چار

امتحان مردمِ دنیا کا کیا ہم نے اسیر　　دیو خصلت ہیں ہزاروں ہیں تو انسان دو چار

نہ کور باطن ہو اے برہمن ذرا تو چشمِ تمیز وا کر　　خدا کا بندہ، بتوں کو سجدہ، خدا خدا کر خدا خدا کر

جو اٹھ کے پہلو سے انجمن میں وہ خنجر ہیں کھینچ جا کر　　تڑپ کے دردِ جگر کی دل کو پکڑ لیا ہے اٹھا اٹھا کر

خدا کو دل ہی مین ڈھونڈھو اِدھر اُدھر نہ پھرو — نہین کتاب کا مطلب کتاب سے باہر

بادۂ سرخ سے ہون ساغر و مینا بھر کر — ہو سیرِ گل مین گردن کیا مین خمیا بھر کر
دل ہے بحرِ محبت مین ہجومِ غم و یاس — خوف ہے بیٹھ نہ جائے یہ سفینا بھر کر
حال کیا پوچھتے ہو میرے دلِ پرخون کا — دیکھ لو بادۂ گلرنگ سے مینا بھر کر
نشۂ دولتِ دنیا ہے خسارِ عقبےٰ — مست منعم ہین عبث زر سے خزینا بھر کر

خرابِ عشق لاکھون تاک مین ہین چشمِ ساقی کی — زمانے کے شرابی آ گرے ہین ایک ساغر پر
گڑے مُردے اُکھڑ جائینگے پھر روبکاری کو — زمانے بھر کے جھگڑے اُٹھ رہے ہین روزِ محشر پر
سیہ کاری سے جی بھرتا نہین پر شرم آتی ہے — کہانتک بوجھ رکھیے کاتبِ اعمال کے سر پر

اجل نے سارے جھگڑے سے چھڑایا — فراغت مل گئی تربت مین گڑ کر
حیا آتی ہے کیا منزل پہ جاؤن — کہ کانٹے روکتے ہین پاؤن پڑ کر
یہ جنگِ زرگری در پردہ ہے صلح — ملا دیتے ہین دل کو آنکھ لڑ کر
جدا سر ہو تو اپنا دردِ سر جائے — کرین کیا دردِ سر صندل رگڑ کر

سنبھل سکتا نہین ہے سر وفورِ ناتوانی سے — اگر تکیے سے اُٹھتا ہے تو آ رہتا ہے زانو پر

آستین سے جو ہوا دستِ ستمگر باہر — مین یہ سمجھا کہ ہوا میان سے خنجر باہر
داغِ الفت مرے دل مین کوئی چھپ سکتا ہے — شمعِ فانوس کا نور ایک ہے اندر باہر
ہون وہ دیوانہ جو رکھتا ہون نہ زندان مین قدم — غل یہ زنجیر مچاتی ہے کہ باہر باہر

سرکشی اہلِ تواضع سے کوئی چلتی ہے — پست دروازہ سے خود آتا ہے انسان جھک کر
مرتبہ پیشِ خدا ہوتا ہے اتنا ہی بلند — جس قدر چلتا ہے انسان سے انسان جھک کر

جل گیا اُگتے ہی دانا جو مری قسمت کا — آسیا رہ گئی انگشت بدندان ہو کر

جلتا ہے دل فراق مین کیونکر خوش آئے ابر — بھڑکائے آگ کے ہین مجھے لکّہ ہائے ابر
ہم بیکسون کا کون عزادار ہے اسیر — ہان نیلگون ہے دودِ شبی ہوا پر ردائے ابر

تھا وہ دیوانہ کہ زندان کی محبت نہ گئی | رہ گیا چار قدم سوے بیابان چل کر

ملا نام خدا وہ مرتبہ تجھکو حسین ہوکر | فلک کرتا ہی مجرا تیری چوکھٹ کو زمین ہوکر
بچے گی آبرو دنیا مین تو عزلت نشین ہوکر | صدف مین بیٹھ رہنا چاہیے دُرِّ ثمین ہوکر

نوجوانی ہی نہ پوچھو رخ جانان کی بہار | کچھ عجب موسم گل مین ہی گلستان کی بہار
باغبان سے کہو پھولے نہ بہت پھولون پر | چار دن ہی یہ گل و لالہ و ریحان کی بہار

عجب لذت بھری تلوار سے قاتل نے مارا ہی | مرا خون اسکے سر پر اسکا احسان میری گردن پر
گلا کٹوا مزے لے لے کے پھر اہی دل کہان ہی دن | کبھی گردن ہی خنجر پر کبھی خنجر ہی گردن پر

مین اس ادا کا ہون تیری کشتہ مین اس غمزہ کا تیری بسمل | لگائی تلوار جب چمک کر تو کہا گئی بل کمر لچک کر
جو تیرے احسان ہین ضعف پیری مین شکر اسکا ادا کرون کیا | وہ کہین دیتی ہی ٹیڑھی ہڈی کمر بدن کی چٹک چٹک کر
مین وہ ہون نازک مزاج بلبل نہین مجھے تاب نکہت گل | دماغ کرتی ہین کیون پریشان چمن مین کلیان چٹک چٹک کر

بوسے کوئی مانگے تو نہین کہتے ہین ہنسکر | انکار مین بھی صاف ہین اقرار کے انداز

یون دل مرا ہی اس صنم دلربا کے پاس | جس طرح آشنا کسی ناآشنا کے پاس
بولا وہ بت سرہانے مرے آکے وقت نزع | فریاد کو ہماری چلے ہو خدا کے پاس؟
توفیق اتنی دے مجھے افلاس مین خدا | حاجت نہ لیکے جاؤن کبھی اغنیا کے پاس
رہتے ہین ہاتھ باندھے ہوے گلرخان دہر | یارب ہی کس بلا کا فسون اس حنا کے پاس
پیچھے پڑا ہوا ہی گیسو کے دل اسیر | جاتا ہی دوڑ دوڑ کے یہ خود قضا کے پاس

ذبح ہوکر بھی ہین ہم تشنۂ دیدار کی | اسقدر پانی کہان قاتل ترے خنجر کے پاس؟
یون عیان ہین ضعف سے پہلو مین میرا ستخوان | جیسے صفحے پر خط مسطر خط مسطر کے پاس

کرتے ہو کیا لباس سے آرایش بدن | اک روز فرش خاک ہی مسند کفن لباس

ہون وہ گدا کہ ہی تجمع گھر مین مرے خلق خدا | گویا کہ نقش بوریا ہی نقش حب عامل کے پاس
جب تک کہ ہی سر دوش پر جائیگا کیونکر در پہ سر | صحبت کہان جلے ہی اسکے گھر جلیگی قاتل کے پاس

آنکھیں تری سفاک ہیں، خونریز ہیں، چالاک ہیں
دو ساحر بیباک ہیں بیٹھے ہیں دونوں دل کے پاس

کٹ بھی چکے کہیں کہ ہے یاں سر وبالِ دوش
قاتل کو بھی ہے تیغ دو پیکر وبالِ دوش

اے تیغ یار جلد سبکدوش کر کہیں
ناطاقتی سے ہے مجھے اب سر وبالِ دوش

پی جاؤں ایک سانس میں دو خم مجھکو میفروش
کب تک سبو سے بادۂ احمر وبالِ دوش

فلک نے جب کوئی چکر پڑا دیا ہمکو
نظر میں پھر گئی تیری نگاہ کی گردش

تمھاری سیدھی نظر نے تو یہ دیئے چکر
خدا دکھائے نہ ترچھی نگاہ کی گردش

یہ ایک حسن لاکھ شرافت سے بڑھ کے ہے
نادان ہے جسے کہ دل ہو کرے ذات کی تلاش

پیری میں چاہیے نہ جوانی کی آرزو
بے عقل ہے جو دن کو کرے رات کی تلاش

سیدھی نگاہ میں ہیں تری تیر کے خواص
ترچھی ذرا ہوئی تو ہیں شمشیر کے خواص

ہوتا ہے مجکو روز جو عارض نیا مرض
الفت کیا ہے میرے مرض کی دوا مرض

اسکو غم وصال ہے اسکو ہے فراق
دل کو جدا مرض ہے جگر کو جدا مرض

جھنجھلا کے بولے آتے جو لپٹا میں بار بار
پیدا ہوا ہے آج یہ تمکو نیا مرض

ہر وقت اوڑھنا ہے بچھونا ہے شاعری
سچ ہے اسیر تمکو ہوا ہے برا مرض

مکان سے ہے نہ کچھ ہم کو لامکان سے غرض
جہاں حضور ہیں ہم کو ہے وہاں سے غرض

حرم سے کام نہ مطلب ہے دیر سے ہم کو
سر نیاز کو ہے تیرے آستاں سے غرض

کسے ہے فکر مضامین تازہ کی فرصت
اسیر ہے مجھے شیریں زباں سے غرض

کرتا ہوں میں قصور وہ رہ جاتے ادھر سے خفا
کیسا نصیب کا، نہیں آتا ادھر سے خط

چڑھتے نہ ماہتابی پہ الٹے ہوئے نقاب
لکھوائے غلامی کا پہلے قمر سے خط

میں تمام دن جگر کو بہت ہے قرار
قاصد ٹھہرا نہ کھول ابھی تو کر سے خط

تڑپنے دیا نہ دل کی تڑپ نے مجھے اسیر
ایسے ہجوم شوق میں آیا ادھر سے خط

بھیجا جو کبھی ہم نے دیکھا بھی نہ ہمارا خط
پتنگ کی طرح اسنے نظروں سے اتارا خط

اب ملے گی سخن کی داد امیرؔ / آج محفل میں ہیں سخندان جمع

۴۵

جب گنہگاروں پہ تیرے رحم فرماتی ہے تیغ / ابرِ رحمت بنکے مقتل میں برس جاتی ہے تیغ

واہ رے شوقِ شہادت ایک پر گرتا ہے ایک / عمر گزری ہے کہ دم لینے نہیں پاتی ہے تیغ

چین پیشانی پہ، ابرو پر شکن اچھی نہیں / دیکھیے بیکار ہو جائے گی بل کھاتی ہے تیغ

روحیں قالب سے نکل آتی ہیں ہائے شوق کے / میان سے اُس کے نکلنے بھی نہیں پاتی ہے تیغ

یہ لگاوٹ یہ کھنچاوٹ یہ چلیں یہ بانکپن / قہر کی چالیں تجھے اے ترک سکھلاتی ہے تیغ

سخت جانی نے خجل کس کس کو مقتل میں کیا / اس سے شرماتا ہوں میں اور مجھ سے شرماتی ہے تیغ

بسملوں کا جذبۂ شوقِ شہادت دیکھنا / میان سے بیتاب ہو کر خود نکل آتی ہے تیغ

ہے یہ بازارِ جزا لے تیغ زن اپنی خبر / دیکھ وہ تیری قضا کھینچے ہوئے آتی ہے تیغ

سخت عاجز ہے ہماری سخت جانی دیکھ کر / پیستی ہے دانت، سر پھر سے ٹکراتی ہے تیغ

ہے پری آنے میں بجلی سے سوا جانے میں تیز / ناز سے آتی ہے اور انداز سے جاتی ہے تیغ

خضرِ رہ بھی ہے فقط رہزن نہ اسکو جانیے / جان لیتی ہے تو منزل پر بھی پہنچاتی ہے تیغ

اور میری تشنہ کامی پر کسے آتا ہے رحم / حلق میں دو بوند پانی آ کے ٹپکاتی ہے تیغ

رعب ایسا آ گیا ہے سخت جانی کا امیرؔ / موت میری دور ہی سے مجھکو دکھلاتی ہے تیغ

نہ آئے شب کو میسر اگر نہ آئے چراغ / کہ داغ سینے کے روشن ہیں یاں بجائے چراغ

نقاب ڈال کے آئے ہیں وہ تو کیا پروا / چھپے ہے پردۂ فانوس میں ضیائے چراغ

لنڈھے شراب کے ساغر جو محتسب آیا / ہوا غضب کی چلی ایک دم بجھائے چراغ

عبث ہے سامنے جاہل کے شعر کا پڑھنا / وہ بے تمیز ہے اندھے کو جو دکھائے چراغ

خدا ہے دل جو بچے حادثوں کے جھونکوں سے / کہاں تلک تہِ دامن کوئی چھپائے چراغ

رہے نہ داغ جوانی امیرؔ پیری میں / جلائے شب کو سحر ہوگئی بجھائے چراغ

نورِ عرفان کے لیے آنکھوں میں آنسو ہیں ضرور / نور جب پاتا ہے جب روغن سے مملو ہو چراغ

شمع کافوری مبارک منعموں کی بزم کو ہیں ہمارے خانۂ تاریک میں جگنو چراغ
سینہ ہے پُر داغ، اشکوں میں ہیں لخت دل امیر باغ میں گویا کہ روشن ہیں کنار جو چراغ

زلفیں آئی ہیں لٹک کر روے جانان کی طرف پاؤں پھیلائے ہیں اس کافر نے قرآن کی طرف
گھر سے اُٹھتے تھے کہ جائیں گے گلستان کیطرف وحشت دل لے چلی ہمکو بیابان کی طرف
دل کے اک اک گوشے ہم دیر تک رویا کیے ۴۶ لے گئی عبرت جو کل گور غریبان کی طرف
کچھ تو تمکو چاہیے اپنے اسیروں کا خیال، روز آ نکلا کرو دم بھر کو زندان کی طرف
آپ سے جاتا نہیں ہر بار میں مجبور ہوں دل کھچا جاتا ہے میرا کوے جانان کی طرف
چاہتا ہوں وصل اُس سے جو دو عالم میں نہیں تجکو دیکھو اور میرے دل کے ارمان کی طرف
اب کہیں یاران رفتہ کا نشان ملتا نہیں شوق دل لے چل مجھے گور غریبان کیطرف
جا کے اب یاروں کی تنہائی میں دیکھوں گا امیر لے چلی ہے بیکسی گور غریبان کی طرف

شوخیاں کرتی ہیں ہم ہیں اُسکی چتون کیطرف چٹکیاں لیتی ہیں ہم ہیں چشم پرفن کی طرف
سیر دیکھو دل بھی ہے اُس شوخ پرفن کی طرف دوست ہو کر بولتا ہے میرے دشمن کی طرف
تیر مژگان، تیغ ابرو، دونوں جاتی ہیں مرے ایک سینہ کی طرف ہے ایک گردن کی طرف
لاابالی جب نکل جاتے ہیں پھر رکتے نہیں ۴۷ بوے گل کب پھر کے آتی ہے گلشن کی طرف
لاکھ اُٹھائے وحشت دل کوے جانان سے امیر میں نہ صحرا کی طرف جاؤں نہ گلشن کی طرف

ہیں نہ زندوں میں نہ مُردوں میں کمر کے عاشق نہ اِدھر کے ہیں الٰہی نہ اُدھر کے عاشق
جتنے ناوک ہیں کماندار ترے ترکش میں، کچھ مرے دل کے ہیں کچھ میرے جگر کے عاشق
برہمن دیر سے کعبے سے پھر آئے حاجی، تیرے در سے نہ سرکنا تھا نہ سرکے عاشق
آنکھ دکھلاؤ انھیں مرتے ہوں جو آنکھوں پر ہم تو ہیں یار محبت کی نظر کے عاشق
بیکسی، درد، الم، داغ، تمنا، حسرت، چھوڑے جاتے ہیں یہیں مرگ پہ گھر کے عاشق
بے سبب ہجر شب ماہ نہیں ہے یہ امیر ہو گئے تم بھی کسی رشک قمر کے عاشق

ہم تھے اور چہرۂ محبوب کا نظارہ امیر — شعلۂ حسن تھا جس روز نہ پروانۂ عشق

بیخودی تا بکجا؟ آپ میں آؤ بھی امیر — دیر سے بیٹھے ہیں احباب تمہارے مشتاق

آئی جو کھُل کے زلف رسا سر سے پاؤں تک — لپٹنے لگی بلائیں ادا سر سے پاؤں تک

لاغر ہوں اسقدر مجھے پہچانتی نہیں — رہ رہ کے دیکھتی ہے قضا سر سے پاؤں تک

گنڈا نظر گذر کا پہنائے گی آپ کو — قد ناپتی ہے زلف رسا سر سے پاؤں تک

پہنچا ہے کربلا میں جو بخت رسا امیر — ملیے بدن میں خاک شفا سر سے پاؤں تک

کتنے بدبخت تھے جو چھوڑ گئے رسم ستم — مر چکے پھر بھی لکھے جاتے ہیں عصیاں اب تک

میں ہوں وہ ناتوان جب آہ کھینچی — تو ٹھہری سو جگہ دل سے زباں تک

کڑی ہے اسقدر منزل عدم کی — کہ مر مر کر پہنچتے ہیں وہاں تک

ہزاروں حسرتوں کا ہو گیا خون — کہاں تک پاس رسوائی کہاں تک

مرے ہر عضو کو راحت ہے خونخوار سے لاگ — دل کو ہے تیر سے گردن کو ہے تلوار سے لاگ

ہم نہ ہیں دوست کسی کے نہ کسی کے دشمن — یار سے ہم کو لگاوٹ ہے نہ اغیار سے لاگ

تارے گن گن کے شب ہجر بسر کرتا ہوں — کیا کروں خواب کو ہے دیدۂ بیدار سے لاگ

بے طرح حال تمہارا جو میں پاتا ہوں امیر — ہو گئی کیا کسی معشوق طرحدار سے لاگ

واہ کیا خوب پر و بال نکالے بلبل — اُڑتے ہی پڑ گئی صیاد کے پالے بلبل

تو گرفتار ہے صیاد کا سمجھے تو مزاج — تھوڑی تھوڑی ابھی آواز نکالے بلبل

خوش بیانی ہے تری سارے چمن میں مشہور — کچھ تو صیاد کو باتوں میں لگا لے بلبل

دھیان صیاد کا گلچیں کا خطر خوف خزاں — ہو بلا ایک تو سر سے کوئی ٹالے بلبل

پھول گلشن میں نہ اُٹھے تھے کہ صیاد آیا — دل کے ارمان کوئی خاک نکالے بلبل

انھیں درکار ہے اک چلبلا دل — یہ سنتا تھا کہ بجلی بن گیا دل

اُسے دیکھا تصدق کر دیا دل — کسی کو کیا مری آنکھوں پھرا دل

جگہ دے غیر کو کبھی ساتھ تیرے　　کب اس پہلو پہ آتا ہے مرا دل

وہ بولے واہ بوسہ دیں تو دل لیں　　نئے دل دینے والے تم بھی بیدل

پٹک کر دل مرا جھنجھلا کے بولے　　بڑا اوچھا ہے تو لے جا اٹھا دل

تمھیں افسردہ پایا بجھ گیا جی　　تمھیں دیکھا شگفتہ کھل گیا دل

اسیر اس ناز سے ظالم نے دیکھا　　نگاہیں لڑ کے اٹھیں وہ لے لیا دل

۴۸

دل ربا تیری نظر میں ہے اگر بیکار دل　　لا مجھی کو پھیر دے پھر دے ہی اے یار دل

جب یار ہوا جفا کے قابل　　تب ہم نہ رہے وفا کے قابل

ہے خوف سے ساکن میں رعشہ　　اب ہاتھ کہاں دعا کے قابل

کلفت سے اسیر صاف کر دل　　یہ آئینہ ہے جلا کے قابل

ہوا کہ زندہ رہا نامہ بر نہیں معلوم　　کچھ آج تک ہمیں اسکی خبر نہیں معلوم

مکان دل میں ہے کس کا گزر نہیں معلوم　　یہ بیخودی ہے کہ گھر کی خبر نہیں معلوم

میں جسکو دیتا ہوں اس فتنہ گر کے نام کا خط　　وہ ٹالتا ہے کہ مجھکو تو گھر نہیں معلوم

تری گلی ہے کہ میدان حشر ہے قاتل　　یہاں کسی کو کسی کی خبر نہیں معلوم

بھٹکتے پھرتے ہیں ہم مثل گرد راہ اسیر　　ہوا ہے قافلہ راہی کدھر نہیں معلوم

تیرے جور و ستم اٹھائیں ہم　　یہ کلیجہ کہاں سے لائیں ہم

اے لب یار کیا ترے ہوتے　　لب ساغر کو منہ لگائیں ہم

زندگی میں ہے موت کا کھٹکا　　قصر کیا مقبرہ بنائیں ہم

خط دے کے تجھے کوچۂ جلاد میں بھیجا　　کچھ خیر ہے قاصد ترے دشمن تو نہیں ہم

ہوئے بیرنگ گل وصل یار میں ہم　　اچھے پھولے پھلے بہار میں ہم

ہجوم آرزو نے مار ڈالا　　کہاں پائیں دل بے آرزو ہم

کیا دیر ہے اسیر کے عفو گناہ میں ؟　۴۹　اللہ کیا کمی ہے تری بارگاہ میں

آئے ہوئے ہیں کھینچ کے تم قتل گاہ میں ، ۵۰ تولو تو پہلے موے کمر کو نگاہ میں

پیری میں قدِ نگون جو ہوا دانت بھی چلے بھاگ کر پڑی شکستِ علم سے سپاہ میں

کشتی ضرور ساتھ رہے تیرے اے فقیر ڈوبے نہ قلزمِ کرمِ بادشاہ میں

بے قصد لب سے بھی کبھی ہوتا ہے کار نیک شب کو چراغِ غول جلاتے ہیں راہ میں

دعویٰ بہت تھا سنگدلی کا حضور کو کیوں دل پکڑ کے بیٹھ گئے ایک آہ میں

ہر نقش دل پہ صورتِ توحید ہے امیر ہوں محوِ ذکرِ اشہدُ اَن لا اِلٰہ میں

گلے میں ہاتھ تھے شب اُس پری کے باہیں تھیں سحر ہوئی تو وہ آنکھیں نہ وہ نگاہیں تھیں

کیا یہ شوق نے اندھا مجھے نہ سوجھا کچھ وگرنہ ربط کی اُس سے ہزار راہیں تھیں

حسین زر کے ہیں طالب کہ اب ہیں گرد امیر غریب ہم تھے تو یہ پیار تھا نہ راہیں تھیں

واکردہ چشمِ دل صفتِ نقشِ پا ہوں میں ہر رہ گزر میں راہ تری دیکھتا ہوں میں

مطلب جو اپنے اپنے کہے عاشقوں نے سب وہ بت بگڑ کے بول اٹھا کیا خدا ہوں میں

اے انقلابِ دہر ستاتا ہے کیوں مجھے ۵۱ نقشے ہزاروں مٹ گئے ہیں تب بنا ہوں میں

محنت یہ کی کہ فکر کا ناخن بھی گھس گیا عقدہ یہ آج تک نہ کھلا مجھ پہ کیا ہوں میں

سرزد ہوئے جو آپ تو میرا قصور کیا؟ جو کچھ کیا وہ دل نے کیا بیٹھا ہوں میں

مقتل ہے میری جان کو وہ جلوہ گاہِ ناز دل سے ادا یہ کہتی ہے تیری قضا ہوں میں

مانندِ سبزہ اُس چمنِ دہر میں امیر بیگانہ وار ایک کنارے پڑا ہوں میں

جب خود چھپاتے ہیں عارض نقاب میں کہتا ہے حسن میں نہ رہوں گا حجاب میں

بے قصد لکھ دیا ہے گلہ اضطراب میں دیکھوں کہ کیا وہ لکھتے ہیں خط کے جواب میں

دو کی جگہ دیئے مجھے بوسے بہک کے چار تھے نیند میں پڑا انھیں دھوکا حساب میں

سمجھا ہے تو جو غیبتِ پیرِ مغان حلال واعظ بتا یہ مسئلہ ہے کس کی کتاب میں

دامن میں آ لگے خون کی چھینٹیں پڑیں امیر بسمل سے پاس ہو نہ سکا اضطراب میں

رغبت جو اپنے قاتل کو دیکھتے ہین، دل ہم کو دیکھتا ہے، ہم دل کو دیکھتے ہین
واماندہ دور سے یون منزل کو دیکھتے ہین کشتی شکستہ جیسے ساحل کو دیکھتے ہین
آنکھون کو بند کرلین، خالق سے لو لگائین کیون غرق ہونے والے ساحل کو دیکھتے ہین
کیون منھ بنا رہے ہو؟ بوسے کے مانگنے پر خوش ہوتے ہین سخی جب سائل کو دیکھتے ہین
دنیا، امیر ساری ہے محفل مشائخ دیتا ہے جان اُسپر جس دل کو دیکھتے ہین

عروسِ مرگ پہ جو دل نثار کرتے ہین لپٹ کے خنجرِ قاتل کو پیار کرتے ہین
ہزار شکر گئین بدگمانیان اُنکی، وہ میری بات کا اب اعتبار کرتے ہین
دل و جگر کو نکالو بھی میرے سینے سے تڑپ تڑپ کے مجھے بیقرار کرتے ہین
خدا نے اُن حسینون کو دی ہے اور ہی کیا بس اتنی بات پہ یہ افتخار کرتے ہین
چلو امیر چلو تا کجا اقامتِ دہر مسافرانِ عدم انتظار کرتے ہین

پھنکتے ہین اعضا یہ گرمی ہے تنِ محرور مین جائے ہیزم استخوان جلتے ہین اس تنور مین
سچ ہے اہلِ درد سے ہوتا نہین رونے کا ضبط اشک رہتے ہین لبالب دیدۂ ناسور مین
سب کو لنگر خانۂ خالق سے حصہ مل چکا کیا مری قسمت کی روٹی جل گئی تنور مین
سینۂ پُر درد مین کیا روح کو آرام ہو کون سویا چین سے ہمسایۂ رنجور مین
کیسے موسیٰ، لن ترانی کی صدا کیسی امیر حسن کے نیرنگ تھے خلوت سرائے طور مین

سہواً کسی سے اپنی کہانی اگر کہون طاقت جواب دے کہ نہ بارِ دگر کہون
طولِ شبِ فراق کا قصہ نہ پوچھیے، محشر تلک کہون مین اگر مختصر کہون
قاصد یہ کوے یار سے کہتا ہوا پھرا، اپنی خبر نہین مجھے کسکی خبر کہون
سنتے ہین آپ سارے زمانے کا دردِ دل کہیے تو مین بھی قصۂ سوزِ جگر کہون
حاصل صفائے قلب ہے آئینے کی طرح کیون منھ پہ صاف صاف نہ عیب و ہنر کہون
وقفہ بہت قلیل ہے حسنِ شباب کا بڑھ کر کہون تو جلوۂ برقِ شرر کہون

ہرگز نہ فرق آئے مری بات میں امیر
اک بار جو کہا ہے وہی عمر بھر کہوں

وطن کی یاد ہے لیل و نہار غربت میں
یہی ہے ایک بڑی غمگسار غربت میں

شگفتگی کے ہوں سامان ہزار غربت میں
پر ایک سی ہے خزان و بہار غربت میں

گلِ وطن کی جو بو لے چلی اڑا کے مجھے
لپٹ گئے مرے دامن سے خار غربت میں

امید و بیم و غمِ بیکسی و دردِ فراق
یہی رفیق ہیں دو تین چار غربت میں

بچھا کے میں نے مصلا پڑھا دوگانۂ شکر
اگر ملا شجرِ سایہ دار غربت میں

قرار گھر میں، بیابان میں اضطراب ہے کیوں؟
وہی وطن ہے وہی کردگار غربت میں

امیر جاتی جوانی یہ مجھ سے کہتی ہے
خزان نہ سمجھو مجھے آخری بہار ہوں میں

کیا مست نگاہیں مجھے دکھلا گئیں آنکھیں
دو جام مجھے لبریز کے چھلکا گئیں آنکھیں

اوروں سے تو بیباک سرِ بزم لڑا کیں
عاشق سے ہوئیں چار تو شرما گئیں آنکھیں

اس ناز سے دیکھا کہ بہم کٹ گئے عاشق
ایک ایک کو ایک ایک سے لڑوا گئیں آنکھیں

تا چند، امیر اس چمنستان کا نظارہ
دل سیر سے اکتا گیا، پتھرا گئیں آنکھیں

یہ چہچے یہ صحبت یہ عالم کہاں؟
خدا جانے، کل تم کہاں، ہم کہاں؟

الٰہی ہے دل جائے آرامِ غم
نہ ہوگا جو یہ جائے گا غم کہاں؟

کہوں اُسکے گیسو کو سنبل میں کیا
کہ سنبل میں یہ پیچ یہ خم کہاں؟

زمانہ ہوا غرقِ طوفان امیر
ابھی روئی یہ چشمِ پُرنم کہاں؟

ظاہر میں ہم فریفتہ حسنِ بتان کے ہیں
پر کیا کہیں نگاہ میں جلوے کہاں کے ہیں؟

یارانِ رفتہ سے کبھی جا ہی ملیں گے ہم
آخر تو پیچھے پیچھے اسی کاروان کے ہیں

ٹھکرا کے میرے سر کو وہ کہتے ہیں ناز سے
لو لیجے مفت سجدے مرے آستان کے ہیں

شکوہ شبِ وصال میں تا چند؟ چپ بھی ہو
اے دل! نکالے تو نے یہ جھگڑے کہاں کے ہیں؟

دنیا میں بھی سفر، ہمیں عقبیٰ میں بھی سفر
ہم لوگ رہنے والے الٰہی، کہاں کے ہیں؟

خنجر کو چوس چوس کے کہتے ہیں میرے زخم ۵۲ ظالم مزے بھرے ہوئے تجھ میں کہاں کے ہیں؟
وہ اور وعدہ وصل کا، قاصد! نہیں نہیں ۵۳ سچ سچ بتا! یہ لفظ انھیں کی زبان کے ہیں؟
بلبل کو شوقِ گل تھا، نہ قمری کو عشقِ سرو ۵۴ سارے یہ گل کھلائے ہوئے باغبان کے ہیں
اُن ابروؤں سے حضرتِ دل روز سامنا کہیے تو ایسے آپ بہادر کہاں کے ہیں؟
اُس طفلِ تندخو سے جو ملتا ہوں میں امیر کہتے ہیں لوگ ڈھنگ بُرے اِس جوان کے ہیں

نہاں رہتا ہے آئینہ سے وہ بیگانہ خو برسوں حیا دیکھو نہیں آتا ہے اپنے روبرو برسوں
تڑپ کر دل نے میرے مدتوں رسوا کیا مجھکو بہا کر اشک آنکھوں نے ڈبوئی آبرو برسوں
مزہ یہ ذبح میں پایا کہ کرتا ہے دعا بسمل رہے یوں ہی الٰہی ربطِ شمشیر و گلو برسوں
کوئی میرے برابر کیا کرے گا ضبطِ الفت کو نہیں آتا زباں تک دل سے حرفِ آرزو برسوں
کبھی ہمکو بھی تھا اے درد دعویٰ ضبطِ الفت کا پلٹ جاتے تھے نالے دل سے آ آ کر گلو برسوں
مسیحا دل نہ اُسکا بھی کبھی تیری طرح قاتل کیا خنجر سے ہم نے شکوۂ دردِ گلو برسوں
کہاں ہونگی؟ امیر ایسی ادائیں حور و غلماں میں رہے گا خلد میں بھی ہمکو لکھنؤ برسوں

بے حجابانہ مرے گھر جو وہ آجاتے ہیں ایک تصویر درِ دل پہ لگا جاتے ہیں
دم کے دم کو مرے پہلو میں جو آ جاتے ہیں دل لگانے کی جگہ تیر لگا جاتے ہیں
پتلیاں تک بھی تو پھر جاتی ہیں دیکھو دمِ نزع وقت پڑتا ہے تو سب آنکھ چرا جاتے ہیں
حسن کی شان کو ہے بوقلمونی لازم کیا کہوں کیسے وہ نیرنگ دکھا جاتے ہیں؟
ملک الموت کبھی بن کے سُلا دیتے ہیں فتنۂ حشر کبھی بن کے جگا جاتے ہیں
کیا بلا ہو کے وہ گیسو مجھے لپٹے ہیں امیر آنکھ ہو بند تو دل پر مرے چھا جاتے ہیں

میں الفت کے، وہ حسن کے جوش میں نہ میں ہوش میں ہوں، نہ وہ ہوش میں
نہ اُٹھو ابھی بزم سے میکشو، ہمیں بھی تو آ لینے دو ہوش میں
قدم پر جو گرنے لگا غش میں میں کہا ہٹ کے آؤ ذرا ہوش میں

پلا وصل مین مے نہ اُن کو امیر — مزہ کیا؟ رہے جب نہ وہ ہوش مین

شیشے کے دل سے راز کسی پر عیان نہین — شیشے کو دیکھ لو کہ دہن ہے زبان نہین

سوجو دخشت خم ہے اگر نردبان نہین، — آئی تو مے فروش کی اونچی دکان نہین؟

مردہ جو مجھ غریب کا بے گور رہ گیا — ۵۵ دو گز بھی کیا زمین نہ آسمان نہین؟

کیا کیا کرین گے قتل سنورنے تو دو انھین — پنہان ہے تیغ زنگ مین جوہر عیان نہین

مرقد مین بھی نصیب کی گردش ہی رہی — سمجھے تھے ہم زمین کے تلے آسمان نہین

زندان چمن ہے وحشی نازک مزاج ہون — پھولون کی ہتھکڑیان ہین مری بیڑیان نہین

پیری مین اور بھی مجھے زینت ہوئی نصیب — اُتو قبا سے تن پہ ہے، یہ جھریان نہین

ایذا کا خوف صاحبِ تمکین کو کیا؟ امیر — نشتر سے آشنا رگِ سنگِ گران نہین

مرتبہ تیغ ادا کا وہی بسمل سمجھین، — زیست کو مرگ مسیحا کو جو قاتل سمجھین

قاتلون سے کہو سر کاٹ کے مغرور نہ ہون — اپنے سر کو بھی نہ خنجر قاتل سمجھین

یون تو ہر غنچۂ گل شکل صنوبر ہے امیر — جس مین کچھ درد کی بو آئے اُسے دل سمجھین

دامن رحمت اگر آیا ہمارے ہاتھ مین — پھول ہو جائین گے دوزخ کے شرارے ہاتھ مین

پوچھتے ہو کس سے؟ جو چاہو کرو، مختار ہو — دل تمھارے ہاتھ مین ہے یا ہمارے ہاتھ مین

لطف اُٹھے سیرِ ساحل کا شبِ مہتاب مین — ہاتھ اُسکا ہو جو دریا کے کنارے ہاتھ مین

ہم وہ مجرم ہین کہ دوزخ ہمکو خس خانہ ہوا — حورین دوڑین لیکے جنت سے ہزارے ہاتھ مین

ہم بہت لاغر ہین بہنا و نہ ہمکو ہتھکڑی — ڈال دو چھلا کوئی اپنا ہمارے ہاتھ مین

حلقۂ گیسوے جانان وہ بلا ہے اے امیر — چھپ رہی ہین مچھلیان دہشت کے مارے ہاتھ مین

ہم جو مستِ شراب ہوتے ہین، — ذرے سے آفتاب ہوتے ہین

کیا کہین کیسے روز و شب ہم سے — عمل ناصواب ہوتے ہین؟

وہی رہ جاتے ہین زبانون پہ — شعر جو انتخاب ہوتے ہین

آنسوؤں سے امیر ہیں رسوا
ایسے لڑکے عذاب ہوتے ہیں

وصل بُت ہوتا نہیں ہے، یا خدا ملتا نہیں؟
ڈھونڈھنے پر آدمی آئے تو کیا ملتا نہیں؟

ذبح کرتا ہے تو میرے دست و بازو کھول دے
رحم کر قاتل کہ بے تڑپے مزا ملتا نہیں

حشر میں گھیرے ہیں اس کثرت سے بسمل کو ترے
روح نکلے تن سے اتنا راستہ ملتا نہیں

اک مجھی سے رہگیا سارے زمانے کا حجاب
کون ہے؟ جس سے وہ عالم آشنا ملتا نہیں

اتنی تیزی کر نہ قاتل ذبح کرنے میں مرے
دم تو لینے دے تڑپنے کا مزا ملتا نہیں

جس لحد میں دیکھیے سشتر ہیں نامرفای امیر
خاک کے نیچے بھی کنجِ انزوا ملتا نہیں

مے میں کیا کہ کچھ فضا ہی نہیں
ساقیا، باغ میں گھٹا ہی نہیں

خضر کیا جانیں مرگ کی لذت؟
اِس مزے سے وہ آشنا ہی نہیں

کس طرح جائیں؟ اُنکی محفل میں
جنکے دل میں ہماری جا ہی نہیں

مرنے والوں سے کہتے ہیں وہ امیر
کیا تمھاری کبھی قضا ہی نہیں؟

مرے مرقد کو ٹھکرانے قیامت بنکے آتے ہیں
پڑا ہوں میں یہاں آکر تو یوں مجکو ستاتے ہیں

ہماری بیخودی تمہید ہے تیری نمائش کی
مٹا کر نقش اپنا ہم ترا نقشہ جماتے ہیں

محبت کا بُرا ہو، دل کو روکوں، یا جگر تھاموں؟
مرے قابو سے بیدردوں کے دونوں نکلے جاتے ہیں

شعاعِ مہر کس کس شوق سے آکر لپٹتی ہے
کبھی کوٹھے پہ چڑھ کر وہ جو بال اپنے سکھاتے ہیں

وہ اُٹھی ہے گھٹا وہ برق چمکی وہ بہار آئی
اُٹھو رندو چلو، واعظ تو یوں ہی سر پھراتے ہیں

نہیں ہے پیار بھی دربردہ اُنکا چھیڑ سے خالی
رُلا دیتے ہیں اتنا وصل کی شب گدگداتے ہیں

امیر افسردہ ہوکر غنچۂ دل سوکھ جاتا ہے
وہ میلے ہم کو عیش باغ کے جب یاد آتے ہیں

گو کہ دیکھے خواب اچھے سے اچھے تعبیریں کہیں
وصل کی بنتی ہیں ان باتوں سے تدبیریں کہیں؟

نیچی نظروں سے لگے آخر مجھے وہ دیکھنے
اوپر اوپر جاتی ہیں آہوں کی تاثیریں کہیں؟

وہ بُت آئے گا تو بُت بن جائینگے وعّاظ بھی
حاکموں کے سامنے چلتی ہیں تقریریں کہیں

لاغری سے اپنی زندان مین یہ مجکو خوف ہی
پاؤن سے بیڑے اُتر جائین نہ زنجیرین کہین

اُسکے کوچے مین ٹھہرنے کو جگہ چاہی اگر
بولے دربان جاؤ کیا بٹتی ہین جاگیرین کہین

لاکھ محنت کی نہ نکلی وصل کی صورت امیر
سامنے تقدیر کے چلتی ہین تدبیرین کہین

ہم لوٹتے ہین وہ سو رہے ہین
کیا ناز و نیاز ہو رہے ہین

پہنچی ہی ہماری اب یہ حالت
جو ہنستے تھے وہ بھی رو رہے ہین

پیری مین بھی ہم ہزار افسوس
بچپن کی نیند سو رہے ہین

رو دینگے ہمین رُلانے والے
ڈوبینگے وہ جو ڈبو رہے ہین

کیون کرتے ہین غمگسار تکلیف
آنسو مرے مُنھ کو دھو رہے ہین

زانو پہ امیر سر کو رکھے
۵۶ پہرون گزرے کہ رو رہے ہین

اُسکی حسرت ہی جسے دل سے مٹا بھی نہ سکون
ڈھونڈنے اُسکو چلا ہون جسے پا بھی نہ سکون

اُنکے غصے کے مٹانے کی ہین سو تدبیرین
لاگ کی آگ نہین ہی کہ بجھا بھی نہ سکون

چٹکیان لینے سے دل مین وہ کرین تو انکار
داغ کچھ درد نہین ہین کہ دکھا بھی نہ سکون

ناز کرنے سے تجھے منع نہین کرتا مین،
پر نہ اتنے کہ اُٹھاؤن تو اُٹھا بھی نہ سکون

اے امیر اپنی غزل ہی، کوئی آیت یہ نہین
کہ گھٹا بھی نہ سکون اور بڑھا بھی نہ سکون

ہاے وہ دن کہ گزر جاتی تھی شب باتون مین
اب نہ باتون مین مزہ ہی، نہ ملاقاتون مین

چار ہی دن مین وہ بُت دیکھیے کیا چل نکلا
کیسی قینچی سی زبان چلنے لگی باتون مین

دل دیا مین نے تو بولے کوئی بم چھوٹی ہی
دل ہی دل روز چلے آتے ہین سوغاتون مین

یہ سمجھ کر کبھی ناصح کی بھی سُن لیتا ہون
اک نہ اک بات نکل آتی ہی سو باتون مین

کچھ اشارے جو کیے مین نے تو جھنجھلا کے کہا
تم رہا کرتے ہو دن رات انھین گھاتون مین

واعظ اب چھیڑ کے رندون سے ہنسا کرتے ہین
کچھ مزہ ملنے لگا ہی انھین صلواتون مین

بُت نہ بولین جو نہین بولتے ہین ہم سے امیر
اپنے اللہ سے باتین ہین مناجاتون مین

وصل کیسا تیرے نادیدہ خریداروں میں ہوں — واہ ری قسمت کہ اسیر بھی گنہگاروں میں ہوں

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتا دو قاعدہ — اے اسیرانِ قفس میں نو گرفتاروں میں ہوں

بیگناہوں میں چلا زاہد جو اسکو ڈھونڈھنے — مغفرت بولی اِدھر آ میں گنہگاروں میں ہوں

اونچے اونچے مجرموں کی ہوگی پرسش حشر میں — کون پوچھے گا مجھے میں کن گنہگاروں میں ہوں

سوزِ فرقت، دردِ دل، زخمِ جگر، ناسورِ چشم — کچھ نہ پوچھو مبتلا میں کتنے آزاروں میں ہوں

پھول میں پھولوں میں ہوں کانٹا ہوں کانٹوں میں امیر — یار میں یاروں میں ہوں، عیار عیاروں میں ہوں

ضبط کرنا دلِ حزیں نہ کہیں، ، چوٹ لگ جائے گی کہیں نہ کہیں

چین مُردوں کو قبر میں بھی نہیں، — آسمان ہو تہِ زمیں نہ کہیں

آگ ہو جائے گا وہ شوخ امیر — کھینچنا آہِ آتشیں نہ کہیں

کیا دخل جا سکے کوئی اس جلوہ گاہ میں — غمزہ چھری لیے ہوئے بیٹھا ہے راہ میں

خنجر کچھ اس ادا سے کھنچا قتلگاہ میں — لپٹا لیا گلے سے ترے اشتباہ میں

آفت کی شوخیاں ہیں تمھاری نگاہ میں — محشر کے فتنے کھیلتے ہیں جلوہ گاہ میں

بھاگا خیالِ یار یہ کہکر شبِ فراق — دشمن مرے شریک ہوں حالِ تباہ میں

تیرے جلال میں بھی مزہ ہے جمال کا — چشمِ کرم چھپی ہے غضب کی نگاہ میں

تیری نکیلی پلکوں سے اللہ کی پناہ — کیا دل میں پیر جاتی ہے چبھ کر نگاہ میں

ہم ہیں سیاہ کار تو رحمت ہے پردہ پوش — ہم چھپتے ہیں تو سایۂ ابرِ سیاہ میں

سودا و میر دونوں تھے کامل مگر امیر — ہے فرق واہ واہ میں اور آہ آہ میں

وہ بیکس ہوں نہیں ہے کوئی میرے غمگساروں میں — فقط اک دل ہے سو وہ بھی تمھارے جاں نثاروں میں

کھونا ہے جیسے ہر رنگ تو برسات کا دیکھے — تماشا اودی اودی بدلیاں ہیں سبزہ زاروں میں

نگاہِ یار کیا بدلی، جہان بدلا، ہوا بدلی — وہ دشمن جان کے ہیں، جو تھے آگے جاں نثاروں میں

جدا ہو دخترِ رز کا نام پھر صحبت میں اے ساقی — پری ہے میکشوں میں، حور ہے پرہیزگاروں میں

خدا جانے کہاں دل جا کے کس جلسہ مین ہو رہی | بظاہر ہت بنے بیٹھے ہین ہم ہر چند یارون مین
چلے ساقی ہنسے بوسے، اگر آئی ہے پیار دنیان | دلھن بنکر نہ بیٹھے دختر رز بادہ خوارون مین
بہار آئی، گھٹا چھائی، کھلے بوتل، چلے ساغر | نہ تم پرہیزگارون مین، نہ ہم پرہیزگارون مین
امیر کہنے نہ سمجھی دخت رز آنکھوں نہین پی جاتے | جوانی کا گزرنا یہ نہین پرہیزگارون مین

دل جو کہتا ہے مجھے ضبط کی طاقت ہی نہین | ضبط کہتا ہے تڑپنے کی اجازت ہی نہین
غم سے چھوٹون تو مین کچھ عیش کا سامان کرون | اتنی اس عمر کے دھندون مین فرصت ہی نہین
طالب جام محبت کرتے ہو منہ پھیر کے تم | سیکشن آنکھون مین ساقی کے مروت ہی نہین
دین کی فکر کرون ہائے مین کس وقت امیر | کبھی دنیا کے بکھیڑون سے فراغت ہی نہین

کیا عارف مجھے پیر مغان نے اک پیالے مین | کرامت یہ نہین دیکھی کسی اللہ والے مین
ہزارون خار پیاسے وادی الفت مین ہین یارب ۵۸ | پلاؤن کس کو کس کو، بوند بھر پانی ہے چھالے مین
ادھر بھی اک نگاہ لطف خم کی خیر اے ساقی | ہمین بھی ایک چلو کسی ٹوٹے پیالے مین
تڑپتے عمر گزری یار آئے یا اجل آئے | خداوندا کوئی تاثیر تو پیدا ہو نالے مین
امیر اس نازنین پر ہے گران بیلا چنبیلی تک | پہنتا ہے یہ دلکر پھول وہ جوہی کے بالے مین

زینت گوش حسینان ہون وہ گوہر مین ہون | جامہ زیبون ہی کا زیور ہون، اگر زر مین ہون
بوسہ لینے کا نہ مجرم نہ گنہگار وصال | پھر سزاوار سزا کوئے مقدر مین ہون
جلوۂ حسن یہ اس شوخ کا کہتا ہے امیر | بزم مین شمع ہون گلشن مین گل تر مین ہون

دل جدا، مال جدا، جان جدا لیتے ہین ۵۹ | اپنے سب کام بگڑ کر وہ بنا لیتے ہین
مجلس وعظ مین جب بیٹھتے ہین ہم میکش | دختر رز کو بھی پہلو مین بٹھا لیتے ہین
درد آگین جو کوئی دل نظر آتا ہے کہین | دوڑ کر ہم اسے چھاتی سے لگا لیتے ہین
دھیان مین لا کے ترا سلسلۂ زلف دراز | ہم شب ہجر کو کچھ اور بڑھا لیتے ہین؟
ایک بوسے کے عوض مانگتے ہین دل کیا خوب ۶۰ | جی مین سوچین تو وہ کیا دیتے ہین کیا لیتے ہین؟

عمل بد جو ہوئے ہم سے سیہ کاری میں
گور میں بنکے وہی مار عذاب آتے ہیں

کیون نہ ہو دیدۂ تر یار کو رحم آ ہی گیا
خوب چھینٹے تجھے اے خانہ خراب آتے ہیں

جوش وحشت مجھے ہر سال بناتا ہے جوان
جب بہار آتی ہے ایام شباب آتے ہیں

ہٹاؤ آئینہ امیدوار ہم بھی ہیں
تمہارے دیکھنے والون میں یار ہم بھی ہیں

کہان تک آئینہ میں دیکھ بھال ادھر دیکھو
کہ اک نگاہ کے امیدوار ہم بھی ہیں

عشق گیسو میں ملی دنیا کی گردش سے نجات
نیند بھر کر پاؤن سوئے خانۂ زنجیر میں

نیند تیرے وحشیون کو صبح تک آتی نہیں
رت جگا رہتا ہے شب بھر خانۂ زنجیر میں

تو میرے سوئے حرم پیری میں جا کر کیا کرون؟
تھا جو طاعت کا زمانہ کھو دیا تقصیر میں

جمع زر ممسک جو کرتا ہے ہوا ہاتا ہیں
اسکی قسمت میں نہیں ہے غیر کی تقدیر میں

گم گشتہ دل کی تابکجا جستجو کرین
ہان اور دل ملے تو تری آرزو کرین

پاتی ہے عقل جتنی ہوتی ہے عمر افزون
ہر دم نیا مزہ ہے اس بادۂ کہن میں

ہے باغ باغ بلبل جس طرح تو چمن میں
پھرتے تھے یون ہی خوش خوش ہم بھی کبھی وطن میں

آوارہ کے ہم نے ایام عمر کاٹے
دو چار دن سفر میں دو چار دن وطن میں

کوچۂ یار میں اول تو گذر مشکل ہے
جو گذرتے ہیں زمانے سے گذر جاتے ہیں

زاہدو تمکو جنان ہم کو در یار پسند
خیر جاؤ تم اودھر کو ہم ادھر جاتے ہیں

تمام تن میں ہیں چھالے اگرچہ زار ہون میں
گرہ جو چوب نظر آنسوؤن کا تار ہون میں

بجا ہے سر سے قدم تک جو داغدار ہون میں
کہ جیسے ہمہ تن چشم انتظار ہون میں

عیش کا نام ہی سنا ہے امیر
ڈھونڈھ مارا جہان بھر میں نہیں

نظر جو آئے ترے بال بال میں موتی
گمان ہوا کہ حسین جھولتے ہیں جھولون میں

دیکھی مجنون کی شبیہ آج جو تصویر میں
پڑیان سوکھی سی دو چار تھیں زنجیر میں

اللہ رے ناز دیکھ کے کہتے ہیں آئینہ
ہم ناز میں نہیں تو کوئی ناز میں نہیں

اے اہلِ بزم مجکو اُٹھاؤ نہ بزم سے ۷۱ شمعِ سحر ہون عمر بپایان رسیدہ ہون
ابتک کسی پہ میری حقیقت نہین کھلی حرفِ نگفتہ ہون سخنِ ناشنیدہ ہون
پیدا کیے کی شرم الٰہی ضرور ہے ۷۲ تو آفریدگار ہے مین آفریدہ ہون

داغ اے بہار جیسے ہمارے بدن مین ہین اس رنگ و بو کے پھول بھی تیرے چمن مین ہین
پیاسی ہین آبِ خنجرِ قاتل کی دیر سے جتنی رگین اسیر ہمارے بدن مین ہین

کہان انگورِ شیرازی کہان پیکانِ ہندی ہے جو پہنچ رہتے ہین وہ واسطے جو قسمت مین آ رہتے ہین

سخت ایسے کہان ہین جو کرون یار سے باتین کرتا ہون مین شب بھر در و دیوار سے باتین
کیا دھیان اسیر آیا کہ وہ ہٹ گئے پیچھے چپکے جھجک کے جو کرنے لگے ہم پیار سے باتین

قابلِ عفو مین آلودۂ عصیان ہو لون ۷۳ اے اجل صبر کر اتنا کہ پشیمان ہو لون

دل نہ بچے کس طرح حسینون سے لے کے سب چھین چھان لیتے ہین
میری ہر بات پر ہین سو سو عذر غیر کی خوب مان لیتے ہین
ہاے کیا دلبری کی ہین گھاتین دم دلاسے مین جان لیتے ہین

رنگ پیری مین جوانی کے ہدف شکن ہی ہین پھیر لینے پلٹنے کے نشان ہی نہین بن ہی نہین

بولے وہ آئے جو ناصح مرے سمجھانے کو کون ہو تم ہم ستاؤ مرے دیوانے کو
چھیڑ ہر بات مین اچھی یہ نہین اے ناصح چٹکیان لینے کو آیا ہے کہ سمجھانے کو
بجلیان جان پہ تو ہے کے گرانے کے لیے بدلیان گھیرے ہوئے ہین مرے میخانے کو
جا بجا گل نہین بچھتے کے بدن پر یہ اسیر کیاریان پھولون کی ہین جی مرا بہلانے کو

اے تیغِ یار دل کے گلے سے جدا نہ ہو اب روٹھنے کا وقت نہین ہے خفا نہ ہو
میری نگاہِ یاس کی اک چوٹ کیا تو لے سب درد بھر مین دیکھون کہ درد آشنا نہ ہو
حسرت سے دیکھتا ہون جو اُنکی طرف اسیر کہتے ہین دیکھو دیکھو کوئی دیکھتا نہ ہو

کیسے الفت مین پڑے جان کے لالے دل کو اس مصیبت سے اب اللہ نکالے دل کو

ہوں میں بیکس کوئی ہمدم ہے نہ غمخوار مرا | درد ہی اٹھ کے سنبھالے تو سنبھالے دل کو
ناوک ناز پر ایسا ہے بھروسا مجھکو | مفت بھی لے تو کروں اسکے حوالے دل کو
دو دم رقص جو سر بار لگائیں ٹھوکر | پھر کہاں تک کوئی سینے میں سنبھالے دل کو
کہتے ہیں شوق سے آئیں ہی محفل میں امیر | ساتھ لائیں نہ مگر لوٹنے والے دل کو

حسن کس کام کا جو آن نہ ہو | کیا وہ معشوق جسمیں شان نہ ہو
اے جنوں لے چل ایسی جا کہ جہاں | یہ زمیں اور آسمان نہ ہو
ہم رہیں یا تم رہو وصال رہے | غم نہیں ہے جو یہ جہان نہ ہو
میں جو آیا کہا یہ اس نے امیر | دیکھنا یہ وہی جوان نہ ہو

صورت غنچہ کہاں تاب تکلم مجھکو | شوخ کے سوکھتے ہوں آئے جو تبسم مجھکو
میں تو کیا عکس سے وہ آئینہ رو کہتا ہے | پیار کی آنکھ سے دیکھا نہ کرو تم مجھکو
دھوکا کھائے ہوئے آدم کو زمانہ گزرا | دیکھ کر ہنستے ہیں اب تک لب گندم مجھکو
دیکھ لوں انکو ذرا نزع میں آ بیٹھے ہیں | رحم اے بیخبری کر نہ ابھی گم مجھکو
اسنے چتون سے تبسم میں مجھے بہکا دیا | زہر کی گانٹھ ہوا دانہ گندم مجھکو
وائے قسمت کہ یہاں قتل کی حسرت ہی امیر | اور وہ سمجھے ہیں سزاوار ترحم مجھکو

پہلے تم اپنی چتون کی اپنی نظر کو دیکھو | پھر جس نے دل دیا ہے اسکے جگر کو دیکھو
ملتا نہیں ہے نالے قدرت سے ڈھونڈتے ہیں | بیٹھا ہے منہ چھپا کر کیسا اثر کو دیکھو
لپٹا جو قبر میں میں منہ سے کفن ہٹا کر | بولی یہ مجھ سے غربت لو اپنے گھر کو دیکھو
حالت مریض غم کی کچھ تم بھی جانتے ہو | ایک ایک غش کو دیکھو دو دو پہر کو دیکھو
آخر ہو وصل کی شب افسردہ کیوں نہوں ہم | رنگت اڑی ہوئی ہے شمع سحر کو دیکھو
رکھتے ہی خط کمر میں پر لگ گئے ہیں گویا | جاتا ہے کس خوشی سے وان نامہ بر کو دیکھو
کیا وصل ہو وہ کافر تم اے امیر سدھن | کتنے جدا جدا ہیں شام و سحر کو دیکھو

گلے کٹیں گے نہ یوں پینترے بدل کے چلو
چلے گی تیغ سرِ رہ، ذرا سنبھل کے چلو

سرِ مزارِ غریباں ہیں جا بجا پتھر
لگے نہ پاؤں کو ٹھوکر ذرا سنبھل کے چلو

بدل نہ جائیں کہیں راہ میں مرے تیور
چلو جو ساتھ، نہ تیوری بدل بدل کے چلو

قضا کا گرم ہے ہنگامہ کوئے قاتل میں
امیر، خیر ہے، منہ میں نہ تم اجل کے چلو

آہ میں کھینچوں، تو کھینچیں آپ بھی شمشیر کو
بانکپن کی نوک رکھئیے کاٹئیے اس تیر کو

اپنے بسمل کا ذرا شوقِ شہادت دیکھئیے
دے رہا ہے کیا گلے مل مل کے دم شمشیر کو

جانتے ہو، لوٹتا ہے خاک پر نخچیر کیوں؟
ڈھونڈھتا پھرتا ہے مقتل میں تمہارے تیر کو

ڈال دی عشاق کی آنکھوں پہ حیرت کی نقاب
واہ کس پردے میں رکھا حسن کی تصویر کو

لب پہ آئی آہ، اُدھر سے جب اُٹھی اُنکی نظر
دیکھنا کیا تیر پر روکا ہے ہم نے تیر کو

پوچھتی ہے شمع پروانوں سے تیری داستان
گل سنا کرتے ہیں بلبل سے تری تقریر کو

لوٹتا ہے خاک پر اے ترک، مدت سے امیر
ذبح بھی کر ڈال تڑپاتا ہے کیا نخچیر کو

یادِ زلف آئی دمِ نزع ستانے ہمکو
کس برے وقت میں گھیرا ہے بلا نے ہم کو

آج محفل سے تم آئے ہو اُٹھانے ہمکو
ہائے وہ دن کو جو اُٹھتے تھے بٹھانے ہم کو

سجدوں میں کبھی بھیجا کبھی بتخانوں میں
ٹھک ٹھکانے اُسنے بتائے نہ ٹھکانے ہم کو

لے چلے داغ ہزاروں چمنِ ہستی سے
زندگی لائی تھی کیا سیر دکھانے ہمکو

وہ پرِ کاہ تھے اس گلشنِ ہستی میں امیر
دوش سے پھینک دیا بادِ صبا نے ہمکو

لٹکاؤ نہ گیسوئے رسا کو
پیچھے نہ لگاؤ اس بلا کو

ظالم تجھے دل دیا خدا کی
اس لپ میں پہنچ گیا سزا کو

اے حضرتِ دل بتوں کو سجدہ
اتنا تو نہ بھولیے خدا کو

اتنا بکیے کہ کچھ کہے وہ
یوں کھولیے قفلِ مدعا کو

کہتی ہے امیر اس سے شوخی
اب منہ نہ دکھائیے حیا کو

وصال ہر ہی جو وصل امتحان کر دیکھو | امیر یون ہی سہی چند روز مر دیکھو
چھپا چھپا کے نظر باز یان ہین غیرون سے | ہمین سے آنکھ چرانا ہے زرا ادھر دیکھو
امیر جلوۂ وحدت سے آشنا ہو جو دل | وہی ظہور وہی شان ہی جدھر دیکھو

دل ہی وابستہ کسی زلف رسا سے کچھ ہو | اب تو سر مین یہی سودا ہی بلا سے کچھ ہو
نہ محبت کی وہ آنکھین نہ وہ الفت کی نگاہ | حال دل کس سے کہون تم تو خفا سے کچھ ہو
عالم فقر مین تکلیف گوارا ہی امیر | نہ ملین گے نہ ملین گے امرا سے کچھ ہو

پہلے تو مجھے کہا نکالو | پھر بولے غریب ہی بلا لو
جب دل رکھنے سے فائدہ کیا | تم جان سے مجھکو مار ڈالو
آیا ہی وہ مہ سمجھا بھی دو شمع | پروانون کو بزم سے نکالو
اورون پہ امیر تکیہ کب تک | تم بھی تو کچھ آپ کو سنبھالو

الفت مین برابر ہی وفا ہو کہ جفا ہو | ہر بات مین لذت ہی اگر دل مین مزا ہو

دیکھو کیا ڈھیٹ ہوا ہی یہ دل خانہ خراب | پوچھتا تم سے ہی رستے مین تمھارے گھر کو

جب مین اٹھتا ہون کوچے سے قاتل | روک کر کہتی ہے اجل بیٹھو

ہاے وہ لوگ جو رکھتے تھے مدام آنکھون مین | اب لحد مین بھی جو ڈھونڈھین تو نہ پائین مجھکو

سیکھو نہ کچھ واعظ سے عبث جانے بھی دو | شیشہ کی کھاے گا جو آئے تم شیشہ نے بھی دو

مین جہان بیٹھ کے روتا ہون بنسی ہوتی ہی | ہر جگہ کرتے ہین رسوا مرے آنسو مجھکو

تو ہو کچھ درد سے آگاہ مین جب پیدا کرون | دل مرا تجھکو ملے اور ترا دل مجھکو
یاد اس شوخ کی تڑپاتی ہی اسکو جو امیر | چین لینے نہین دیتا ہی مرا دل مجھکو

نزع مین جاتے تو ہو بالین سے کچھ ہم ہار کے | اک نظر تو آنکھون کا صدقہ اور پھر کر دیکھ لو

مین اٹھتا ہون تو کانٹے پاؤن پکڑ کر کہتے ہین | ابھی بیٹھو ابھی کیون ویران کرتے ہو بیابان کو
فکر کس بات کی ہی تمکو امیر | کیا سبب ہی کہ سر بزانو ہو

ذکرِ رخصت کا ابھی سے نہ کرو بیٹھو بھی
جانِ من، رات گزرنے دو سحر ہونے دو

کیونکر ہو دل شگفتہ جو عزلت نشین ہو
چھوٹے سے پھلے نہ دانہ جو زیرِ زمین نہ ہو

مانندِ بوئے گل چمنِ دہر سے نکل
اس باغِ بے ثبات مین عزلت گزین نہ ہو

ہستی جہان کی ہستیِ حق پر دلیل ہے
کیون کر جہان ہو جو جہان آفرین نہ ہو

کیون نہین بھاتی عدو کو میری نظمِ طبعزاد
دوست رکھتی ہے عقیمہ غیر کی اولاد کو

کچھ عار نہین تیری خوشامد سے پرائی یار
مجبور ہون مین اس سے کہ آتی نہین مجکو

کتنی ہے گرم دخترِ رز کی ادا تو دیکھ
واعظا، ذرا سی پی کے تو اسکا مزا تو دیکھ

ڈھکا نہ بار بار مرے پاس لا کے ہاتھ
دے ڈال جام کھینچ نہ ساقی بڑھا کے ہاتھ

دبنے کی وجہ جنگ مین کیا ہے؟ انھین کہو
کیا مجھ سے دو ہین؟ اور رقیبون کے چار ہاتھ

تڑپا مین بحرِ خون مین تو قاتل نے یہ کہا
بیڑا ہے پار، اور لگاتے ہین چار ہاتھ

تیر پر تیر لگا دیکھ کے او صید افگن
لوٹ جائے نہ قضا بھی کہین نخچیر کے ساتھ

ہون وہ دیوانہ رہا ہو کے بھی زندان سے ہا
کٹ گئے پاؤن بھی شاید مرے زنجیر کے ساتھ

دیکے بوسہ مجھے وہ وصل مین کہتے ہین امیر
سچ بتا دل مین ترے اور بھی ارمان ہے کچھ

لاکھون سامانِ دولت ایک بھی ہمراہ نہین
دونون خالی ہاتھ لیے بعدِ مرگ اسکندر گئے

پھولون مین اگر ہے بو تمھاری
کانٹون مین بھی ہوگی خو تمھاری

دو دن مین گلو! بہار کیا کی؟
رنگت نہ رہی نہ بو تمھاری

مشتاق سے دور بھاگتی ہے
اتنی ہے اجل مین خو تمھاری

آنکھون سے کہو کمی نہ کرنا
اشکون سے ہے آبرو تمھاری

تنہا نہ پھرو امیر شب کو
ہے گھات مین ہر عدو تمھاری

وہ تیغ آبگون ہو سینان پر لگی ہوئی
دل کی بجھے گی آج مری تشنگی ہوئی

افتادہ کوئی مجھ سا کہان راہِ عشق مین
قدمون سے میرے رہتی ہے ٹھوکر لگی ہوئی

جلتا ہے سینہ بہتے ہیں آنکھوں سے اپنے اشک — باہر ہے آب، آگ ہے اندر لگی ہوئی
غم سے بقاے دل ہے تو دل ہی بقاے غم — دونوں طرف ہے شرط برابر لگی ہوئی
عالم ہے کیا شراب کا مینائے صفا میں — تصویر ہے یہ شیشے کے اندر لگی ہوئی
ساقی کمال پیاس سے جلتا ہے یاں جگر — لا جلد، برف میں مے احمر لگی ہوئی
آب خضر ملا نہ سکندر کو اے امیر — ہر شے میں ہے شرط مقدر لگی ہوئی

اک بلا سر سے ٹلی دوسری آفت آئی — شب فرقت جو گئی دوسری آفت آئی
حال بیمار محبت کا یہ آخر کو ہوا — ملک الموت کو بھی دیکھ کے رقت آئی
تھی تو کچھ دل میں کھٹک درد کی پہلے سے مگر — پاس سے آپ کا جانا کہ قیامت آئی
ہوں وہ مایوس کہ دنیا سے جو اٹھا میں امیر — گور تک بیٹھی روتی مجھے حسرت آئی

نگہ ناز کام کرتی ہے — دم میں تیر کی تمام کرتی ہے
اسکی محفل میں دختر رز شب بھر — نیند سب کی حرام کرتی ہے
شیخ صاحب اٹھا کے دیکھو آنکھ — دختر رز سلام کرتی ہے
چلتی ہے جس جگہ کہ تیغ اسکی — خود قضا اہتمام کرتی ہے
الفت اسکی مٹا مٹا کے مجھے — اے امیر، اپنا نام کرتی ہے

کیوں وہ صیاد کسی صید پہ توسن ڈالے — خود بخود صید چلے آتے ہیں گردن ڈالے
بل جو تیوری پہ نزاکت سے وہ پر فن ڈالے — ذبح سے پہلے لہو ہر رگ گردن ڈالے
آبرو خاک ہوئے پر بھی نہ کی عاشق کی — چار آنسو بھی نہ تم نے سر مدفن ڈالے
خون ناحق کہیں چھپتا ہے چھپائے سے امیر — کیوں وہ بیٹھے ہیں مری لاش پہ دامن ڈالے

[illegible] کوچے کی تو بہت ہے — دیوانے کو ایک ہو بہت ہے
موتی کی طرح جو ہو خدا داد — تھوڑی سی بھی آبرو بہت ہے
کیا وصل کی شب میں مشکلیں ہیں — فرصت کم، آرزو بہت ہے

کیا غم ہو امیر اگر نہیں مال
اس وقت میں آبرو بہت ہے

ہم اگر قتل ہوئے خیر یہ تقدیر اپنی
آپ بدنام نہ ہوں دھوئیے شمشیر اپنی

حاجتِ تیر و کماں کیا ہے تجھے چل تو سہی
گردنیں کاٹ کے خود لائیں گے نخچیر اپنی

تمکو پھولوں کے چھپرکھٹ ہیں کانٹے ہیں نصیب
خیر قسمت وہ تمہاری ہے یہ تقدیر اپنی

اے امیر اٹھ نہ سکے ضعف سے ہم تا دمِ مرگ
جس جگہ بیٹھ گئے ہو گئی جاگیر اپنی

ترا کیا کام اب دل میں غمِ جانانہ آتا ہے
نکل اے صبر اس گھر سے کہ صاحب خانہ آتا ہے

لگی دل کی بجھائے بیکسی میں کون ایسا ہے
مگر اک گریۂ حسرت کہ بیتابانہ آتا ہے

وہ بت ہے مہرباں سب اپنا اپنا حال کہتے ہیں
لبِ خاموش تجکو بھی کوئی افسانہ آتا ہے

اُدھر ہیں حسن کی گھاتیں اِدھر ہیں عشق کی باتیں
تجھے افسوں تو مجکو اے پری افسانہ آتا ہے

امیر اور آنے والا کون ہے گورِ غریباں پر
جو روشن شمع ہوتی ہے تو ہاں پروانہ آتا ہے

تیغِ قاتل پہ ادا لوٹ گئی
رقصِ بسمل پہ قضا لوٹ گئی

ہنس پڑے آپ تو بجلی چمکی
بال کھولے تو گھٹا لوٹ گئی

اس روش سے وہ چلے گلشن میں
بچھ گئے پھول صبا لوٹ گئی

خنجرِ ناز نے کشتوں سے امیر
چال وہ کی کہ قضا لوٹ گئی

عشقِ بتاں سے ہاتھ نہ مر کر اٹھائیے
جب تک اٹھے نہ داغ جگر پر اٹھائیے

کہتے ہیں مجھ گدا کو وہ کوچے میں دیکھ کر
لِلّٰہ جان چھوڑیے بستر اٹھائیے

غیرت کا حکم ہے کہ گلا گھونٹ گھونٹ کر
مر جائیے نہ منتِ خنجر اٹھائیے

آساں نہیں ہے عشقِ بتِ سنگدل امیر
یہ بوجھ اٹھائیے تو سمجھ کر اٹھائیے

بیجا نہیں خزاں میں یہ نالے ہزار کے
مظلوم داد خواہ ہیں خونِ بہار کے

رکھنا نہ مجکو ساتھ دلِ بیقرار کے
ہو جائے اک ہزار برابر ہزار کے

گلشن سے بلبلوں کو اڑا تو ہے باغباں
[illegible] بہار کے

صوفی، خدا کے گھر میں یہ ہو حق ہے کیا ضرور | سامع اگر ہو دور تو کہیے پکار کے
دوزخ میں مجکو جھونک چکے تھے مرے عمل | قربان شانِ رحمتِ پروردگار کے
اس سے پیار زمین نے کھینچا بغل میں تنگ | یاد آ گئے مزے مجھے آغوشِ یار کے
کلیاں نہیں گلوں کی نکلتی ہیں عندلیب | وہ بند ہیں نقابِ عروسِ بہار کے
منکر بگڑتے ہیں جو گھروندے ہزار ہا | ہیں کھیل امیر صنعتِ پروردگار کے

ضعف سے ٹھوکریں کھاتے ہیں اٹھتے بیٹھتے | پر ترے در تک پہنچ جاتے ہیں اٹھتے بیٹھتے
جن جوانوں کے سر افلاک پڑتے تھے قدم | اب زمیں پر ٹھوکریں کھاتے ہیں اٹھتے بیٹھتے
آگے سو سو شعر اک جلسے میں کہتے تھے امیر | چار مصرع اب کہے جاتے ہیں اٹھتے بیٹھتے

تو دکھا کر پہلو جو چل نکلا دل نخچیر سے | خوب رو کر میں حسرت دل کی لپٹ کر تیر سے
اے گل تر تیرے جذبِ حسن کی تاثیر سے | رنگ خون ہو کر ٹپکتا ہے مری تصویر سے
بوسہ لینے پر جو وہ بگڑے تو پھر بوسہ لیا | معصیت کا ذوق دونا ہو گیا تعزیر سے
وصفِ گیسو میں جو کرتا ہوں تو کہتا ہے وہ شوخ | دم الجھتا ہے تری الجھی ہوئی تقریر سے
کھو چکے قاصد کو خط اس شوخ کو لکھ کر امیر | رو چکے لکھے کو اپنی خوبیِ تقدیر سے

وعدۂ وصل اور وہ؟ کچھ بات ہے | ہو نہ ہو اس میں بھی کوئی گھات ہے
بوسۂ چاہِ زنخدان غیر لیں | ڈوب مرنے کی یہ اے دل بات ہے
بعد مدت بخت جاگے ہیں مرے | بیٹھیے سونے کو ساری رات ہے
گر جگہ دل میں نہیں پھر اس سے کیا؟ | یہ دو شنبے کی یہ بدھ کی رات ہے
صاف کہدے، تو یہاں آیا نہ کر | یار، یہ سو بات کی اک بات ہے
لخت دل ہیں میرے کھانے کو امیر | بس انھیں ٹکڑوں پہ اب اوقات ہے

ساقیا، دردِ مے صاف نہیں جلد بیٹھ گئی | شعر تو ڈوک تھی یہ زیر نگیں بیٹھ گئی
اندنوں دخترِ رز کا نہیں لگتا ہے پتہ | کہیں قاضی کے تو گھر جا کے نہیں بیٹھ گئی

کشتی عمر کا انجام ہمین یاد آیا کھا کے چکر کوئی کشتی جو کہین بیٹھ گئی
دور سے بھی جو نظر آئی مجھے شکل امید پاس آکر مرے پہلو کے قرین بیٹھ گئی
شعر پُر درد جو لکھنے پہ طبیعت آئی سامنے آکے مرے روحِ حزین بیٹھ گئی
ادّعا آنکھ سے اُس شوخ کی ہمچشمی کا کیون تری آنکھ خدا سے آہوے چین بیٹھ گئی
سخت جانی نے دکھائے کیسے جوہر اے امیر کہ تری باڑھ تو اے خنجر کہین بیٹھ گئی

جان تن سے جو تڑپ کر شبِ فرقت نکلی دل نے خوش ہو کے کہا ایک تو حسرت نکلی
بہرِ نظارہ جو قرآن مین بھی دیکھی فال لن ترانی کے سوا اور نہ آیت نکلی
ہاتھ تک مفتی و قاضی کو لگانے نہ دیا دخترِ رز تو بڑی صاحبِ عصمت نکلی
بڑھ گئی حسن پرستی کی مجھے حرص امیر ہائے پیری تو جوانی سے بھی آفت نکلی

شبِ وصل کیا مختصر ہو گئی کہ آتے ہی آتے سحر ہو گئی
شبِ وصل اِدھر سے اُدھر ہو گئی بدلتے ہی کروٹ سحر ہو گئی
کسی کروٹ آیا شبِ غم نہ چین تڑپتے تڑپتے سحر ہو گئی
الٰہی شبِ غم مین اتنا تو ہو کوئی جھوٹ کہدے سحر ہو گئی
ہمین سر پٹکتے ہی گزری امیر یون ہی عمر ساری بسر ہو گئی

لذت جو ملی مرے لہو کی خنجر نے بلائین لین گلو کی
روئے مری قبر پہ وہ آکر ہم خاک ہوئے تو آبرو کی
منھ اپنا نہ آرسی مین دیکھو سنبھلے گی نہ چوٹ روبرو کی
دل ہی نہ رہا امید کیسی جڑ کٹ گئی نخلِ آرزو کی
کلفت نہ مٹی امیر دل سے اشکون نے ہزار شست و شو کی

بیعتِ پیرِ مغان طرفہ مزا دیتی ہے سلسلہ ساقیِ کوثر سے ملا دیتی ہے
بڑھ کے جب بولتی ہے موسمِ گل مین بلبل چل کے پھولون مین صبا آگ لگا دیتی ہے

جان پر صدمہ شبِ ہجر ہی سونا کیسا؟ — آنکھ لگتی ہے تڑپ دل کی جگا دیتی ہے
ہم پہ ہے فقط اس دور میں ہیں ورنہ بہار — ٹوپیاں غنچوں کو پھولوں کو قبا دیتی ہے
کیجیے غور تو دولت بھی بری ہے اسیر — کہ کریموں کو خدا سے یہ ملا دیتی ہے

سوچ لے بدعہد وقتِ انکار کے — دونوں لب ہیں دو گواہ اقرار کے
مر گئے جب پہنا کفن سمجھے یہ ہم — زیبِ تن کپڑے کیے دربار کے
جادوؤں سے بے خطر ہیں خاکسار — کب دبا سایہ تلے دیوار کے
شمعِ بالیں سے یہ کہہ دے اے صبا — سر پہ روتا ہے کوئی بیمار کے
ذلت و خواری و رسوائی اسیر — سب ہیں دھبے دامنِ پندار کے

جو ہجرِ عشق میں ہے وہ آفت رسیدہ ہے — گرداب مثلِ موج گریباں دریدہ ہے
پایا کسی نے سرِ محبت نہ آج تک — افسانۂ عشق کا خبرِ نارسیدہ ہے
گلزارِ تن سے طائرِ دل اڑ گیا اسیر — سینہ اب آشیانۂ مرغِ پریدہ ہے

جو چہرہ ارغوانی تھا وہی اب زعفرانی ہے — شکن چہرے پہ نقشِ پائے طاؤسِ جوانی ہے
عبث برباد کرتی ہے اڑا کر کوئے جاناں سے — صبا کیا میری مشتِ خاک پہ نا مہربانی ہے
خدا نے نیک صورت دی تو سیکھو نیک باتیں بھی — برے ہوتے ہو اچھے ہو کے یہ کیا بدزبانی ہے
ہوا ہوں زندہ درگور انتہائے ضعف سے یارب — مری چھاتی پہ سلِ ابتلا سنگِ سخت جانی ہے
اسیر اس عاشقی کا لطف ہے فصلِ جوانی میں — اندھیری رات میں کہنے کے قابل یہ جوانی ہے

بتوں کے عشق میں ہم جان تو ہار کھو بیٹھے ہائے — عجب امانتِ پروردگار کھو بیٹھے
سوال وصل کا کرنے سے یہ ہوا حاصل — کہ آسرے سے امیدوار کھو بیٹھے
نہ ہوش ہے نہ خرد ہے نہ صبر ہے ہم کو — یہ ہم نشیں تھے جو دو تین چار کھو بیٹھے
گلوں نے نشۂ بیجا کا یہ ثمر پایا — کہ چار دن بھی نہ گزرے بہار کھو بیٹھے
ارادہ کون تھا جس سے اسیر فقیر — ذرا سی بات پہ صبر و قرار کھو بیٹھے

کبھی سمجھا نہ آ کے گیا ہم اُس بتِ خودسر کو سمجھاتے — سمجھ جاتا اگر اتنا کسی پتھر کو سمجھاتے
نصیحت کرنے والوں کو اگر کچھ بھی سمجھ ہوتی — جو کچھ سمجھاتے مجھکو وہ مرے دلبر کو سمجھاتے
کوئی کہتا نہ آنے پائے میر قتل سے ہرگز — جو دنیا انکو سمجھاتی وہ دنیا بھر کو سمجھاتے
خدا ہمت اگر دیتا تو اپنے قتل کی جا لیں — کبھی قاتل کو سمجھاتے کبھی خنجر کو سمجھاتے
تڑپ کر رو کے اُس محفل میں یوں ہی کیا رسوا — دلِ ناداں کو سمجھاتے کہ چشمِ تر کو سمجھاتے
امیر اُنکی ہی سودا جوش پہ ہم کو اگر ملتا — جتا نا بیڑیاں بھاری ہیں آہن گر کو سمجھاتے

باندھی جو روزِ حشر ہوا ہم نے آہ کی — اڑتی پھرے گی فرد ہمارے گناہ کی
شرکت جو کی ملال میں کس دادخواہ کی — دل پر کسی کے چوٹ پڑی ہم نے آہ کی
بھاری بہت ہیں لاؤ نگار روزِ جزا میں زاہد — رکھواسکے سر پہ شیخ کے گٹھری گناہ کی
کہدوں گا سب گناہ مرے مجھکو یاد ہیں — کیوں فرد کاتبانِ عمل نے سیاہ کی
سر قتلگاہ میں دھر کے عدم کو گیا امیر — لی گھر کی راہ پھینک کے گٹھری گناہ کی

مر کے چھوٹا کہیں آزار سے — پائی چھٹی روز کی بیگار سے
کر چکے قتل اب کہیں رسوا نہ ہو — جاؤ دھو ڈالو لہو تلوار سے
چشمِ جاناں کو ہے دنیا گراں — اٹھ نہیں سکتا عصا بیمار سے
لاش ہی اُٹھے یہاں سے تو اٹھے — اٹھ چکے ہیں آستانِ یار سے
میں اُسے پہچان سمجھا امیر — مست جو نکلا درِ خمار سے

صلح کل میں ہے ابھی شرکت کہیں تھوڑی سی — اور اے پیرِ خرابات نشیں تھوڑی سی
مدد اے شوقِ سجود المدد اے شوقِ سجود — سر پہ اُٹھے ابھی باقی ہے جبیں تھوڑی سی
ایک قطرہ بھی نہ پینا اگر اے جانِ جہان — اتنی انداز سے کہہ لے کہ نہیں تھوڑی سی
کوچۂ یار میں ہوں لا کے عیش کے سامان — پھر جو شکایت ہو دل کو تو وہیں تھوڑی سی
ہر پہ دوست سمجھ کر میں ہوا شکر گزار — رہ گئی سو کمی جو ملی ہاں جو نہیں تھوڑی سی

تنگ آئے ہیں بہت بیٹھے رہیں ویران جاکر | اس جہان سے جو الگ پائیں زمیں تھوڑی سی
خم چڑھا جائیں تو سمجھے کہ کوئی گھونٹ پیا | کیا پئیں ہم سے خرابات نشیں تھوڑی سی

جو بعد مرگ مرے دل میں کچھ غبار آئے | عجب نہیں ہے کہ آندھی تہ مزار آئے
وہ لیکے تیر و کمان جب پئے شکار آئے | سلام کرنے ہرن باندھ کر قطار آئے
عجیب خواب گران میں ہیں خفتگان زمیں | کسی نے بھی نہ سنا ہم بہت پکار آئے
گڑھے میں گور کے پہنچا کے آئے اقربا مجکو | سلوک خاک کیا سر کا بوجھ اتار آئے
فلک نے ساتھ مصیبت کے مفلسی بھی دی | جو گھر میں فاقہ ہوا میہمان ہزار آئے
ہم ایک بار بلانے پہ لاکھ بار گئے | وہ لاکھ بار بلانے پہ ایک بار آئے
جلا رہے ہیں شبِ غم میں اور بھی جگنو | کہاں سے اڑکے جہنم کے یہ شرار آئے
لہو نچوڑ کے بھر دوں وہ رند عیش ہوں | نہ ہو جو شیشۂ خالی دمِ خمار آئے
جنون کی فکر اٹھانے کی امیر تو کیا | یقین ہے آج ہی کل موسم بہار آئے

کون بیماری میں آتا ہے عیادت کرنے | غش بھی آیا تو مری روح کو رخصت کرنے
اسکو سمجھاتے نہیں جاکے کسی دن ناصح | روز آتے ہیں مجھی کو یہ نصیحت کرنے
تیر کے ساتھ چلا دل، تو کہا میں نے، کہاں؟ | حسرتیں بولیں کہ مہمان کو رخصت کرنے
آئے سمجھانے ہیں تھے پیر خرابات امیر | اب چلے مسجد جامع کی امامت کرنے

بوقت سحر غم سے کشتی جانِ حزیں نکلی | کبھی بیٹھی، کبھی اچھلی، کہیں ڈوبی، کہیں نکلی
عجب انداز سے مقتل میں اسکی تیغ کیں نکلی | کہ دل سے مرحبا نکلا، جگر سے آفریں نکلی
خدا کا شکر وہ بت نزع کے دم دیکھنے آیا | ذرا رہنے کی جو حسرت تھی وہ وقتِ واپسیں نکلی
تصور بس کہ تھا دل میں امیر اس روئے زیبا کا | پری بنکر ہمارے منہ سے آہِ آتشیں نکلی

غیروں سے ہیں باتیں بھی، عنایت کی نظر بھی | پر دیکھتے جاتے ہیں کن انکھیوں سے ادھر بھی
ہر شوق جو بالوں کے بڑھانے کا تو اے جان | پیدا کرو اس بوجھ اٹھانے کو کمر بھی

پہلو مین مرے رہتے ہین جی دیتے ہین اُنپر — دل ہو کہ جگر، دونون اِدھر بھی ہین اُدھر بھی

ڈرتا ہون شبِ وصل، کہ تقدیر بُری ہے — آئے نہ کہین شام کے ہمراہ سحر بھی

فرقت مین امیر ایسی برستی ہے اُداسی — روتے ہین مرے حال پہ دیوار بھی در بھی

نہ سُنے دردِ دل مرا نہ سُنے — مین کہون گا سُنے وہ یا نہ سُنے

بہت اے دل، وفا وفا نہ پکار — کہین وہ دشمنِ وفا نہ سُنے

جو کوئی دردآشنا ہو امیر — اِدھر آئے مرا فسانہ سُنے

اک ذرا دیکھ تو کیا کہتے ہین مرنے والے — او غریبون کے مزارون پہ گزرنے والے

اُٹھے اور کوچۂ محبوب کو پہنچے عاشق — یہ مسافر نہین رستے مین ٹھہرنے والے

موت کہتی ہے کہ دیتے تو حسینون پہ ہین جان — اور مجھے مفت لیے مرتے ہین مرنے والے

قابلِ رحم، قیامت مین نہ ٹھہرین گے امیر — رحم دُنیا مین غریبون پہ نہ کرنے والے

جب سے بلبل تو نے دو تنکے لیے — لوٹتی ہین بجلیان اِن کے لیے

مہندی قرض اُسنے دو دن کے لیے — جس لیے توڑے ہم سے گن گن کے لیے

وصل کا دن اور اتنا مختصر ۷۸ — دن گنے جاتے تھے اس دن کے لیے

صبح کا سونا جو ہاتھ آتا امیر — بھیجتے تحفہ مؤذن کے لیے

عجب عالم ہے اُسکا وضع سادی شکل بھولی ہے ۷۹ — کبھی جاتی ہے دل مین کیا رسیلی نرم بولی ہے

ادائین کھیلتی ہین رنگ، تلوار اُسنے کھولی ہے — لہو کی چلتی ہین پچکاریان مقتل مین ہولی ہے

بہار آئی، چمن ہوتا ہے مالامال دولت سے — نکالا چاہتے ہین زر گرہ غنچون نے کھولی ہے

عجب ملبوس ہے ہم وحشیون کا رختِ عریانی — گریبان ہے، نہ پردہ ہے، نہ دامن ہے، نہ چولی ہے

صراحی دور مین آتی ہے زاہد ہون جو محفل مین ۸۰ — جھکا لین اپنی آنکھین، دخترِ رز کی یہ ڈولی ہے

امیر اس بیوفا دنیا کی صورت پر نہ تم جاؤ — بڑی عیار ہے، مکار ہے، ظاہر مین بھولی ہے

آنکھ اُسکو کھولنی بھی دشوار ہو گئی ہے — چلیے چمن مین نرگس بیمار ہو گئی ہے

کچھ فکر دخترِ رز کی، پیرِ مغاں ہے لازم — بیہوش اب نہیں ہے ہشیار ہو گئی ہے
انگور میں تھی یہ مے پانی کی چار بوندیں ٨١ — جس دن سے کھنچ گئی ہے تلوار ہو گئی ہے
اک بات سہل ہی ہے مرگ اے امیر لیکن ٨٢ — دشوار سمجھے ہیں سب، دشوار ہو گئی ہے

وہ کہتے ہیں، نکلنا اب تو دروازے پہ مشکل ہے — قدم کوئی کہاں رکھے؟ جدھر دیکھو اُدھر دل ہے
کہیں ایسا نہ ہو تجھ پر بھی کوئی وار چل جائے — قضا ہٹ جا کہ جھنجھلایا ہوا اس وقت قاتل ہے
طنابیں کھینچ دے یارب، زمینِ کوئے جاناں کی — کہ میں ہوں ناتواں، اور دن ہے آخر، دور منزل ہے
مرے سینے پہ رکھ کر ہاتھ کہتا ہے وہ شوخی سے — یہی دل ہے جو زخمی ہے، یہی دل ہے جو بسمل ہے
نقاب اُٹھی تو کیا حاصل، حیا اُٹھے تو آنکھ اُٹھے — بڑا گہرا تو یہ پردہ ہمارے اُنکے حائل ہے
الٰہی بھیج دے تربت میں کوئی حورِ جنت سے ٨٣ — کہ پہلی رات ہے، پہلا سفر ہے، پہلی منزل ہے
جدھر دیکھو اُدھر سوتا ہے کوئی پاؤں پھیلائے — زمانے سے الگ گورِ غریباں کی بھی محفل ہے
عجب کیا گر اُٹھا کر سختیٔ فرقت ہوا ٹکڑے — کوئی لوہا نہیں، پتھر نہیں، انسان کا دل ہے
سخی کا دل ہے ٹھنڈا گرمیٔ روزِ قیامت میں — کہ سر پر چترِ رحمت سایۂ دامانِ سائل ہے
اسیرِ خستہ جاں کی مشکلیں آساں ہوں یارب ٨٤ — تجھے ہر بات آساں ہے اُسے ہر بات مشکل ہے

پوچھو پیکانِ تیرِ قاتل سے — شور سے ہو رہے ہیں کیا دل سے؟
لے چلے دل، تو ہنس کے فرمایا — پیار اب کیجیے گا کس دل سے؟
اس ادا سے وہ آئے وصل کی رات — کہ نکل آئیں حسرتیں دل سے
ہوں زمیں لاکھ سہل، لیکن امیر — ہوتے ہیں اچھے شعر مشکل سے

مر چلے ہم مر کے اُس پہ مر چلے — کام اپنا نام اُسکا کر چلے
حشر میں اجلاس کس کا ہے کہ آج — لیکے سب اعمال کا دفتر چلے
خونِ ناحق کر کے اک بے جرم کا — ہاتھ ناحق خون میں تم بھر چلے
یہ ملی کس جرم پر دم کو سزا؟ — حکم ہے دن بھر چلے شب بھر چلے

شیخ نے میخانے مین پی یا نہ پی دخترِ رز کو تو رسوا کر چلے
گل گیا آخر تہِ تربت کفن ۸۵ ایک جوڑا ساتھ تک کیونکر چلے؟
رہنے کیا دنیا مین آئے تھے اسیر؟ سیر کر لی اور اپنے گھر چلے

خبر ہے نعش پہ کس بیوفا کے آنے کی؟ کہ جان ابھی سے ہو مشتاق جا کے آنے کی
شبِ وصال مین اُس شوخ کو پلا کے شراب مین راہ مین رُک رہا ہون جیا کے آنے کی
نہ چوک وقت کو پا کر کہ ہے یہ وہ معشوق کبھی امید نہین جس سے جا کے آنے کی
گھٹا مین برق جو چمکی تو یاد آئی اسیر ادا کسی کی وہ پردہ اُٹھا کے آنے کی

جو کچھ سوجھتی ہے نئی سوجھتی ہے مین روتا ہون اُن کو ہنسی سوجھتی ہے
یہ آتا ہے جی مین کہ کوثر پہ چلیے خرابات مین دور کی سوجھتی ہے
کہا مین نے پاس آؤ تو ہنس کے بولے اجی آج تو دور کی سوجھتی ہے
اسیر ایسے دیسے تو مضمون ہین لاکھون نئی بات کوئی کبھی سوجھتی ہے

گھبرائی ہوئی تیغ بکف پھرتی ہے ہر سمت کیا جانیے دیا برق کو کیا حکم قضا نے
اُس دستِ نگارین کو کیا ہے جو بھبھوکا دل مین مرے اک آگ لگا دی ہے حنا نے
معشوق جفا کار ہین، عشاق وفادار ہر ایک کو حکمت سے بنایا ہے خدا نے
بے موت مجھے تیغِ تغافل ہی نے مارا پوچھا نہ جفا نے، نہ قضا نے، نہ ادا نے
خاموش چلے جاتے ہین دنیا سے ہزارون ۸۶ کیا جانیے کیا کہدیا چپکے سے قضا نے
دکھلا کے ادا مجکو اسیر اُسنے کیا قتل پیدا اثرِ درد کیا میری دوا نے

اندھیری رات مین بجلی کو بھی ترس آیا غریب کے چراغ آئی آشیان کے لیے
ہزار شکر کہ پیکان سے دل ہوا آباد خدا نے بھیجدیا وارث اس مکان کے لیے
خدا جو پوچھیے گا کیون جانِ جوائی مین دکھا کے تجکو کہونگا کہ اس جوان کے لیے
کھلی زبان مری کسکی داستان کے لیے اُنھیں کے در پہ نہ بیٹھے مرے بیان کے لیے

زمیں کو ہم سے غبار، آسماں کو ہم سے خلاف — نہ ہم زمیں کے لیے ہیں نہ آسماں کے لیے
امیر، نالہ بھی ہو ساتھ ساتھ اشکوں کے — جرس بھی شرط سفر میں ہے کارواں کے لیے

شبِ غم کیسی ہی چھوٹی ہو واعظ ۸۷ — مگر تیری قیامت سے بڑی ہے
نہیں رکتی چلی جاتی ہے دن رات — مری عمرِ رواں بھی اک گھڑی ہے
نکیلی بھی، سجیلی بھی ہے، وہ آنکھ — مگر دیکھا تو شرمیلی بڑی ہے
نہ توڑو نرگسِ بیمار کی آس — عصا ٹیکے ہوئے کب سے کھڑی ہے
امیر، اپنی نظر میں قصرِ شاہی — فقیروں کی سی ٹوٹی جھونپڑی ہے

سرِ راہِ عدم گورِ غریباں طرفہ بستی ہے — کہیں غربت برستی ہے، کہیں حسرت برستی ہے
حقیقت دخترِ رز کی کیا ہے کیا رندوں کی ہستی ہے — ترے دم سے یہ ساقی گرمیِ بازارِ مستی ہے
ہمیں شاہد پرستی سے سمجھ ہو دور رہ واعظ — جوانی کا ہے نشہ، بیخودی ہے، جوشِ مستی ہے
دمِ مستی مژہ کی اشکباری دیکھ اے ساقی — گھٹا ہلکی سی ہے پر جھوم کر کیا کیا برستی ہے
بلائیں لیتے لیتے مست ہو جاتی ہے مشاطہ — وہ چوٹی ارگجے کے عطر میں جس وقت بستی ہے

نئے بانکے بنے ہو تم، نئی شمشیر باندھی ہے — نگاہِ حسرت آلودہ نہیں دیکھی ہے بسمل کی
بھلا دیکھوں تو وہ کیونکر نہیں آتے ہیں گھر میرے — اگر ہے عشق کامل، کھینچ لائے گی کشش دل کی
گریباں پھاڑ کر سیرِ چمن کو مثلِ گل چلیے — جنوں انگیز پھر آتی ہیں آوازیں عنادل کی
جہاں بدلا مزاج اس شوخ کا چڑھنے لگی تیوری — ذرا قاتل کھنچا، کھنچنے لگی شمشیر قاتل کی
نہ سمجھو کھیل، امیر، الفت کی بازی جان لیتی ہے — کیے دیتے ہیں ہم، اچھی نہیں ہے دل لگی دل کی

میں وہ سیاہ کار ہوں جب ہوا ہوں دفن — جل جاتی ہے زمیں مری مٹی خراب کی
اللہ ری قدر میرے گناہوں کی روزِ حشر — تعظیم کو کھڑی ہوئی میزان حساب کی
قالب میں روح بند قفس شوق کی عبث — بے فائدہ غریب کی مٹی خراب کی
لختِ دلِ برشتہ نکلتے ہیں جی کے ساتھ — ہر تار آہ سیخ ہے گویا کباب کی

وہ مست بے خبر ہے نہ سمجھے گا واعظو — کہیے امیر سے نہ ثواب و عذاب کی

جو چشمِ غور سے آئینۂ توحید کو دیکھا — تو سب کچھ تو ہی ٹھہرا ہم نہ کچھ اے خودنما ٹھہرے
صفین آراستہ ہونے لگین جب اہلِ محشر کی — جما کر ایک ٹکڑی حسرتون کی ہم جدا ٹھہرے
زہے حسرت نکالے ہم گئے جب کوے جانان سے — بہت مڑ مڑ کے دیکھا دیر تک رو رو قفا ٹھہرے
جفا دیکھو جنازے پر مرے آئے تو فرمایا — کہو تم بیوفا ٹھہرے کہ اب ہم بیوفا ٹھہرے

مقتل مین اُسکے دوڑ کے پہنچے جو تھے قوی — قیدی جو ناتوان تھے وہ زندان مین رہگئے
دوڑے تلاشِ دولتِ دنیا مین جو حریص — ۸۸ آخر کو تھک کے گورِ غریبان مین رہگئے
لوٹا ستمگرون نے مگر اب بھی اے امیر — مضمون ہزارہا مرے دیوان مین رہگئے

تیغ قاتل کی چمک آنکھون مین پھر جاتی ہے — اور بھی برق تڑپ کر مجھے تڑپاتی ہے
سرنگون بحرِ حوادث مین ہون مانندِ حباب — آنکھ کھل جاتی ہے جس دم کوئی لہر آتی ہے
دل کو تسکین مین اے قافلے والو کیا دون — اب تو آوازِ جرس کی بھی نہین آتی ہے

کیا باغ مین دیکھتی ہے شبنم — ۸۹ جو گل کی ہنسی پہ رو رہی ہے
نرگس کو صبا نہ چھیڑ اتنا — سونے دے غریب سو رہی ہے
ہم جاگ رہے ہین ہجر کی شب — تقدیر ہماری سو رہی ہے

خیال ہی مین مزے وصلِ دلربا کے لیے — لیے جو بوسے تو ہونٹھون سے بھی چھپا کے لیے
یہ ہچکیان نہین آتی ہین نزع مین پیہم — بٹھائی جاتی ہے ڈاک آپ قضا کے لیے
وہ آئین نزع مین چلتی نہین زبان نہ چلے — نگاہِ یاس تو ہے عرضِ مدعا کے لیے

زیور سے بڑھ کے تجکو تری چال ہوگئی — موجِ خرام پاؤن مین خلخال ہوگئی
کیسا سلوک مجھ سے کیا اشکِ شمع نے — زائل سیاہیِ خطِ اعمال ہوگئی

ابھی مزار پہ احباب فاتحہ پڑھ لین — ۹۰ پھر اس قدر بھی ہمارا نشان رہے نہ رہے
بسِ شباب ہے کیا اعتبارِ جمعِ حواس — کہ ایک شب سے سوا کاروان رہے نہ رہے

دردِ پہلو کی یہ شدت ہے کہ رنگت فق ہے
زخم وہ دل میں ہے کاری کہ کلیجہ شق ہے

ذکرِ گنجینہ سے ہوتا نہیں کوئی منعم
ذوق جب تک نہ ہو اے شیخ عبث ہو حق ہے

طولِ فرقت سے مزے وصل کے سب بھول گئے
نہ وہ باتیں، نہ وہ راتیں، نہ وہ دن یاد رہے

کانٹے الجھیں نہ کہیں دامنِ آزادی میں
دامن اس ڈر سے سمیٹے ہوئے شمشاد رہے

آ بنی جان پہ اپنی تو مروت کیسی؟
پھینک دوں چیر کے پہلو جو کہیں دل آئے

اب کسی سے نہ رہی ملنے کی حسرت باقی
آج جی بھر کے گلے تیغ سے ہم مل آئے

مدت ہوئی کہ جی مرا جینے سے سیر ہے
اے جان، تیرے منہ سے نکلنے کی دیر ہے

آئے جو نزع میں تو یہ کہکر وہ اٹھ گئے
ہم جاتے ہیں یہاں ابھی رخصت میں دیر ہے

نازکی کہتی ہے تسمہ تو لگا رہنے دے
ناز کہتا ہے لگی میری بلا رہنے دے

عشق کے راز کو پنہاں کوئی کیا رہنے دے
داغ کچھ درد نہیں ہے کہ چھپا رہنے دے

روز تکیوں میں جا کے دل میرا
دوستوں کو پکار آتا ہے

تم کو آتا ہے پیار پر غصہ
مجھکو غصے پہ پیار آتا ہے

باتیں ناصح کی سنیں یار کے نظارے کیے
آنکھیں جنت میں رہیں کان جہنم میں رہے

انکے تڑپانے کی طاقت جو نہیں ہم میں نہو
کاش اپنے ہی تڑپنے کی سکت ہم میں رہے

محتسب، پوچھ نہ تو شیشہ میں کیا رکھا ہے
پارسائی کا لہو اس میں بھرا رکھا ہے

ہم چلے دیر سے کعبہ کو تو وہ بت بولا
جا کے لے لیجیے کعبے میں خدا رکھا ہے

شام ہوتے ہی شبِ وصل بجاتا ہے گجر
ہاتھ ٹوٹیں ترے گھڑیال بجانے والے

ہم جو پہنچے تو قیامت میں ہوا غل آئے
دھجیاں دامنِ محشر کی اڑانے والے

چشمِ واعظ پہ ہے عینک، دستِ واعظ میں عصا
ضعفِ پیری میں یہ دو باقی سہارے رہ گئے

موت آ جائے، یا وہ آ جائے، یا قیامت ہو بہم
اب یہی دو تین جینے کے سہارے رہ گئے

اے چرخ حسینوں کی جفا اور ہی کچھ ہے
معشوق کی چھیڑوں میں مزا اور ہی کچھ ہے

قاصد، یہ زبان اسکی، بیان اسکا نہیں ہے | دھوکا ہے تجھے، اسنے کہا اور ہی کچھ ہے

عشرت کا تو جو طالب ہے تو زاہد، آ ادھر | پیار کرتی ہے وہ میخواروں کو میخواروں میں ہے
ڈھونڈھتا ہے اسکو اے زاہد، تو اپنے دل میں ڈھونڈھ | چھت میں کعبے کی نہ وہ کعبہ کی دیواروں میں ہے

جہانک تانک اغیار سے دن رات ہے | اب یہ کچھ چوری چھپے کی بات ہے
اتنی باتیں کیوں سناتے تم مجھے | پیار کرتا ہوں میں اتنی بات ہے

تجھ سے مانگوں میں تجھی کو کہ سبھی کچھ مل جائے | سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے
اسکا انجام فراق، اسکا ہے انجام وصال | کون کہتا ہے کہ فرقت سے وصال اچھا ہے

ترے انکار نے اے جان، دل کو کر دیا چھلنی | انی برچھی کی نکلی، جب ترے منہ سے نہیں نکلی
نہ چھوڑا ساتھ انکا میری تربت پر بھی آنے میں | بڑی پابند اپنی وضع کی چین جبیں نکلی

چڑھا جاتے تھے خم کے خم کبھی حلقے میں مستوں کے | وہی ہم ہیں کہ پھر جاتا ہے سر اک دور ساغر سے

بند دل کی چشم شوق، نتوں کو دیا جمال | واقف ہے کون مصلحت ذو الجلال سے

آئے جو میکدے میں کرے مست کیوں کمی | شیشے کی طرح چاہیئے مے سے تا گلو بھرے

مقام وجد ہے اے دل کہ بزم یار میں آئے | بڑے دربار میں آئے بڑی سرکار میں آئے

دکھے کیونکر نہ دل آوازے سے | صدا ہے یہ کسی درد آشنا کی

واماندگی سے جا نہ سکے کارواں تلک | کھائی تھیں ٹھوکریں جو بقدر میں رہ گئے

نہ جیتنے میں گزارہ، نہ ہارنے میں رفاہ | پھر اس سے کھیل کوئی کس گمان پر کھیلے

سوئے تو خاک ہوئے ہم مٹے تو خاک مٹے | ابھی تلک تو نشان مزار باقی ہے

مرا احوال کر سکتا نہیں آن سے بیان کوئی | دہن میں ہیں سے قاصد کے مری رکھ دے زبان کوئی

حسن روز افزوں بھلا دیتا ہے پہلے قاعدے | روز ہو جاتے ہیں اس محفل میں جا کر ہم نئے

کچھ میری سنو، کہو کچھ اپنی | باتیں نہ کرو ادھر ادھر کی

پیکان ہی ترے تیر کا پہلو میں دھر لے | ٹھنڈا ہو کلیجا یہی امید بر آئے

کہہ رہی ہو حشر مین وہ آنکھ شرمائی ہوئی — ہائے کیسی اس بھری محفل مین رسوائی ہوئی

یہ گالی جو اسے دلربا مل رہی ہو — دعا دی تھی اُسکی سزا مل رہی ہو

دور ساقی، کہ ترے مستون کو — ہوش آیا تو قیامت ہوگی

حورین کیونکر تری زبان سیکھین — لب و لہجہ کہین بدلتا ہے؟

آئے وہ کیون؟ اس آنے سے حاصل ہی کیا ہوا — ٹپ تھوڑی دیر بیٹھے اُٹھے گھر چلے گئے

بتون ہی مین ہو وہ بت کچھ تجھے خبر بھی ہے؟ — چھپا ہوا انھین فتنون مین فتنہ گر بھی ہو

منزلِ گور سے دم لیکے بڑھین گے آگے — ہم مسافر ہین تری دور کے رہنے والے

ہم مر گئے آنے کی جو اُنکے خبر آئی — افسوس اجل چار قدم پیشتر آئی

کیا خبر تھی کہ جدائی تری آفت ہوگی — بات کرنی بھی غریبون کو مصیبت ہوگی

ترا دوست، میرا عدو دل یہی ہو — ترا بسمل، اور میرا قاتل یہی ہو

ہم دل سے چلے گئے تو جہنم پکار اٹھا، — یارب، سزا ملی یہ مجھے کس گناہ کی

پاکے تنہا انھین بوسے جو لیے کہنے لگے — مل گئی مفت چھیڑنے کو یہ نعمت کیسی؟

افسردہ داغِ دل ہوئے پیری مین کیا امیر — گویا چراغ صبح کو خاموش ہو گئے

نہ زر سے کام، نہ اسباب سے نہ دولت سے — یہ سب رہینِ غرور ہین عالمِ شباب رہے

ملا نہ محفلِ جانان سے ہم کو اذنِ نشست — برنگِ شمع خجالت سے آب آب رہے

بڑھے کیا ربط؟ یارِ دلستان سے — نیا اک روز دل لائین کہان سے؟

خزان کے آتے ہی گلچین و صیاد — لپٹ کر خوب روئے باغبان سے

خلعتِ روزِ ازل بے سر و سامانی ہو — خاص ملبوس مرا جامۂ عریانی ہے

گلشن مین مجھ سے ہو یہ تقاضا ہے اضطراب — کھٹکا ہو جس شجر مین وہین آشیان رہے

یون بیٹھے بیٹھے زیست کے دن ہوگئے تمام — کشتی مین جیسے ساکنِ کشتی روان رہے

لطف تب ہو کہ ادھر ہاتھ مین بوتل آئے — اس طرف جھوم کے گلزار مین بادل آئے

طالب مرگ بھی ہین منتظر یار بھی ہین   دیکھیے کون شب ہجر ہین اول آئے
پھینک دو کاٹ کے جڑ نخل تمنا کی اسیر ۹۲ پھول کمبخت ہین آئے نہ کبھی پھل آئے

رباعیات

گھر کھدنے کی پوچھو نہ مصیبت ہم سے   روتی ہو لپٹ لپٹ کے حسرت ہم سے
یا ہم جاتے تھے گھر سے رخصت ہوکر ۹۳ یا گھر ہوتا ہے آج رخصت ہم سے

اورون کو تو دنیا ہین قضا نے مارا   دی زیست خدا نے، اور خدا نے مارا
یہ صورت مرگ زیست اپنی ہے جدا   اُس لب نے جلایا تھا، ادا نے مارا

کمرے مین تو شب وہ ماہ سیما آیا   اسیر بھی مجھے ہاتھ نہ تنہا آیا
چلمن جو اُٹھی ہوئی تھی آتی تھی ہوا   چھڑوا دیے پردے تو لپنا آیا

انتخاب

از

کلیاتِ انشاء اللہ خان

۱۲ نشتر

سید انشاء اللہ خان متخلص بہ "انشا" ہندوستان کے نامی شاعرون مین ہین انکے باپ میر ماشاء اللہ خان بھی شاعر تھے۔ میر ماشاء اللہ خان صحیح النسب سادات مین شمار کیے جاتے تھے۔ دربار شاہی دہلی مین یہ طبیب تھے اور زمرۂ امرا مین تھے دلّی تباہ ہونے پر یہ مرشد آباد گئے اور وہان سراج الدولہ کے مصاحبون مین داخل ہوگئے۔ وہین سید انشاء اللہ خان نے تربیت پائی۔ مرشد آباد تباہ ہونے پر سید انشا دلّی آگئے اور شاہ عالم بادشاہ کے دربار مین داخل ہوئے۔ شاہ عالم کے پاس اتنا سرمایہ کہان تھا کہ انکو خاطر خواہ صلہ ملتا اسلیے یہ دلّی سے لکھنؤ آگئے۔

لکھنؤ مین ایک زمانہ انکا یہ تھا کہ نواب شجاع الدولہ کو ایک دم بغیر اِنکے چین نہ تھا۔ اسکے بعد بادشاہ کو کچھ خلش پیدا ہوئی۔ یہ زمانہ سید انشا کے لیے زحمت کا تھا۔ پھر بادشاہ نے اِنکی تنخواہ بند کردی اور چین سے یہ گھر بیٹھے۔ خانہ نشینی کا زمانہ اِنکے لیے آرام کا اور دوسرون کے لیے عبرت کا زمانہ تھا۔ اس زمانہ مین بھی انکی شاعری چلی جاتی تھی بلکہ اس زمانہ کا کلام بہت ہی پُر درد ہوتا تھا۔ انکی وہ مشہور غزل جسکا مطلع ہے ــ کمر باندھے ہوئے چلنے کو یان سب یار بیٹھے ہین ٭ بہت آگے گئے باقی جو ہین تیار بیٹھے ہین۔ اسی زمانہ کی ہے۔ آخر مین وہ تارک الدنیا ہوگئے اور کچھ دنون کے بعد ایک مجذوب گوشہ نشین کی حیثیت سے بمقام لکھنؤ ۱۲۳۳ھ مین فوت ہوئے۔

سید انشا بڑے زبردست عالم تھے اور بڑے ہی ذہین تھے لیکن ذریعہ رزق انھون نے ٹھہرا رکھا تھا شاعری اور وہ بھی بادشاہون کے ہنسانے کے لیے اسلیے علمائے عصر مین انکا شمار نہ ہوا انکی نسبت جوہر شناسون کا قول تھا کہ سید انشا کے علم پر انکی شاعری نے خاک ڈالدی اور انکی شاعری کو اُمرا کی مصاحبت نے ڈبو دیا۔

غزلیات وابیات

رہا ہو ہوش کچھ باقی، اسے بھی اب بکھیڑے جا — یہی آہنگ، اے مطرب بسیر تو اور چھیڑے جا
مجھے اس میں لذت ہے، اے جوش جنون، اچھا — مرے زخم جگر کے ہر گھڑی ٹانکے اُدھیڑے جا
سوال بوسہ سن کہنے لگا، وہ شوخ غصہ ہو — بہت اچھا، سمجھ لونگا، بھلا تو مجکو چھیڑے جا
وفور مے سے حالت غش کی ہے انشا کو اے ساقی — شراب تیز گلابی کے، دیے منھ پر تریڑے جا

خیال کیجیے گا، آج کام میں نے کیا — جب اس نے دی مجھے گالی، سلام میں نے کیا
کہا یہ صبر نے دل سے کہ "لو خدا حافظ" — حقوق بندگی اپنا، تمام میں نے کیا
جنون یہ آپ کی دولت، ہوا حصول مجھے — کہ ننگ و نام کو چھوڑا، یہ نام میں نے کیا
مزا یہ دیکھیے گا، شیخ جی ترسکے اُسے لئے — جو اُنکا بزم میں، کل، احترام میں نے کیا
ہوس یہ رہ گئی، صاحب نے پر کبھی نہ کہا — کہ آج سے تجھے انشا غلام میں نے کیا

فقیرانہ ہے دل، مقیم اُسکی رہ کا — غرض کیا کہ محتاج ہو بادشہ کا
تری آشنائی میں، کیا ہم نے پایا — دیا نقد دل اور اپنی گرہ کا
تبھی لطف ہے ساقیا میکشی کا — کہ تو بھی بہک اور مجکو بھی بہکا
کبھی تجھ سے انشا نے بوسہ نہ مانگا — گنہگار ہے وہ فقط اک نگہ کا

جھوٹا نکلا قرار تیرا — اب کس کو ہے اعتبار تیرا؟
دل میں سو لاکھ چٹکیاں لیں — دیکھا بس ہم نے پیار تیرا
انشا سے نہ روٹھ مت خفا ہو — ہے بندہ جان نثار تیرا

اچھا جو خفا ہم سے ہو تم، اے صنم، اچھا — لو، ہم بھی نہ بولیں گے، خدا کی قسم اچھا
مشغول کیا چاہیے، اس دل کو کسی طور — لے لیویں گے ڈھونڈھ، اور کوئی یار ہم اچھا
گرمی نے کچھ آگ اور بھی سینہ میں لگائی — ہر طور غرض، آپ سے ملنا ہے کم اچھا

جو شخص مقیم رہِ دلدار ہین زاہد — فردوس لگے اُنکو نہ باغِ ارم اچھا
اس ہستیِ موہوم سے ہین تنگ ہی انشا ۲ — واللہ، کہ اس سے ہی مراتب عدم اچھا

ہو ظلم اُسکا یا رکیا ہم نے، کیا کیا؟ — کیا جبر اختیار کیا ہم نے، کیا کیا؟
اُس رشکِ گل کی خواہشِ بوس و کنار کو — اپنے گلے کا ہار کیا ہم نے کیا کیا؟
دستِ جنون سے اپنے گریبانِ صبر کو — اے عشق، تار تار کیا ہم نے کیا کیا؟
رہ رہ کے دل مین آہ ہی انشا یہی کہ کیون — اُس دل کو بیقرار کیا، ہم نے کیا کیا؟

اگر ہمارے کرے کوئی ہزار ہزار جدا — تو یہ قبول نہ ہوئے ہو وہ خود پسند جدا
مری او رُسکی یہ صحبت ہوئی بروزِ وداع — کہ دردمند سے ہو جیسے دردمند جدا
نمک فشان ہی مگر زخم دل پہ ای انشا — سبھون کے طعنہ جدا، ناصحون کے پند جدا

اے صبا باغ مین ہلایا کر — تو مرے گلعذار کا جھولا
نکہتِ گل کے جھولنے کے لیے — ہے نسیم بہار کا جھولا
چاہیے طفلِ اشک کو انشا — مژہ قطرہ بار کا جھولا

جو ہاتھ اپنے سبزی کا گھوڑا لگا — تو شلفے کا اور اُسکو کوڑا لگا
اجی، حیثِ چشم بد دور، نامِ خدا — تمھین کیا بھلا سرخ جوڑا لگا
لگی کہنے انشا کو شب وہ پری — مجھے بھوت ہو کر نگوڑا لگا،

دیکھ لیجیے ہاتھ دھر کر اُس مرے سینہ پہ آپ — گر نہ دیکھا ہو تڑپنا ماہیِ بے آب کا
کیا ہی پھبتا ہی یہ صاحب رینگ کا کرتا تمھین — اور اے ظالم یہ ڈھیلا پائجامہ کمخواب کا
مانگتا ہی یہ دعا آٹھون پہر انشا سدا — دیا الٰہی بول بالا ہو مرے نواب کا،

رکھتے ہین کہین پاؤن تو پڑتا ہی کہین اور — ساقی تو ذرا ہاتھ تو لے تھام ہمارا
اے بادِ سحر محفلِ احباب مین کہنا ۱۳ — دیکھا ہی جو کچھ حال ہی دام ہمارا
محبوب اُلٹے ملاتے ہین، اجی آپ بھی، کہ تم سے — کبھی بات کی جو سیدھی، تو ملا جواب اُلٹا

چلے تجھے حرم کو، رہ میں بنے جو اک صنم کے عاشق — ہوا ثواب حاصل، یہ ملا عذاب اُلٹا

مجھے چھیڑنے کو، ساقی نے دیا جو جام اُلٹا — تو کیا بہک کے میں نے اُسے اک سلام اُلٹا

فقط اس لفافہ پر ہی کہ خط آشنا کو پہنچے — تو لکھا ہی اُس نے انشا یہ ترا ہی نام اُلٹا

زاہد، مرے مولا کے اسرار، نہیں پاتا — غافل اُسے کیا پاوے، ہشیار نہیں پاتا

گو روپ بدلتا ہی، ہر روز نئے انشا — صحبت میں کبھی اُسکی، پر بار نہیں پاتا

دیوار پھاندنے میں، دیکھوگے کام میرا — جب دھم سے آ کہوں گا، صاحب سلام میرا

اُس سے خلوت کی ٹھہر جاتی، تو میں البتہ — واسطے ڈھونڈنے کے عرش کبریائی مانگتا

اب تو اگلی سی طرح کا نہیں گہرا پردا — رہ گیا آپ میں اور ہم میں اکہرا پردا

نہیں ہم فن کو باہم دیکھ سکتے لوگ، یہ سچ ہی — لگا القاص سے ہی لا یحب القاص کا جوڑا

اُنھیں کیا نعمتِ الوان؟ جنکو عرش سے اُترا — یہی اک جو کی روٹی اور اُبالے ساگ کا جوڑا

کوٹھے تلے کھڑا تھا دیکھا جو مجھکو آتے — ہاتھ اُس نے کر کے اونچا جھٹ ایک پھل کو توڑا

کیا کہوں احوال، تیرے عاشقِ بیتاب کا — اشک جو ٹپکا، سو، گویا قطرہ تھا سیماب کا

زلزلہ لایا ہی جسمِ مضمحل کا اضطراب — مر مٹے پر بھی گیا، اپنے نہ دل کا اضطراب

اُسکے ہم صدقے، ملایا جس نے باہم کر کے خلط — آتشِ تیز و ہوا و آب و گل کا اضطراب

یاد ہیں انشا وہ شرمائی ہوئی آنکھیں تجھے — اور تنہائی میں اُس ہیجانِ کسل کا اضطراب

کیا غضب تھا پھاند کر دیوار آدھی رات کو — دھم سے میرا کودنا اور وہ تمہارا اضطراب

کچھ اشارا جو کیا ہم نے ملاقات کے وقت — ٹال کر کہنے لگے دن ہی ابھی رات کے وقت

گرچہ مے پینے سے کی توبہ ہی میں نے ساقی — بھول جاتا ہوں ولے تیری مدارات کے وقت

موسمِ عیش ہے یہ عہدِ جوانی انشا — دور ہیں تیرے ابھی زہد و عبادات کے وقت

جمال و عظمت و دادارِ خالقِ ملکوت — خیال کر کے یہ کہتا ہوں وا رے جبروت

نمود و سطوت پروردگار سے دیکھو — جہاں تلک کرے کام یہ نظر کا صوت

تو نے لگائی آ کے، یہ کیا آگ اے بسنت؟ — جس سے کہ دل کی آگ بھڑک اٹھی اے بسنت

واقعی ہاں شرط بد کر سیکڑوں کی ہار جیت — شغل میں جو پڑ کے ہے سچ، اے بت خودکام بد
لیک جی لگنے کی خاطر تجکو میری ہی قسم — ایک لیتہ ایک ڈلی ایک لونگا ایک بادام بد

یہاں چشم جادو پہ اتنا گھمنڈ؟ — خط و خال و گیسو پہ اتنا گھمنڈ؟
اجی سر اٹھا کر ادھر دیکھنا — اسی چشم و ابرو پہ اتنا گھمنڈ؟
وہ کر تعجب انشا سے بولے کہ واہ — اسی زور بازو پہ اتنا گھمنڈ؟

لکھ دو آخون جی صاحب، کوئی ایسا تعویذ — کہ مرے منہ سے لگے اُسکے گلے کا تعویذ
غش ہوئے ہم تو، اجی تھا اُس کافر کا — لال ناڑے میں بندھا ہاے وہ نیلا تعویذ
سر کے بالوں سے لٹک جھمکے سے الجھا تو کہا — اب لگا مجکو ستانے یہ نگوڑا تعویذ
خیر انشا کی ہو چاہو تو پلا دو دھو کر — اُسکے بازو کا وہ ننھا سا روپہلا تعویذ

راتوں کو نہ نکلا کرو دروازے سے باہر — شوخی میں دھرو پاؤں نہ اندازہ سے باہر
جراح نہ رکھ پنبہ و مرہم، کہ یہاں آگ — نکلے ہے ہر اک زخم تر و تازہ سے باہر
رہتے ہیں سدا خواہش احباب سے انشا — اجزا مرے دیوان کے شیرازہ سے باہر

آئے نہ آپ رات جو اپنے قرار پر — گزری قیامت، اس دل امیدوار پر
ساقی، صراحی مے گلفام لا شتاب — ہے تجکو کچھ خیال بھی ابر بہار پر؟
انشا سے اب تو آنکھ چرائی یہ قہر ہے — اسوقت میں تو رحم کر اُسکے خمار پر

عجب سرچشمہ مہتاب سے تھی آگ پانی پر — سنایا چاندنی نے آج دیپک راگ پانی پر
نہ اُٹھ لیے آپ جوگی جی، ابھی ہم بھی جو چاہیں تو — بچھا کر مرگ چھالا بیٹھ لیں بے لاگ پانی پر
تصدق کرتے ہیں ہم، نعمت الوان کو انشا — اسی اک جو کی روٹی اور اُبالے ساگ پانی پر

تعویذ لعل ہی کے نہ پھرے گھمنڈ پر — اک نیلا ڈورا باندھیے اس گوری ڈنڈ پر
یا رب سدا سہاگ کی مہندی رچا کرے — چپے نچپن کھچین، رہے آفت از ڈنڈ پر

دو تین دن تو ہو چکے اب پھر چلو وہیں | فیروز شہ کی لاٹ کی اُس چوتھے کھنڈ پر
کلبرگ تر سمجھ کے لگا بیٹھی ایک چونچ | بلبل ہمارے زخمِ جگر کے کھرنڈ پر

کر نظر لعل و زمرد کی طرف کہنے ہیں | سُرخ اور سبز عجب رنگ کے جوڑے پتھر
آتشِ عشقِ الٰہی سے ہو خالی کیا شے؟ | یہ شرر رکھتے ہیں سب سینہ میں روڑے پتھر

مجھے رونا آتا ہے شمعِ سحر پر | کہ بیچاری اب مستعد ہے سفر پر
اجی، جی میں ہے اب کہیں بیٹھ رہیے | بس ایک باندھ تکیہ کسی رہگزر پر

گیا یار آفت پڑے اس سحر پر | اُداسی برسنے لگی بام و در پر
دیا نامہ کہ سید انشا تو اُس نے | دو ہتڑ جڑے ایک سر نامہ پر

یہ جو مہنت بیٹھے ہیں رادھا کے کنڈ پر | اوتار بن کے گرتے ہیں پریوں کے جھنڈ پر

ہاتھ مجھ سے وہ ملاتے ہی یہ فرمانے لگے | تجھ سے پنجہ وہ کرے جو کہ مروڑے پتھر

لے چلا دامانِ صحرا کو گریبان پھاڑ کر | آخر آ مجکو جنون چمٹا ہے پنجہ جھاڑ کر

کیا ہنسی آتی ہے مجکو حضرتِ انسان پر | فعلِ بد تو اُنسے ہو لعنت کریں شیطان پر

...ے انھوں نے، جو یہ پھولوں کی چھڑی ڈالی توڑ | میں نے بھی، آپ کی دو لڑی کی لڑی ڈالی توڑ
...ینگیں امریوں میں جس وقت چڑھاتا ہوں میں | مجھ سے کہتی ہے یہ ساون کی جھڑی ڈالی توڑ
ساتھ پریوں کے یہ ہم جھولے کہ انشا ہم نے | ڈالی جو آم کی تھی سب سے بڑی ڈالی توڑ

غنچوں کو روند، گل کو مسل، اور صبا کو چھیڑ | لیکن، نہ اُسکے عقدۂ بندِ قبا کو چھیڑ
...یا گا رہا ہے اپنی او تج، اے، حدی سرا | جس سے کہ قیس لوٹ ہوا، اُس صدا کو چھیڑ
...ے ہمنشین، یہ موسم ہولی ہے، ان دنوں | منظور ہے جو سیر، تو اُس خوش ادا کو چھیڑ
...ے بوالہوس نے اُنکی جو آنا سے کچھ کہا | رستہ میں اپنے توسنِ حرص و ہوا کو چھیڑ
...ح اُلٹ کے منہ سے وہ کہنے لگی چھچی | بیٹھا، کسی جوان سے صاحب ادا کو چھیڑ
...کے چپکے چپکے دوشالہ کے نیچے ہاتھ | ناخن گڑو کے چٹکی سے انگشتِ پا کو چھیڑ

انشاؔ جو ہوئی ہوئے سو ہوئے دل کہے ہے یوں — تا حشر چھیڑ ہاں آج تو اُس دلربا کو چھیڑ

پھنس گئے عندلیب ہو بیکس — ہائے تنہائی اور کنجِ قفس

ہاتھا پائی ہوئی کچھ ایسی کہ بس — اُنکی اُنگلی کی چڑھ گئی جھٹ نس

جبکہ دیکھا کہ چھوڑتا ہی نہیں — تب تو ٹھہری کہ دینگے بوسہ دس

ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات — آٹھ، نو، دس ہوئے بس انشاؔ بس

ہو جائے اگر جہان فراموش — کب دل سے ہو دلستان فراموش

جاتے ہو تو یاد رکھیو مجھکو — مت کیجیو مہربان فراموش

صد حیف کیا سمجھ کے ہم کو — تم نے اے قدردان فراموش

ایسا تجھے ہو گیا یکایک — انشاؔ اللہ خان فراموش

انشاؔ خیالِ محض ہی اسیر نہ کیجیو — ہرگز کسی کے ساتھ نہ ڈالے خدا غرض

کھولے جب چاند سے اس مکھڑے کا گھونگھٹ عاشق — کیوں نہ پھر لیوے بلائیں تری جھٹ پٹ عاشق

نہیں معلوم ابھی تم نے یہ کیا پڑھ پھونکا — کہ تمھیں دیکھتے ہی ہو گئے ہم جھٹ عاشق

سرکشی تم کرو غیروں سے ہم، تو اپنے — گھونٹ لوہو کے پیے کیوں نہ غٹاغٹ عاشق

اے نسیمِ سحری اُس سے یہ کہیو کہ ترا — رات سے اپنی بدلتا نہیں کروٹ عاشق

اک غزل اور نئے قافیہ میں کہہ انشاؔ — جسکے سنتے ہی وہ معشوق ہو جھٹ پٹ عاشق

سلطنت سمجھے ہیں دردکشاں خاک کے مول — ہو یہاں سایہ ہما کا خس و خاشاک کے مول

سرو آزاد کئی، حلقہ کش انہوں نے — بیچے ایک ادھی کو اور کوے لیے ڈھاک کے مول

تاک باندھے ہوئے جو اڑتے ہیں مست انشاؔ — کب وہ طوبیٰ کو بھلا لیں شجرِ تاک کے مول

ترک کر اپنے ننگ و نام کو ہم — جاتے ہیں واں فقط سلام کو ہم

خم کے خم تو لنڈھائے یوں ساقی — اور یوں ترسیں ایک جام کو ہم

روٹھنے میں بھی لطف ہے انشاؔ — صبح گر روٹھے وہ تو شام کو ہم

ہاے کہنا وہ اُسکا چپکے سے　　تجھے انشا ہمارے جی کی قسم

عجب رنگینیاں باتون مین کچھ موتی ہیں اے انشا　　سہم ہو بیٹھتے ہین جب سعادت یار خان اور ہم

کمر باندھے ہوئے چلنے پہ یان سب یار بیٹھے ہین　　بہت آگے گئے باقی جو ہین تیار بیٹھے ہین

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی　　۴ تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین

خیال اُنکا پرے ہے عرشِ اعظم سے کہین ساقی　　غرض کچھ اور دھن مین اس گھڑی میخوار بیٹھے ہین

بسانِ نقشِ پاے رہروان کوے تمنا مین　　نہین اُٹھنے کی طاقت کیا کرین لاچار بیٹھے ہین

یہ اپنا حال ہے افتادگی سے اندنون پہرون　　۵ نظر آیا جہان پر سایۂ دیوار بیٹھے ہین

کہین ہین صبر کسکو آہ ننگ و نام کیا شے ہے　　غرض رو پیٹ کر ان سب کو ہم یکبار بیٹھے ہین

کہین بوسہ کی مت جرأت دلا کر بیٹھیو اُن سے　　ابھی اس حد کو وہ کیفی نہین ہشیار بیٹھے ہین

نجیبون کا عجب کچھ حال ہے اس دور مین یارو　　جسے پوچھو یہی کہتے ہین ہم بیکار بیٹھے ہین

کہان گردش فلک کی چین دیتی ہے سنا انشا　　غنیمت ہے کہ ہم صحبت یہان دو چار بیٹھے ہین

یہ آپ حسن پہ اپنے گھمنڈ کرتے ہین　　کہ اپنے شیش محل مین ہی ڈنڈ کرتے ہین

بھلا کے مال پہ سے اترا رہے ہو ہین بھوگ　　گرو جی چیلون کو اپنے گھمنڈ کرتے ہین

شراب اُنکو کہین مت پلائیو انشا　　کہ مست ہوکے وہ مجلس کو بھنڈ کرتے ہین

کل وہ بولا مجھ سے ہنسکر چاہ اک کچھ کھیل نہین　　مین ہون ہلسوڑا اور تو ہے مقطع سیر اثر اصیل نہین

زلف کو اُسکی مین نے جو سونگھا ہے یہ بو ہے موچھون کی　　دیکھیے کیا ہین آپ اب اُسکو پاتو تکون مین تیل نہین

حسرت و حرمان یاس و تمنا درد فراق رنج و تعب　　اپنے سر پر آئی بلائین تھا یہ دل جھمیل نہین

اُسکی نگہ کا زخم اُٹھا کر انشا تو کیون لوٹے ہے　　خنجر ناوک تیر نہین کچھ برچھی بلم سیل نہین

حضرت دل تو بگاڑ آئے ہین اُس سے لیکن　　اب بھی ہم چاہین تو پھر بات بنا سکتے ہین

چارہ ساز اپنے تو مفقود ہین لیکن　　کوئی تقدیر کے لکھے کو مٹا سکتے ہین

وہ جو شخص اپنے ہے تاڑ مین سو چھپا ہے کئی آڑ مین　　نہ وہ کسی مین نہ جھاڑ مین نہ وہ جھاڑ مین نہ پہاڑ مین

مجھے کام تجھ سے ہے ای جنون کہون کسی سے کچھ سخن نا　　نہ کسی سے رد و قدح مین پڑون نہ اکھاڑے مین پچھاڑین
پڑی اڑتلیون پہ نہ جا دلا یہ سب آہون کے ہین مبتلا ۷　　یہ شکار کھیلتے ہین برملا انھین ٹٹیون کی تو آڑ مین
نہ کر اپنی جان کو مضمحل ارے انشاؔ سے لگا نہ دل　　تو وگرنہ ہوویگا منفعل کہین آگیا جو لتاڑ مین

اگر یار مے پلائے تو پھر کیون نہ پیجیے ۸　　زاہد نہین مین شیخ نہین کچھ ولی نہین

مجھے کہنے لگی وہ پیار مین آ کر اگر بس ہو　　تو تجھکو موند رکھون ایک ننھی سی پٹاری مین

چھیڑنے کا تو مزا تب ہے کہو اور سنو　　بات مین تم تو خفا ہو گئے لو اور سنو

پرچھائین اپنی چال کی ٹک منہ کو موڑ دیکھ　　گردن کی یہ لچک ہے کمر کی مروڑ دیکھ
پیکان تیر آہ ہے آلودہ زہر سے　　باور نہ ہو تجھے تو مرے دل کو توڑ دیکھ
چوکھٹ پہ اسکے مین نے جو ٹپکا یہ سر کہا　　دروازہ کھول لیتا ہون نہ سر اپنا پھوڑ دیکھ
جوڑی جو اس نے تجھ سے تو توڑی رقیب سے　　انشاؔ تو اپنے یار کے یہ توڑ جوڑ دیکھ

آتے نہ اک سے لگی ہوا نس رات سے　　اب ہی امید صرف خدا ہی کی ذات سے
کل سے تو اختلاط مین تازہ ہی اختراع　　رکنے لگے ہین آپ مری بات بات سے
انشاؔ نے آ لگا ہی لیا تمکو بات مین　　ظالم وہ چوکتا ہے کوئی اپنی گھات سے

قسم نہ کھائیو ظالم تو مے کے پینے سے　　وگرنہ ہونگے ہم آزردہ اپنے جینے سے
اگر مین پاؤن اکیلا تجھے کہین سے ہے　　تو کس مزے سے لگا رکھون اپنے سینے سے
وہ سن کے عرض کو انشاؔ کی اس طرح بولا　　کسے غرض ہے عبث منہ لگے کمینے سے

آزردہ ہم سے تو ہی جو اب سے میان رہے　　جی سے گئے جہان سے گئے ہم کہان رہے
اس دل جلے کو ہجر مین اے آتش فراق　　ایسا ہی پھونکیو کہ نہ باقی نشان رہے
خوگر وہ گالیون کے جو ہین انکو دیجیے　　انشاؔ سے ایسی بات نہ ای مہربان رہے

ہم بغل بیچ نہان ہاتھ مین ہے جام لیے　　ساقی آتا ہے چلا زور سرانجام لیے
ہمصفیران چمن دیکھیے کیا ہوتا ہے؟　　آج صیاد پھر آیا قفس و دام لیے

پختگی آج بھی اُس بات کی انشا نہ ہوئی — گھر کو پھر آئے چلے ہم طمعِ خام لیے

۹
گالی سہی ادا سہی چینِ جبیں سہی — یہ سب سہی پر ایک نہیں کی نہیں سہی
گر نازنیں کے کہنے سے مانا برا ہو کچھ — میری طرف کو دیکھیے میں نازنیں سہی
منظور دوستی جو تمھیں ہے ہر ایک سے — اچھا تو کیا مضائقہ انشا کہیں سہی

۱۰
بندگی ہم نے تو جی سے اپنی ٹھانی آپ کی — بندہ پرور خیر آگے مہربانی آپ کی
لیکھے ہیں اور ٹھوں سمجھاؤں یا لپیٹوں کیا کروں؟ — روکھی پھیکی ایسی سوکھی مہربانی آپ کی
دو گلابی لا کے ساقی نے کہا انشا کو رات — زعفرانی میرا حصہ ارغوانی آپ کی

لب پہ آئی ہوئی یہ جان پھرے — یار گر اس طرف کو آن پھرے
چین کیا ہو ہمیں؟ جب آٹھ پہر — اپنی آنکھوں میں وہ جوان پھرے
روٹھ کر اُٹھ چلے تھے انشا سے — بارے پھر ہو کے مہربان پھرے

کیا چھیڑ ہے کہ پہلے دل صاف توڑ بیٹھے — پھر آپ ہو مؤدب ہاتھوں کو جوڑ بیٹھے
آواز سن ہماری گھر سے جو تم نہ نکلے — دروازے سے تمھارے ہم سر کو پھوڑ بیٹھے
آزادگی خوش آئی انشا کو جب سے یارو — وہ سب کو چھوڑ بیٹھا، سب اُسکو چھوڑ بیٹھے

کسی پری کی ہنسی دل پہ اپنے کچھ ٹھن جائے — تو پھر یہ ہنسی کہ دلپذیر قہقہہ بن جائے
لپٹ نسیم گئی بوئے گل کی چھاتی سے — الٰہی اپنا بھی روٹھا ہوا کہیں من جائے
تو سوئے سجدہ یوں جائے خواہشِ انشا — کہ جاپ تاپ کو جیسے کوئی برہمن جائے

کیا چیز بھلا قصرِ فریدوں مرے آگے — کانپے ہے پڑا گنبدِ گردوں مرے آگے
مرغان اولی اجنحہ مانندِ کبوتر — کرتے ہیں سدا عجز سے غوں غوں مرے آگے
بولے ہے یہی خامہ کہ کس کس کو میں باندھوں؟ — بادل سے چلے آتے ہیں مضموں مرے آگے
میں شاہِ خراسان کے غلاموں میں ہوں انشا — مصروف رہے سو سی ہارون مرے آگے

۱۱
یہ پیاس اپنی بجھے برف سے نہ شورے سے — بجھے تو نرگسِ ساقی کے انکھورے سے

نشہ میں کیوں نہ کروں عشق دکھا دیجے تم نے ۔۔ وہ دونوں دیار سے مے ناب کے کٹور سے سے
بلا سے جام نہ ہوئے نہ ہو کہ یاں ہم لوگ ۔۔ چڑھا گئے ہیں گھڑوں کے گھڑے سکوروں سے
نہیں جو رات کو جاگے تو کیوں ابھر آئے؟ ۔۔ یہ لال لال کچھ آنکھوں میں ڈورے ڈوروں سے

غیر کے لی جو راں میں چٹکی ۔۔ تم نے لی میری جان میں چٹکی
لے نہ اسے عشق ہر دم انشا کے ۔۔ اس دلِ ناتواں میں چٹکی

واقف جو ہم نہیں ہیں اس بزم میں کسی سے ۔۔ ہیں کیا غریب بیٹھے چپ چاپ اجنبی سے
لو ہاتھ جوڑتا ہوں بس کیجے جرم بخشی ۔۔ تقصیر بھی تو یعنی ہوتی ہے آدمی سے

دامن اگر نچوڑے تو جیحوں ٹپک پڑے ۔۔ دل پر جو دھر دیے ہاتھ تو بس خون ٹپک پڑے
میں بھر رہا ہوں آہ مجھے مت چھیڑیے ۔۔ ایسا نہ ہو کہ خاطرِ محزوں ٹپک پڑے

صاحب کے سر زمیں سے مرا ایک نگاہ ہے ۔۔ میں جو بہتا ہوں میرا ہی حوصلہ ہے
بارِ گراں اٹھائیں کس [illegible] عزیزو ۔۔ ہستی سے کچھ عدم تک تھوڑا ہی فاصلہ ہے

لگی ہے مینہ کی جھڑی باغ میں چلو جھولیں ۔۔ کہ جھولنے کا مزا بھی اسی بہار میں ہے
کچھ ہار مینہ کی خوش آئند ہے بہت اس وقت ۔۔ شراب پینے کا موقع اسی بہار میں ہے

تال کی نے سم کی ۔۔ نہ شعر کی ۔۔ فارسی ۔۔ نے عربی ۔۔ نہ ترکی
تاریخ کہی ہوئی ۔۔ کیسی لڑکی ۔۔ حویلی علی نقی خان بہادر کی

تم نے مغرور سے اشارہ کیا کہ بیٹھ ۔۔ اور اپنے پاؤں ٹھکنے لگے یاں کھڑے کھڑے

دل میں مرے چٹکی لی ایسی ہی کہ درد اٹھا ۔۔ معقول جو خوش اسے واہ کہ آپ اسکو ادا سمجھے

انشا سن غزل تمہیں سخت سے کہے بہت ۔۔ رکھتے تھے جو طبیعت موزوں ٹپک پڑے

کیونکر نہ لپٹ جاؤں صراحی کے گلو سے ۔۔ بیعت مجھے پھر تازہ ہوئی دستِ سبو سے

کوئی دنیا سے کیا بھلا مانگے ۱۲ ۔۔ وہ تو بیچاری آپ ننگی ہے

انتخاب

از

کلامِ انیس

(ہر چہار جلد)

سلام۔ رباعی۔ مرثیہ اوّل دوم و سوم

۱۴۸ نشتر

انیس

میر ببر علی نام اور لکھنؤ مسکن۔ یہیں پیدا ہوئے اور یہیں وفات پائی۔ وفات ۱۲۹۲ھ
پانچ پشت سے شاعری انکے خاندان میں تھی۔ انھون نے صرف اپنے خاندان ہی میں نمود
نہیں پائی بلکہ تمام ہندوستان کے شعرا پر فخر لے گئے اور میری ذاتی راے تو یہ ہے کہ فن شاعری
نے انکے دم سے ایک نئی عزت حاصل کی۔ وقایع نگاری کی صفت جو انہیں تھی وہ
موروثی تھی۔ انکے دادا میر حسن کی مثنوی مشہور ہے۔ اس سے اچھی مثنوی آجتک
دیکھی نہیں گئی۔ گلزار نسیم عام پسندیدگی میں شہرۂ آفاق ہے لیکن مذاق صحیح رکھنے والے
متفق اللسان ہین کہ واقعات کی مصوری میر حسن پر ختم ہو گئی۔

فارسی شاعری سعدی اور حافظ پر ختم ہوئی۔ اور ریختہ گوئی کا غالب اور امیر پر خاتمہ ہوا۔
لیکن میر انیس کی نسبت یہ کہنا پڑتا ہے کہ مرثیہ گوئی کے پیرایے میں انشائی شاعری کو انکے نام سے
وہ عزت ہوئی کہ یہ سب سے بالا ٹھہرے۔ انکی شاعری شاعری نہین ہے۔ فیضان آلہی کا خاص نمونہ ہے
رزم بزم معاملہ بندی۔ واقعات نگاری کن کن باتون کا بیان کیا جائے۔ مشہور ہے کہ شاعر اُسی
مضمون پر با اثر کلام کہہ سکتا ہے جس سے اُسے خاص مذاق ہو لیکن یہ کلیہ میر انیس نے باطل کر دیا۔
جسکے سر پر حباب بحر کی سی کلاہ ہو اور ہاتھ میں سواے عصاے پیری کے کوئی اور شے نہ آئی ہو اور چڑھنے کے
لیے منبر مجلس کے سوا اور کوئی مرکب نہ ملا ہو وہ خود پوش اور زرہ پوش سوارون کے رزم کا نقشہ کھینچے شان
کبریائی ہے۔ انکے رزمیہ اشعار پڑھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ فن حرب اُن سے اچھا کوئی کیا جانیگا۔ حزن وغم کے اشعار
صورت غم کو سامنے لا کھڑا کر دیتے ہیں۔ مسرت کے بیانات مسرت مجسم بنجاتے ہین۔ واقعہ نگاری انکا خاص حصہ ہے
گویا صورت معاملہ سامنے آکھڑی ہوتی ہے۔

سلام

حسینؑ یون ہوئے ای مجرئی وطن سے جدا
کہ جیسے بلبل ناشاد ہو چمن سے جدا

جنان مین پائین گے گھر اہلبیت کے مداح
صلہ خدا سے، جدا لین گے پنجتن سے جدا

پھنسے ہوئے تھے بلاؤن مین سید سجادؑ
چھلی تھی، طوق سے گردن جدا اُسن سے جدا

گلے مین دیکھ کے طوقِ حدید کہتے تھے لوگ
یہ آفتاب کہین جلد ہو گہن سے جدا

نکالا گردنِ اصغر سے تیر جب شہ نے
گلے سے بہنے لگا خون جدا دہن سے جدا

سحر سے ظہر تلک کربلا مین جنگ ہوئی
سرِ حسینؑ ہوا، وقتِ عصر تن سے جدا

کڑی ہی مرگ کی منزل مسافرو ہشیار
کھلے گا حال یہ جب روح ہو گی تن سے جدا

فشارِ قبر کا گر خوف ہے تجھے تو انیس
رہے نہ ذرۂ خاکِ شفا کفن سے جدا

بیکسی کا شہ کی چرچا رہ گیا
مجرئی مہمان پیاسا رہ گیا

دیر آئے پر بھی جلد آئے رسولؐ
دور لاکھون کوس سایا رہ گیا

قبر مین ہو گا حسابِ زندگی
بعد مرنے کے بھی جھگڑا رہ گیا

شست و شو سے گو ہوا اُجلا ذلیل
جامۂ اصلی مین دھبا رہ گیا

قبر مین رکھ کر نہ ٹھہرا کوئی دوست
مین نئے گھر مین اکیلا رہ گیا

فیض تھا بے پردگی مین آل کی
ہم گنہگارون کا پردا رہ گیا

اسقدر تھا خشک حضرت کا گلا
خنجرِ قاتل بھی پیاسا رہ گیا

سو گئے کب تک بس اب اُٹھو انیس
دن بہت غفلت مین تھوڑا رہ گیا

اُسی کا نور ہر اک شے مین جلوہ گر دیکھا
اُسی کی شان نظر آگئی جدھر دیکھا

علی کو حق نے اُتارا جو عین کعبہ مین
کھلی جو آنکھ تو پہلے خدا کا گھر دیکھا

سرورِ عید بھی آیا جو کوئی ملنے کو
غمِ حسین مین عابد کو نوحہ گر دیکھا

قریب قبر ہم آئے کہاں پھر کر — تمام عمر ہوئی جب تو اپنا گھر دیکھا
ولی ولی کی صدا تھی جہاں جہاں پہنچا — علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا
کسی کی ایک طرح سے بسر ہوئی نہ انیس — ۲ عروج مہر بھی دیکھا تو دوپہر دیکھا

صبر کرتے تھے سلامی شہِ والا کیا کیا — اہلِ کیں دیتے تھے مظلوم کو ایذا کیا کیا
شاہِ دیں کے حرم آئے تھے وطن میں جس دم — خاک پر پیٹ کے سر روتی تھی صغرا کیا کیا
اور ایک ایک سے کہتی تھی بتاؤ لوگو — کہہ گئے ہیں مجھے مرتے ہوئے بابا کیا کیا؟
سر جھکا لیتی تھی صغرا کوئی کہتا تھا اگر — ۳ کہو کوفے سے پدر نے تمہیں بھیجا کیا کیا؟
قید خانہ میں سکینہ کو جو یاد آئے عدو — رات بھر سینہ میں دل ننھا سا تڑپا کیا کیا
ساتھ جاتا نہیں غیر از عملِ نیک انیس — اسے انسان کو ہے خواہشِ دنیا کیا کیا؟

روئے آسائش نہ دیکھا عمر بھر — جو گیا دنیا سے وہ بیدل گیا
قہرِ حق تھا غیظِ عباسِ علی — شیر کے نالوں سے جنگل ہل گیا

زرد چہرہ ہے نحیف و زار ہوں — ہاتھ سجاد میں بیمار ہوں
مثلِ بوئے گل سفر ہوگا مرا — وہ نہیں میں جو کسی پر بار ہوں
کہتے تھے عابد اٹھیں کیونکر قدم؟ — اے ستمگارو! نحیف و زار ہوں
وہ ہم کھینچو نہ میرے ہاتھ کو — پاؤں بڑھ سکتے نہیں لاچار ہوں
میں پیادہ تم ہو گھوڑوں پر سوار — کس طرح دوڑوں بہت بیمار ہوں
کہتے تھے اعدا سے حضرت وقتِ جنگ — ورثہ دارِ حیدرِ کرار ہوں
سوکھ کر کانٹا ہوا ہوں پر انیس — آنکھ میں دشمن کے اب تک خار ہوں

نمود و بود کو عاقل حباب سمجھے ہیں — ۴ وہ جاگتے ہیں جو دنیا کو خواب سمجھے ہیں
نبی کا عز و شرف بوتراب سمجھے ہیں — علی کی قدر رسالت مآب سمجھے ہیں
ارے نہ آئیو دنیا کے دَر دھوکے میں — سراب ہے یہ جسے موجِ آب سمجھے ہیں

عجب نہین ہی جو شیشون مین رکھ کے لیجائین
ان آنسوؤن کو فرشتے گلاب سمجھے ہین

زمانہ ایک طرح پر کبھی نہین رہتا
اسی کو اہلِ جہان انقلاب سمجھے ہین

یہ اشکِ تاک ہی کہتے ہین جسکو آبِ طرب
یہ خونِ گل ہے جسے سب گلاب سمجھے ہین

حسینؑ پیاس مین مُنھ کھولتے ہین ذبح کے وقت
چمک کو خنجرِ قاتل کی آب سمجھے ہین

انیس مخمل و دیبا سے کیا فقیرون کو
اسی زمین کو ہم فرشِ خواب سمجھے ہین

رنجِ دُنیا سے کبھی چشم اپنی نم رکھتے نہین
جز غمِ آلِ عبا ہم اور غم رکھتے نہین

کربلا پہنچے زیارت کی ہمین پروا ہی کیا؟
اب ارم بھی ہاتھ آئے تو قدم رکھتے نہین

در پہ شاہون کے نہین جاتے فقیر اللہ کے ۵
سر جہان رکھتے ہین سب ہم وان قدم رکھتے نہین

دیکھنا کل ٹھوکرین کھاتے پھرین گے اُنکے سر
آج نخوت سے زمین پر جو قدم رکھتے نہین

کہتے تھے اعدا کہ بچے بھی علی کے شیر ہین
جب بڑھاتے ہین تو پھر پیچھے قدم رکھتے نہین

چادرین جب چھینین رانڈون کی تو زینب نے کہا
کچھ حیا و شرم یہ اہلِ ستم رکھتے نہین

مرثیے اِک دن مین کیا سب کہہ گئے اُٹھو گی انیس
ہاتھ سے کیون آج قرطاس و قلم رکھتے نہین

کارِ ذاتی مین ہین عاجز پاک سازانِ جہان ۶
گرد اپنے مُنھ کی پانی آپ دھو سکتا نہین

سدا ہی فکرِ ترقی بلند بینون کو
ہم آسمان سے لائے ہین ان زمینون کو

پڑھین درود نہ کیون دیکھ کر حسینون کو
خیالِ صنعتِ صانع ہی پاک بینون کو

لحد مین سوئے ہین چھوڑا ہی شہ نشینون کو
قضا کہان سے کہان لے گئی مکینون کو

یہ جھرّیان نہین ہاتھون پہ ضعفِ پیری نے ۷
چُنا ہی جامۂ اصلی کی آستینون کو

لگا رہا ہون مضامینِ نو کا پھر انبار
خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینون کو

یہ غُل تھا مہرِ نبوت پہ جب چڑھے حسنینؑ
جڑا ہی ایک انگوٹھی پہ دو نگینون کو

مزا یہ طرفہ ہی مضمون تو دستیاب نہین
مقابلہ پہ چڑھائے ہین آستینون کو

غلط یہ لفظ وہ بندش بُری یہ مضمون سست
ہنر عجیب ملا ہی یہ نکتہ چینون کو

دہاں کیسہ زر بند کر، پراے منعم — خدا کے واسطے وا کر جبین کی چینوں کو
خیالِ خاطرِ احباب چاہیے ہر دم ۸ — انیسؔ ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

کوئی انیسؔ کوئی آشنا نہیں رکھتے — کسی کی آس بغیر از خدا نہیں رکھتے
نہ روئے بیٹوں کے غم میں حسین واہ رے صبر — یہ داغ ہوش بشر کے بجا نہیں رکھتے
کسی کو کیا ہو دلوں کی شکستگی کی خبر؟ ۹ — کہ ٹوٹنے میں یہ شیشے صدا نہیں رکھتے
حسین کہتے تھے سوئیں گے پاؤں پھیلا کر — سوائے قبر کوئی اور جا نہیں رکھتے
فقیر دوست جو ہو ہم کو سرفراز کرے — کچھ اور فرش بجز بوریا نہیں رکھتے
مسافرو شبِ اول بہت ہی تیرہ و تار — چراغِ قبر ابھی سے جلا نہیں رکھتے؟
وہ لوگ کون سے ہیں اے خدا کے کون و مکان — سخن سے کان کو جو آشنا نہیں رکھتے
انیسؔ بیچ کے جان اپنی ہند سے نکلو — جو توشۂ سفرِ کربلا نہیں رکھتے

ہجر کی قید سے جب عابدِ بے پر چھوٹے — شام میں شور ہوا آلِ پیمبر چھوٹے
بیبیاں کہتی تھیں کیوں اونٹ پہ در در پھر یں — سر پہ وارث نہ رہے قید ہوئے گھر چھوٹے
لاشِ اصغر پہ کہا بانو نے، اماں صدقے — چھین لینے مری چھاتی سے نہ دم بھر چھوٹے
آ کے جنگل میں کیا باپ کا پہلو آباد — ماں سے اس عمر میں بیٹا بھی اگر چھوٹے
عورتیں آن کے صغریٰ کو یہ سمجھاتی تھیں — تیرے رونے سے تو ہمسایوں کے ہیں گھر چھوٹے
وہ یہ کہتی تھی کہ ماں باپ سے جو چھوٹا ہو ۱۰ — اُس سے رونا کہو دن رات کا کیونکر چھوٹے
شاہ کہتے تھے کٹے حلق مگر ہاتھوں سے ۱۱ — دامنِ صبر نہ زیرِ دمِ خنجر چھوٹے
گر بٹھاتا کوئی مسند پہ تو کہتے سجاد — ہوئے چالیس برس بالش و بستر چھوٹے
زیرِ سر ہاتھ دھرے خاک پہ سوتا ہوں — اُٹھ گیا چین ہی جس روز سے سرور چھوٹے
خلد میں رو کے سکینہ نے کہا سرور سے — قیدِ زندان سے تو ہم چھوٹے پہ در کر چھوٹے
آرزو یہ ہے کہ ہنگامۂ محشر میں انیسؔ — ہاتھ سے میرے نہ دامانِ پیمبر چھوٹے

گنہ کا بوجھ جو گردن پہ ہم اُٹھا کے چلے ۱۲ خدا کے آگے خجالت سے سر جھکا کے چلے
مقام یون ہوا اس کارگاہِ دنیا مین کہ جیسے دن کو مسافر سرا مین آ کے چلے
کسی کا دل نہ کیا ہم نے پائمال کبھی چلے جو راہ تو چیونٹی کو بھی بچا کے چلے
تمام عمر جو کی ہم سے بے رُخی سب نے کفن مین ہم بھی عزیزون سے مُنھ چھپا کے چلے
انیس دم کا بھروسا نہین ٹھہر جاؤ چراغ لے کے کہان سامنے ہوا کے چلے ۹

آ کے جو بزمِ عزا مین رو گئے مجرئی وہ فردِ عصیان دھو گئے
یاد آیا دامنِ مادر کا چین پاؤن پھیلا کر لحد مین سو گئے
عالمِ فانی مین کیا تمکو ملا ۱۳ اور کچھ اپنی گرہ سے کھو گئے
راحت آبادِ عدم ہے خوب جا پھر نہ آئے وہ یہان سے جو گئے
خون گردن سے جو نکلا گرم گرم بھر کے آہِ سرد ٹھنڈے ہو گئے
آ کے تُربت پر پکارے شاہِ دین ہائے آج اصغر اکیلے ہو گئے
عالمِ پیری مین یہ غفلت انیس رات بھر جاگے سحر کو سو گئے

واجب الرحم تھے زندان کے سزاوار نہ تھے مجرئی، اہلِ حرم قابلِ بازار نہ تھے
بولے عابد کہ فدائے شہِ دین غیر ہوئے اک فقط ہم ہی شہادت کے سزاوار نہ تھے
تیر اصغر کو جو مارا تو کہا سرور نے ہم گنہگار تھے بچے تو گنہگار نہ تھے
شکر ہی شکر نکلتا تھا اوس کے بدلے دہنِ زخمِ بدن و دیدۂ خونبار نہ تھے
بدھیان زخمون کی سینے ہوئے تھے ابنِ حسن کیا ہوا پھولون کی گردن مین اگر ہار نہ تھے
کہا صغریٰ نے کہ فرقت نے پدر کی مارا آ گئے اے صاحبو ہم ایسے تو بیمار نہ تھے
گُل سے تلوون کا یہ عابد کے ہوا تھا احوال کون سا چھالا تھا وہ جسمین کہ دو خار نہ تھے
گر مسیحِ دو جہان کا ہوا قفال انیس اچھے یون ہو وینگے جیسے کبھی بیمار نہ تھے

خود لذیذِ زندگی لائی قضا میرے لیے شمعِ کشتہ ہون فنا مین ہے بقا میرے لیے

زندگی میں تو نہ اک دم خوش کیا ہنس بول کر | آج کیوں روتے ہیں میرے آشنا میرے لیے؟
کنجِ عزلت میں مثالِ آسیا ہوں گوشہ گیر | رزق پہنچاتا ہے گھر بیٹھے خدا میرے لیے
تو سراپا اجر اے زاہد، میں سرتاپا گناہ | باغِ جنت تیری خاطر، کربلا میرے لیے
کہتے تھے شہ سخت ہے تیغ و گلو کا مرحلہ | ۱۴ یہ بھی مشکل سہل کر دے گا خدا میرے لیے
یا حسین ابن علی فیاضِ عالم جانِ خلق | آپ نے کی ہر مصیبت میں دعا میرے لیے
اے ہوس، اپنی اپنی قسمت اس کا رشک کیا؟ | کیمیا تیرے لیے، خاکِ شفا میرے لیے
کہتے تھے شہ حضرتِ آدم سے تا ختمِ رسل | روئے سارے انبیاؑ و اوصیا میرے لیے
خاک سے ہے خاک کو الفت تڑپتا ہوں انیس | کربلا کے واسطے میں کربلا میرے لیے

سلامی درِ شہ پہ گر جائیں گے | تو سب کام بگڑے سنور جائیں گے
یہ سنکر کہا شہ نے رختِ کہن | یہ کپڑے بھی تن سے اُتر جائیں گے
حرم سے شبِ قتل کہتے تھے شاہ | دمِ صبح ہم کوچ کر جائیں گے
مصیبت کی راتیں بسر ہو گئیں | نہ روؤ یہ دن بھی گزُر جائیں گے
یہ کہتی تھی بانو خبر کس کو تھی؟ | کہ اکبر جوان ہو کے مر جائیں گے
خدا تو ہی شاہد کہ بے جُرم ہوں | چھپیں گے کہاں اور کدھر جائیں گے؟
خدا بات رکھے جہاں میں انیس | یہ دن ہر طرح سے گزُر جائیں گے

جو دل جلے ہیں انھیں کا سخن ہے گرما گرم | مزا ہے سیخ پہ جب تک کباب رہتا ہے
زبانِ سوالِ نکیرین سے نہ بند ہوئی | خموش بھی کہیں حاضر جواب رہتا ہے
ہاتھ خالی آئی لاشوں پر شہیدوں کے نسیم | پھول بھی اس فصل میں ایسے گراں پیدا ہوئے

رباعیات

جس دن کہ فراق روح و تن مین ہوگا مشکل آنا اِس انجمن مین ہوگا
نازان نہ ہو رخت بہن کر غافل اک روز یہی جسم کفن مین ہوگا

آغوشِ لحد مین جبکہ سونا ہوگا جُز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا
تنہائی مین آہ کون ہووے گا انیسؔ ۱۵ ہم ہوئینگے اور قبر کا کونا ہوگا

مضمون انیسؔ کا نہ چربا اُترا اُترا بھی تو کچھ بگڑ کے نقشہ اُترا
نقاش نے سَو طرح کی خفت کھینچی تصویر نہ کھینچ سکی تو چہرا اُترا

اک روز جہان سے جان کھونا ہوگا گھر چھوڑ کے زیرِ خاک سونا ہوگا
بالش سے سروکار نہ بستر سے غرض اپنا کسی تکیے مین بچھونا ہوگا

پیری سے بدن زار ہوا زاری کر دنیا سے انیسؔ اب تو بیزاری کر
کہتے ہین زبانِ حال سے موے سپید ۱۶ ہر صبحِ اجل کوچ کی تیاری کر

غفلت مین نہ عمر کو بسر کر انجام پہ اک ذرا نظر کر
اِس طولِ عمل سے فائدہ کیا؟ ۱۷ کل کوچ ہے قصہ مختصر کر

گلشن مین پھرون کہ سیرِ صحرا دیکھون یا معدن و کوہ و دشت و دریا دیکھون؟
ہر جا تری قدرت کے ہین لاکھون جلوے ۱۸ حیران ہون کہ دو آنکھون سے کیا کیا دیکھون؟

انسان ہی کچھ اِس و رہین پامال نہین سچ ہے کوئی آسودہ و خوشحال نہین
اندیشۂ آشیان و خوفِ صیاد ۱۹ مرغانِ چمن بھی فارغ البال نہین

نافہم سے کب دادِ سخن لیتا ہون دشمن ہو کہ دوست سب کی سُن لیتا ہون
چھپتی نہین بو سے دوستان یکرنگ کانٹون کو ہٹا کے پھول چُن لیتا ہون
اشکون مین نہاؤ تو جگر ٹھنڈے ہون بھیگے جو تترہ دیدۂ تر ٹھنڈے ہون

یون سینہ و قلب سرد ہو جائین گے جس خانے مین جیسے بام و در ٹھنڈے ہون

کس بات مین کید کس بات مین تزویر نہین جز حرفِ غلط زبان پہ تقریر نہین
اس عہد مین راستی کا کیونکر ہو رواج؟ ۲۰ سطر کج ہے قلم کی تقصیر نہین

کس دن فرسِ خامہ تگ و دو مین نہین مجھ سا بھی سیہ بخت کوئی سو مین نہین
ہرچند کہ ہون خسروِ اقلیمِ سخن ۲۱ جز غیر دوات کچھ قلمرو مین نہین

داغِ غمِ شہ سینے مین گل بوٹے ہین کیا کیا گہرِ بیش بہا لوٹے ہین؟
مجلس مین ریا سے جو کہ روتے ہین انیس ۲۲ اشک اُنکے بھی موتی ہین مگر جھوٹے ہین

کس منھ سے کہون لائقِ تحسین مین ہون کیا لطف جو گل کہے رنگین مین ہون
ہوتی ہے حلاوتِ سخن خود ظاہر کہتی ہے کہین شکر کہ شیرین مین ہون؟

مانا ہم نے کہ عیب سے پاک ہے تو مغرور نہ ہو جو اہلِ ادراک ہے تو
بالفرض اگر آسمان ہے تیرا مقام انجام کو سوچ کہ پھر خاک ہے تو

مر مر کے مسافر نے بسایا ہے تجھے رخ سب سے پھرا کے منھ دکھایا ہے تجھے
کیونکر نہ لپٹ کے تجھ سے سوؤن اے قبر ۲۳ مین نے بھی تو جان دے کے پایا ہے تجھے

دنیا دریا ہے اور ہوس طوفان ہے مانندِ حباب ہستیِ انسان ہے
لنگر ہے جو دل تو ہر نفس بادِ مراد سینہ کشتی ہے ناخدا ایمان ہے

خاموشی مین یان لذتِ گویائی ہے آنکھین ہین بند عینِ بینائی ہے
نہ دوست کا جھگڑا ہے نہ دشمن کا فساد مرقد بھی عجب گوشۂ تنہائی ہے

ہشیار کہ وقتِ ساز و برگ آیا ہے ہنگامِ یخ و برف و تگرگ آیا ہے
محتاجِ عصا ہوے تو پیری نے کہا ۲۴ چلیے اب چوبدارِ مرگ آیا ہے

غافل تجھے کیون خواہشِ دنیائے دنی ہے؟ پیوندِ زمین ہر کوئی درویش و غنی ہے
جو قاقم و سنجاب پہنتے تھے ہمیشہ سوتے ہین تہِ خاک گلے مین کفنی ہے

عباس سا صف شکن نہ ہوگا کوئی — اکبر سا بھی گلبدن نہ ہوگا کوئی
گردن پہ لگا تیر مگر لب نہ ہلے ۲۵ اصغر سا بھی کم سخن نہ ہوگا کوئی

وہ نظم پڑھوں کہ بزم خوشبو ہو جائے — عطرِ عنبر ہر ایک آنسو ہو جائے
یاد آئے شمیمِ زلفِ ہمشکلِ رسولؐ — آہوں کا دھواں حور کا گیسو ہو جائے

چل جلد اگر قصدِ سفر رکھتا ہے — تو کچھ بھی مآل کی خبر رکھتا ہے
راحت دنیا میں کس نے پائی ہے انیسؔ ۲۶ جو سر رکھتا ہے دردِ سر رکھتا ہے

آنکھ ابرِ بہاری سے لڑی رہتی ہے — اشکوں کی ردا منھ پہ پڑی رہتی ہے
دونوں آنکھیں ہیں مری ساون بھادون — یاں سات برس ایک جھڑی رہتی ہے

طفلی دیکھی شباب دیکھا ہم نے — ہستی کو حباب آب دیکھا ہم نے
جب آنکھ ہوئی بند تو عقدہ یہ کھلا ۲۷ جو کچھ دیکھا سو خواب دیکھا ہم نے

افسوس یہ عصیاں یہ تباہی دل کی — کی خوب انیسؔ خیر خواہی دل کی
کپڑے اجلے ہیں کہ نازاں ہو تم — بڑھتی گئی دن رات سیاہی دل کی

پیری آئی عذار بے نور ہوئے — یارانِ شباب پاس سے دور ہوئے
لازم ہے کفن کی یاد ہر وقت انیسؔ — جو مشک سے بال تھے وہ کافور ہوئے

رتبہ جسے دنیا میں خدا دیتا ہے — وہ دل میں فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتے ہیں تہی مغز ثنا آپ اپنی ۲۸ جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے

جو شے ہے فنا اُسے بقا سمجھا ہے — جو چیز ہے کم اُسے سوا سمجھا ہے
ہے بحرِ جہاں میں عمر مانندِ حباب ۲۹ غافل اس زندگی کو کیا سمجھا ہے؟

کیا قدر زمیں کی آسماں کے آگے؟ — جھکتے ہیں قوی ناتواں کے آگے
نرمی سے مطیع سنگدل ہوتے ہیں ۳۰ دنداں صف بستہ ہیں زباں کے آگے

گر لاکھ برس جیے تو پھر مرنا ہے — پیمانۂ عمر ایک دن بھرنا ہے

ہان توشۂ آخرت مہیّا کر لے — غافل تجھے دُنیا سے سفر کرنا ہے

جس شخص کو عقبیٰ کی طلبگاری ہی — دُنیا سے ہمیشہ اُسے بیزاری ہی
اک چشم مین کس طرح سمائین دونون ۳۱ — غافل یہ خواب ہی وہ بیداری ہی

کیا کیا دُنیا سے صاحبِ مال گئے — دولت نہ گئی ساتھ نہ اطفال گئے
پہنچا کے لحد تلک پھر آئے سب لوگ ۳۲ — ہمراہ اگر گئے تو اعمال گئے

یہ عمر یونہین تمام ہو جائیگی — مرنے کی خبر بھی عام ہو جائیگی
روتے ہو انیس، کیا جوانی کے لیے؟ — پیری کی سحر بھی شام ہو جائیگی

مر جائے جو فرزند تو کیا چارہ ہے — بس صبر علاجِ دلِ صد پارہ ہی
اصغر کو لٹا کے قبر مین شہ نے کہا — آرام کرو اب یہی گہوارہ ہی

دل سے طاقت بدن سے کس جاتا ہی — آتا نہین پھر کے جو نفس جاتا ہی
جب سال گرہ ہوئی تو عقدہ یہ کھلا ۳۳ — یان اور گرہ سے اک برس جاتا ہی

دنیا جسے کہتے ہین بلا خانہ ہے — پامال ہی جو عاقل و فرزانہ ہے
مابین زمین و آسمان یون ہین ہم — جیسے آسیا مین ایک دانہ ہے

بلبل یہان آکے خوش بیانی سیکھے — اندازِ فغان مجھ سے فغانی سیکھے
رونا مری آنکھون سے کرے حاصل ابر — دریا مرے اشکون کی روانی سیکھے

مرثیہ اول

حمد باری

اس باغ میں چشمے ہیں ترے فیض کے جاری
بلبل کی زبان پر ہے تری شکر گزاری
ہر نخل برومند ہے یا حضرت باری
پھل ہم کو بھی مل جائے ریاضت کا ہماری
وہ گل ہوں عنایت کہ چمن طبع نکو کو
بلبل نے بھی سونگھا نہ ہو جس پھول کی بو کو

سفر از مکہ

فرزند پیمبر کا مدینہ سے سفر ہے
سادات کی بستی کے اجڑنے کی خبر ہے
در پیش ہے وہ غم کہ جہان زیر و زبر ہے
گل چاک گریبان ہیں صبا خاک بسر ہے
گلدستہ صفت غنچہ کمر بستہ کھڑے ہیں
سب ایک جگہ صورت گلدستہ کھڑے ہیں

مکے سے ادھر ہو چکے تھے شاہ روانا
منظور تھا کوفے کو بسرعت انھیں جانا
مانع رہے احباب پہ حضرت نے نہ مانا
تھا مد نظر امر جو کچھ دل میں تھا ٹھانا
یہ شوق شہادت کا تھا جس عاشق رب کو
یعقوب بنا جاتے تھے یوسف کی طلب کو

قاصد کوئی نامہ تھا جو مسلم کا نہ لایا
تشویش میں تھا حیدر کرار کا جایا
ناگہ اسے اک مرد مسافر نظر آیا
بھجوا کے کسی کو اسے حضرت نے بلایا
تسلیم کی اس شخص نے جھک کر شہ دیں کو
نعلین مبارک پہ لگا ملنے جبیں کو

لے ہاتھ میں ہاتھ اسکا اٹھے سید والا
لیجا کے کنارے اسے اس طرح سے پوچھا
اے شخص تو آتا ہے کدھر سے مجھے بتلا
وہ کہنے لگا کوفے سے آتا ہون میں شاہا
شہ نے کہا کوفے کا مسافر تو اگر ہے
مسلم مرے بھائی کی بھی کچھ تجھکو خبر ہے؟

رو رو کے وہ کہنے لگا کس منہ سے کہوں آہ
مسلم کا بھی سر کٹ گیا ہانی کا بھی یا شاہ
اور پاؤں میں لاشوں کے رسن باندھ کے بدخواہ
بازار میں کھینچے لیے پھرتے تھے سر راہ

دونون سرون کے شام مین جانے کی خبر ہو　　لاشون کو سر دار چڑھانے کی خبر ہو

مارا گیا بے جرم و خطا آپ کا بھائی　　تربت بھی مسافر کی کسی نے نہ بنائی
مرنے سے بھی پہلے ہوئی بیٹون سے جدائی　　بچون کو غریب الوطنی مین اجل آئی
دریا پہ انھین مار کے جب آیا تھا حارث　　دربار مین دو چھوٹے سے سر لایا تھا حارث

۸
لایا تھا جو دریا پہ وہ پکڑے ہوئے گیسو　　سنتا ہون بہت بین کرتے تھے وہ گلرو
تھے ایک ہی رسی مین بندھے دونون کے بازو　　کہتے تھے ہمین بیچ کے پر قتل نہ کر تو
رخ مین نے بھی دیکھے تھے غنچہ دہان تھے　　رخسارون پہ دونون کے طمانچون کے نشان تھے

۹
جب شہ نے سنی یہ خبر مسلم بے پر　　رقت کا ہوا جوش لگے کانپنے تھر تھر
سینہ مین تڑپنے لگا دل مثل کبوتر　　منہ کر کے سوے کوفہ کہا ہائے برادر
بلوا کے مدینہ سے ہمین مر گئے مسلم　　ہم کوفے تک آئے تو سفر کر گئے مسلم

آمد میدان کربلا

۱۰
جب منزل مقصد پہ امام زمن آئے　　تھا شور کہ مرنے کو غریب الوطن آئے
جنگل مین عجب شان سے گل پیرہن آئے　　مرجھائے ہوئے دھوپ مین نازک بدن آئے
پھولون سے زمین بس گئی میدان ستم کی　　آنے لگی صحرا سے ہوا باغ ارم کی

۱۱
فرمائے یہ فراشون کو عباس پکارے　　ہان خیمون کو برپا کرو دریا کے کنارے
سب لوگ تھکے ماندے ہین لشکر کے ہمارے　　فراشون نے بار اونٹون سے یہ سن کے اتارے
ناگاہ نشان ظلم کے برپا نظر آئے　　خیمہ ابھی کھلتا تھا کہ اعدا نظر آئے

۱۲
میدان سے سوارون نے یہ بڑھ بڑھ کے پکارا　　تم کون ہو کیا کام ہے دریا پہ تمھارا؟
فوج آتی ہے جلدی کرو ساحل سے کنارا　　ہوگا لب جو شام کے لشکر کا اتارا
گھوڑون سے زمین پاٹی ہے گی کوئی دم کو　　دو لاکھ سوارون کی جگہ چاہیے ہم کو

۱۳
گرمی کی جو ایذا ہو تو جنگل کی ہوا کھاؤ　　اسے کو تر لو نہر کے پانی پہ نہ ٹھہراؤ

اسباب کنارے کرو جمّازوں کو سرکاؤ ۳۵ ڈر ہے کہیں گھوڑوں کی ٹاپوں میں کچل جاؤ
ہتھوالس کے تیغ و سپر اکبر یہ پکارے — کیا بکتے ہو بیہودہ سخن سُنو یہ ہمارے؟

کہتا ہوں ہیں دیکھو قدم آگے نہ بڑھانا — آسان نہیں شیروں کا ترائی سے اٹھانا
حیدر کے پسر ہیں یہ ہمیں کیا تم نے ہی جانا؟ — قبضے ابھی پکڑیں تو الٹ جائے زمانا
گردن ابھی یوں زیر و زبر ہفت طبق کو ۳۶ جس طرح اولٹ دیتے ہیں انگلی سے ورق کو

کہہ کے اِدھر سے شہِ والا یہ پکارے — ہاں ہاں مرے صفدر مرے عاشق مرے پیارے
تلوار نہ کھینچو ابھی، صدقے میں تمھارے — راضی ہوں میں، اُتریں وہی دریا کے کنارے
کچھ غم نہیں، جلتے ہوئے پیاسے یہ ہیں گے — راحت انھیں ہووے، ہمیں تکلیف سہیں گے

ہر ہے یہ وہی دشتِ بلا ہے یہ وہی نہر — جس نہر کی شمشیر سے بدتر ہے ہر اک لہر
ساحل پہ نہ اُتروں گا میں کرتے ہو یہ کیا قہر — یہ چشمۂ شیریں ہے غریبوں کے لیے زہر
پردیس میں تکلیف گوارا کرو لوگو — اس نہر کے پانی سے کنارا کرو لوگو

ڈیوڑھی پہ جو ناقوں کو بٹھایا حرم اُترنے — بچے لیے ناموسِ امامِ امم اُترے
افلاک شرافت کے ستارے بہم اُترے — کس اوج سے کس شان سے وہ ذی حشم اُترے
ساحل پہ اُتارا ہوا ان فوجِ لعین کا ۳۷ یاں دھوپ میں برپا ہوا خیمہ شہِ دیں کا

تاریخ دوم کا تھا محرم کے یہ مذکور — آفت میں پھنسے پھر تو شہِ بیکس و مجبور
ہشتم تک اُدھر جمع ہوا لشکرِ مقہور — روزِ نہم اعدا کو لڑائی ہوئی منظور
در پے ہوئے سب قتلِ امامِ عربی کے — دسویں کو گلے کٹنے لگے آلِ نبی کے

صبحِ عشرہ

پھاڑا جو گریبانِ صبح آفت کی سحر نے — پردے میں چھپایا رخِ روشن کو قمر نے
پیمانۂ خورشید لگا نور سے بھرنے — گردوں سے گزر فوجِ کواکب لگی کرنے
تاباں جو رخِ نیّرِ افلاک ہوا تھا ۳۸ ذرّوں سے زر افشاں ورقِ خاک ہوا تھا

اظہار ہوئی خطِ شعاعی کی جو تنویر — روئے شبِ یلدا سے سیاہی ہوئی تغییر
خورشید نے کی سورۂ والشمس کی تفسیر — والفجر کی کرتا تھا تلاوت فلکِ پیر
پھیلا ہوا تھا نورِ سحر ارض و سما میں — مصروف تھی سب خلق خدایا دِ خدا میں

۲۲
چمکا صفتِ شعلۂ جوّالہ مہرِ جہانتاب — شبنم کی طرح سیم کواکب ہوئے بے آب
مائل بہ سفیدی ہوا رنگِ رخِ مہتاب — اور دیدۂ مردم سے سفر کرنے لگا خواب
طاقت نہ رہی شمع میں سوزِ جگری کی — ۳۹ پروانوں سے رخصت تھی چراغِ سحری کی

آغازِ جنگ

۲۳
بڑھ کر کے علم فوج کو عباس نے کھولا — ہتھوالس لیا ڈھالوں کو تلواروں کو تولا
شہزادوں میں جو تھا کوئی عاقل کوئی بھولا — ہاتھوں میں پکڑ نیمچے ایک ایک یہ بولا
لڑکے تو ہیں لیکن قدم آگے ہی بڑھیں گے — ان چھوٹی سی تیغوں سے ہمیں پہلے لڑیں گے

۲۴
اُس فوج میں نقارۂ رزمی پہ لگی چوب — تیار صفیں کرنے لگے شام کے مرکوب
گھوڑوں سے لگا گونجنے صحرائے پر آشوب — دینے لگی بالوں سے اِدھر فاطمہ جاروب
بالیدہ ہوئے غُل جو سُنا اہلِ دغا کا — نعرہ ہوا سادات میں یا شیرِ خدا کا

۲۴
بجلی کی چمک گرد تھی تیغوں کی چمک سے — ۴۰ چنگاریاں اُڑتی تھیں سنانوں کی لچک سے
کڑکا ہوا میدان میں سنانوں کی کڑک سے — تیر آتے تھے جوں تیرِ شہاب آتے ہیں فلک سے
اک دل ہوئے سب قتلِ شہِ تشنہ دہن پر — حملہ کیا دو لاکھ نے ہفتاد و دو تن پر

حضرت عونؑ و محمدؑ

۲۵
مارے گئے مولا کے جو انصار و موالی — تب حضرتِ مسلم کے یتیموں نے رضا لی
تب دم وہ چلے روئے لگے سرورِ عالی — اک حملے میں دونوں نے پرے کر دیئے خالی
تھا غلغلۂ دار و بگیر اہلِ ستم میں — برپا تھا تلاطم حرمِ شاہِ امم میں

۲۶
بڑھ کر جو بہم دونوں نے جولاں کیے گھوڑے — چلے میں اُدھر تیر کمانداروں نے جوڑے

غل تھا کہ خبردار کوئی منہ کو نہ موڑے — یہ دونوں بہادر ہیں تو ہم بھی نہیں تھوڑے
یا مار کے تلواریں گرا دیتے ہیں ان کو ۴۱ — یا نیزوں کی نوکوں پہ اٹھا لیتے ہیں انکو

۲۷
یہ سن کے صفیں بڑھنے لگیں دشتِ وغا سے — لہرا گئے نشانوں کے پھریرے بھی ہوا سے
دل ہل گئے نقارۂ رزمی کی صدا سے — لشکر میں در آئے شہِ مرداں کے نواسے
نعروں کا دلیروں کے گیا شور فلک پر — تیغوں کی چمک پھیلی تھی بجلی کی چمک پر

۲۸
بجلی سی کبھی یاں تو کبھی واں نظر آئی — غارت کیا اِس صف کو تو اُس غول پہ آئی
جب پہنچے اسواروں کے بالا سے سر آئے — سر تا بہ سپر آئی کہ وہ تا کمر آئے
پاس آ نہ سکے انکی لگا کرنے کو جو تھے ۴۲ — حاضر ہیں کمر سے جو کھنچا ہاتھ تو دو تھے

۲۹
گھوڑوں کو اڑاتے ہوئے پہنچے جو بہادر — فوجِ ستم آرا ہوئی سب غرقِ تحیر
اک شور ہوا کون سے دریا کے ہیں یہ دُر — لڑکے ہیں کہ ہیں اللہ رے اقبال و تہور
کیا جانیے کیا نام ہیں انکے اب و جد کے ۴۳ — تیور سے یہ پیدا ہے کہ بچے ہیں اسد کے

۳۰
ناگاہ یہ بڑھ کر سپرِ سعد پکارا — اے شیر دلو نام و نسب کیا ہے تمہارا
تلواریں پکڑ کر یہ پکارے وہ دل آرا — خالق نے ہمارے لیے دنیا کو سنوارا
خورشید زماں تاجِ سرِ عرش بریں ہیں — پہلا یہ شرف ہے کہ غلامِ شہِ دیں ہیں

۳۱
ہم دونوں نواسے ہیں اُسی فیض رساں کے — فرزند ہیں ہمشیر شہِ کون و مکاں کے
دکھلائیں گے جوہر تمہیں تیغِ دو زباں کے — بڑھ بڑھ کے الٹ دینگے پرے فوجِ گراں کے
تم یہ نہ سمجھنا کہ یداللہ نہاں ہیں — ہم شیر تو ہیں گر اسد اللہ نہاں ہیں

۳۲
یہ کہتے ہی لپکے وہ سواروں کا جب آیا — شہزادوں نے رانوں میں سمندوں کو دبایا
اک شور ہوا غیظ رحیموں کو اب آیا — وہ بیچے بجلی سے جو چمکے غضب آیا
آخر وہ جری لختِ دلِ شاہِ دیں تھے — سر کٹتے صفِ اول کے کہیں جسم کہیں تھے

۳۳
بس پھر جو دھنسے فوج میں وہ شیرِ درندہ — تلواروں سے ڈر ڈر کے چھپے مُردوں میں زندہ

آہو سے بھی چالاک تھے اسپانِ دوندہ — مُڑنے میں جو بجلی تھے تو اُڑنے میں پرندہ
مانندِ براقِ نبوی عرش سما تھے — گھوڑے نہ کہو اوجِ سعادت کے ہما تھے

۴۳
یوں ذہن میں آتے ہی نکل جاتے تھے سن سے — ۴۴ جس طرح نسیم آکے نکل جائے چمن سے
جرأت میں فزوں شیر سے، سرعت میں ہرن سے — آگاہ ہیں وہ جرأت و سرعت کے چلن سے
نعل اُنکے سروہی سے چلے فوجِ ستم پر — پڑتے تھے قدم دونوں کے دُلدل کے قدم پر

۴۵
وہ مر گیا تلوار اُٹھا کر جسے ڈانٹا — اس نخل کو تلوار سے کاٹا اُسے چھانٹا
گلہا سے جراحت کو عجب حسن سے بانٹا — نکلی نہ کوئی شاخ، نہ اُلجھا کوئی کانٹا
ابتک یہ ہوا باغِ جہاں میں نہیں دیکھی — غُل تھا کہ بہار ایسی خزاں میں نہیں دیکھی

۴۶
تلوار نے چھوٹے کی نیا رنگ دکھایا — ضربِ اسد اللہ کا سب ڈھنگ دکھایا
حیرت ہوئی، وہ زورِ دمِ جنگ دکھایا — راکب کو بھی مرکب کو بھی جو رنگ دکھایا
ایسا کوئی طفلی میں نمودار نہ ہوگا — ہاں ایسا تو جعفر کا بھی طیّار نہ ہوگا

۴۷
کس میں تھی ضیا نیمچوں کی ضو کے برابر — گویا کہ مہِ نو تھا مہِ نو کے برابر
بجلی نہ چمک سکتی تھی پرتو کے برابر — سر خاک پہ گر پڑتے تھے سو سو کے برابر
بچتا تھا نہ وہ، نوک بھی جا لگتی تھی جسکو — رہتا نہ تھا وہ جل کے، ہوا لگتی تھی جسکو

۴۸
کاٹی جو سپر، فرق جدا جو پہ نہ ٹھہری — مُنھ پر نہ رُکی ساعد و بازو پہ نہ ٹھہری
چار آئینۂ ظالمِ بدخو پہ نہ ٹھہری — دشمن کی زرہ کاٹ کے پہلو پہ نہ ٹھہری
کیا زور تھا کیا ضربتِ شمشیرِ نکو تھی — گھوڑے کی بھی گردن اُسی اک وار میں دو تھی

۴۹
چار آئے جو لڑنے کو تو اکدل ہوئے دونوں — ٹھہرے نہ ہٹے نہ مقابل ہوئے دونوں
گرما کے فرس، جنگ پہ مائل ہوئے دونوں — چاروں سے یہ فرما کے مقابل ہوئے دونوں
شہ زور نہیں تم ہو جو شجاعت کے دھنی ہیں — ۵۰ تم چار ہو، ہم دو ہیں، مگر پنجتنی ہیں

۵۰
یہ سنتے ہی بچّوں پہ جھپٹ کر وہ پل آئے — غصّے سے دلیروں کے بھی ابرو پہ بل آئے

لشکر نے یہ جانا کہ وہ بچ کر نکل آئے　　آنا تھا کہ چار دو تہ تیغ اجل آئے
احسنت کا برپا ہوا غلُ چرخِ برین پر　　۴۶ ٹکڑے جو گئے، چار کے تھے آٹھ زمین پر

۴۱
کیا ذکر بھلا آٹھ کا یا چار سرون کا　　کشتون کے جو پشتے تھے تو انبار سرون کا
گِننا ہوا اب تو ہین دشوار سرون کا　　اک مینہ سا برس جاتا تھا ہر بار سرون کا
تھم سکتے نہ تھے پاؤن کسی عربدہ جو کے　　کٹتی تھی زمین رنگی، ڈر یہ دن تھے لہو کے

۴۲
جانبازیان دکھاتے تھے میدان مین وہ جانباز　　دل تھامے ہوئے دیکھتے تھے شاہِ سرافراز
قاسم کا سخن تھا کہ علی کا ہی سب انداز　　فرماتے تھے اکبر، یہ لڑائی ہی کہ اعجاز
بڑھتے تھے کبھی گاہ سرک جاتے تھے عباسؑ　　۴۷ جب وار وہ کرتے تھے پھڑک جاتے تھے عباسؑ

۴۳
ہر بار صدا دیتے تھے اے گلبدنو ڈالو　　کیا کہنا ہی، پھر بڑھ کے یہی ہاتھ نکالو
رہوار بڑھے جاتے ہین باگون کو سنبھالو　　حلقہ ہی، کڑی آنکھ زرہ پوشون پہ ڈالو
اب سہنے کی مہلت مرے پیارو انکو نہ دینا　　سنت بھی کرین گر تو امان انکو نہ دینا

۴۴
سیدانیان دروازون پہ تھین کھولے ہوے سر　　اصغر کو لیے کانپتی تھی بانوے بے پر
فضہ تھی، پریشان کیے مو خیمے کے باہر　　پردے سے لگی کہتی تھی، یہ شاہ کی خواہر
بتلا مجھے بچے مرے کیا کرتے ہین دونون　　وہ کہتی تھی لاکھون سے وغا کرتے ہین دونون

۴۵
وہ رخ پہ نظر آتے ہین اڑتے ہوے گیسو　　وہ نیمچے بجلی کی طرح گرتے ہین ہر سو
ڈھالین لیے وہ بھاگتے پھرتے ہین جفا جو　　۴۸ وہ ابر مین چھپ چھپ کے نکل آتے ہین مہ رو
بہتا ہی لہو چھاتیون سے چور ہین دونون　　کس طرح پکارون کہ بہت دور ہین دونون

۴۶
زینب نے کہا، دونون ہین یکجا کہ جدا ہین　　کی عرض یہ رو رو کہ نہین ایک ہی جا ہین
لاکھون ہین عدو اور وہ دو ماہ لقا ہین　　منہ پھیرے ہوئے سرگرم وغا ہین
دم خوف سے سینے مین سماتا نہین اب تو　　ہر ہر مجھے چھوٹا نظر آتا نہین اب تو

۴۷
یہ سنتے ہی ڈیوڑھی سے ہٹین حضرت زینب　　فرمایا کہ بچون کا مرے خاتمہ ہی اب

اب کچھ نہیں وسواس برآیا مرا مطلب — لو بیبیو، مل کر صفتِ ماتم پہ چلو اب
بچے مرے داخل ہوئے خیلِ شہدا میں — سجدہ تو کر دن شکر کا درگاہ خدا میں

حضرت علی اکبرؑ

۴۸ دولت کوئی دنیا میں پسر سے نہیں بہتر — راحت کوئی، آرامِ جگر سے نہیں بہتر
لذت کوئی پاکیزہ ثمر سے نہیں بہتر — نکہت کوئی، بوئے گلِ تر سے نہیں بہتر
صدموں میں علاجِ دلِ مجروح یہی ہے — ریحان ہے یہی، روح یہی، روح یہی ہے

۴۹ ماں باپ کا دل غنچۂ خنداں ہے اسی سے — وہ گل ہے، کہ گھر رشکِ گلستاں ہے اسی سے
سب راحت و آرام کا ساماں ہے اسی سے — آبادی کاشانۂ انساں ہے اسی سے
کس طرح کھلے دل کہ جگر بند نہیں ہے — گھر قبر سے بدتر ہے جو فرزند نہیں ہے

۵۰ یہ وہ ہے عصا، پیر جواں رہتا ہے جس سے — یہ وہ ہے نگیں، نام درخشاں رہتا ہے جس سے
وہ شمع ہے، پرنور مکاں رہتا ہے جس سے — وہ در ہے، کہ قوی رشتۂ جاں رہتا ہے جس سے
کھوتے نہیں یہ مال کو زر و مال کے بدلے — موتی بھی لٹا دیتے ہیں اس لال کے بدلے

۵۱ دولت یہی، شوکت یہی، اجلال یہی ہے — ثروت یہی، حشمت یہی، اقبال یہی ہے
سرمایہ یہی، نقد یہی، مال یہی ہے — گوہر یہی، یاقوت یہی، لال یہی ہے
دلبند ہو پہلو میں تو غم پاس نہیں ہے — کچھ پاس نہیں گر یہ رقم پاس نہیں ہے

۵۲ ماں باپ کی آسائش و راحت ہے پسر سے — تلخی میں بھی جینے کی حلاوت ہے پسر سے
خوں جسم میں، آنکھوں میں بصارت ہے پسر سے — ایامِ ضعیفی میں بھی طاقت ہے پسر سے

۵۳ آرامِ جگر، قوتِ دل، راحتِ جاں ہے — ۴۹ پیری میں یہ طاقت ہے کہ فرزند جواں ہے
وہ شے ہے خوشی در پہ کھڑی رہتی ہے جس سے — وہ چین ہے، راحت کی گھڑی رہتی ہے جس سے
وہ لعل ہے، امید بڑی رہتی ہے جس سے — وہ در ہے پہ در، جان لڑی رہتی ہے جس سے
آرامِ جگر تاب و تواں ساتھ ہے اس کے — پھرتا ہے جدھر رشتۂ جاں ساتھ ہے اس کے

مالک سے بھرے گھر کے اُجڑ جانے کو پوچھو — گھر والون سے اس تفرقہ پڑ جانے کو پوچھو
مان باپ سے قسمت کے بگڑ جانے کو پوچھو — یعقوب سے یوسف کے بچھڑ جانے کو پوچھو
اللہ دکھائے نہ الم نورِ نظر کا — بہہ جاتا ہے آنکھون سے لہو قلب و جگر کا

۵۵
اب رخصتِ اکبر ہے شہِ تشنہ دہان سے — فرزند بچھڑتا ہے امامِ دو جہان سے
پیری مین چھڑاتا ہے فلک تازہ جوان سے — کس فصل مین درپیش ہے فرقت تن و جان سے
آتی ہے اجل گود کا پالا نہین جاتا — صابر سے کلیجے کو سنبھالا نہین جاتا

۵۶
فرماتے ہین فرزند سے آنکھون کو چھپا کر — دیکھ آؤ ذرا مادرِ ناشاد کو جا کر
کہتا ہے وہ ناشاد جوان اشک بہا کر — اب جائین گے خیمے مین سنان سینہ پہ کھا کر
منھ نیزہ و شمشیر سے موڑا نہین جاتا — سب چھوٹتے ہین مگر آپ کو چھوڑا نہین جاتا

۵۷
رخصت ہوئے جب شہ سے علی اکبر ذیشان — گھوڑے پہ چڑھے آپ کھلا رحل پہ قرآن
وہ رخش کی چھل بل وہ ضیائے رخِ تابان — اک برق چمکتی ہوئی پہنچی سرِ میدان
زردی رخِ خورشید پہ چھائی نظر آئی — پرتو سے زمین رن کی طلائی نظر آئی

۵۸
آغازِ رجز تھا کہ ہوئی تیرون کی بوچھار — شہزادۂ عالم نے بھی لی میان سے تلوار
تلوار کا کھنچنا تھا کہ تھا فوج مین رہوار — رہوار کی چل پھر مین صفین پس گئین دو چار
اس شان سے لختِ دلِ شیرِ صمد آیا — گویا صفِ آہو پہ یکایک اسد آیا

۵۹
ہلچل تھی کہ تلوار چلی فوج پہ سَن سے — ڈھالین تو رہین ہاتھون مین اُڑ گئے سر تن سے
طائر بھی ہوا ہو گئے سب ظلم کے بن سے — آگے تھا ہرن شیر سے اور شیر ہرن سے
غل تھا یہ جری مثلِ ید اللہ لڑے گا — تر ہوگی زمین خون سے وہ رن آج پڑیگا

۶۰
تلوار تھی جرار کی یا قہرِ خدا تھی — سر تھا تو الگ تھا جو کمر تھی تو جدا تھی
بجلی جو ادھر تھی تو اُدھر سیلِ فنا تھی — تلوار تھی یون سر پہ جب آئی تو قضا تھی
بے سر ہوئی وہ صف جو نظر پڑ گئی جسکی — جاتا جو لہو اور روش بڑھ گئی اسکی

کیا ہاتھ تھا کیا تیغ تھی کیا ہمتِ عالی — دم بھر میں نمودار صفیں ہوتی تھیں خالی
جب جھوم کے ڈھالوں کی گھٹا آتی تھی کالی — بجلی سی چمک جاتی تھی شمشیرِ ہلالی
ملتا تھا نشاں رن میں صفوں کا نہ پروں کا — تھا شور کہ منہ آج پھرا شاہ سروں کا

۶۲
کیا حرب تھی قربانِ جگر گوشۂ شبیر — نکلا جو کماں سے تو قلم ہو کے گرا تیر
آیا جو کماں لیکے کمیں سے کوئی بے پیر — گوشہ تھا نہ چلّہ تھا نہ حلقہ تھا نہ زہ گیر
جو وار تھا صفدر کا صفائی سے جدا تھا ۵۲ — قبضے سے کماں، ہاتھ کلائی سے جدا تھا

۶۳
لڑنے جو بڑا بول کوئی بول کے آیا — یہ شیر بھی شمشیرِ دو دم تول کے آیا
شہبازِ اجل صید پہ پر کھول کے آیا — اڑتا ہوا سر بیچ میں اس غول کے آیا
حق جس کی طرف ہو وہ زبردست رہا ہے — سچ ہے کہ بڑے بول کا سر پست رہا ہے

۶۴
اک برق سی گرتی تھی ہر اک دشمنِ جاں پر — گہہ سر پہ کبھی ڈھال پہ تھی گاہ سناں پر
ترکش پہ کبھی سن سے کبھی، گاہ کماں پر — کس طرح بھلا ذکرِ جرح لاؤں زباں پر؟
دل سے کہیں چلنے کی ہوس قطع نہ ہو جائے — دم بند ہے ڈر سے کہ نفس قطع نہ ہو جائے

۶۵
جس وقت وغا کا نہ رہا ایک کو یارا — خیمے سے نکل کر پسرِ سعد پکارا
دو لاکھ نے بھی مل کے نہ اک طفل کو مارا — اب جا دریں اور ڈوب کے مٹا نام تمھارا
جی ہار دیا فوج نے عزت گئی سب کی — بے آب ہوئی آج سے تلوار عرب کی

۶۶
یہ سنتے ہی غیظ اک دلِ غدار کو آیا — میدان میں اڑتا ہوا رہوار کو آیا
کس غیظ سے تولے ہوئے تلوار کو آیا — دلبندِ یداللہ سے پیکار کو آیا
کاندھے پہ سپر لب پہ سخن بے ادبی کے — ظالم کو عداوت تھی گھرانے سے نبی کے

۶۷
کافر نے رجز پڑھ کے تگاور کو نکالا — اکبر بھی بڑھے چلنے لگا بھالے پہ بھالا
اژدر تھے زبانوں کو نکالے تہ و بالا — گردن کو لڑائے ہوئے تھا کالے سے کالا
ٹوٹی تھی سناں پر جو سناں دشتِ وغا میں ۵۳ — چنگاریاں اڑتی نظر آتی تھیں ہوا میں

شہ نے پیہ کو اکبر نے بھی کاوے پہ لگایا واں سے بھی تڑپ کر فرس تیز تگ آیا
منہ کھولے ہوئے شیر پہ حملے کو سگ آیا پھر وہ بے کے الگ زد سے گیا اور الگ آیا
لاتی تھی اجل کھینچ کے شمشیر کے منہ پر آسکتا ہے روباہ کہیں شیر کے منہ پر

اکبر نے صدا دی کہ ٹھہر سامنے آکر کیوں منہ کو چھپاتا ہے سپر چہرہ پہ لاکر
مردانہ دکھا وار حریفانہ وغا کر دیکھا اپنے رسالے کے جوانوں کو بچا کر
نادان ہے تمیز حق و باطل نہیں رکھتا تو لے کے تن و توش پہ کچھ دل نہیں رکھتا

تجھ سا تو جوان لشکر بدخو میں نہیں ہے ہاں زور شجاعت ترے بازو میں نہیں ہے
گھوڑا تو ہے چالاک پہ قابو میں نہیں ہے فوجیں ہیں ادھر یاں کوئی پہلو میں نہیں ہے
ہم ایک ہیں جانباز کہ فوجوں سے لڑے ہیں کیا تجھ کو کہیں گے جو صفیں باندھ کے کھڑے ہیں

غصے میں جو سفاک نے کی رخش کو مہمیز شہزادے کے گھوڑے کے قریب آگیا شبدیز
بس تھام لی اکبر نے عنان فرس تیز جھپکا تھا وہ گھوڑا کہ چلی تیغ شرر ریز
ہوش اڑ گئے اس بانیٔ بیداد و ستم کے سر کٹ کے گرا فرق پہ چالیس قدم کے

مصروف تھے لڑنے میں ادھر اکبر دلگیر بیتاب تھے تھامے ہوئے دل حضرت شبیر
تھرّاتے تھے ہاتھ اور زباں پر تھی یہ تقریر یہ سب تری تائید ہے اے مالک تقدیر
بیکس ترے بندے پہ عجب وقت پڑا ہے یارب یہ اسیر تیرے فاقوں میں لڑا ہے

یہ کہہ کے علی اکبر مہ رو کو پکارے حسرت مرے شبیر مرے پیاس کے مارے
ٹھہرو کہ پدر رحم سے ہاتھوں کو پسارے خالی ہے علمدار کی جا اے مرے پیارے
جعفر ابھی کس بل سے اسی ڈھب سے لڑے تھے خیبر میں علی بھی یونہیں مرحب سے لڑے تھے

بالیدہ ہوا شہ کی صدا سن کے وہ جرّار مجرا کیا رہوار سے جھک جھک کے کئی بار
کی عرض شہادت کی دعا کا ہوں طلبگار اب پیاس نے مارا مجھے یا سید ابرار
گرمی سے غش آتا ہے جھکا جاتا ہے سر بھی ہتھیار بھی سب گرم ہیں جلتا ہے جگر بھی

تسلیم کی اور اسپِ صبا دم کو اُڑا کر ۵۵ پھر ڈوب گیا فوج مین وہ شیر دلاور

یان بیٹھ گئے تھام کے دل سبطِ پیمبر — وان شام کے بادل مین گھرا وہ مہِ انور
نیزون کی جو بوچھار ہوئی چھن گیا سینہ — روزن ہوئے اتنے کہ زرہ بن گیا سینہ
رُکتے تھے کہ پیشانیِ انور پہ لگا تیر — سب خون سے بھری احمدِ مختار کی تصویر
لکھا ہی کمین مین تھا کوئی ظالم بے پیر — برچھی جو لگی سینے مین حالت ہوئی تغییر
اللہ ری شجاعت کہ نہ ابرو پہ بل آیا ۵۵ پھل اُسنے جو کھینچا تو کلیجہ نکل آیا

حضرت امام حسینؑ

سب فوجِ خدا قتل ہوئی راہِ خدا مین — کوئی نہ رہا شہ کے عزیز و رفقا مین
غل آمدِ سرور کا ہوا اہلِ جفا مین — بندھنے لگین لشکر کی صفین دشتِ وغا مین
تھا حکم کہ کھولے نہ کوئی تیغ کمر سے — لڑنا ہے ابھی فاتحِ خیبر کے پسر سے

لاشون کو پکارے کہ خدا حافظ و ناصر — اب مرنے کو جاتا ہے یہ مظلوم مسافر
طے جلد ہوئی جاتی ہے یہ منزلِ آخر — ڈالا ہے عدو جمع ہین اک جان کی خاطر
جلوہ یہ نہ دیکھا صف آرائی پہ دیکھی — افسوس کہ تم نے مری تنہائی نہ دیکھی

فرزند کے لاشے سے یہان کہتے تھے کچھ شاہ — وان چلنے لگے تیر ستم فوج سے ناگاہ
تولے ہوئے تیغون کو بڑھا لشکرِ گمراہ — آزردہ ہوئی خاطرِ فرزندِ ید اللہ
حربے کے لیے ہاتھ جو دو ابا کے اُٹھے — اک شیر سے شمشیرِ علی تان کے اُٹھے

نعرہ تھا کہ اے لشکرِ شام و عرب و روم — تم لاکھون ہو اور بیکس و تنہا ہے یہ مظلوم
کھانے سے بھی محروم ہون پانی سے بھی محروم — پر ابنِ علی ہون تمھین خوب ہے معلوم
تلوار علم کرکے جو لشکر پہ جھکون گا — جبرئیل بھی روکین گے تو مین نہ رکون گا

ہے خیر اسی مین کہ کنارا کرو شر سے — اب ہاتھ اُٹھاؤ اسدِ حق کے پسر سے
پانی دو کہ پیاسا ہون مین چوبیس پہر سے — للہ مزاحم نہ ہو اس تشنہ جگر سے

بیکس ہوں نہ سوئے دشت جل جانے دو مجھکو | کعبے میں حرم سے کے نکل جانے دو مجکو

۵۲
تلواروں کو چمکا کے ستمگر یہ پکارے | دشوار ہے جانا کہیں قابو سے ہمارے
ہم کیا کریں مرتے ہو اگر پیاس کے مارے | یہ خشک گلا کاٹیں گے دریا کے کنارے
زہرا کی بہو ظلم اسیری کے سہے گی | زینب کے سر پاک پہ چادر نہ رہے گی

۵۳
کی بے ادبوں نے جو یہ اعلان پہ تقریر | سر تا بقدم کانپ گئے حضرت شبیر
کس قہر سے دیکھا طرف لشکر بے پیر | بل آ گیا ابرو پہ اگلنے لگی شمشیر
غیرت سے یہ تھا غیظ شجاع ازلی کو | جس طرح جلال آیا تھا خیبر میں علی کو

۵۴
نعرہ کیا غازی نے کہ اے لشکر ظلم | کلمہ یہ نہ تھا خنجر خونریز سے کچھ کم
وہ زخم لگا دل پہ کہ جس کا نہیں مرہم | چھینو گے ردا اسکی جو ہے ثانی مریم
شمشیر پہ مر سکے کرتے ہو سخن بے ادبی کے | مجبور سمجھتے ہو نواسے کو نبی کے

۵۵
ہے شرط کہ اس تیغ زبانی کی سزا دوں | دوزخ کی زبانہ سے زبانوں کو جلا دوں
انداز قیامت کے تلاطم کا دکھا دوں | گیتی کو الٹ دوں ابھی گردوں کو گرا دوں
بجلی وہ گرے گی کہ بہت یاد کرو گے | جل جاؤ گے زینب پہ جو بیداد کرو گے

۵۶
کہہ کر یہ سخن کھینچ لی تیغ شرر افشاں | ہر لو سے ہوا سب ورق خاک زر افشاں
ہر صف پہ گری کوند کے برق شرر افشاں | چھینٹوں سے ہوئی خون کے ہر اک سپر افشاں
قربان ہوئے خوش ہو کے اس تیغ دو دم پر ۵۷ ہر جسم نے سر رکھ دیا حضرت کے قدم پر

۵۷
عباس سے بھائی کا جو تھا صدمہ جانکاہ | ٹکڑے تھا جگر ٹوٹ گئی تھی کمر شاہ
اس ضعف میں لغزش سی نہ دو پاؤں میں تھی آگاہ | پایا تھا ثبات قدم پاک جلّ اللہ
سب خاک پہ ٹکڑے تو کلیجے کے پڑے تھے | لاکھوں سے لڑائی تھی پہ شاہ اکڑ کے کھڑے تھے

۵۸
شنو کرکے سے چرخ یہ فرماتے تھے ہر بار | عالم مری نیت سے ہے تو آگاہ مرے مختار
گھر سے نہ علاقہ ہے نہ بچوں سے سروکار | ہر حال میں تجھ سے ہوں اعانت کا طلبگار

گو شاہِ زمن ہوں پہ ترے در کا گدا ہوں | محتاج ہوں مسکیں ہوں غریب الغربا ہوں

۸۹ کس کس ترے احسان کا کروں شکر زباں سے | ہر ناطقہ عاجز کہ زیادہ ہے بیاں سے

واقف نہیں کوئی ترے اسرارِ نہاں سے | دشوار ہے عالم کی صفت ہیچمداں سے

پیاس آج کے دن کی مجھے مرغوب ہے مولا | جو تیری مشیت ہے وہی خوب ہے مولا

۹۰ کچھ دن بشر اس خانۂ دنیا میں ہے مہماں | دستِ ملک الموت میں ہے سب کا گریباں

زندوں میں ہیں گر آج تو کل ہوویں گے بے جاں | پہلے سے ہے لازم سفرِ مرگ کا ساماں

اعمال و عقائد میں نہ ہرگز خلل آئے ۵۷ کیا جانیے کس وقت پیامِ اجل آئے

۹۱ کچھ وقت معین نہیں انسان کی اجل کا | آج اٹھ گئے وہ کرتے تھے ساماں جو کل کا

بندہ ہے وہ پابند جو رہے نیک عمل کا | پلّہ وہی بھاری ہے جو ہو جرم سے ہلکا

کیا خاک کا بوجھ اسکے لیے قبر میں کم ہے؟ ۵۸ ہو اور گناہوں کی گرانی تو ستم ہے

۹۲ خورشید کو کچھ حاجتِ زیور نہیں زنہار | پھولوں پہ کوئی عطر لگائے تو ہے بیکار

اعلیٰ ہے اگر جنس تو کیا حاجتِ اظہار | خود مشک ہو خوشبو نہ کہ خوشبو کہے عطّار

جو بد ہے سو بد ہے جو نکو ہے وہ نکو ہے | چھپنے کی نہیں آب اگر عود میں بو ہے

۹۳ نازاں نہ ہو اے بانیِ ظلم و ستم و جور | مٹ جاتا ہے اک گردشِ افلاک میں یہ دور

تو آج جو حاکم ہے تو کل ہوگا کوئی اور | کیا ہو گئی ہے؟ کر دولتِ قارون پہ ذرا غور

نمرود نہیں حشمتِ ضحاک نہیں ہے | ڈھونڈو جو خزانے کو تو اب خاک نہیں ہے

۹۴ بھائی نہ تو کام آئے گا اس وقت نہ فرزند | عرصہ نہیں، کھل جائیگا جب آنکھ ہوئی بند

وہ کام کرو جس سے خدا ہووے رضامند | ہشیار، کہ ہونا ہے تمھیں خاک کا پیوند

پیری کی بھی مدت ہے جوانی کی بھی حد ہے ۵۹ آرام گہِ شاہ و گدا کنجِ لحد ہے

۹۵ کیا سخت گھڑی ہوگی اجل آئے گی جس دم | کھنچ کھنچ کے ہر اک رگ سے نکلنے جو لگے دم

کیا دیکھیں گے ایک ایک کو حسرت سے بصد غم | اتنی بھی زباں ہل نہ سکے گی کہ چلے ہم

۹۶ سب کے لیے اک روز یہ تکلیف دھری ہے — اس پر بھی یہ غفلت ہے عجب بیخبری ہے
بھائی نہیں اپنے ہیں نہیں ہے پسر اپنا — بیگانے ہیں سب ہو دیگا جس دم سفر اپنا
نہ مال نہ اسباب نہ زیور نہ زر اپنا — دو گز کفن اور قبر کا گوشہ ہے گھر اپنا
کچھ ساتھ بجز بیکسی و یاس نہ ہوگا — رہ جائیں گے سب دور کوئی پاس نہ ہوگا

۹۷ پیری سے ہوں روشن کہ چراغ سحری ہوں — دنیا سے کوئی دم میں عازم کا سفری ہوں
آقا مرا شاہد ہے کہ عصیاں سے بری ہوں — دیندار ہوں غازی ہوں مجاہد ہوں جری ہوں
بیخوف چلا جاتا ہوں میں شمشیر کے منہ پر — دعویٰ ہے تو آؤ مری شمشیر کے منہ پر

۹۸ خورشید کو محتاجی ذرہ نہیں ذرا — دیندار حسد اکرتے ہیں کافر ہے تبرا
ظالم ترے حاکم کو ہے کس بات کا غرا — اسلام سے خالی ہے تو ایمان سے عرا
قارون کا خزانہ ہو تو عزت نہیں ملتی — دولت سے کمینے کو شرافت نہیں ملتی

۹۹ کچھ خار مغیلاں گل تر ہو نہیں جاتا — ہر قطرۂ ناچیز گہر ہو نہیں جاتا
قلعی سے کچھ آئینہ قمر ہو نہیں جاتا — مس پر جو ملمع ہو تو زر ہو نہیں جاتا
جب پاس عصا ہو اسے موسیٰ نہیں کہتے — ہر ہاتھ کو عاقل ید بیضا نہیں کہتے

۱۰۰ دولت نہیں انسان کی کچھ قدر بڑھاتی — دنیا سے دنی کام کسی کے نہیں آتی
گو فقر ہو عالی نسبی پر نہیں جاتی — بینا جو ہیں وہ دیکھتے ہیں جوہر ذاتی
محتاجی سے کم رتبۂ عالی نہیں ہوتا — عزت وہ خزانہ ہے کہ خالی نہیں ہوتا

۱۰۱ تو کیا ہے جو رستم ہو تو ہم منہ کو نہ موڑیں — سر جائے تو حیدر کے طریقے کو نہ چھوڑیں
مرجائے اگر شیر کے پنجے کو مروڑیں — گر قلعۂ خیبر ہو تو اک ہاتھ میں توڑیں
سو بجلیاں چمکیں تو کبھی ہم نہیں ڈرتے — روباہوں کے انبوہ سے ضیغم نہیں ڈرتے

۱۰۲ بچتا نہیں نیزے سے مرے سینۂ دشمن — چھٹتی نہیں پنجے سے مرے شیر کی گردن
کرتا ہے مرا نیزہ دل کوہ میں روزن — چار آئینہ فولاد کا بچتا ہے جوشن

آگے مرے ہیں زیر و زبر دست جہان کے
رستم کو پکڑ لیتا ہوں حلقے میں کمان کے

۱۰۳
فرما کے یہ تلوار کو صفدر نے نکالا
ہالہ ہوا رہوار کو کاوے پہ جو ڈالا
بھالوں کو ادھر بڑھ کے سواروں نے سنبھالا
بجلی جو گری ہو گیا لشکر تہ و بالا
اس شان سے غازی صفِ جنگاہ میں آیا
غل تھا کہ اسد لشکرِ روباہ میں آیا

کیفیتِ حرب و اسپ و تیغ

۱۰۴
گھوڑے کو اڑاتے جو سواروں کے پرے ان پر
نعل اس کے لہو سے چمکتے تھے سروں پر
جب جا کے تھے وار کو رد کیں سپروں پر
اک برقِ غضب گرتی تھی بیداد گروں پر
اڑ جاتے تھے گرتی تھی جو بجلی کبھی سن سے
۶۱ سر تن سے سپر ہاتھ سے اور روح بدن سے

۱۰۵
کیا حرب تھی قربان جگر گوشۂ شبیر
نکلا جو کمان سے تو قلم ہو کے گرا تیر
آیا جو کمان لے کے کمیں سے کوئی بے پیر
گوشہ تھا نہ چلہ تھا نہ حلقہ تھا نہ زہ گیر
جو وار تھا صفدر کا خدائی سے جدا تھا
قبضے سے کمان ہاتھ کلائی سے جدا تھا

۱۰۶
جس وقت چمک کر کسی سفاک پہ آئی
سر سے کمرِ ظالمِ ناپاک پہ آئی
واں سے جو پھری توسنِ چالاک پہ آئی
توسن کو بھی دو کر کے ہوئی خاک پہ آئی
قبضہ تو رہا دستِ جنابِ شہِ دیں میں
اور تا بہ سرِ شانہ در آئی وہ زمیں میں

۱۰۷
رہوار پہ تھا سیرِ نسیمِ سحری تھا
ہم پلّۂ طاؤسِ ارم جلوہ گری تھا
تن تن کے اٹھانے میں قدم کبکِ دری تھا
کاوے میں جو پرکار تو اڑنے میں پری تھا
رفتار تو کب اپنی دکھاتا تھا کسی کو
سایہ بھی نہ اس کا نظر آتا تھا کسی کو

۱۰۸
اس کے لیے اک گام تھا سو کوس کا دھاوا
ہنروں کو جتاتا تھا یہ جوہر تھا علاوا
اڑتا کبھی ٹھہرتا کبھی جست اور کبھی کاوا
۶۲ کہتے تھے ستمگر یہی ہے کہ چھلاوا
کس گھات سے روکیں فرسِ تیز قدم کو
سایہ بھی تو اس کا نظر آتا نہیں ہم کو

۱۰۹
غصے میں وہ تن تن کے دہانے کو چباتا
اور جوش میں ٹھہرا تو وہ کف منہ سے گراتا

ہر صف میں کبھی جھوم کے آتا کبھی جاتا — تلوار کی زد سے کبھی آقا کو بچاتا
ٹاپوں سے تھلکتی تھی زمیں حشر بپا تھا — اس صف میں جو بجلی تھا تو اس صف میں ہوا تھا

صفت ذوالفقار

١١٠
بجلی سا چمکتا تھا اِدھر فوج میں رہوار — شعلہ سی لپکتی تھی اُدھر تیغِ شرر بار
سرگرمِ وغا تھا خلفِ حیدرِ کرار — اک آگ لگا دی تھی جلے جاتے تھے کفار
سوزاں شجرِ قد تھے چناروں کی طرح سے — اُڑتا تھا لہو تن کا شراروں کی طرح سے

١١١
لوگوں سے ہر اک چشم کو بے نور کر آئی — شعلوں سے ہر اک جسم کو تنور کر آئی
گرمائے جو کافر انہیں کافور کر آئی — نزدیک گئی جسم سے سر دور کر آئی
چلتی تھی سموم غضب اس فوج شقی پر — کب آئی گئی کب یہ نہ کھلتا تھا کسی پر

١١٢
چلوں میں جو ناوک کوئی صف توڑ کے نکلی — فقرے سے یہ قیامت کے اُدھر چھوڑ کے نکلی
سارے قدر اندازوں کے منہ موڑ کے نکلی ٦٣ — سر کاٹ کے خوں چاٹ کے دل توڑ کے نکلی
پیہم جو چلائیں ہوئیں ناوک فگنوں سے — روحیں بھی ہوا ہو گئیں چلا کے تنوں سے

١١٣
لشکر میں جدھر جاتی تھی لیلی سی چمک کر — لیں جان تو تھے مر جاتے تھے نامرد بلک کر
گرتی تھی لپک کر تو کبھی اٹھتی تھی لچک کر ٦٤ — کیا آفت دوراں تھی کہ تھا چرخ کو چکر
تھا شور کہ سر کے رہو یارو اسکی چھری ہے — کٹتے ہیں جگر چال ہر اک تیز چھری ہے

١١٤
چلتی تھی عجب رنگ سے شمشیر قضا رنگ — ہر ہاتھ میں دکھلاتی تھی اعدا کو نیا رنگ
چم چم کا جدا رنگ تھا کس بل کا جدا رنگ ٦٥ — لب سرخ دہن سبز بدن گول ہرا رنگ
تھا شور کہ چل پھر میں نئی جلوہ گری ہے — دیوانوں سے تیغ نہ بھبھوکا پری ہے

١١٥
ہوتے تھے جدا ضربت شمشیر دو سر سے ٦٦ — سر دوش سے تن روح سے چار آئینہ بر سے
دستانے کلائی سے کمربند کمر سے — ہاتھوں سے نشان تیغ سے پھل پھول سپر سے
اک آب میں تھی دم تن جاں سے جدا تھے — تھا کاٹ غضب کا کہ عناصر بھی جدا تھے

۱۱۶
تلوار پڑی شاہ کی جب دشمنِ دیں پر — مغفر کو جو کاٹا تو وہ ٹھہری نہ جبیں پر
گردن سے گئی سینے پہ اور سینے سے زیں پر — اسوار تھے گھوڑوں پہ تو گھوڑے تھے زمیں پر
تھا شور کہ اعجاز ہے یہ ضرب نہیں ہے — ہے قہرِ خدائے دوجہاں ضرب نہیں ہے

۱۱۷
بجلی سی جو گر کر وہ صفِ جنگ سے نکلی — فریاد کی آواز دلِ سنگ سے نکلی
اسوار کے سر پر جو پڑی تنگ سے نکلی — سینے میں در آئی تو عجب رنگ سے نکلی
چھوڑا جسے مقتل میں لہو چاٹ کے چھوڑا — پایا جسے اس تیغ نے سر کاٹ کے چھوڑا

۱۱۸
ہلچل تھی کہ تلوار چلی فوج پہ سن سے — ڈھالیں تو رہیں ہاتھوں میں سر اڑ گئے تن سے
طائر بھی ہوا ہو گئے سب ظلم کے بن سے — آگے تھا ہرن شیر سے اور شیر ہرن سے
غل تھا یہ جری مثلِ یداللہ لڑے گا — تر ہو گئی زمیں خون سے وہ رن آج پڑیگا

۱۱۹
تلوار تھی جرّار کی یا قہرِ خدا تھی — سر تھا تو الگ تھا جو کمر تھی تو جدا تھی
بجلی جو اُدھر تھی تو اُدھر سیلِ فنا تھی — تلوار تھی یوں، سر پہ جب آئی تو قضا تھی
بے سر ہوئی وہ صف جو نظر چڑھ گئی اسکی — چاٹا جو لہو، اور بُرِش بڑھ گئی اسکی

۱۲۰
کیا ہاتھ تھا، کیا تیغ تھی، کیا ہمتِ عالی — دم بھر میں نمودار صفیں ہوتی تھیں خالی
جب جھوم کے ڈھالوں کی گھٹا آتی تھی کالی — بجلی سی چمک جاتی تھی شمشیرِ ہلالی
ملتا تھا نشاں رن میں صفوں کا نہ پروں کا — تھا شور کہ مینہ آج برستا ہے سروں کا

۱۲۱
اک برق سی گرتی تھی ہر اک دشمنِ جاں پر — گہ سر پہ کبھی ڈھال پہ تھی گاہ سناں پر
ترکش پہ گئی سن سے کبھی گاہ کماں پر — کس طرح بھلا ذکرِ بُرِش لاؤں زباں پر
دل سے کہیں جلنے کی ہوس قطع نہ ہو جائے — دم بند ہے ڈر سے کہ نفس قطع نہ ہو جائے

۱۲۲
زیں سے جو وہ تلوار گئی، سن سے یہ آئی — وہ خود سے ملتی ہوئی گردن سے یہ آئی
وہ کھینچ کے سپر سے گئی جوشن سے یہ آئی — وہ صدر سے خالی گئی، توسن سے یہ آئی
ہاں لعبِ علی کم ہوئی جنگ و جدل ایسی — غل تھا کبھی دیکھی نہیں ردّ و بدل ایسی

۱۲۳
جس صف پہ چمک کر وہ گئی ڈر گئے اعدا — بس خون میں سر تا بہ قدم بھر گئے اعدا
بھاگڑ میں جدھر ششدر و مضطر گئے اعدا — بچھ بچھ گئے پس پس گئے مر مر گئے اعدا
مقتل میں سوار و نہ فرس لوٹ رہے تھے — دو ایک پہ اور پانچ پہ دس لوٹ رہے تھے

۱۲۴
اک برق چمکتی تھی صفِ فوجِ ستم پر — بسمل سی پھڑک جاتی تھی اُس فوج سے دم پر
یوں کاٹ کے دستانے کو جاتی تھی قلم پر — جس طرح چلے تیز چھری نرم قلم پر
ہر شخص کے اُڑا دینے میں فیاض تھی شمشیر — چار آئینہ قرطاس تھی مقراض تھی شمشیر

۱۲۵
سر گرتے تھے ہر بار زرہ پوشوں کے تن سے — جوشن تنِ کفار میں بدتر تھے کفن سے
ٹوٹی تھیں صفیں تیغِ شہِ قلعہ شکن سے — آتی تھی جو زن سے تو نکل جاتی تھی سن سے
کیا روکتے ڈھالوں پہ وہ تیغِ دو زباں کو — روکا ہے کبھی باغ کے پھولوں نے خزاں کو

۱۲۶
گہ ڈھال میں ڈوبی کبھی نیزے کی گرہ میں — ترکش میں کبھی گاہ کماں میں کبھی زہ میں
مچھلی سی کبھی پیر گئی موجِ زرہ میں — اک تیغ سے تھا زلزلہ برپا کہ و مہ میں
جب کوند کے اٹھی اُسے افلاک پہ دیکھا — دیواروں کو چار آئینہ کی خاک پہ دیکھا

۱۲۷
مقتل سے جری تیغ و سپر چھوڑ کے بھاگے — ہلچل تھی کہ بیٹوں کو پدر چھوڑ کے بھاگے
یوں روح کے طائر تن و سر چھوڑ کے بھاگے — جیسے کوئی بھونچال میں گھر چھوڑ کے بھاگے
غل تھا کہ نماز اسکی پڑھو فرض یہی ہے — اے قوم اذا زلزلت الارض یہی ہے

۱۲۸
کس غول میں وہ صاعقۂ کردار نہ چمکی — کس فرق پہ بجلی سی وہ خونخوار نہ چمکی
اُس تیغ کے آگے کوئی تلوار نہ چمکی — تلوار تو کیا برق شرربار نہ جھمکی
آنچ اُسکی جلا دینے میں بجلی تھی قضا کی — کہتا تھا جہنم کہ پناہ اُس کے خدا کی

۱۲۹
پھل اُڑ گئے پتا ہوئے سب چھیدوں والے — شاخوں کی طرح صاف قلم ہو گئے بھالے
دیکھے جو گلِ زخم تو پڑے جان کے لالے — تھے ہر شجرِ قد کی جگہ خون کے تھالے
یہ رنگ لڑائی کا بدلتے نہیں دیکھا — یوں تیغِ خزاں کو کبھی چلتے نہیں دیکھا

۱۳۰

رد کا جو سپر پر تو سپر کاٹ کے نکلی — سر پر پڑی آ کے تو سر کاٹ کے نکلی
سینے میں در آئی تو جگر کاٹ کے نکلی — اتری جو جگر سے تو کمر کاٹ کے نکلی
ٹھہری نہ کمر پر نہ رکی خانۂ زین پر — رہوار کو دو کر کے گری ریگ زمین پر

۱۳۱

اعدا کے سروں پر جو وہ تیغ دو سر آئی — اک تیز چھری تھی کہ کلیجوں میں در آئی
بجلی سی چمک کر ادھر آئی ادھر آئی — دو ہو گئی جب تیغ کے نیچے سپر آئی
دستانے میں یوں کاٹ گئی دست ستم کو — جس طرح تراشے کوئی جلدی میں قلم کو

۱۳۲

بے پاؤں جدھر ہاتھ سے چلتی ہوئی آئی — ۶۸ ندی ادھر اک خون کی ابلتی ہوئی آئی
دم بھر میں وہ سو رنگ بدلتی ہوئی آئی — پی پی کے لہو لعل اگلتی ہوئی آئی
ہیرا تھا بدن رنگ زمرد سے ہرا تھا — جوہر نہ کہو پیٹ جواہر سے بھرا تھا

۱۳۳

موجود بھی ہر غول سے اور سب سے جدا بھی — ۶۹ دم خم بھی لگاوٹ بھی صفائی بھی ادا بھی
اک گھاٹ پہ تھی آگ بھی پانی بھی ہوا بھی — امرت بھی ہلاہل بھی مسیحا بھی قضا بھی
کیا صاحب جوہر تھی عجب ظرف تھا اس کا — سو قسم تھا جہاں جس کا وہاں صرف تھا اس کا

۱۳۴

نیزوں پہ گئی برچھیوں والوں کی طرف سے — جا پہنچی کمانداروں پہ بھالوں کی طرف سے
پھر آئی سواروں پہ رسالوں کی طرف سے — منہ تیغوں کی جانب کیا ڈھالوں کی طرف سے
بس ہو گیا دفتر نظر نام و نسب کا — لاکھوں تھے تو کیا دیکھ لیا جائزہ سب کا

۱۳۵

پہنچی جو سپر تک تو کلائی کو نہ چھوڑا — ہر ہاتھ میں ثابت کسی گھائی کو نہ چھوڑا
شوخی کو شرارت کو لڑائی کو نہ چھوڑا — تیزی کو رکھائی کو صفائی کو نہ چھوڑا
اعضائے بدن قطع ہوئے جاتے تھے سب کے — قینچی سی زباں چلتی تھی قہر و غضب کے

۱۳۶

مغفر سے جو جھلم کاٹ کے گردن میں در آئی — گردن سے سرکنا تھا کہ جوشن میں در آئی
جوشن سے گزرنا تھا کہ بس تن میں در آئی — تن سے ابھی اتری تھی کہ توسن میں در آئی
بجتا کوئی کیا تیغ قضا رنگ کے نیچے — اک برق غضب کوند گئی تنگ کے نیچے

دکھلا کے گل زخم بدن سے نکل آئی / شمشیر خزاں تھی کہ چمن سے نکل آئی
ہمراہ لیے روح کو تن سے نکل آئی / شپ سے جو بڑھی سر پہ توسن سے نکل آئی
سرکش تھا تکبر سے، جب افلاک پہ سر تھا / جھکی تھی ادھر آنکھ، ادھر خاک پہ سر تھا

(۱۴۸) مغفر میں ہوئی غرق تو سر کاٹ کے نکلی / رد کا جو سپر پر تو سپر کاٹ کے نکلی
شانے پہ گری تا بہ کمر کاٹ کے نکلی / سینے میں در آئی تو جگر کاٹ کے نکلی
(۱۴۹) ہر ہاتھ میں گردش تھی نئی، ڈھنگ نیا تھا / گھوڑے کے بھی ٹکڑے تھے یہ جو رنگ نیا تھا
ترکش کو نہ چھوڑا نہ کماندار کو چھوڑا / حلقے کو نہ چلے کو نہ سوفار کو چھوڑا
بے دو کیے راکب کو نہ رہوار کو چھوڑا / چھوڑا تو سسکتا ہوا دو چار کو چھوڑا
رخ سب قدر اندازوں نے پھیرے ہوئے دیکھے / ہر ضرب میں سر خاک پہ گرتے ہوئے دیکھے

(۱۵۰) مغفر کو جو کاٹا تو جبیں سے نکل آئی / سر پہ جو پڑی خانۂ زیں سے نکل آئی
بجلی سی صف لشکر کیں سے نکل آئی / گہ ڈوب گئی گاہ زمیں سے نکل آئی
غل تھا کہ عجب کیا جو سپر سے نہیں کٹتی / یہ ضرب تو جبریل کے پر سے نہیں کٹتی

(۱۵۱) نہ ڈھال پہ نہ سر پہ نہ گردن پہ رکی وہ / سینے پہ نہ بکتر پہ نہ جوشن پہ رکی وہ
نہ سنگ نہ اشجار نہ آہن پہ رکی وہ / نہ زیں پہ نہ پاکھر پہ نہ توسن پہ رکی وہ
یہ چاشنی خون عدو بھا گئی اسکو / بجلی کی طرح جسپہ گری کھا گئی اسکو

(۱۵۲) سینے میں در آئی تو نئی چال سے نکلی / سیدھے کو قلم کرتی ہوئی ڈھال سے نکلی
ڈوبی جو زرہ میں تو عجب چال سے نکلی / مچھلی سی تڑپتی ہوئی اک جال سے نکلی
چار آئینہ کو آڑ کیا کاٹ نے اسکی / جھٹلا دی ہر اک کشتیٔ تن گھاٹ نے اسکی

(۱۵۳) کاٹے ہوئے پھل برچھیوں کے زمیں پہ پڑے تھے / سہمے ہوئے گوشوں میں کماندار کھڑے تھے
چھایا تھا ہراس آئینہ ہمیشہ جو لڑے تھے / آنکھیں وہ چرائے تھے بہادر جو بڑے تھے
وحشت سے زرہ پوشوں نے بھی چھوڑ دیا تھا / اس تیغ نے تیغوں کا بھی منہ موڑ دیا تھا

۱۴۴
پہنچی جو چمک کر کسی ظالم کی سپر تک　　بجلی سی سپر سے وہ گئی کاسۂ سر تک
اللہ ری صفائی نہ ہوئی اسکو خبر تک　　یہ سر سے گئی سینے پہ سینے سے کمر تک
کاٹی کمر اس طرح سے دو کر کے زرہ کو　　جس طرح کوئی کھول دے ناخن سے گرہ کو

۱۴۵
توسے کی سپر کاٹ کے دستانے میں پہنچی　　دو کر کے سپر خود کے پیمانے میں پہنچی
غرض سر و گردن سے چلی شانے میں پہنچی　　شانے سے تڑپتی روح کے کاشانے میں پہنچی
سرکش کا لہو خاک پہ برسا دیا اسنے　　تب نکلی کہ جب خانۂ تن ڈھا دیا اسنے

۱۴۶
وہ روپ وہ چم خم وہ دل اسکا وہ بر اسکا　　وہ قد وہ بدن صاف، وہ رخ جلوہ گر اسکا
ہر ہاتھ میں منھ چوم رہی تھی ظفر اسکا　　محبوب تھی ہر خانۂ تن میں تھا گھر اسکا
کس کا یہ جگر تھا اسے روکے جو سپر سے　　سینے میں در آمد تھی برآمد تھی جگر سے

۱۴۷
بجلی کا چلن شعلہ کی خو سرکش و بیباک　　صرصر سے سبک ست، گران قیمت و چالاک
خونخوار جفا کار و ستم پیشہ و سفاک　　کج بازو ہنرانداز و ترش رو و غضبناک
خود آپ بگیر آگ لگا دینے کو آندھی　　ہستی کے چراغوں کے بجھا دینے کو آندھی

۱۴۸
بسمل ہوا جسکو لچک اسکی نظر آئی　　بجلی سی جو چمکی تو کلیجوں میں در آئی
چورنگ کیا اسکو اسے آٹھ کر آئی　　اٹکھیلیاں کرتی ادھر آئی ادھر آئی
حوروں میں یہ گرمی نہ لگاوٹ پریوں میں　　بیدم کیا لاکھوں کو اسی عشوہ گری میں

۱۴۹
فولاد کی ڈھالوں پہ وہ تلوار نہ ٹھہری　　اک دم کبھی میانِ صفِ کفار نہ ٹھہری
سر سیکڑوں کاٹے کہیں زنہار نہ ٹھہری　　خوں اتنے کیے اور گنہگار نہ ٹھہری
مجرم رہی سرکش رہی بیباک رہی وہ　　دھبا نہ لگا خون سے بھی پاک رہی وہ

(خاتمۂ جنگ)

۱۵۰
جب بیس ہزار اہل ستم جان سے ہارے　　آواز یہ آئی کہ بس اے شیر ہمارے
جو ہر ہیں بزرگوں کے تری ذات میں سارے　　تو وہ ہے کہ لاکھوں سے لڑائی میں نہ ہارے

اب حلق ہے اور مرحلۂ تیغ جفا ہے ہاں صابر و شاکر دم تسلیم و رضا ہے

۱۵۱
پہلو سے صدا حضرت زہرا کی یہ آئی دو روز کے فاقے ہیں یہ جرأت یہ لڑائی
پانی کی کوئی بوند کہ پائی کہ نہ پائی ماں صدقے گئی دُکھ گئی ہوگی کلائی
پیشانی پہ بوسہ تو ذرا لینے دو بیٹا ہاتھوں کی بلائیں تو مجھے لینے دو بیٹا

۱۵۲
آئی جو یہ آواز شہ کون و مکاں کو تھرا کے رکھا میان میں تیغ دو زباں کو
اعدا سے کہا روک کے گھوڑے کی عناں کو جاتے ہو کہاں قتل کرو تشنہ دہاں کو
کردو خبر اُسکو بھی کہاں شمر لعیں ہے اب آؤ کہ لڑنے کا مجھے کام نہیں ہے

۱۵۳
یہ سُنکے پھرے لاکھ جوان دست بہ شمشیر یا کوئی نہ آسکتا تھا یا گھر گئے شبیر
تلوار برابر سے لگانے لگے بے پیر بس ٹوٹ گئیں پسلیاں ساری تھے چلے تیر
تیغوں سے جو سب عضو تن پاک کٹے تھے زخموں کے بھی ہاتھوں میں گریباں پھٹے تھے

۱۵۴
تلواروں سے پُرزے تھا عمامہ تو قبا چاک تھی گل کی طرح خون میں ڈوبی ہوئی پوشاک
سیپارہ تھے جزو تن سبط شہ لولاک سو ٹکڑے تھی تلواروں سے جلد بدن پاک
کٹ کٹ کے گری جلد یداللہ کھلا تھا شیرازۂ قرآن تن شاہ کھلا تھا

۱۵۵
غش کھا کے جو مہرے پہ جھکے سید ابرار خولی نے لگائی سر پرنور پہ تلوار
سر تھام کے ہاتھوں سے جو سیدھے ہوئے اکبار برچھی ابن اشعث کی کلیجے کے ہوئی پار
مہمان تھے دنیا میں فقط چند نفس کے غش ہوگئے نیزے سے سنان ابن انس کے

۱۵۶
وہ چاند سی پیشانی نورانی شبیر اندھیر ہے اُسپر ابن اشعث کا لگا تیر
سجدے کریں محراب حرم کی ہو یہ توقیر اُن ابروؤں پر آکے چلے ظالم کی شمشیر
آہو کو ستاتے تھیں دیدار حرم میں آنکھیں وہ لہو روتی تھیں زندوں کی تحریر

۱۵۷
وہ شمع سحر طور سی پُر نور کلائی اُسپر چلی شمشیر دوہائی ہے دوہائی
منہ دیکھ لو صاف اسی ہتھیلی میں صفائی ہر سب پہ کھلی انگلیوں کی عقدہ کشائی

نسبت نہیں ناخن سے کبھی بدر کی ضو کو   ہفتہ میں دکھائے تو کوئی دستِ ہنر کو

۱۵۸
وہ سینۂ روشن کہ جو تھا مطلعِ انوار   گنجینۂ علمِ احدی مخزنِ اسرار
قرآن کو رکھ لیتے ہیں سر پر جو ہیں دیندار   کیا قہر ہے واں پاؤں دھرے شمرِ ستمگار
سینہ پہ نہ تھا اُسکا قدم حشر بپا تھا   ہو جاتی یہ دنیا تہ و بالا تو بجا تھا

سفرِ اہلبیت

۱۵۹
سیدانیوں میں ہوا ماتم جب آلِ عبا کا   گھر ہو گیا تاراج امامِ دوسرا کا
کنبہ ہوا محبوس شہِ عقدہ کشا کا   عریاں ہوا سر بلوے میں خاصانِ خدا کا
جن بیبیوں کا سایہ بھی دیکھا نہ کسی نے   افسوس انھیں بے پردہ کیا فوجِ شقی نے

۱۶۰
قطعِ نظر ان باتوں کے لب تشنہ و بیمار   پاؤں پہ ورم دردِ سر اور تپ میں گرفتار
تھا ضعف سے اک گام اُٹھانا جسے دشوار   پیدل لیے جاتے تھے اُسے ظالمِ غدار
غش آتا تھا گر راہ میں تشنہ دہنی سے   ظالم اُسے چونکاتے تھے نیزوں کی انی سے

۱۶۱
تھا گردنِ لاغر میں قوی طوقِ گلوگیر   اور پاؤں میں بیمار کے پہنائے تھے زنجیر
چلنے میں جو گر پڑتا تھا با حالتِ تغیر   اونٹوں پہ حرم روتے تھے اور ہنستے تھے بے پیر
اُٹھنے کی تاکید کوئی کرتا تھا بگڑ کر   کانٹوں پہ کوئی کھینچتا تھا طوق پکڑ کر

۱۶۲
سر پر نہ عمامہ ہے نہ ہے پاؤں میں نعلین   ہیں شدتِ آزار سے سوجی ہوئی ساقین
لب خشک حرارت سے جگر سینے میں بیچین   اشک آنکھوں میں اور دل میں غمِ قبلۂ کونین
منزل پہ بھی کھاتے تھے نہ کچھ پیتے تھے عابد   اعجازِ امامت سے فقط جیتے تھے عابد

۱۶۳
خامے کو بس اب روک انیس جگر افگار   خالق سے دعا مانگ کہ اے ایزدِ غفار
زندہ رہیں دنیا میں شہِ دیں کے عزادار   غیر از غمِ شہ انکو نہ غم ہو کوئی زنہار
آنکھوں سے مزارِ شہِ دلگیر کو دیکھیں   ہر سال یہیں بس روضۂ شبیر کو دیکھیں

مرثیہ دوم
صبح شہادت

۱
جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے — جلوہ کیا سحر کے رخِ بے حجاب نے
دیکھا سوئے فلک شہِ گردون رکاب نے — مڑ کر صدا رفیقوں کو دی اُس جناب نے
آخر ہے رات حمد و ثنائے خدا کرو
اُٹھو فریضۂ سحری کو ادا کرو

۲
یہ حسن کے بستروں سے اُٹھے وہ خدا شناس — اک اک نے زیبِ جسم کیا فاخرہ لباس
شانے محاسنوں میں کیے سب نے بے ہراس — باندھے عمامے آئے امامِ زماں کے پاس
رنگیں عبائیں دوش پہ کمریں کسے ہوئے
مشک و زُباد و عطر میں کپڑے بسے ہوئے

۳
خیمے سے نکلے شہ کے عزیزانِ خوشخصال — جن میں گئی تھے حضرتِ خیر النسا کے لال
قاسم سا گلبدن علی اکبر سا خوش جمال — اک جا عقیل و مسلم و جعفر کے نونہال
سب کے رخوں کا نور سپہر برین پہ تھا
اٹھارہ آفتابوں کا غنچہ زمیں پہ تھا

۴
وہ صبح اور چھاؤں ستاروں کی اور وہ نور — دیکھے تو غش کرے ارنی گوئے اوجِ طور
پیدا گلوں سے قدرتِ اللہ کا ظہور — وہ جا بجا درختوں پہ تسبیح خوان طیور
گلشن خجل تھے وادیِ مینو اساس سے
جنگل تھا سب بسا ہوا پھولوں کی باس سے

۵
ٹھنڈی ہوائیں سبزۂ صحرا کی وہ لہک — شرمائے جس سے اطلسِ زنگاریِ فلک
وہ جھومنا درختوں کا پھولوں کی وہ مہک — ہر برگِ گل پہ قطرۂ شبنم کی وہ جھلک
ہیرے خجل تھے گوہرِ یکتا نثار تھے
پتے بھی ہر شجر کے جواہر نگار تھے

۶
وہ قمریوں کا چار طرف سرو کے ہجوم — کوکو کا شور نالۂ حق سرہ کی دھوم
سبحان ربنا کی صدا تھی علی العموم — جاری تھے وہ جو اُنکی عبادت کے تھے رسوم
کچھ گل فقط نہ کرتے تھے ربِ علا کی مدح
ہر خار کو بھی نوکِ زباں تھی خدا کی مدح

چیونٹی بھی ہاتھ اُٹھا کے یہ کہتی تھی بار بار — اے دانہ کش ضعیفوں کے رازق ترے نثار
یا حیّ یا قدیر کی تھی ہر طرف پکار — تسبیح تھی کہیں کہیں تہلیل کردگار
طائر ہوا میں مست ہرن سبزہ زار میں ۵، جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار میں

جنگ کی تیاری

۸ ہتھیار اِدھر لگا چکے آقا سے خاص و عام — تیار اُدھر ہوا علم سیّدِ انام
کھولے سروں کو گرد تھیں سیدانیاں تمام — روتی تھیں تھامے چوبِ علم خواہرِ امام
تیغیں کمر میں دوش پہ شملے پڑے ہوئے ۶، زینب کے لال زیرِ علم آ کھڑے ہوئے

۹ گردانے دامنوں کو قبا کے وہ گلعذار — مرفق تک آستینوں کو اُلٹے بصد وقار
جعفر کا رعب دبدبۂ شیرِ کردگار — بوٹے سے اُنکے قد پہ نمودار نامدار
آنکھیں ملیں علم کے پھریرے کو چوم کے ،، رایت کے گرد پھرنے لگے جھوم جھوم کے

۱۰ گہ ماں کو دیکھتے تھے گہے جانبِ علم — نعرہ کبھی یہ تھا کہ نثارِ شہِ امم
کرتے تھے دونوں بھائی کبھی مشورے بہم — آہستہ پوچھنے لگے ماں سے وہ ذی حشم
کیا قصد ہے علیؑ ولی کے نشان کا — امّاں کسے ملے گا علم نانا جان کا

۱۱ کچھ مشورہ کریں جو شہنشاہِ خوش خصال — ہم بھی محق ہیں آپ کو اِسکا رہے خیال
پاسِ ادب سے عرض کی ہمکو نہیں مجال — اِسکا بھی خوف ہے کہ نہ ہو آپ کو ملال
آقا کے ہم غلام ہیں اور جاں نثار ہیں — عزت طلب ہیں نام کے امیدوار ہیں

۱۲ ہمثِل تھے رسول کے لشکر کے سب جوان — لیکن ہمارے جد کو نبی نے دیا نشان
خیبر میں دیکھتا رہا منہ لشکرِ گران — پایا علم علی نے مگر وقتِ امتحان
طاقت میں کچھ کمی نہیں گو کچھ پیاسے ہیں — پوتے اُنھیں کے ہم ہیں اُنھیں کے نواسے ہیں

۱۳ زینب نے تب کہا کہ تمھیں اس سے کیا ہے کام — کیا دخل مجھکو مالک و مختار ہیں امام
دیکھو نہ کیجیو بے ادبانہ کوئی کلام — بگڑوں گی میں جو لوگے علم کا زباں سے نام

لو جاؤ بس کھڑے ہو الگ ہاتھ جوڑ کے — کیوں آئے تم یہاں علی اکبر کو چھوڑ کے

۱۴ سرکو ہو بڑھو نہ کھڑے ہو علم کے پاس — ۷۸ ایسا نہ ہو کہ دیکھ لیں شاہِ فلک اساس
کھوتے ہو اور آئے ہوئے تم مرے حواس — بس قابلِ قبول نہیں ہے یہ التماس
رونے لگو گے تم جو بُرا یا بھلا کہوں — اس ضد کو چھیننے کے سوا اور کیا کہوں؟

۱۵ عمریں قلیل اور ہوسِ منصبِ جلیل — ۷۹ اچھا نکالو قد سے بھی بڑھنے کی کچھ سبیل
ہاں صدقے جائے گرچہ یہ ہمت کی ہے دلیل — ہاں اپنے ہمسنوں میں تمھارا نہیں عدیل
لازم ہے سوچے غور کرے پیش و پس کرے — جو ہو سکے نہ کیوں بشر اُسکی ہوس کرے

۱۶ اِن ننھے ننھے ہاتھوں سے اُٹھے گا یہ علم؟ — چھوٹے قدوں میں سب سے سنو کیں سبھوں سے کم
نکلیں تنوں سے سبطِ نبی کے قدم پہ دم — عہدہ یہی ہے بس یہی منصب یہی حشم
رخصت طلب اگر ہو تو یہ میرا کام ہے — ہاں صدقے جائے آج تو مرنے میں نام ہے

۱۷ پھر تمکو کیا بزرگ تھے گر فخرِ روزگار؟ — ۸۰ زیبا نہیں ہے وصفِ اضافی پر افتخار
جوہر وہ ہیں جو تیغ کرے آپ آشکار — دکھلا دو آج حیدر و جعفر کی کارزار
تم کیوں کہو کہ لال خدا ولی کے ہیں — فوجیں پکاریں خود کہ نواسے علی کے ہیں

۱۸ ہاتھوں کو جوڑ جوڑ کے بولے وہ لالہ فام — غُصے کو آپ تھام لیں اے خواہرِ امام
واللہ کیا مجال جو اب لیں علم کا نام — کھل جائے گا لڑیں گے جو یہ باوفا غلام
فوجیں بھگا کے گنجِ شہیداں میں سوویں گے — تب قدر ہوگی آپ کو جب ہم نہ ہوویں گے

۱۹ بس کہہ کے یہ ہٹے جو سعادت نشاں پسر — چھاتی بھر آئی ماں نے کہا تھام کے جگر
دیتے ہو اپنے مرنے کی پیارو مجھے خبر — ٹھہرو ذرا بلائیں تو لے لے یہ نوحہ گر
کیا صدقے جاؤں ماں کی نصیحت بُری لگی؟ — ۸۱ سمجھو یہ کیا کہا کہ جگر پر چھُری لگی

۲۰ زینب کے پاس آ کے یہ بولے شہِ زمن — کیوں تم نے دونوں بیٹوں کی باتیں سُنیں بہن؟
شیروں کے شیر عاقل و جرار و صف شکن — زینب یہ دو حسینِ عصر ہیں، دونوں یہ گلبدن

یون دیکھنے کو سب ہین بزرگون کے طور ہین — تیور بھی انکے اور ارادے بھی اور ہین

۲۱
بس جسکو تم کہو اُسے دین فوج کا علم — کی عرض جو صلاحِ شہِ آسمان حشم
فرمایا جب سے اٹھ گئین زہراے باکرم — اُس دن سے تم کو مان کی جگہ جانتے ہین ہم
مالک ہو تم، بزرگ کوئی ہو کہ خرد ہو — جسکو کہو اُسی کو یہ عہدہ سپرد ہو

۲۲
نو دس برس کے سن مین یہ جرأت یہ ولولے — بچے کسی نے دیکھے ہین ایسے بھی من چلے
اقبال کیونکر انکے نہ قدمون سے منہ ملے — کس گود مین بڑے ہوئے کس دودھ سے پلے
بیشک یہ ورثہ دار جنابِ امیر ہین — پر کیا کہون کہ دونون کی عمرین صغیر ہین

۲۳
بولین بہن کہ آپ بھی تو لین کسی کا نام — ہے کس طرف توجہ سردارِ خاص و عام
گر مجھ سے پوچھتے ہین شہِ آسمان مقام — قرآن کے بعد ہے تو علی کا ہے کچھ کلام
شوکت خدم ہین شان مین ہمسر نہین کوئی — عباس نامدار سے بہتر نہین کوئی

۲۴
آنکھون مین اشک بھر کے یہ بولے شہِ زمن — ہان تھی یہی علی کی وصیت بھی اے بہن
اچھا بلائین آپ کدھر ہے وہ صف شکن — اکبر چچا کے پاس گئے سن کے یہ سخن
کی عرض انتظار ہے شاہِ غیور کو — چلیے پھوپھی نے یاد کیا ہے حضور کو

۲۵
زیرِ علم تھے خاک بسر شاہِ خاص و عام — باتون یہ اُسکی روتی تھین سیدانیان تمام
کی عرض آ کے ابن حسنؑ نے کہ یا امام — انبوہ ہے بڑھی چلی آتی ہے فوج شام
شہ بولے یہ علم لیے باہر نکلتے ہین — ٹھہرو بہن سے ملکے گلے ہم بھی چلتے ہین

۲۶
ناگہ بڑھے علم لیے عباس باوفا — دوڑے سب اہل بیتؑ کھلے سر برہنہ پا
حضرت نے ہاتھ اُٹھا کے یہ ایک ایک سے کہا — لو، الوداع، اے حرمِ پاک مصطفیٰ
صبحِ شبِ فراق ہے پیارون کو دیکھ لو — سب مل کے ڈوبتے ہوئے تارون کو دیکھ لو

۲۷
تھم کر ہوا چلی فرسِ خوش قدم بڑھا — جون جون وہ سوے دشت بڑھا اور دم بڑھا
گھوڑون کی لین سوارون نے باگین علم بڑھا — رایت بڑھا کہ سروِ ریاضِ ارم بڑھا

۲۸ پھولوں کو لے کے باد بہاری پہنچ گئی — بستان کربلا میں سواری پہنچ گئی
ناگاہ تیر ادھر سے چلے جانب امام — گھوڑا بڑھا کے آپ نے حجت بھی کی تمام
نکلے ادھر سے شہ کے رفیقان تشنہ کام — سب سر ہوئے پروں میں ہراں سپاہ شام
بالا کبھی تھی تیغ کبھی زیر تنگ تھی — اک اک کی جنگ مالک اشتر کی جنگ تھی

۲۹ نکلے پئے جہاد عزیزان شاہ دین — نعرے کیے کہ خوف سے ہلنے لگی زمین
روباہ کی صفوں پہ چلے شیر خشمگین — کھینچی جو تیغ بھول گئے صف کشی لعین
بجلی گری پروں پہ شمال و جنوب کے — کیا کیا لڑے ہیں شام کے بادل میں ڈوب کے

جنگ حضرت عونؑ و محمدؑ

۳۰ نام خدا ہیں عونؑ و محمدؑ بھی کیا شکیل — اک مہر بے نظیر ہے اک بدر بے عدیل
افروختہ ہیں رخ یہ شجاعت کی ہے دلیل — ہمت بڑی ہے گو کہ ہیں عمریں ابھی قلیل
شل علی ہیں جنگ جدل پر تلے ہوئے — دونوں کے پنجے ہیں ڈر سے کھلے ہوئے

۳۱ وہ اشتیاق جنگ میں لڑکوں کے ولولے ۸۲ بیتاب تھے کہ دیکھیے تلوار کب چلے
چہرے وہ آفتاب سے وہ چاند سے گلے — سب فاطمہؑ کی بیٹیوں کے گود کے پلے
اک اک رسول حق کی سپہ کا چراغ تھا — جس پر علی نے کی تھی ریاضت وہ باغ تھا

۳۲ اکبر سے عرض کرتے تھے سینہ سپر کیے ۸۳ یہ نیمچے نہ لیویں گے دم سب لہو پیے
گر آج مر گئے تو قیامت تلک جیے — صدقے ہوں اس قدم پہ یہ سر ہیں اسی لیے
آقا کے آگے لطف ہے تیغ آزمائی کا — آج آپ دیکھیے گا تماشہ لڑائی کا

۳۳ بچپن پہ جاؤ ماں اولوالعزم کے نہ جائیں ۸۴ جب چاہیں معرکے میں ہمیں آپ آزمائیں
تن تن کے روکیں برچھیاں پلٹیں نہ زخم کھائیں — بجلی گرے تو منہ پہ جھپک کر سپر نہ لائیں
جھپکے پلک کسی سے تو آنکھیں نکالیے — بڑھ کر ہٹیں جو پاؤں تو سر کاٹ ڈالیے

۳۴ کہتے تھے شکر کر کے یہ زینب کے دونوں لال — کھلتے ہیں خود دلیروں کے جوہر دم جدال

ہر وقت چاہیے مددِ شیرِ ذوالجلال — لڑنے ابھی کریں تو ملے عرصۂ قتال
اُتری ہی تیغ جنگ لیے وہ دلیر ہیں — سب ہم کو جانتے ہیں کہ شبیر کے شیر ہیں

۳۵
یہ جب کہ کرتے تھے باہم وہ گلعذار — ۸۵ شبیر دیکھتے تھے کنکھیوں سے بار بار
پاس آکے عرض کرتے تھے عباسِ نامدار — سنتے ہیں آپ کہتے ہیں جو کچھ یہ جاں نثار
جرأت تو بات ہی ہے ہر اک کے کلام سے — یہ بچے رکیں گے بھلا فوجِ شام سے؟

۳۶
یہ سن یہ زور شور یہ عمریں یہ آن بان — ۸۶ یہ بھولے بھولے منہ یہ ہوا مردیاں یہ شان
باتیں رجز سے کم نہیں اللہ رے خوش بیان — چلتی ہے ذوالفقارِ علی کی طرح زبان
کس دبدبے سے کاندھوں پہ نیزے سنبھالے ہیں — گویا چلن لڑائی کے سب دیکھے بھالے ہیں

۳۷
یہ ذکر تھا کہ بجنے لگا طبل اُس طرف — ۸۷ مشکل کشا کی فوج نے باندھی ادھر بھی صف
تیروں نے رُخ کیا سوئے ابنِ شہِ نجف — سینوں کو نازیوں نے اِدھر کر دیا ہدف
تھا بسکہ شوقِ جنگ ہر اک تشنہ گاہ کو — جوش آگیا وغا کا حسینی سپاہ کو

۳۸
اللہ رے علی کے نواسوں کی کارزار — دونوں کے سمجھے تھے کہ چلتی تھی ذوالفقار
شانہ کٹا کسی نے جو روکا سپر پہ وار — گنتی تھی زخمیوں کی نہ کشتوں کا تھا شمار
اتنے سوار قتل کیے تھوڑی دیر میں — دونوں کے گھوڑے چھپ گئے لاشوں کے ڈھیر میں

۳۹
وہ چھوٹے چھوٹے ہاتھ وہ گوری کلائیاں — آفت کی پھرتیاں تھیں غضب کی صفائیاں
ڈر ڈر کے کاٹتے تھے کمان کش کنائیاں — فوجوں میں تھیں نبی و علی کی دوہائیاں
شوکت تھی ہو بہو جنابِ امیر کی — طاقت دکھا دی شیروں نے زینب کے شیر کی

جنگ حضرت قاسمؑ

۴۰
جب خیمۂ حسین سے نکلا حسن کا لال — دیکھا کہ در پہ روتے ہیں سرور بصد ملال
بس گر پڑا قدم پہ یہ کہہ کر وہ خوش خصال — دیجے رضائے حرب مجھے بہرِ ذوالجلال
چلائی ماں کہ سبطِ پیمبر نہ روکیو — شبر نے دی صدا کہ برادر نہ روکیو

لپٹا کے اسکو چھاتی سے بولے شہِ امم — پیارے تمھارا داغ بھی دل پر سہین گے ہم
یہ پیش و پس ہے منزلِ ہستی میں کوئی دم — تم آگے چند گام تو ہم پیچھے دو قدم
کچھ غم نہیں جو راہ ہے خنجر کی دھار پر — ہر دم خدا کا فضل ہے اس خاکسار پر

پہنچا جو رزمگاہ میں وہ غیرتِ قمر — نیزہ پکڑ کے گھوڑے کو پھیرا ادھر ادھر
بولے عدو یہ کوئی فرشتہ ہے یا بشر — خورشیدِ خاوری کی بھی تو خیرہ ہے نظر
اللہ رے چمک رخِ پر آب و تاب کی — سہرہ بنا ہوا ہے کرن آفتاب کی

ناگہ رجز یہ پڑھنے لگے قاسمِ جری — عالم میں کون ہے جو کرے ہم سے ہمسری
ہم حیدری ہیں ہم میں ہے زورِ غضنفری — ہم سے ہے اوجِ پایۂ اورنگِ صفدری
شہرہ ہے حرب و ضربِ شہِ خاص و عام کا — سکہ ہے شش جہت میں ہمارے ہی نام کا

ناگاہ فوجِ شام سے تیرِ ستم چلے — تیر و سناں و نیزہ و خنجر بہم چلے
قاسم بھی یاں سے کھینچ کے تیغِ دو دم چلے — اعدا پہ چھیڑ کر فرسِ خوش قدم چلے
پیدل تو اس قطار کے تھے کس شمار میں — دو دو سوار کٹ گئے ایک ایک وار میں

تھا ابنِ سعدِ شوم کو اس دم بہت ہراس — غرقِ سلاح ازرقِ شامی کھڑا تھا پاس
اس سے کہا کہ فوج نہایت ہے بے حواس — تو جا کے لڑ تو قتل ہو شاید یہ حق شناس
رکتا ہے یہ جیحون نہ دامِ کمند سے — جلدی سناں پہ اسکو اٹھا لے سمند سے

کہتا ہے چار تھے پسر ازرقِ پلید — دشمن تو آلِ پاک کے شیطاں کے مرید
بولا یہ انکو دیکھ کے وہ پیروِ یزید — ہاں جا کے اس یتیم کو جلدی کرو شہید
رلواؤ قبر میں حسنِ ذی الطول کو — بیوہ بناؤ دخترِ سبطِ رسول کو

نکلا یہ بات سنتے ہی انمیں سے ایک یل ۸۸ — پیچھے چلی سفر کے ہنستی ہوئی اجل
نعرہ کیا یہ غیظ سے موذی نے کھا کے بل — ہاں اے حسن کے لال خبردار ہو سنبھل
کام آئے کچھ تو نامِ شہِ ذوالفقار لے — بستی یہ ہے کوئی تو مدد کو پکار لے

۴۸ قاسم یہ نعرہ زن ہوئے جھک کے راہوار — امداد، وقتِ جنگ ہے شیرون کو ناگوار
کافی ہے بس ہمین سپرِ حفظِ کردگار — او خیرہ سر، اجل تری گردن پہ ہے سوار
دشمن کو اپنے ضربِ طمانچہ قضا کا ہے — آ کوئی وار کر جو ارادہ دغا کا ہے

۴۹ یہ سنتے ہی کمان کو اُٹھا کر بڑھا شریر — چلّے مین تین کھال کا جوڑا شقی نے تیر
تھا بسکہ تیزدست حسن کا مہِ منیر — بجلی سی آئی کوند کے شمشیر بے نظیر
یون قطع انگلیان ہوئین اُس تیرہ بخت کی — جیسے کوئی قلم کرے شاخین درخت کی

۵۰ اک ہاتھ مین جو کٹ کے گرا دستِ نابکار — بولے کمر مین رکھ کے وہ شمشیرِ آبدار
اب دیکھ میرے تیر کا توڑ او خطا شعار — پکڑا کمان کے قبضے کو یہ کہہ کے استوار
چلّہ جو کھینچنے لگے سرکش کو تاک کے — رستم کی روح چھپ گئی تودے مین خاک کے

۵۱ چٹکی سے چھوٹ کر جو چلا تیر بے امان — قربان تیرے ہاتھ کے چلائی یہ کمان
بچتی ہے کب خدنگِ اجل سے کسی کی جان؟ — نکلا وہ تیر توڑ کے سینے کے استخوان
اک دم مین دی شکست خطا کو ثواب نے — غل تھا قفس کی تیلیان توڑین عقاب نے

۵۲ مرکب سے گر کے مر گیا جب وہ عدوئے دین — نکلا اُدھر سے جھپٹ کے لپٹا سے نیے لعین
نیزے کو تولتا ہوا اخسر ورو خشمگین — ابرو پہ بل نگاہ مین قہر اور جبین پہ چین
ہمراہ اسکے تیغ بکف سو سوار تھے — اور اس طرف مدد کو شہِ ذوالفقار تھے

۵۳ نیزے کا وار کرنے لگا جب وہ خود پسند — بجلی سا کوندنے لگا دولہا کا بھی سمند
نیزہ اُڑا کے نیزے سے یہ کی صدا بلند — کیون تو نے دیکھے نیزۂ مشکل کشا کے بند
یہ کہہ کے اُسنے ڈھال کو چھید کے گو لیا ۸۹ — پتلی کو بے حیا کی سنان مین پرو لیا

۵۴ بیکار کور ہو کے ہوا جب وہ خیرہ سر ۹۰ — پٹکے مین ہاتھ ڈال کے پٹکا زمین پر
آواز دی زمین نے کہ فی النار و السقر — جا تو بھی ہے برادرِ لعینی ترا جدھر
جز موت کچھ شقی کو نہ اُس دم نظر پڑا — آنکھین کھلین تو قعرِ جہنم نظر پڑا

جھپٹا برادرِ سوم اُس کا بکر و فر — تا سنے ہوئے وہ گرز گران سر کے الحذر
یاں بہرِ حفظ دستِ ید اللہ تھی سپر — تیغِ دو دم کو شیر نے تولا بچا کے سر
یوں دو کیا عمودِ ستمگار کو — جس طرح تیغ تیز اڑا دے خیار کو

۹۱ مرتے ہی اُسکے فوج سے چوتھا لپک بڑھا — قاسم پکارے اول خود سر کدھر بڑھا؟
سنتے ہی یہ، وہ تیغِ دو دم کھینچ کر بڑھا — جھنجھلا کے بھتیجی کا بھی لختِ جگر بڑھا
اترا وہ کیا کہ تیرِ اجل کا نشانہ تھا — اک ہاتھ میں نہ سر تھا نہ بازو نہ شانہ تھا

۹۲ بیجان ہوگئے سر زمیں بیٹھے جو اُسکے چار — ازرق کا دل ہوا صفتِ لالہ داغدار
جوشِ غضب سے سرخ ہوئیں چشم نابکار — مثلِ تنور منہ سے نکلنے لگا بخار
جیب قبا کو مثلِ کفن سے پھاڑتا ہوا — نکلا پرے سے دیو سا چنگھاڑتا ہوا

۹۳ فوجیں ادھر دعا کی پڑھیں سوئے آسمان — بل کھا کے اُس طرف یہ پکارا وہ بد زبان
رستم بھی ہو تو کھینچ نہیں سکتی مری کمان — جوشن کو توڑتا ہے مرا تیر بے امان
ہر اسکی فتح ساتھ ہوئیں جن پہ تیر کے — شہرہ کیا ہے دیو کو چکی میں پیر کے

۹۴ قاسم نے دی صدا کہ خبردار کر زبان کو بند — اللہ کو غرور و تکبر ہے ناپسند
حق نے فروتنی سے کیا ہم کو سر بلند — تیرے کا بند باندھ کو کی چھیڑ کے سمند
دیکھیں بلند کون ہے اور پست کون ہے — کھل جائیگا ابھی کہ زبردست کون ہے

۹۵ آگے ہمارے دعوئے جرأت ہے کیا یہ شان — گدی سے کھینچ لوں ابھی بڑھ کر تری زبان
مغرور اسپہ ہو کہ میں لڑکا ہوں نوجوان — بے شیر ہوں کہ اسکا بھی ہو جائے امتحان
ہیں شیر شیر خوار بھی اسد اللہ کے — جھولے سے چھپکے بیچ ہیں اژدر کو چیر کے

۹۶ قائل کیا جو مصحفِ ناطق کے لال نے — تر کر دیا اسے عرقِ انفعال نے
برچھا اُٹھایا ہاتھ میں اُس بدخصال نے — چھیڑا فرس کو قاسمِ یوسف جمال نے
تکنے لگے صفوں سے جوان اُٹھ کے ہوئے — عباس نامدار قریب آ کھڑے ہوئے

٦٢
قاسم نے عرض کی کہ بہت دھوپ ہے حضور — رہیے چچا کے پاس یہ تکلیف کیا ضرور
فرمایا صدقے میں تری ہمت کے اے غیور — دشمن کو پاس آنے نہ دو ہم کھڑے ہیں دور
ہشیار جانِ عم، کہ دمِ کارزار ہے — جاتا ہے اب کہاں یہ تمھارا شکار ہے

٦٣
کیوں تیغ تول تول کے بڑھتے ہو بار بار — بیٹا سپر تو ہاتھ میں لے لو چچا نثار
صدقے ترے حواس کے اے میرے شہسوار — ہاں دونوں پاؤں رکھو رکابوں میں استوار
آنے دو اُسکو تیغ ابھی دم بھر تھمی رہے — گھوڑا نہ بدمزاج ہو پٹڑی جمی رہے

٦٤
فارس ہے تم سا کون تہِ چرخِ چنبری — دکھلا رہے ہو صاحبِ دلدل کی بگدھری
صدقے میں اے نہنگِ محیطِ دلاوری — دکھلائے ضربِ تیغِ جہانگیرِ حیدری
ابرو پہ بل ہے آنکھوں سے آنکھیں لڑی رہیں — بھاری زرہ وہ پہنے ہے چوٹیں کڑی ہیں

٦٥
نیزہ ہلا کے جانبِ قاسم بڑھا وہ یل ٩٥ — دولھا نے مسکرا کے صدا دی سنبھل سنبھل
گھوڑا نہ گر پڑے ترے لنگر سے منہ کے بل — تو ہے فرس پہ اور تری گردن پہ ہے اجل
ضیغم ہیں بیٹے اسدِ ذوالجلال کے — کیجو سناں کے وار ذرا دیکھ بھال کے

٦٦
یہ کہہ کے اپنے چھوٹے سے نیزے کو دی تکان — چمکی انی تو برق پکاری کہ الاماں
اک بند باندھ کر جو فرس سے کہا کہ ہاں — ڈانڈ آ لگی ڈانڈ پر تو سناں سے لڑی سناں
بل کیا کرے کہ زور ہی موذی کا گھٹ گیا — غل تھا کہ اژدہے سے وہ افعی لپٹ گیا

٦٧
قاسم نے زور سے جو انی پر رکھی انی — بھاگا شقی کے جسم سے زورِ تہمتنی
بگڑا جو ڈھنگ جان پہ ظالم کے آ بنی — تھی اس سناں کی نوک کہ ہیرے کی تھی کنی
اُڑ کر گری زمیں پہ سناں اس کمان سے — گرتا ہے جیسے تیرِ شہاب آسمان سے

٦٨
جھنجھلا کے چوبِ نیزہ کو لایا وہ فرق پر — قاسم نے ڈانڈ ڈانڈ پہ مارا اُچک کے سر
دو انگلیوں میں نیزہ دشمن کو تھام کر — جھٹکا دیا کہ جھک گئی گھوڑے کی بھی کمر
نیزہ بھی دب کے ٹوٹ گیا نابکار کا — دو انگلیوں سے کام لیا ذوالفقار کا

سنبھلا وہ بے شعور یہ چھلکا اٹھا کے جب — قبضے میں لی کمان کیانی بصد غضب
چلے میں تیر جوڑ چکا جب وہ بے ادب — تیوری چڑھائی قاسمِ نوشاہ نے بھی تب
تیر نگاہ سے وہ خطاکار ڈر گیا — ۹۶ کانپے یہ دونوں ہاتھ کہ چلہ اتر گیا

بولے یہ مسکرا کے جگر گوشۂ حسن — رخ پھیر لو نہ او ستم ایجاد پیلتن
چلائے بڑھ کے حضرتِ عباسِ صف شکن — کیا خوب تجکو یاد ہیں تیر افگنی کے فن
دیکھا ہمارے شیر کی تیور کی شان کو — دعویٰ ہے کچھ ابھی تو چڑھا لے کمان کو

دو سمت سے چلے جو ملامت کے اسپہ تیر — چلایا تیغ تیز علم کرکے وہ شریر
ہاں اے حسن کے لعل بدخشاں بدہ بگیر — نکلے چمک کے یاں سے بھی تیغ قضا کے تیر
چمکا کے تیغِ تیز جو قاسم سنبھل گئے — سمجھا جو کچھ فرس کے بھی تیور بدل گئے

مانندِ شیر غیظ میں آیا وہ پیلتن — ۹۷ آنکھیں ابل پڑیں صفتِ آہوے ختن
ماری زمیں پہ ٹاپ کہ لرزا تمام تن — چلائے سب کہ گھوڑے پہ بھی لو چڑھا ہے جن
میخیں زمیں کی اُسکی تگاپو سے ہل گئیں — دونوں کنوتیاں بھی کھڑی ہو کے مل گئیں

چھل بل دکھائی فوج کو، دوڑا، تھما، اڑا — ۹۸ صورت بنائی، جست کی، سمٹا، جما، اڑا
دیکھی زمیں کبھی، کبھی سوئے سما اڑا — مثلِ سمندِ بادِ شرر اتنا اڑا
جن تھا، پری تھا، سحر تھا، آہو شکار تھا — گویا ہوا کے گھوڑے پہ گھوڑا سوار تھا.

دونوں طرف سے چلنے لگے وار یک بیک — دو بجلیاں دکھانے لگیں ایک جا چمک
تکنے لگے فلک کے دریچوں سے سب ملک — اک زلزلہ تھا اوجِ ثریا سے تا سمک
چہرہ پہ آفتاب کے مقتل کی گرد تھی — ۹۹ یہ خوف تھا کہ دھوپ کی رنگت بھی زرد تھی

لایا جو حرفِ سخت زباں پر وہ بدخصال — جھپٹا مثالِ شیرِ درندہ حسن کا لعل
[illegible] سے لبس ملا دیا گھوڑا بصد جلال — اسنے [illegible] کہ لڑ گئی اُسکی سپر سے ڈھال
[illegible] لگی کہ ہوش اُڑے خود پسند کے — ۱۰۰ گھوڑے نے پاؤں رکھ دیے سر پر سمند کے

عباسِ نامدار نے پہلو سے دی صدا — ہاں اسپ نہ جانے دیجیو احسنت مرحبا
دشمن کے مار ڈالنے کی بس یہی ہے جا — سنتے ہی یہ، فرس سے فرس کو کیا جدا
گھوڑا ابھی اس طرف کو اُدھر ہٹ کے پھر پڑا ۱۰۱ مارا کمر پہ ہاتھ کہ دو ہو کے گر پڑا

۱۰۲
عباسِ نامدار تو ہنستے چلے اُدھر — یعنی خوشی کی جا کے شہِ دین کو دوں خبر
اس غمکدے میں دہر کے شادی کہاں مگر — یاں اس جنے پہ ٹوٹ پڑے لاکھ اہلِ شر
لاکھوں سے لڑ کے پیاس میں مجبور ہو گئے — حربے ہزار ہا جو چلے چور ہو گئے

۱۰۳
کیونکر تمام فوج سے اک تشنہ لب لڑے — اک اک لڑا نہ آہ، بہم ہو کے سب لڑے
کھا کھا کے زخم مثلِ اسیرِ عرب لڑے — جانبازیاں ستم کی دکھائیں غضب لڑے
جلوہ میانِ تشنہ دہانی دکھا دیا — بچپن میں لڑ کے زورِ جوانی دکھا دیا

۱۰۴
کاٹے رسالے تیغ سے کارِ قلم لیا — دستِ یمین نے جنگ میں آرام کم لیا
پھر دستِ چپ میں تیغ و سپر کو بہم لیا — تھوڑا رکے سنبھلے منہ سے لہو ڈال دم لیا
یاں بند ہو کے آنکھ کھلی جتنی دیر میں — سو تیر دل کو توڑ گئے اتنی دیر میں

۱۰۵
کس حُسن سے حسنؑ کا جوانِ حسین لڑا — گھر گھر کے صورتِ اسدِ خشمگین لڑا
دو دن کی بھوک پیاس میں وہ مہ جبین لڑا — سہرا الٹ کے یوں کوئی دولہا نہیں لڑا
حملے دکھا دیے اسدِ کردگار کے — مقتل میں سو گئے ازرقِ شامی کو مار کے

جنگ حضرت عباسؑ

۱۰۶
جاتا ہے شیرِ بیشۂ حیدر فرات پر — طاری ہے خوفِ مرگ ہر اک ذی حیات پر
صدمہ عجب ہے بادشہِ کائنات پر — آنکھوں سے اشک بہ رہے ہیں بات بات پر
سمجھا ہے وہ جو قبرِ علی کا چراغ ہے — جو حال ہے بجا ہے کہ بھائی کا داغ ہے

۱۰۷
حضرت اُدھر تڑپتے ہیں تکتے ہوئے کمر — عباس بیبیوں سے ہیں رخصت طلب اِدھر
لائی ہے سوکھی مشک سکینہ بچشمِ تر — فرماتے ہیں بھتیجی کا منہ چوم چوم کر

پہلے تھا ذکر آب تسلی کے واسطے
اب جا کے پانی لاتے ہیں بی بی کے واسطے

۹۸ کہتی ہیں خشک ہونٹ دکھا کر وہ لالہ فام
اب عمو جان مجھ میں نہیں طاقت کلام
اصغر کو لے کے ہاتھوں پہ بانوئے نیک نام
فرماتی ہیں کہ مرتا ہے یہ تشنہ کام
دکھلاؤ اسکا حال شہ نامدار کو
ہچکی لگی ہوئی ہے مرے شیر خوار کو

۹۹ لو اب سوار ہوتے ہیں عباس نامور
لو دامن قبا نے لیا بوسۂ کمر
لو ہٹ کے ہاتھ آپ نے رکھا عیال پر
لو آفتاب خانۂ زین پہ ہے جلوہ گر
برچھا لیا سمند کو زانو میں داب کے
لو وہ ہلال بن گئے حلقے رکاب کے

۱۰۰ بڑھنے میں صرف ہاں جو دہن سے نکل گیا
وحشی غزال دشت ختن سے نکل گیا
لشکر گلوں کی بو کا چمن سے نکل گیا
جھونکا نسیم کا تھا کہ سن سے نکل گیا
طاؤس کیا کہ برق بھی شرما کے رہ گئی
پیچھے سموں کی گرد نظر آ کے رہ گئی

۱۰۱ گھوڑا اڑا کہ ہو گئی سرعت ہوا کی گرد
لوہے چمن تھی یا قدم بادپا کی گرد
جا پہنچی تا بہ فرق ثریا ثریٰ کی گرد
اڑ کر سر فلک پہ گئی کربلا کی گرد
خورشید کی ضیا تھی سموں کے نشان پر
نخوت سے تھا زمیں کا دماغ آسمان پر

۱۰۲ نیزہ زمیں میں گاڑ کے گو سنجا جو شیر نر
چہروں سے رنگ اڑ گئے تھرا گئے جگر
نکلے رجز میں خشک زباں سے وہ شعر تر
جسکے جواب میں فصحا نے جھکا ئے سر
غل تھا زبان ناطقہ الکن ہے لال ہے
لاریب فیہ مصحف ناطق کا لال ہے

۱۰۳ نعرہ یہ تھا کہ گوہر برج شرف ہوں میں
فرزند صاحب شرف من عرف ہوں میں
فخر سلف جو شاہ ہے اسکا خلف ہوں میں
اللہ و پنجتن ہیں جدھر اس طرف ہوں میں
رایت سپید ہوں خدا کی سپاہ کا
چیرہ ہوں بادشاہ ہدایت پناہ کا

۱۰۴ دشمن تو ہو ہمیں تین روز سے بے آب و دانہ سب
لیکن قریب مرگ ہیں دو طفل تشنہ لب
لوٹا کیا آل کو ستاتے ہو بے جرم و بے سبب
کچھ مصطفے کا پاس نہیں تمکو ہے غضب

اک شور تھا کہ ٹوٹ پڑو اس دلیر کو — کشتہ کرو لڑائی میں حیدر کے شیر کو

۱۱۲
گھوڑا کہیں گھرا کہیں اڑ کر نکل گیا — جو ڈر کے گر پڑا وہ سموں سے کچل گیا
انبوہ سے مر گیا کوئی کوئی دہل گیا — صف بچھ گئی ادھر کہ جدھر وار چل گیا
مشکیزہ لے کے لاکھوں سے کب تک وغا کریں — کیوں اے بہادرو کہو عباس کیا کریں؟

۱۱۳
برسے جو دس ہزار کمانوں سے تیر کین — غربال ہو گیا تنِ عباسِ مہ جبین
وار اپنا کر گیا جو برابر سے اک لعین — بالائے خاک کٹ کے گرا بازوئے یمین
مڑ کر نگاہ کی کہ الٰہی یہ کیا ہوا — اک ہاتھ رہ گیا تھا سو وہ بھی جدا ہوا

۱۱۴
ٹھنڈا جو ہو گیا علمِ شاہِ دین پناہ — عباسِ نامور نے بھری لب سے ایک آہ
دانتوں سے پکڑی مشک کہ محنت نہ ہو تباہ — مشکیزے پہ بھی تیر لگا وا مصیبتا
گھوڑے سے ڈگمگا کے بصد یاس گر پڑے — پانی کے ساتھ حضرتِ عباس گر پڑے

۱۱۵
اٹھ بیٹھے گر کے حضرتِ عباسِ ذی حشم — گھٹنے کے نیچے مشک تھی زانو پہ تھا علم
جھک کر زمیں پہ غش میں جو سنبھلا وہ باکرم — گرزِ گراں عقب سے پڑا سر پہ ہو ستم
ٹکڑے ہوا جگر اسدِ ذوالجلال کا — سر پاش پاش ہو گیا حیدر کے لال کا

جنگ حضرت علی اکبر

۱۱۶
لڑنے کو اس طرف سے عدو سب کے سب بڑھے — تنہا ادھر سے اکبرِ عالی نسب بڑھے
چومے قدم زمیں نے جھکا کر جب بڑھے — گویا جہاد کو اسدِ ہر عرب بڑھے
دہشت سے فوجِ شام کی بدلی سمٹ گئی — قدرت خدا کی دن جو چڑھا رات گھٹ گئی

۱۱۷
ڈھالوں کو رکھ کے چہروں پہ گر گر پڑے حسود — گو تھے کئی ہزار پہ کیا ان کی ہست و بود
تھرا گیا تمام جنودِ سقر ورود — نورِ خدا کے سامنے ظلمت کی کیا نمود
عبرت سپاہِ شام پہ دو چند ہو گئی — باجوں کی فوجِ کیں کی صدا بند ہو گئی

۱۱۸
آمد تھی تیغ کی کہ اجل کا پیام تھا — یہ صفِ اخیر تھی وہ رسالہ تمام تھا

بجلی سا ہر جگہ فرسِ تیز گام تھا ششدر تھی موت چار طرف قتلِ عام تھا
اِس غول پر کبھی تھی کبھی اُس قطار پر پڑتا تھا ایک تیغ کا سایہ ہزار پر

۱۱۹
سر خود پوشوں کے چنبرِ گردن سے اُڑ گئے ہاتھ آستیں سے اُڑ گئے سر تن سے اُڑ گئے
ڈر ڈر کے سب پرند نشیمن سے اُڑ گئے ۱۱۰ باقی جو رہ طائرِ جاں تن سے اُڑ گئے
تھے قتلِ عام پر علی اکبر تُلے ہوئے رستے تھے سب زخموں کے کوچے کھلے ہوئے

۱۲۰
وہ حرب، وہ شکوہ، وہ شانِ پیمبری نعرے وہ زور شور کے، وہ ضربِ حیدری
وہ تیغِ خوں چکاں وہ جلالِ غضنفری راکب جو رشکِ حور تو رہوار بھی پری
چالاک آہوانِ ختن اس قدر نہ تھے اُڑ جاتا تھا ہما کی طرح اور پر نہ تھے

۱۲۱
کوتاہ و گرد و صاف کنوتی کمر کفل کیا خوشنما کشادگیِ سینہ و بغل
سیماب کی طرح نہیں آرام ایک پل پھرتا تھا اس طرح کہ پھرے جس طرح سے کل
راکب نے سانس لی کہ وہ کوسوں روانہ تھا ۱۱۱ تارِ نفس بھی اُسکے لیے تازیانہ تھا

۱۲۲
وہ جست و خیز و سرعت و چالاکیِ سمند سانچے میں تھے ڈھلے ہوئے اُسکے جوڑ بند
سُم قرصِ ماہتاب سے روشن ہزار چند نازک مزاج و شوخ و سیہ چشم و سر بلند
گر ہل گئی ہوا سے ذرا باگ، اُڑ گیا ۱۱۲ بجلی سوار کی نہ چڑھی تھی کہ مڑ گیا

۱۲۳
بجلی کبھی بنا کبھی رہوار بن گیا آیا عرق تو ابرِ گہر بار بن گیا
گہ قطب، گاہ گنبدِ دوّار بن گیا نقطہ کبھی بنا کبھی پرکار بن گیا
حیران تھے اُسکی گشت پہ لوگ اس ہجوم کے ۱۱۳ تھوڑی سی جا میں پھرتا تھا کیا جھوم جھوم کے

۱۲۴
چلا رہا تھا یوں پسرِ سعدِ کینہ جو کس سے کہوں بہائے جو اس شیر کا لہو
جاتا ہی میں روز کا پیاسا کنارِ جو جانوں کے ساتھ آج گئی سب کی آبرو
گھیرو کرن میں نیزوں کی اس آفتاب کو کیوں خاک میں ملاتے ہو لشکر کی آب کو

۱۲۵
نکلا یہ سُن کے غیظ میں اک پہلوانِ روم گیتی کی چار دانگ میں تھی جس شقی کی دھوم

سرہنگ و پُرغرور و سیہ قلب و نحس و شوم لشکر سے جس کے ہل گئی مقتل کی مرز و بوم
مرحب تھا کفر و شرک میں طاقت میں پیو تھا گھوڑے پہ تھا شقی کہ پہاڑی پہ دیو تھا

بند ۱۲۶
ڈوبی گرہ میں نیزۂ ظالم کی جب سنان گھوڑا اُڑا کے ہاتھ کو اکبر نے دی تکان
اللہ رے زور اُٹھ گیا گھوڑے سے پہلوان وحشت شقی سے چھوٹ گئی ڈانڈ ناگہان
نیزے کے ساتھ شور اُٹھا اُس گروہ سے ۱۱۴ لو اژدہے کو لے گیا سیمرغ کوہ سے

بند ۱۲۷
ظالم نے ڈھال دوش سے لی اور کمر سے تیغ بدلا تھا اُٹھنے پا تھا کہ چمکی اِدھر سے تیغ
دو چار بار ڈوب کے نکلی سپر سے تیغ چلنے میں گھٹتی بڑھتی تھی کس کس ہنر سے تیغ
مضطر تھا اپنی زیست سے دشمن کہ پاس تھا جب ہاتھ اُٹھ گیا یہ کلائی کے پاس تھی

بند ۱۲۸
چمکی سپر کے پاس کبھی برق کی مثال شانے پہ آگئی کبھی سینے پہ لی جو شقی نے ڈھال
سر کو بچا کے کاٹ گئی وہ زرہ کی جال چوٹیں کدھر کدھر ہی پڑیں کہ مضطر تھا بد خصال
روکے کیسے جو آتے ہوئے کدھر پھرے ۱۱۵ بجلی کے ساتھ ساتھ کہاں تک سپر پھرے

بند ۱۲۹
شمشیر تیز رس سے جو آئی جھپک گیا ضربت ابھی لگی تھی کہ ہاتھ شقی کا بہک گیا
جل کر کبھی بڑھا کبھی پیچھے سرک گیا شعلہ تھا آگ کا کہ بجھا اور بھڑک گیا
ناری ہے نورِ حق سے کہاں بچ کے جائیگا اک دم میں تیغ تیز کا پانی بجھائے گا

بند ۱۳۰
چمکی جو تیغ ڈھال وہ لایا قریبِ سر اک برق سی گری کہ دو پارہ ہوئی سپر
مغفر سے سر میں تھی سر و گردن سے صدر پر سینے میں جب بڑھی یہ ہوا تب وہ باخبر
سب نشۂ غرورِ جوانی اُتر گیا ۱۱۶ تلوار تھی کہ حلق سے پانی اُتر گیا

بند ۱۳۱
نکلا پرے سے ایک جفاکار و کینہ خواہ تھا کیا میں خلیفۂ شیطان وہ رو سیاہ
چلایا دیکھ کر طرفِ بارگاہِ شاہ آفت ہے پالنے کی محبت بھی آہ آہ
اس نوجوان کے ہجر میں آخر نکل پڑی لو گھر سے بنتِ فاطمہ زہرا نکل پڑی

بند ۱۳۲
تھا عشق سے پھوپھی کے تو واقف وہ لاکلام گھبرا گیا حسینؑ کا فرزند نیک نام

گردن پھرا کے جلد نظر کی سوئے خیام | منہ پھیرنا تھا آہ کہ تھا موت کا پیام
برچھی کسی کے سینۂ انور پہ چل گئی | دل اور جگر کو توڑ کے باہر نکل گئی

۱۳۳
گھوڑے پہ ڈگمگانے لگا تھام کر جگر | فرمایا آہ ہم کو وغا کی نہ تھی خبر
سب ہو گئے وہ دستِ بلوریں لہو میں تر | رہوار سے لپٹ گئے ہرنی پہ رکھ کے سر
جز بیکسی نہ تھا کوئی اس جا پسر کے ساتھ | ٹکڑے کلیجے کے زخم سے نکلے لہو کے ساتھ

۱۳۴
نکلی ادھر تو خیمے سے اکبر کی جان زار | یاں بیبیاں ہوئیں درِ خیمہ پہ بے قرار
فضہ پکاری ڈیوڑھی پہ بڑھ کر یہ ایک بار | اکبر پہ کیا گزر گئی اے شاہِ نامدار؟
چھریاں غم و الم کی کلیجے پہ چلتی ہیں | جلد آیئے کہ حضرتِ زینب نکلتی ہیں

جنگ حضرت امام حسینؑ

(شدتِ گرما)

۱۳۵
لو چل رہی تھی رن میں کہ اللہ کی پناہ | ڈھالوں کے رنگ ہو گئے تھے دھوپ میں سیاہ
برچھی کے پھل پہ ہوتا تھا شعلے کا اشتباہ | گلگوں بنی ہوئی تھی ہر اک آہنی کلاہ
گویا کہ قوس میں تھا گزر آفتاب کا | عالم تھا ہر خدنگ پہ تیرِ شہاب کا

۱۳۶
گرمی کا روزِ جنگ کی کیونکر کروں بیاں | ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں
وہ لو کہ الحذر وہ حرارت کہ الاماں | رن کی زمیں تو سرخ تھی اور زرد آسماں
آبِ خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر | گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

۱۳۷
جھیلوں کے چارپائے نہ اٹھتے تھے تا بہ شام | مسکن میں مچھلیوں کے سمندر کا تھا مقام
آہو جو کاہلی تھے تو چیتے سیاہ فام | پتھر پگھل کے رہ گئے تھے مثلِ مومِ خام
سرخی اڑی تھی پھولوں سے سبزی گیاہ سے | ۱۱۷ پانی کنوؤں میں اترا تھا سایے کی چاہ سے

۱۳۸
آبِ رواں سے منہ نہ اٹھاتے تھے جانور | جنگل میں چھپتے پھرتے تھے طائر ادھر ادھر
مردم تھے سات پردوں کے اندر عرق میں تر | ۱۱۸ خس خانۂ مژہ سے نکلتی نہ تھی نظر

۱۳۹ گر چشم سے نکل کے ٹھہر جائے راہ میں ۱۱۹ پڑ جائیں لاکھ آبلے پائے نگاہ میں
شیر اُٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے — آہو نہ منھ نکالتے تھے سبزہ زار سے
آئینہ مہر کا تھا مکدر غبار سے — گردوں کو تپ چڑھی تھی زمیں کے بخار سے
گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر ۱۳۰ بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

۱۴۰ گرداب پر تھا شعلۂ جوالہ کا گماں — انگارہ تھے حباب تو پانی شرر فشاں
منھ سے نکل پڑی تھی ہر اک موج کی زباں — تہ پر تھے سب نہنگ مگر تھی لبوں پہ جاں
پانی تھا آگ، گرمیِ روزِ حساب تھی ۱۳۱ ماہی جو سیخِ موج تک آئی کباب تھی

(آمد)

۱۴۱ جب رن میں آمدِ سلطانِ دیں ہوئی — نورِ خدا کے نور سے روشن زمیں ہوئی
آیا وہ نبرد سپاہِ حسین ہوئی — روحِ جنابِ فاطمہ اندوہگیں ہوئی
تیغیں کھنچی نیام سے خنجر نکل پڑے — شیرِ خدا مزار سے باہر نکل پڑے

۱۴۲ آفت میں مبتلا ہوں اسیرِ محن بھی ہوں — فاقہ بھی تین دن کا ہے تشنہ دہن بھی ہوں
بے کس بھی ہوں شہید بھی ہوں خستہ تن بھی ہوں — شہ بھی ہوں غریب بھی ہوں بے وطن بھی ہوں
ناحق پڑے ہیں تیر کمانوں میں جوڑ کے — کیا ہاتھ آئے گا مرے بازو کو توڑ کے

۱۴۳ میرا ہوا ہے حال کہ زخموں سے چور ہوں — جنگل میں موت آئی ہے بستی سے دور ہوں
اک خاکسار بندۂ ربِ غفور ہوں — عالم ہے اسکی ذات کہ میں بے قصور ہوں
کہنے میں پاس آتی ہے پہ کچھ گلا نہیں ۱۳۲ دن تیسرا ہے آج کہ پانی ملا نہیں

۱۴۴ نعرہ یہ تھا کہ دلبرِ مشکل کشا ہوں میں — جوہر کشائے تیغِ شہِ لافتا ہوں میں
شمس الضحیٰ علی ہیں تو بدر الدجیٰ ہوں میں — قرآں گواہ ہے کہ زبانِ خدا ہوں میں
کس آیۂ کریم میں ذکرِ علی نہیں — قرآں میں کیا خفی ہے کہ ہم پر جلی نہیں

۱۴۵ سمجھا ہے کیونکر حق سے شہِ لافتا کا زور — اس دست میں مرتضیٰ میں ہے دستِ خدا کا زور

ہے انگلیوں کے بند میں خیبر کشا کا زور — پانی ہو میرے زور کے آگے ہوا کا زور
الٹوں فلک کو یوں کہ ہو قصد انقلاب کا ۱۴۳ جس طرح ٹوٹ جاتا ہو ساغر حباب کا

۱۴۶
آگے بڑھوں جو تیر کو چلّے میں جوڑ کے — بھاگیں خطا شعار کمانوں کو چھوڑ کے
بیکار کردوں شیر کا پنجہ مروڑ کے — پٹکوں زمیں پہ درِ خیبر کو توڑ کے
الٹوں طبق زمیں کے یوں جھٹک کے زین سے ۱۴۴ جس طرح جھاڑ دیتے ہیں گرد آستین سے

(اسپ)

۱۴۷
آئے حسین یوں کہ عقاب آئے جس طرح — کافر پہ کبریا کا عتاب آئے جس طرح
تابندہ برق سوئے سحاب آئے جس طرح — دوڑا فرس، نشیب میں آب آئے جس طرح
یوں تیغِ تیز کوند گئی اس گروہ پر — بجلی تڑپ کے گرتی ہو جس طرح کوہ پر

۱۴۸
صرصر سے تند، بو سے سبک تر، ہوا سے تیز — چالاک فہم و فکر سے، ذہنِ رسا سے تیز
طاؤس و کبک و قمری و عقاب و ہما سے تیز — جانے میں اڑ کے ہر پرِ شہپرِ صبا سے تیز
خوش جاہ تھا سعید تھا فیروز بخت تھا — رہوار کیا ہوا پہ سلیماں کا تخت تھا

۱۴۹
سمٹا، جما، اڑا، ادھر آیا، ادھر گیا — چمکا، پھرا، اچھال دکھایا، ٹھہر گیا
تیروں سے اڑ کے برچھیوں پر بے خطر گیا — برہم کیا صفوں کو پروں سے گزر گیا
گھوڑے کا تن بھی ٹاپ سے اس کے فگار تھا — ضربت تھی نعل کی کہ سروہی کا وار تھا

۱۵۰
سینہ کشادہ، تنگ کمر، چست، جوڑ بند — گردن میں خم ہلال کا، اور اسپ سربلند
جاں دار، بردبار، عدو کش، ظفر پسند — بجلی کسی جگہ، کہیں آہو، کہیں پرند
سرعت ہے ابر کی تو لطافت ہوا کی ہے ۱۴۵ اتنے ہنر فرس میں یہ قدرت خدا کی ہے

۱۵۱
پھرتا تھا کیا صفوں میں فرس جھوم جھوم کے — سرعت بلائیں لیتی تھی منہ چوم چوم کے
پامال تھے پرے سپہِ شام و روم کے — غل تھا یہ غول میں پسرِ سعدِ شوم کے
رخش ایسا کوئی سچ ہے، نہیں شام میں نہیں — پیدا ہوا نہ ابلق ایام میں نہیں

۱۵۲
ہلچل وہ ان صفوں کی وہ گھوڑے کی جست خیز | تھا ترک و تازیوں میں کہیں مرحلے تند و تیز
صدقے سمند کے ایال پہ گیسوئے مشک بیز | گرد آوری میں ابر تو بجلی دمِ ستیز
زرّی قدم کے فیض سے سارے چمک گئے | ۱۲۶ جب تیلیاں اٹھیں تو ستارے چمک گئے

۱۵۳
جرأت میں رشکِ شیر تو ہیکل میں فیلتن | پوئی کے وقت کبکِ دری جست میں ہرن
بجلی کسی جگہ تو کہیں ابرِ قطرہ زن | بن بن کے آنے جانے میں طاؤس کا چلن
سیماب تھا زمین پہ فلک پہ سحاب تھا | دریا پہ موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا

۱۵۴
آنکھیں وہ جنکو دیکھ کے حیران رہے غزال | گردن وہ جسکے شرم سے ہے سرنگون ہلال
آہو کی جست شیر کی چتون پری کی چال | دل اُسکے دست و پائے حنائی سے پائمال
ہر نعلِ پا کا حسن یہ تھا اُس جلوس میں | ۱۲۷ آئینہ جس طرح سے ہو دستِ عروس میں

(ذوالفقار)

۱۵۵
جب رن میں تیغ تول کے سلطانِ دین بڑھے | ۱۲۸ گیتی کے تھام لینے کو روح الامین بڑھے
مانندِ شیرِ نر کہیں ٹھہرے کہیں بڑھے | گویا علی الٹتے ہوئے آستین بڑھے
جلوہ دیا جری نے عروسِ مصاف کو | مشکلکشا کی تیغ نے چھوڑا غلاف کو

۱۵۶
جب سن سے فوجِ شام پہ وہ شعلہ خو چلی | بس سر کے بل سقر میں سپاہِ عدو چلی
ٹھہری بڑھی جھپکتی ہوئی چار سو چلی | آئی کس آب و تاب سے کیا سرخرو چلی
تیزی یہ ہے نہ زبانِ سخنور میں چاہیے | پاس آبرو کا صاحبِ جوہر کو چاہیے

۱۵۷
اب دم نہ لیجیو یہ اجل اُس سے کہہ گئی | ندی لہو کی دشتِ پُر آفت میں بہہ گئی
کاٹی زرہ کڑی بھی بڑی جو وہ سہہ گئی | بھاگا کوئی شقی تو لہو پی کے رہ گئی
غصے میں مثلِ برق قرار اُسنے کم لیا | لاکھوں میں ڈھونڈھ کر اُسے مارا تو دم لیا

۱۵۸
پھل اُسکا نہ سپر پہ نہ جوشن پہ رہ گیا | جسپر پڑی تڑپ کے وہ توسن پہ رہ گیا
دو ٹکڑے ہو کے سر نہ فقط تن پہ رہ گیا | خود بھی اجل گرفتہ کی گردن پہ رہ گیا

دم میں نہ وہ غرور نہ وہ خود سری رہی
مجرم وہی رہا یہ خطا سے بری رہی

۱۵۹
وقتِ دغا عصا تھی کبھی اژدہا کبھی
تلوار بن گئی وہ کبھی اور قضا کبھی
بجلی کبھی تھی ابر کبھی اور ہوا کبھی
بنتی تھی نفی کفر کی خاطر بلا کبھی
پھرتے تھے جب حسین پیادوں کو رول کر
کھا لیتی تھی سروں کو دہن کھول کھول کر

۱۶۰
بجلی گری کہ فوج پہ تیغِ دو سر گری
کٹ کر کسی کی تیغ کسی کی سپر گری
چمکی کبھی فلک پہ کبھی فرق پر گری
سر کاٹ کے ادھر سے جو اٹھی ادھر گری
زرہیں تنوں میں مثلِ کفن چاک ہو گئیں
آن کی آن میں صفیں کی صفیں خاک ہو گئیں

۱۶۱
پڑتی تھی جس کے فرق پہ وہ تیغ سر شگاف
ہوتا تھا سر سے مثلِ قلم تا جگر شگاف
تا سینہ کوئی اور کوئی تا کمر شگاف
چار آئینہ کسی کا کسی کی سپر شگاف
سر تھا اگر تو ہاتھ کا تن پر اثر نہ تھا
ثابت کسی کے ہاتھ اگر تھے تو سر نہ تھا

۱۶۲
اک شور تھا کہ تیغ ہے یا ہے خدا کا قہر
بہتی ہے جس کی آگ سے کوسوں لہو کی نہر
ناگن ہے یہ، کہ کاٹے کی جس کے نہیں ہے لہر
اتری گلے سے چڑھ گیا سارے بدن میں زہر
زخموں سے جسم، ڈر سے کلیجے فگار ہیں
جوہر نہیں ہیں تیغ میں، دندانِ مار ہیں

۱۶۳
جس پر چلی وہ تیغ دو پارا کیا اسے
کھنچتے ہی پھر دو ٹکڑے دوبارا کیا اسے
واں تھی جدھر اجل نے اشارا کیا اسے
سختی تھی کچھ پڑی تو گوارا کیا اسے

۱۶۴
نہ زیں تھا فرس پہ نہ اسوار زین پر
کڑیاں زرہ کی بکھری تھیں ان کی زمین پر
بس پس گئے کشاکش سے کماندار مر گئے
۱۲۹ چلے تو سب چڑھے تھے سو بازو اتر گئے
گوشے کٹے کمانوں کے تیر ان کے بکھر گئے
مقتل میں ہو سکا نہ گزارا گزر گئے
وحشت سے ہوش اڑ گئے تھے فکر و وہم کے
سوفار کھول دیتے تھے منہ سہم سہم کے

۱۶۵
سیراب جتنے پھرتے تھے پیاسے کی جنگ سے
چلتی تھی اب تیغِ علی لاکھ رنگ سے
چمکی جو فرق پر تو نکل آئی تنگ سے
رکتی تھی سپر سے نہ آہن نہ سنگ سے

خالق نے منھ دیا تھا عجب آب و تاب کا ۱۳۰ خود اُسکے سامنے تھا پھپھولا حباب کا

۱۶۶
سہمے ہوئے تھے یوں کہ کسی کو نہ تھی خبر — پیکان کدھر ہے تیر کا سوفار ہے کدھر
مردم کی کشمکش سے کمانوں کو تھا یہ ڈر — گوشوں کو ڈھونڈھتی تھیں نہیں پر جھکا کے سر
ترکش سے کھینچے تیر کوئی یہ جگہ نہ تھا ۱۳۱ جس نے کہ سر پہ ہاتھ رکھا تن پہ سر نہ تھا

۱۶۷
بجلی سی تیغ شعلہ فشاں چار سو پھری — میدان میں بھاگتی ہوئی فوج عدو پھری
دم میں ستمگروں کا بہا کر لہو پھری — سر کاٹ کر جدھر سے پھری سرخرو پھری
یہ اوج تیغ قدرت حق سے عیاں ہوا — گویا ہلال عید شفق سے عیاں ہوا

۱۶۸
سلطان تھے تن زمیں پہ جدا اور سر جدا — زخمی اُدھر پڑے تھے جدا اور اِدھر جدا
گردن جدا تھی سینہ جدا اور کمر جدا — شانے سے ہاتھ ہاتھ سے تیغ و سپر جدا
پستی پہ جب حباب کی بلندی ہی آئی تھی — گاؤ زمیں زمیں کے تلے تھرتھرائی تھی

۱۶۹
جب سن سے فوج کفر پہ وہ جنگجو چلی — گویا سموم قہر خدا چار سو چلی
بسمل پھڑک کے رہ گئے یوں تند خو چلی — ٹکڑے اُڑا کے ذبح کیا سرخرو چلی
غل تھا بُرش ہی قہر کی جوہر بلا کے ہیں — دم بھر میں فیصلہ یہ کرشمے قضا کے ہیں

۱۷۰
کہنی سے دونوں ہاتھ جدا اُن سے سر جدا — ہر نخل قد کی شاخ جدا اور ثمر جدا
اس ہاتھ سے جو تیغ تو اُس سے سپر جدا — بھائی سے بھائی اور پسر سے پدر جدا
دم تھا کے بھی ہول قیامت سے کم نہ تھے ۱۳۲ کیا تفرقہ پڑا تھا کہ اعضا بہم نہ تھے

۱۷۱
اٹھی چلی سپاہ میں آئی جدا ہوئی — پنجہ جو پہنچ گیا تو کلائی جدا ہوئی
صف کی جدا پرے کی صفائی جدا ہوئی — تیری جگر میں خون میں نہائی جدا ہوئی
دم توڑتے پامرے کوئی پروا ذرا نہ تھی — نکلی جو تن میں سر کے پھر آشنا نہ تھی

۱۷۲
اسوار کو گرا کے سنبھلنے نہ دیتی تھی — لاکھوں میں ہاتھ ایک سے چلنے نہ دیتی تھی
برچھیت کو سپر سے نکلنے نہ دیتی تھی — رستم بھی ہو تو ہاتھ بدلنے نہ دیتی تھی

جو اُسکا کام تھا سو وہ پھرنے کے ساتھ تھا — جسکا قدم بڑھا نہ سپر تھی نہ ہاتھ تھا
تھمتی تھی سر تنوں سے جُدا دیکھ دیکھ کے — کرتی تھی ناز، حشر بپا دیکھ دیکھ کے
بیخود تھی، آپ اپنی ادا دیکھ دیکھ کے — چشمک قضا کی تھی کہ ذرا دیکھ دیکھ کے
کہتی تھی تیغ گو کہ سر دیں کا ہاتھ ہوں — ۱۴۳ تو تیرے دم کے ساتھ ہیں میں تیرے ساتھ ہوں

دو کر کے خود کا سہ سر تک اُتر گئی — سر سے گلے کو کاٹ کے بر تک اُتر گئی
تڑپی مثالِ برق جگر تک اُتر گئی — لیکن جگر کو صاف کمر تک اُتر گئی
زیں سے رکی نہ تنگ سے نہ زیرِ سمند سے — ۱۴۴ بوسہ دیا زمیں پہ اُتر کر سمند سے

پیاسی بھی تھی خونِ فوج کی اور آبدار بھی — غل تھا کہ ایک گھاٹ میں پانی بھی نار بھی
بجلی بھی ابر بھی خزاں بھی بہار بھی — تلوار بھی چھری بھی سپر بھی کٹار بھی
پانی نے اسکے آگ لگا دی زمانہ میں — آفت تھی ایک جان کی لگائی بجھائی میں

چلتی تھی ذوالفقار جو سن سن ادھر اُدھر — وحشت سے چھپتے پھرتے تھے دشمن ادھر اُدھر
کٹ کٹ کے گر رہے تھے سر و تن ادھر اُدھر — ٹکڑے پڑے ہوئے تھے خاک پہ جوشن ادھر اُدھر
ڈر ڈر کے جو سوار گرے وہ مر کے گرے — صف پر گری جو صف تو تن پر سر گرے

رو میں تنوں کے جسم کے ٹکڑے اُڑا دیے — ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کے پرزے اُڑا دیے
گردن بچی کسی کی تو شانے اُڑا دیے — پہنچا جو سر پہ ہاتھ تو پہنچے اُڑا دیے
ادھر جو بھی وار کسی دشمن کو لگ گیا — تن چار ہاتھ تڑپ کے الگ سر الگ گیا

سب جان لیے تیغ شہ لافتا پھری — وہ جس طرف پھری اُسی جانب قضا پھری
دل پر جدا عدو کے گلے پر جدا پھری — دم لے کے جس طرف پھری مثلِ قضا پھری
دامن سے نکلتی ہوئی راس چپ گری — کیا رعد کی بساط ہے بجلی تڑپ گئی

کشتے تڑپ رہے تھے برابر زمیں پہ — زندے تھے خوفِ قتل سے مضطر زمیں پہ
آئی جو تن سے تیغ دو پیکر زمیں پہ — ۱۴۵ گردن نے دھڑ سے پھینک دیا سر زمیں پہ

۱۸۰
سلطانِ دین کے پاؤں پہ سر کٹ کے گر پڑا　　　　تن تا بہ زین کے چند قدم ہٹ کے گر پڑا
کٹ کٹ کے ذوالفقار سے گرتی تھی خاک پر　۱۳۶　پہونچوں سے ہاتھ شانوں سے بازو تنوں سے سر
قبضے سے تیغ بر سے زرہ ہاتھ سے سپر　　　　برچھی سے پھل کمان سے زہ زین سے تبر
ترکش کہیں پڑے تھے نشانِ رمی کہیں　　　　پیکان کہیں تھے شست کہیں تھی سری کہیں

۱۸۱
سر پر پڑی فرس کے تو سوئے کفل چلی　۱۳۷　دو شنہ کے پھل زمیں پہ چمکا یہ نکل چلی
بجلی سی جس لعین پہ چلی برمحل چلی　　　　پہنچی ادھر سے تیغ ادھر سے اجل چلی
دو آفتوں نے دشمنِ دین کو دبا لیا　　　　سر تیغ نے لیا تو اجل نے گلا لیا

۱۸۲
سر پر پڑی تو چنبرِ گردن کو دو کیا　　　　گردن سے بڑھ کے سینہ و جوشن کو دو کیا
جوشن سے ساتھ زین کے دامن کو دو کیا　　　　دامن کی کیا بساط ہے توسن کو دو کیا
غل تھا حسین بادشہِ شرق و غرب ہے　　　　سکہ ہے آپ کے نام کا جس کی یہ ضرب ہے

(جنگ)

۱۸۳
مصروفِ جنگ تیغ سے تھے سرورِ حجاز　　　　چمکا کے رخش ان سے بڑھا ایک نیزہ باز
نامرد نے کیا تھا جو دستِ ستم کا وار　　　　نیزہ اٹھا کے کہنے لگے شاہِ نامدار
ہاں اے اجل گرفتہ کمر استوار کر　　　　نیزے کا ہے غرور تو اب کوئی وار کر

۱۸۴
کام اس خطا شعار کا جب ہو گیا اخیر　　　　نکلا پرے سے ایک تیر انداز بے نظیر
بدبخت و کج نہاد و خطا پیشہ و شریر　　　　چلے سے توڑ جاتا تھا جوشن کو جس کا تیر
کیا کوئی اس کے آگے بھلا سر اٹھا سکے　　　　رستم بھی جس کمان کی نہ شست اٹھا سکے

۱۸۵
قبضے میں تیغ رکھ کے پکارے شہِ زمان　　　　ہاں ناوک افگنی ہے تجھے دکھلا تو اے جوان
ہاں نکلی منہ سے یاں کہ کھنچی اس طرف کمان　　　　کھینچا کمان کا تھا کہ چلا تیر بے امان

۱۸۶
حلقہ ادھر کمان کا ختم ہو کے رہ گیا　۱۳۸　یاں تیغِ شہ سے تیر قلم ہو کے رہ گیا
خالی اسی روش سے ہوا ترکشِ شریر　　　　تودے لگا دیے کاٹ کے حضرت نے سارے تیر

چاہا تھا کشمکش میں کہ ہو جائے گوشہ گیر — چلّائے شہ کہ بھاگ نہ او سرکشوں کے پیر
پیچھے ہٹے نہ پاؤں مزا ہے یہ جنگ کا — تو بھی تو توڑ دیکھ لے تیرے خدنگ کا

۱۸۸
پاں دوش سے کمان کو اُتارا جناب نے — قبضے میں ماہ نو کو کیا آفتاب نے
بیٹے کا ہاتھ چوم لیا بوتراب نے — تاکا خطا کو تیر نگہ سے ثواب نے
ترکش بھی اژدہا سا دہن کھولنے لگا — نکلا عقاب تیر تو پر تولنے لگا

۱۸۹
چلّے میں رکھ کے تیر بڑھے قبلۂ امم — اک ہاتھ راست کر کے کیا دوسرے کو خم
کچھ کہہ کے گوشِ شہ میں چلا تیر تیز دم — آواز دی کمان نے رہے شاہ باکرم
چلّہ تو شستِ شاہ میں سے نکل گیا — ۱۳۹ وان تیر دل کو توڑ کے سین سے نکل گیا

۱۹۰
گرز و سنان و تیغ و تبر کانپنے لگے — نیزے مثالِ شاخِ شجر کانپنے لگے
ڈر سے کمان کشوں کے جگر کانپنے لگے — گو ترکشوں میں تیر تھے پر کانپنے لگے
پیچھے ہٹے کھڑے تھے جو ظالم بڑھے ہوئے — ۱۴۰ گوشوں سے خود اتر گئے چلّے چڑھے ہوئے

۱۹۰
آہن میں غرق تھے جو دلیرانِ صف شکن — خود اُنکے تھے سر کی طرح جدا اور سروں سے تن
زرہیں بھی چاک چاک ہوئیں صورتِ کفن — چار آئینے بھی کٹ گئے ٹکڑے ہوئے بدن
گر گر کے مرکبوں سے عدو ہاتھ ملتے تھے — ۱۴۱ آنسو لہو کے چشمِ زرہ سے نکلتے تھے

۱۹۱
بہرِ مدد فرشتے بھی آئے تھے بے شمار — اور قومِ جن بھی حرب کی تھی بس امیدوار
سب کہتے تھے کہ اے خلفِ شیرِ کردگار — گر حکم ہو تو آپ پہ ہو جائیں ہم نثار
شہ کہتے تھے کہ گو مرا تن زخم دار ہے — فرزندِ مرتضےٰ کو مدد ناگوار ہے

۱۹۲
میری مدد کو کافی ہے سر پر مرا خدا — جز ذاتِ حق کسی کا نہیں ہم کو آسرا
حلّالِ مشکلات پدر جسکا ہو بھلا — پھر غیر کی مدد کا وہ محتاج کب ہوا؟
کٹوا کے اقربا کو نہ خاطر ملول کی — اولاد سے عزیز ہے امت رسول کی

۱۹۳
اور اس گھڑی جب فوجِ مخالف سے میں لڑا — فریاد اہلِ بیت نے تھا مضطرب کیا

لیکن فقط یہ تھا بشریت کا مقتضا / اب دیکھیے کیسا صبر سے کٹواتا ہون گلا
طاقت بھی دیکھ لی مری غربت بھی دیکھ لو / دیکھا غضب تو صبر شہادت بھی دیکھ لو

۱۹۴
یہ سن کے سب ملایکہ کرنے لگے بکا / ناگاہ آئی پردۂ گردون سے یہ صدا
کیسا لڑا ہی آج مرا شیر واہ وا / سر بر ہو کوئی تجھ سے جہان مین مجال کیا
پیارے حسین مہر پیمبر بھی یاد ہی / کچھ تمکو اپنے حزن کا محضر بھی یاد ہی

۱۹۵
سب طرح کا دیا ہی تجھے ہمنے اختیار / تو چاہے گر تو ہون ابھی غارت یہ نابکار
پرسے گا تو نہ حلق پہ گر تیغ کین کی دھار / تو امت نبی نہین ہونے کی رستگار
موقوف تیرے قتل پہ انکی نجات ہی / حرمت گناہگارون کی اب تیرے ہاتھ ہی

۱۹۶
سنکر صدا یہ کانپ گئے شاہ نامدار / رکھ لی میان مین وہین شمشیر آبدار
کی عرض کبریا سے بصد عجز و انکسار / شبیر تیری راہ مین سو جان سے نثار
ہر امر مین تجھی سے عنایت ہون چاہتا / اور امت نبی کی شفاعت ہون چاہتا

۱۹۷
یہ کہکے ظالمون کو پکارے امام دین / کیون بھاگتے ہو آؤ کہ لڑنے کے ہم نہین
تن پر لگاؤ نیزہ و شمشیر و تیر کین / حاضر ہی سر کٹانے کو زہرا کا نازنین
اب رحم بھی نہ مجھ پہ کوئی مطلقا کرے / قاتل کہان ہی آکے مرا سر جدا کرے

۱۹۸
سنکر سخن یہ ٹوٹ پڑی فوج نابکار / نورانی جسم برچھیون سے ہو گیا فگار
تیر ستم گزر گئے سینے سے بیشمار / نیزون کے چار سو سے کیے ظالمون نے وار
تیغون سے پیچ سارے عمامے کے کٹ گئے / گیسو لہو مین ڈوب کے رخ سے لپٹ گئے

۱۹۹
تھے دو ہزار جسم شہ بحر و بر پہ زخم / ماتھے پہ زخم تیر کے تیغون کے سر پہ زخم
گردن پہ زخم سینہ پہ زخم اور کمر پہ زخم / اور اسکے ماورا تھے بہتر جگر پہ زخم
گھوڑے پہ گو سنبھلتے تھے پر ڈگمگاتے تھے / غش آتا تھا تو پھر نبی پہ سر کو جھکاتے تھے

۲۰۰
آخر جو ہر زخم سے تن مین رہی نہ تاب / بیٹھا زمین پہ جھومتا تھا ابن بوتراب

ہونٹھوں پہ پھیرتا تھا زباں کو بغیر آب
چلاتی تھی یہ ڈیوڑھی پہ زینب جگر کباب
ہے ہے ترس حسین پہ کھاتا نہیں کوئی
مرتا ہے میرا بھائی بچاتا نہیں کوئی

۲۰۱ ظالم کھڑے تھے گرد، وہ بیٹھا تھا خاک پر
ڈوبا ہوا تھا خون میں ملبوس سر بسر
آنے لگا جو غش تو جھکا یا زمیں پہ سر
سجدے میں عرض کی یہ خدا سے بچشمِ تر
یارب تو میرے نانا کی امت کو بخش دے
اور میرے بھی قصورِ عبادت کو بخش دے

۲۰۲ بس اے انیس ختم کلام اب ضرور ہے
لطفِ سخن اٹھاتا ہے جو ذی شعور ہے
دعوی کلام کا نہ بیاں کا غرور ہے
حاسد جلیں تو اس میں مرا کیا قصور ہے

ما را دماغ و بحث و سرِ کارزار نیست
لیکن دلِ دو نیم کم از ذوالفقار نیست

مرثیہ سوم

ہند کی ملاقات

۱
جب سنی ہند کے آنے کی خبر زینبؑ نے ۱۴۴۳ یاس سے کی سوئے افلاک نظر زینبؑ نے
شرم سے زانو پہ نہوڑا لیا سر زینبؑ نے کہا ایک ایک سے با دیدۂ تر زینبؑ نے
خاک لے کر مرے چہرے پہ لگاؤ لوگو ہند آتی ہے کہیں مجھکو چھپاؤ لوگو

۲
اُسنے دیکھا تھا مدینے میں مرا جاہ و حشم گھر تھا آباد سلامت تھے شہنشاہِ امم
قید اب خانۂ زندان میں ہوں میں کشتۂ غم نیل بازو پہ ہیں رسّی کے اور آنکھوں پہ ورم
چاک ماتم میں گریبان ہے کھلے سر ہوں میں ۱۴۴۴ شرم آتی ہے کہ شبیرؑ کی خواہر ہوں میں

۳
کتنا چاہا تھا کہ مر جاؤں پہ آئی نہ اجل سخت جانی سے ہوا عزتِ زینبؑ میں خلل
ہائے مر جاتی تو ہو جاتا یہ جھگڑا فیصل نام رہتا یہ کہ میں مر گئی بھائی کے بدل
کچھ سمجھ آتی نہیں جسدم ہے مقدر پھرتا میں جو مر جاتی تو پھر کون کھلے سر پھرتا؟

۴
کون پھر دیکھتا کٹتے ہوئے بھائی کا گلا؟ کس کے سر پر سے ردا چھینتے آکر اعدا؟
باندھا جاتا رسنِ ظلم سے بازو کس کا؟ کھینچ کر اونٹ پہ بٹھلاتے کسے اہلِ جفا؟
اب وہ آوے گی تو چھپنے کو کدھر جاؤنگی؟ ۱۴۴۵ ہند اس حال سے دیکھے گی تو مر جاؤنگی

۵
کہہ کے یہ خاک کو چہرے پہ ملا آخر کار پیچھے سب بیبیوں کے جا کے چھپی وہ ناچار
رکھ کے سر زانو پہ رونے لگی جوں ابر بہار ناگہاں آن کے ڈیوڑھی پہ پکارے خونخوار
اُٹھو اے قیدیو کیا بیٹھے ہو تسلیم کرو زوجۂ حاکمِ شام آتی ہے تسلیم کرو

۶
یہ جو غل ہند کے آنے کا سکینہ نے سنا ماں کے پاس آکے لگی کہنے یہ گھبرا گھبرا
اماں سنتی ہو تو ڈیوڑھی پہ یہ غل ہے کیسا کیا ہمیں لوٹنے کو آتے ہیں پھر اہلِ جفا؟
پھر ستائیں نہ کہیں آنکے اعدا مجھکو مار بیٹھے نہ کہیں شمر طمانچا مجھکو

اچھی اماں مجھے گودی میں اٹھا لو جلدی | دل دھڑکتا ہے کلیجے سے لگا لو جلدی
شمر دیکھے نہ کہیں مجھکو چھپا لو جلدی | بھائی سجاد کو پاس اپنے بلا لو جلدی
کچھ اسیروں پہ غضب حاکم بے پیر نہ ہو؟
قتل کی عابد بیمار کی تدبیر نہ ہو؟

زوجہ کہنے لگی بانو نہ ڈرو واری پیاری | اب کہا کیا ہے جسے لوٹیں گے آکر ناری
زن حاکم کی یہاں آنے کی ہے تیاری | سر کو ڈھانک کے مرے پہلو میں بیٹھو واری
قیدخانے میں وہ آتی ہے امیروں کی طرح
اور ہم خاک پہ بیٹھے ہیں فقیروں کی طرح

ذکر یہ تھا کہ ہوئی ہند کی آمد اک بار | روشنی آگے تھی اور پیچھے کنیزیں دو چار
بھاری ہاتھوں میں سے پہنے لباس زرتار | ہند بھی غرق جواہر تھی بصد عز و وقار
واں یہ ساماں تھا اسیروں کے دکھانے کو لیے ۱۴۲
یاں ردائیں بھی نہ تھیں منہ کو چھپانے کو لیے

جوں قدم ہند نے دروازۂ زنداں میں رکھا | تب نگہبانوں نے گھبرا کے خواصوں سے کہا
عرض کردو کہ ٹھہر جائیں حضور آپ ذرا | اک جواں بھی اسی زنداں میں ہے محبوس بلا
یا تو بیمار کی آنکھیں ابھی بند کریں
یا ہم آگے کسی حجرے میں جدا بند کریں

ہند ٹھہری تو یہ رو کر کسی عورت نے کہا | دیکھ آئی ہوں میں بیمار سا ہے اک لڑکا
نہ پرستار ہے کوئی نہ دوا ہے نہ غذا | فاقہ کش بیکس و مظلوم غریب الغربا
کھول سکتا ہے نہ آنکھیں نہ اٹھا جاتا ہے
آہ آتی ہے جو لب تک تو غش آجاتا ہے

کس فصاحت سے ادا کرتا ہے خالق کی نماز | نہیں دیکھا کسی آواز میں یہ سوز و گداز
ہے تو بیکس پہ خدا سے ہے عجب راز و نیاز | عابدوں میں اسے خالق نے کیا ہے ممتاز
پاس بستر جو نہیں خاک پہ تن اٹھتا ہے
باپ کو روتا ہے جس دم تو جگر پھٹتا ہے

سامنے ہند گئی اور کیا جھک کے سلام | جوڑ کر ہاتھ یہ کی عرض کہ اے عرش مقام
ترک آداب ہے پر حسینہ یہ بتلایئے نام؟ | کہا سجاد نے مظلوم و غریب و ناکام
قید ہوں ظلم رسیدہ بھی ہوں ناچار بھی ہوں
اسلئے قافلہ کا قافلہ سالار بھی ہوں

۱۴
بولی وہ کون سی بستی ہے جہاں تھا مسکن؟ رو کے فرمایا غریب الوطنی اب ہے وطن
باپ کو پوچھا تو بولے شہ بے گور و کفن کہا شوہر بھی ہے کوئی کہا طوق و رسن
دل کے جلنے کا سبب داغ پدر بتلایا اس نے پوچھی جو غذا خون جگر بتلایا

۱۵
بولی وہ کوئی عزیزوں میں بھی تھا اے غمگین رو کے فرمایا کہ سب تھے مگر اب کوئی نہیں
ایک بھائی تھا کہ مشہور تھا یوسف سے حسین سرو قد مہ لقا غنچہ دہن ماہ جبین
چار گیسو رخ انور پہ پڑے رہتے تھے لوگ ہر وقت زیارت کو کھڑے رہتے تھے

۱۶
نہ وہ بھائی ہے نہ عمو ہے نہ سر پہ ہے پدر اک بہن باقی ہیں سب کر گئے دنیا سے سفر
ستر اشخاص ہوئے سامنے اپنے بے سر انکا دھیان آتا ہے جس وقت تو پھٹتا ہے جگر
اب کئی بیبیاں ہیں ساتھ کہ جی کھوتی ہیں اپنے بچوں کے لیے آٹھ پہر روتی ہیں

۱۷
ہند کے دل پہ یہ سنکر ہوا اندوہ و قلق کہا حضرت کی غریبی پہ جگر ہو گیا شق
آپ نے حال مفصل نہ سنایا مطلق دو ردا رانڈوں میں ہے کونسی اے خاصۂ حق
دے کے پرسا انھیں کچھ حرف حکایت کر لوں آرزو ہے کہ اسیروں کی ملاقات کروں

۱۸
سر کو ٹھوڑا کے یہ سجاد نے ارشاد کیا فائدہ دکھ زدی رانڈوں کی ملاقات سے کیا؟
نہ کسی پاس قبا ہے نہ سر پہ ہے ردا کھول کر بالوں کو چہروں کا کیا ہے پردا
بخدا صاحب غیرت ہیں وہ شرمائیں گی ۱۴۷ پوچھوگی نام و نسب کو تو وہ مرجائیں گی

۱۹
اس نے اصرار کیا آپ نے سر ٹھوڑا لیا گئی رانڈوں کے قریں منہ پہ تو رونا آیا
سر جھکائے ہوئے ہر ایک کو روتا پاتا ہاتھ مل مل کے خواصوں سے یہ فرمایا
ایسی شہزادیوں کی ہائے یہ توقیریں ہیں کس کے ہاتھ کے مرقع کی یہ تصویریں ہیں

۲۰
اتنے میں جا پڑی اسکی رخ زینب پہ نگاہ منہ سے بے ساختہ نکلا کہ زہے عزت و جاہ
گو کہ یہ خاک پہ بیٹھی ہیں بہ احوال تباہ ہے عجب نور عجب شان ہے سبحان اللہ
غیر شہر کسی بی بی کا یہ رتبہ کب ہے؟ میں قسم کھاتی ہوں یا فاطمۂ زینب ہے؟

جوڑ کر ہاتھ کہا سر تو اُٹھاؤ بی بی
کیوں جھکی جاتی ہو شکل اپنی دکھاؤ بی بی
کیا مصیبت ہوئی روداد سناؤ بی بی
میں موئی جاتی ہوں آنسو نہ بہاؤ بی بی
منہ سے کچھ بات کرو دل یہ قلق ہوتا ہے
آپ کے رونے سے سینہ مرا شق ہوتا ہے

۲۲
نہ میسر تھی بجز نانِ جویں اور غذا
کھانا اک دن جو بہم پہنچا تو دو دن نہ ملا
اور ملبوس یہ تھا چھال کی تھی ایک ردا
اُسی کو آپ ہی سیتی تھیں پیوند بہ پیوند سدا
شکر حق کرتی تھیں تکلیف اُٹھا لیتی تھیں
دن کو تو اوڑھتی تھیں شب کو بچھا لیتی تھیں

۲۳
اب نہ زہراؑ نہ پیمبرؐ ہیں نہ حیدرؑ نہ حسنؑ
ایک شبیرؑ کے دم سے ہے مدینہ روشن
ایک زینبؑ ہیں کہ سب جن میں ہیں زہراؑ کے چلن
صد و سی سال سلامت رہیں وہ بھائی بہن
مری آنکھوں کے تلے پھرتی ہے صورت اُنکی
پھر وہ دن ہو کہ کروں جا کے زیارت اُنکی

۲۴
حسرتِ فاطمہ زہراؑ کا جو احوال سنا
دم بخود سب رہیں پر ضبط نہ فضہ سے ہوا
کوٹ کر چھاتی کو کہنے لگی چلا چلا
ہائے بی بی تری مظلومی پہ لونڈی ہو فدا
ایسے دکھ پائے کہ بچوں سے بھی منہ موڑ گئیں
قید ہونے کو بڑھاپے میں مجھے چھوڑ گئیں

۲۵
سن کے فضہ کا بیاں رونے لگے اہلِ حرم
تب کہا مہد سے زینبؑ نے یہ با دیدۂ نم
اے بہن وجہ ہے روئے جو قیدی ہمدم
زیرِ دیوارِ رسولِ دوسرا رہتے تھے ہم
تربتِ فاطمہ کو یوں سبھی پہچانتے ہیں
اُنپہ جو گزری مصیبت وہ ہمیں جانتے ہیں

۲۶
ساتھ اُس بی بی کے محسن کا کیا غم ہم نے
دل سے کی خدمتِ مخدومۂ عالم ہم نے
ساتھ بیماری میں چھوڑا نہیں اک دم ہم نے
مر گئیں جب تو بچھائی صفِ ماتم ہم نے
غم محسن کے سوا داغ یہ تازہ دیکھا
شب کو اُٹھتے ہوئے بی بی کا جنازہ دیکھا

۲۷
ہند بولی کہ ہے اُس گھر کے قریب آپ کا گھر
للہ الحمد کہ اب پاؤں گی آقا کی خبر
یاد میں اُنکی گزرتی ہے مجھے شام و سحر
کہیے کس طور سے ہے حضرتِ زہراؑ کا پسر
یاں تو مدت سے یہ چرچا ہے کہ اب آتے ہیں
چھوڑ کر روضۂ احمدؐ کو وہ کب آتے ہیں؟

کہتے ہیں کہ بیٹیاں کی بیٹے ہیں؟ اب نامِ خدا
حسنِ ہمشکل پیمبر کا بہت ہے چرچا

سن میں اٹھارہ برس کا ہے وہ خورشید لقا
ہیں مسین بھیگتی؟ آغاز ہوا ہے سبزا؟

۲۹
روحِ مادر ہے دل و جانِ شہ والا ہے
کہتے ہیں حضرتِ زینبؑ نے اُسے پالا ہے

اُسکی شادی بھی کہیں شاہ نے ٹھہرائی ہے؟
ابھی بن بیاہا ہے یا گھر میں دلھن آئی ہے؟

گھر کی زینت ہے وہی اور وہی زیبائی ہے
پسرِ فاطمہؑ نے کیسی بہو پائی ہے؟

مثلِ گل بیٹے کو ہنستا جو وہ پاتی ہوگی
ماں تو خوشوقتی سے پھولوں نہ سماتی ہوگی؟

۳۰
جب سے اُس گھر سے مقدر نے چھڑایا مجکو
کوئی خط حضرتِ زینبؑ کا نہ آیا مجکو

جا ہے شکوے کی یہانتک ہی بھلایا مجکو
بیاہ میں بیٹوں کے جھوٹوں نہ بلایا مجکو

۳۱
اب تو ہوں دور جو روٹھوں میں تو کیا ہووےگا؟
کبھی قسمت نے ملایا تو گلا ہووےگا

شہربانو کے بھی ہے دیکھنے کا شوق کمال
بیٹی سلطانِ عجم کی ہے وہ فرخندہ خصال

شور سنتی ہوں کہ رکھتی ہے عجب حسن و جمال
اُسپہ شیدا ہے نہایت اسد اللہ کا لال

اُسکے بچے بھی جئیں اور وہ بھی شاد رہے
کوکھ آباد رہے مانگ بھی آباد رہے

۳۲
سن کے یہ ہوگئی بیتاب علیؑ کی جائی
تھا یہ نزدیک کہ پیٹ سکے ہے ہے بھائی

زردی سی رخِ بانوے حزین پر چھائی
اُڑ گیا رنگ مگر آہ لب تک آئی

پر دل زار نے سینے میں نہ آرام لیا
۲۸ یک بیک ہاے پسر کہہ کے جگر تھام لیا

۳۳
جب کئی بار کیا منہ سے زینبؑ نے کلام
سُنہ کو تکتی تھی مگر تھا اُسے حیرت کا مقام

شانِ زہراؑ کی سراپا سے عیاں تھی جو تمام
ہوگیا صاف یقین ہے یہی ہمشیر امام

بولی صدقے تو ذرا اُٹھ دو قربان گئی
بس کہتی ہیں حضرتِ زینبؑ ہوں میں پہچان گئی

۳۴
کہا زینبؑ نے کہ اے مہد یہ بیجا ہے گمان
دخترِ حیدرِ کرار کہاں اور میں کہاں؟

ہوں میں جس حال میں زینبؑ کی تھی یہ شوکت و شان؟
اُسکے بازو پہ کبھی دیکھے تھے رسّی کے نشان؟

کبھی زندان میں کھلے سر کبھی اُسے دیکھا تھا؟
کبھی بے مقنعہ و چادر بھی اُسے دیکھا تھا؟

کہہ کے یہ غش ہوئی وہ دخترِ سلطانِ عرب — بیبیاں اٹھ کے لگیں سینہ و سر پیٹنے سب
دفعتہ چلائی کہ ہے ہے مری بیکس زینبؑ — کون پہچانے تھیں، ہو گئیں بن بھائی کی اب
قتلِ شبیرؑ کا احوال سنایا نہ گیا — قید میں نام بھی غیرت سے بتایا نہ گیا

انتخاب

از

دیوان حافظ

واہ قسمت

حافظ

محمد نام تھا اور حافظ تخلص تھا۔ خواجہ حافظ شیرازی لوگ تعظیماً کہتے ہیں۔ شیراز ہی مولد و مدفن تھا سال وفات ۷۹۱ھ ہے۔ یہ نامی شعرائے فارس سے ہیں۔ ہندوستان میں انکا شہرہ انکے جیتے جی پہنچ گیا تھا۔ یہ شاعر ہی نہ تھے اہل دل بھی تھے۔ انکے کلام میں جو اثر خاص ہے وہ دوسروں کے کلام میں نہیں ہے۔ سلطان محمود شاہ بہمنی دکن میں اور سلطان غیاث الدین بنگالہ میں انکے قدردان تھے۔ حافظ نے ایک مرتبہ ہندوستان کا بھی ارادہ کیا تھا لیکن ہرمز تک آکر واپس گئے۔ بعض کتابوں میں سال وفات ۷۹۲ھ لکھا ہوا ہے۔ مشہور ہے کہ تیمور نے سمرقند اور بخارا بڑی مشکل سے فتح کیا تھا۔ اسکے بعد حافظ نے ایک غزل کا مطلع لکھا "اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا ۔ بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را" تیمور نے یہ مطلع سنکر خواجہ کو طلب کیا اور بطور مذاق کہا "ہمیں نے جو ملک اس زحمت سے حاصل کیا تم اُسے یوں دیے ڈالتے ہو" خواجہ نے کہا "اسی لیے تو میں اس حالت کو پہنچا ہوں" یعنی میری سخاوت و استغناہی نے تو مجھے باوجود اس کمال کے جو مجھ میں ہے دولت دنیا سے محروم رکھا ہے

دیوان حافظ انکی کتاب بہت مشہور ہے۔ یہ صوفی مشرب تھے لیکن کسی کے مرید نہ تھے حالت جذب میں رہتے تھے۔ ہر جمعہ کی شب کو مسجد شیراز کے مقبرہ کے گرد گھوم کر قرآن شریف ختم کرتے تھے اور صبح تک بہت ہی خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔ ابو اسحاق و شاہ شجاع پادشاہان شیراز کے عہد میں یہ تھے تقرب شاہی بہ باعث عزت نہیں سمجھتے تھے جذب میں رہتے تھے لیکن مجذوبانہ حال کی طرح یاوہ گو نہ تھے خود انکا شعر انکے مقولات اور معمولات کا پتہ دیتا ہے

صبح خیزی و سلامت طلبی چون حافظ
ہر چہ کردم ہمہ از دولت قرآن کردم

غزلیات وابیات

الا یا ایها الساقی ادر کاسا و ناولها ۔۔۔ کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلها
شب تاریک و بیم موج و گردابی چنین هایل ۱ ۔۔۔ کجا دانند حال ما سبکباران ساحلها
همه کارم ز خود کامی به بدنامی کشید آخر ۔۔۔ نهان کی ماند آن رازی کزو سازند محفلها
حضوری گر همی خواهی ازو غایب مشو حافظ ۔۔۔ متی ما تلق من تهوی دع الدنیا و اهملها

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را ۔۔۔ بخال هندویش بخشم سمرقند و بخارا را
فغان کین لولیان شوخ شیرین کار شهر آشوب ۔۔۔ چنان بردند صبر از دل که ترکان خوان یغما را
ز عشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است ۔۔۔ به آب و رنگ و خال و خط چه حاجت روی زیبا را
من از آن حسن روز افزون که یوسف داشت دانستم ۔۔۔ که عشق از پردهٔ عصمت برون آرد زلیخا را
حدیث از مطرب و می گو و راز دهر کمتر جو ۲ ۔۔۔ که کس نگشود و نگشاید بحکمت این معما را
نصیحت گوش کن جانا که از جان دوست تر دارند ۔۔۔ جوانان سعادتمند پند پیر دانا را
بدم گفتی و خرسندم عفاک الله نکو گفتی ۔۔۔ جواب تلخ می زیبد لب لعل شکرخا را
غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخوان حافظ ۔۔۔ که بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را

صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را ۔۔۔ که سر بکوه و بیابان تو دادهٔ ما را
غرور حسنت اجازت مگر نداد ای گل ۔۔۔ که پرسشی نکنی عندلیب شیدا را
بحسن خلق توان کرد صید اهل نظر ۔۔۔ به بند و دام نگیرند مرغ دانا را
چو با حبیب نشینی و باده پیمائی ۔۔۔ بیاد آر حریفان باده پیما را
در آسمان چه عجب گر ز گفتهٔ حافظ ۔۔۔ سماع زهره برقص آورد مسیحا را

ساقیا برخیز و در ده جام را ۳ ۔۔۔ خاک بر سر کن غم ایام را
ساغر می بر کفم نه تا ز سر ۔۔۔ بر کشم این دلق ازرق فام را

گرچه بدنامی است نزدِ عاقلان ما نمی‌خواہیم ننگ و نام را
صبر کن حافظ بسختی روز و شب ۴ عاقبت روزے بیابی کام را

آسایشِ دو گیتی تفسیرِ این دو حرف است ۵ با دوستان تلطف با دشمنان مدارا
آن تلخوش کہ صوفی ام الخبائثش خواند اشہی لنا و احلیٰ من قبلة العذارا

چو بشنو گفتِ حافظ کے شمارد بیک جو دولتِ کاؤس کے را

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولیکے دامِ تزویر مکن چون دگران قرآن را

در دست ندیم از شبِ ہجران سوز دوران دامن خشک و لبِ تشنہ و چشمِ تر را
حافظا غم مخور کشادِ بخت عاقبت بکشد ز چہرہ نقاب

بنال بلبل اگر با منت سرِ یاریست کہ ما دو عاشقِ زاریم و کارِ ما زاریست
جمالِ شخص نہ چشم است و زلف و عارض و خال ۶ ہزار نکتہ درین کار و بارِ دلداریست
بآستانِ تو مشکل توان رسید آرے عروج بر فلکِ سروری بدشواریست
روندگانِ طریقت بہ نیم جو نخرند قبائے اطلس آنکس کہ از ہنر عاریست
دلش بنالہ میازار و ختم کن، حافظ کہ رستگاریِ جاوید در کم آزاریست

روشن از پرتوِ رویت نظرے نیست کہ نیست منتِ خاکِ درت بر بصرے نیست کہ نیست
شیر در بادیۂ عشقِ تو روباہ شود آہ ازین راہ کہ در وے خطرے نیست کہ نیست
مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز ۷ ورنہ در مجلسِ رندان خبرے نیست کہ نیست
بجز این نکتہ کہ حافظ ز تو ناخشنود است در سراپائے وجودت ہنرے نیست کہ نیست

اے نسیمِ سحر آرامگہِ یار کجاست ؟ منزلِ آن مہِ عاشق کشِ عیار کجاست ؟
ہر کہ آمد بجہان نقشِ خرابی دارد ۸ در خرابات مپرسید کہ ہشیار کجاست ؟
حافظ از بادِ خزان، در چمنِ دہر مرنج فکرِ معقول بفرما گلِ بے خار کجاست ؟

چیست این سقفِ بلندِ سادۂ بسیار نقش ۹ زین معما ہیچ دانا در جہان آگاہ نیست

هر چه هست از قامتِ ناسازِ بے اندامِ ماست ۱۰ ورنہ تشریفِ تو بر بالاے کس کوتاہ نیست

گرچہ در بازارِ دهر از خوشدلی جز نام نیست شیوهٔ رندان و خوش باشی عیاران خوش ست

از زبانِ سوسن این آوازه ام آمد بگوش کاندرین دیرِ کهن کارِ سبکباران خوش ست

مجو درستیِ عهد از جهانِ سست نهاد که این عجوزه عروسِ هزار داماد ست

برو بکارِ خود اے واعظ این چه فریاد ست ؟ ۱۱ مرا فتاده دل از کف ترا چه افتاد ست ؟

جان فداے دهنت باد که در باغِ نظر چمن آراے جهان خوشتر ازین غنچه نبست

تو و طوبیٰ و ما و قامتِ یار فکرِ هر کس بقدرِ همتِ اوست

با که این نکته توان گفت که آن سنگین دل کشت ما را و دمِ عیسیِ مریم با اوست

آنکه ناوک بر دلم از زیرِ چشمے میزند قوتِ جانِ حافظش در خندهٔ زیرِ لب ست

سینه ام ز آتشِ دل در غمِ جانانه بسوخت آتشے بود درین خانه که کاشانه بسوخت

دانا چو دید بازیِ این چرخِ حقه باز هنگامه باز چید و در گفتگو ببست

گل در بر و مے در کف و معشوقه بکام ست سلطانِ جهانم بچنین روز غلام ست

اگر بلطف بخوانی مزیدِ الطاف ست اگر بقهر برانی درونِ ما صاف ست

بدرد و صاف ترا حکم نیست ، در دم کش ۱۲ که هر چه ساقیِ ما ریخت عینِ الطاف ست

هزار عقل و ادب داشتم من اے خواجه کنون که مستِ خرابم صلاے بے ادبیست

عیبِ رندان مکن اے زاهدِ پاکیزه سرشت ۱۳ که گناهِ دگرے بر تو نخواهند نوشت

مباش در پئے آزار و هر چه خواهی کن ۱۴ که در شریعتِ ما غیر ازین گناهی نیست

خلل پذیر بود هر بنا که مے بینی مگر بناے محبت که خالی از خلل ست

بحریست بحرِ عشق که هیچش کناره نیست ۱۵ آنجا جز آنکه جان بسپارند چاره نیست

دوش باد از سرِ کویش بگلستان بگذشت اے گل این چاکِ گریبانِ تو بے چیزے نیست

عاشقِ مفلس اگر قلبِ دلش کرد نثار مکنش عیب که بر نقدِ روان قادر نیست

قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظ کہ گرچہ غرقِ گناہ است میرود بہ بہشت

اگر بمذہبِ تو خونِ عاشق است مباح صلاحِ ما ہمہ آن ست کان ترا ست صلاح

شرابِ عیشِ نہان چیست؟ کارِ بے بنیاد زدیم بر صفِ رندان و ہرچہ بادا باد

از انقلابِ زمانہ عجب مدار کہ چرخ ازین فسانہ و افسون ہزار دارد یاد

قدح بشرطِ ادب گیر زان کہ ترکیبش ١٢ ز کاسۂ سرِ جمشید و بہمن ست و قباد

کرا آگہ است؟ کہ جمشید و کے کجا رفتند کہ واقف است کہ چون رفت تختِ جم بر باد؟

ز حسرتِ لبِ شیرین ہنوز مے بینم کہ لالہ مے دمد از خاکِ تربتِ فرہاد

مگر کہ لالہ بدانست بے وفائی دہر کہ تا بزاد و بشد جامِ مے ز کف ننہاد

رسید در غمِ عشقش بہ حافظا آنچہ رسید کہ چشمِ زخمِ زمانہ بعاشقان مرساد

صبا بہ تہنیتِ پیرِ مے فروش آمد کہ موسمِ طرب و عیش و ناز و نوش آمد

ہوا مسیح نفس گشت و باد نافہ کشا درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد

تنورِ لالہ چنان بر فروخت باد بہار کہ غنچہ غرقِ عرق گشت و گل بجوش آمد

ز خانقاہ بمیخانہ مے رود حافظ مگر ز مستیِ زہد و ریا بہوش آمد

غلامِ نرگسِ مستِ تو تاجدارانند خرابِ بادۂ لعلِ تو ہوشیارانند

نصیبِ ماست بہشت اے خدا شناس برو ١٧ کہ مستحقِ کرامت گناہگارانند

بیا بمیکدہ و چہرہ ارغوانی کن ١٨ مرو بصومعہ کانجا سیاہ کارانند

خلاصِ حافظ ازان زلفِ تابدار مباد کہ بستگانِ کمندِ تو رستگارانند

حسبِ حالے ننوشتیم و شد ایامے چند قاصدے کو کہ فرستم بتو پیغامے چند

قند آمیختہ با گل نہ علاجِ دلِ ماست بوسۂ چند بیامیز بدشنامے چند

پیرِ پیمانہ چہ خوش گفت بدُردی کشِ خویش کہ مگو حالِ دلِ سوختہ با خامے چند

حافظ از تابِ رخِ مہر فروغِ تو بسوخت کامگارا نظرے کن سوے ناکامے چند

دی پیر می‌فروش که ذکرش بخیر باد / گفتا شراب نوش و غم دل ببر ز یاد

بی خار گل نباشد و بی نیش نوش هم / تدبیر چیست؟ وضع جهان این چنین فتاد

پر کن ز باده جام و دمادم بگوش هوش / بشنو از او حکایت جمشید و کیقباد

حافظ گرت ز پند حکیمان ملالت است / کوته کنیم قصه که عمرت دراز باد

سحرم دولت بیدار به بالین آمد / گفت، برخیز که آن خسرو شیرین آمد

در هوا چند معلق زنی و جلوه کنی / ای کبوتر نگران باش که شاهین آمد

رسم بدعهدی ایام چو دید ابر بهار / گریه‌اش بر سمن و سنبل و نسرین آمد

چون صبا گفتهٔ حافظ بشنید از بلبل / عنبرافشان بتماشای ریاحین آمد

سحر چون خسرو خاور علم بر کوهساران زد / بدست مرحمت، یارم در امیدواران زد

چو پیش صبح روشن شد که حال مهر گردون چیست / برآمد خندهٔ خوش بر غرور کامگاران زد

نگارم دوش در مجلس بعزم رقص چون برخاست / گره بگشود از گیسو و بر دلهای یاران زد

دوام ملک و عمر او بخواه از لطف حق حافظ / که چرخ این سکهٔ دولت بنام شهسواران زد

سحر بلبل حکایت با صبا کرد / که عشق گل بما دیدی؟ چها کرد؟

من از بیگانگان هرگز ننالم / که با من هرچه کرد آن آشنا کرد

بشارت بر بکوی می‌فروشان / که حافظ، توبه از زهد ریا کرد

شاهد آن نیست که موئی و میانی دارد / بندهٔ طلعت آن باش که آنی دارد

با خرابات‌نشینان ز کرامات ملاف / هر سخن جائی و هر نکته مکانی دارد

مدعی گو برو، نکته بحافظ مفروش / کلک ما نیز زبانی و بیانی دارد

دست از طلب ندارم تا کام من برآید / یا جان رسد بجانان، یا جان ز تن برآید

گفتم بجوئیش گر دستی بگیر دل، دلم گفت / کاری است این کو با خویشتن برآید

گویند ذکر خیرش در خیل عشقبازان / هرجا که نام حافظ در انجمن برآید

من و انکارِ شراب، این چه حکایت باشد؟ ۱۹ غالباً این قدرم عقل کفایت باشد
منکه شبها رهِ تقویٰ زده ام با دف و چنگ این زمان سر بره آرم چه حکایت باشد
دوش ازین غصه نخفتم که حکیمی میگفت حافظ ار باده خورد جای شکایت باشد

من ارچه عاشقم و رند و مست و نامه سیاه ۲۰ هزار شکر که یارانِ شهر بی گنهند
ببین حقیر گدایانِ عشق را کاین قوم شهانِ بی کمر و خسروانِ بی کلهند

تیرِ مژگانِ دراز و غمزهٔ جادو نکرد آنچه آن زلفِ دراز و خالِ مشکین کرده اند
شاهدان از آتشِ رخسارِ رنگین دمبدم ۲۱ زاهدان را رخنه ها اندر دل و دین کرده اند

قرة العین من آن میوهٔ دل یادش باد که خود آسان بشد و کارِ مرا مشکل کرد

بس تجربه کردیم درین دارِ مکافات با دردکشان هرکه درافتاد برافتاد

حافظ، وظیفهٔ تو دعا گفتن است و بس در بندِ آن مباش، که نشنید یا شنید

عیب مستان مکن ای خواجه کزین کهنه رباط کس ندانست، که رحلت بچه سان خواهد بود

تیرِ عاشق کش ندانم بر دلِ حافظ که زد؟ این قدر دانم، که از شعرِ ترش خون میچکید

حدیثِ عشق ز حافظ شنو نه از واعظ اگرچه صنعتِ بسیار در عبارت کرد

چه مستی ست ندانم، که رو بما آورد؟ که بود ساقی؟ و این باده از کجا آورد؟

حباب را چو فتد بادِ نخوت اندر سر کلاهِ داریش اندر سرِ شراب رود

بیانِ شوق چه حاجت؟ که حالِ آتشِ دل توان شناخت، ز سوزیکه در سخن باشد

آنکه پر نقش زد این دائرهٔ مینائی کس ندانست که در گردشِ پرگار چه کرد؟

آنچه سعی ست، من اندر طلبت بنمودم این قدر هست، که تغییرِ قضا نتوان کرد

آسمان، بارِ امانت، نتوانست کشید قرعهٔ فال، بنامِ منِ بیچاره زدند

دیگران قرعهٔ قسمت همه بر عیش زدند دلِ غم دیدهٔ ما بود که هم بر غم زد

دی عزیزی گفت حافظ میخورد پنهان شراب ای عزیزِ من گناه آن به که پنهانی بود

رسید مژده، که ایامِ غم نخواهد ماند ‌ ‌ چنان نماند و چنین نیز ہم نخواہد ماند

مکن ز غصه شکایت، که در طریقِ ادب ‌ ‌ براحتے نرسید آنکه زحمتے نکشید

زاہدِ خلوت نشین، دوش بمیخانه شد ‌ ‌ از سرِ پیمان گذشت، بسرِ پیمانه شد

ایمن مشو ز عشوهٔ دنیا که این عجوز ‌ ‌ مکاره می نشیند و محتاله می رود

ز راهِ میکده، یاران، عنان بگردانید ‌ ‌ چرا که حافظ ازین راه رفت و مفلس شد

قتلِ این خسته بشمشیرِ تو تقدیر نبود ‌ ‌ ورنه ہیچ از دلِ بیرحمِ تو تقصیر نبود

گفتم ز لعلِ نوش لبان، پیر را چه سود؟ ‌ ‌ گفتا ببوسهٔ شکرینش جوان کنند

گفتم ز مهر ورزان رسمِ وفا بیاموز ‌ ‌ گفتا تو بندگی کن کو بنده پرور آید

گوهرِ پاک بباید که شود قابلِ فیض ‌ ‌ ورنه ہر سنگ و گلے لؤلؤ و مرجان نشود

کس ندانست که منزلگهِ مقصود کجاست؟ ۲۲ ‌ ‌ این قدر ہست، که بانگِ جرسے می آید

معاشران، گره، از زلفِ یار، باز کنید ‌ ‌ شبے خوش ست، باین قصه اش دراز کنید

ہزار نکتهٔ باریکتر ز مو اینجاست ۲۳ ‌ ‌ نه ہر که سر بتراشد قلندری داند

غمِ دنیاے دنی چند خوری؟ باده بخور ‌ ‌ حیف باشد، دلِ دانا، که مشوش باشد

واعظان کین جلوه بر محراب و منبر می کنند ‌ ‌ چون بخلوت می روند، آن کارِ دیگر می کنند

ہماے اوجِ سعادت بدامِ ما افتد ‌ ‌ اگر ترا گذرے بر مقامِ ما افتد

چشمت از ناز بحافظ نکند میل، آرے ‌ ‌ سرگرانی صفتِ نرگسِ شہلا باشد

دیدی آن قهقههٔ کبکِ خرامان حافظ؟ ۲۴ ‌ ‌ که ز سرپنجهٔ شاہینِ قضا غافل بود

اے بادِ مشکبو بگذر سوے آن نگار ‌ ‌ بکشا گره ز زلفش و بوئے بمن بیار

اے دل بساز با غمِ ہجران و صبر کن ‌ ‌ اے دیده، در فراقش، ازین بیش خون مبار

حافظ، تو تا بکے غمِ مالِ جہان خوری ‌ ‌ بسیار غم مخور، که جہان نیست پائدار

دلا ز ہجر مکن ناله زان که در عالم ‌ ‌ غم ست و شادی و خار و گل و نشیب و فراز

بدان مثل که شب آبستن آمده ست بروز — ستاره می شمرم تا که شب چه زاید باز

خواهی که روشنت شود احوالِ سرِّ عشق — از شمع پرس قصه، ز بادِ صبا مپرس

ما قصهٔ سکندر و دارا نخوانده ایم — از ما بجز حکایتِ مهر و وفا مپرس

خموش حافظ، و از جورِ یار ناله مکن — ۲۵ ترا که گفت که بر روے خوب حیران باش؟

ریا حلال شمارند و جامِ باده حرام — ۲۶ زہے طریقت و ملت، زہے شریعت و کیش

اگر شراب خوری، جرعهٔ فشان بر خاک — ۲۷ از آن گناه که نفعے رسد بغیر چه باک؟

پاے مالنگ ست و منزل بس دراز — دست ما کوتاه، و خرما بر نخیل

یا مکن با پیلبانان دوستی — ۲۸ یا بنا کن خانهٔ در خوردِ پیل

این چه شوریست که در دورِ قمر مے بینم — همه آفاق، پُر از فتنه و شر مے بینم

هر کسے روزِ بهی مے طلبد از ایام — مشکل این ست که هر روز بتر مے بینم

ابلهان را همه شربت زگلاب و قند ست — قوتِ دانا همه از خونِ جگر مے بینم

اسپِ تازی شده مجروح بزیرِ پالان — طوقِ زرین همه در گردنِ خر مے بینم

دختران را همه جنگ ست و جدل با مادر — پسران را همه بدخواهِ پدر مے بینم

هیچ رحمے نه برادر به برادر دارد — هیچ شفقت نه پدر را به پسر مے بینم

پندِ حافظ بشنو خواجه برو نیکی کن — زانکه این پند به از در و گهر مے بینم

سالها پیروی خدمتِ رندان کردم — ۲۹ تا بفتواے خرد حرص بزندان کردم

سایه بر دلِ ریشم فگن، اے گنجِ مراد — ۳۰ که من این خانه بسوداے تو ویران کردم

توبه کردم که نبوسم لبِ ساقی و کنون — ۳۱ مے گزم لب که چرا گوش بناداں کردم

نقشِ مستوری و مستی نه بدستِ من و تست — آنچه استادِ ازل گفت بکن، آن کردم

دارم از لطفِ ازل منزلِ فردوس طمع — گرچه دربانیِ میخانه فراوان کردم

صبح خیزی و سلامت طلبی چون حافظ — هرچه کردم همه از دولتِ قرآن کردم

بعزم توبه سحر گفتم استخاره کنم　　بهارِ توبه شکن می رسد، چه چاره کنم؟
سخن درست بگویم، نمی توانم دید　　که مے خورند حریفان و من نظاره کنم
گدائے میکده ام لیک وقتِ مستی بین　　۳۲ که ناز بر فلک و حکم بر ستاره کنم
نه قاضیم نه مدرس نه محتسب نه فقیه　　مرا چه سود که منعِ شرابخواره کنم
ز باده خوردن پنهان، ملول شد حافظ　　به بانگِ بربط و نے، رازش آشکاره کنم

فاش میگویم و از گفتهٔ خود دلشادم　　بندهٔ عشقم و از هر دو جهان آزادم
طائرِ گلشنِ قدسم، چه دهم شرحِ فراق؟　　۳۳ که درین دامگهِ حادثه چون افتادم؟
من ملک بودم و فردوسِ برین جایم بود　　۳۴ آدم آورد درین دیرِ خراب آبادم
کوکبِ بخت مرا هیچ منجم نشناخت　　یا رب از مادرِ گیتی بچه طالع زادم؟
پاک کن چهرهٔ حافظ بسرِ زلف ز اشک　　ورنه این سیل دمادم ببرد بنیادم

من ترکِ عشقبازی و ساغر نمی کنم　　صد بار توبه کردم و دیگر نمی کنم
باغِ بهشت و سایهٔ طوبیٰ و قصرِ حور　　با خاکِ کوے دوست برابر نمی کنم
شیخم بطنز گفت، حرام ست مے مخور　　گفتم، بگو که گوش بهر خر نمی کنم
این تقیه بس ست، که چون زاهدانِ شهر　　ناز و کرشمه بر سرِ منبر نمی کنم
حافظ جنابِ پیرِ مغان مامنِ وفاست　　من ترکِ خاکبوسی این در نمی کنم

اے دل تو جامِ جم بطلب ملکِ جم مخواه　　کین بود قولِ بلبلِ بستان سرائے جم
بشنو ز جامِ باده که این زالِ نوعروس　　بسیار کشت شوهرِ چون کیقباد و جم

واعظ مکن نصیحتِ شوریدگان، که ما　　با خاکِ کوے دوست بفردوس ننگریم

چو طفلان تا کے اے واعظ فریبی　　به سیبِ بوستان و جوئے شیرم

اگر غم لشکر انگیزد که خونِ عاشقان ریزد　　۳۵ من و ساقی بهم سازیم و بنیادش براندازیم

عیان نه شد که کجا آمدم کجا بودم؟　　دریغ و درد که غافل ز کارِ خویشتنم

شرم می آیدم از خرقهٔ آلودهٔ خویش — که بدین فضل و هنر نام کرامات بریم

من از بازوے خود دارم بسے شکر — که زورِ مردم آزاری ندارم

حافظ از جورِ تو، حاشا، که بنالد روزے — من، ازان روز که در بندِ توام آزادم

مکن درین چمنم سرزنش بخودروئی ۳۶ — چنانکه پرورشم میدهند میرویم

پدرم روضهٔ رضوان بدو گندم بفروخت ۳۷ — ناخلف باشم اگر من بجوے نفروشم

ما ز یاران چشمِ یاری داشتیم — خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم

من آن رندم که ترکِ شاهد و ساغر کنم ۳۸ — محتسب داند که من این کارها کمتر کنم

شرابِ لعل کش و روے مه‌جبینان بین — خلافِ مذهبِ آنان جمالِ ایشان بین

بزیرِ دلقِ مرقع کمندها دارند — درازدستیِ این کوته‌آستینان بین

بخرمنِ دو جهان سر فرو نمی آرند ۳۹ — دماغِ کبرِ گدایان و خوشه‌چینان بین

اگر ز ابروے پرچین نه می کشد یار ۴۰ — نیازِ اهلِ دل و نازِ نازنینان بین

غبارِ خاطرِ حافظ ببرد صیقلِ عشق — صفاے نیتِ پاکان و پاکدینان بین

صبح است ساقیا، قدحے پُر شراب کن — دورِ فلک درنگ ندارد، شتاب کن

زان پیشتر که عالمِ فانی شود خراب ۴۱ — مارا ز جامِ بادهٔ گلگون خراب کن

ایامِ گل چو عمر برفتن شتاب کرد — ساقی، بدورِ بادهٔ گلگون شتاب کن

ما بختِ خویش خوے ترا آزموده ایم — با دشمنان قدح کش و با ما عتاب کن

حافظ وصال می طلبد از رهِ دعا — یارب دعاے خسته‌دلان مستجاب کن

ز در در آ، و شبستانِ من منور کن — دماغِ مجلسِ روحانیان معطر کن

لبِ پیاله ببوس، آنگه آن بمستان ده — باین لطیفه دماغِ خرد معطر کن

وگر فقیه نصیحت کند که مے مخورید — پیاله‌ایش بده، گو دماغ را تر کن

بس از ملازمتِ عیش و عشقِ مهرویان — ز کارها که کنی شعرِ حافظ از بر کن

منم که شهرهٔ شهرم به عشق ورزیدن — منم که دیده نیالوده‌ام به بد دیدن

وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم ۴۲ — که در طریقت ما کافری است رنجیدن

به پیر میکده گفتم که چیست راه نجات؟ ۴۳ — بخواست جام می و گفت باده نوشیدن

مبوس جز لب معشوق و جام می حافظ — که دست زهدفروشان خطاست بوسیدن

نصیب من چو خرابات کرده است اله — درین میانه بگو زاهدا مرا چه گناه ؟

کسی که در ازلش جام می نصیب افتاد — چرا به حشر کنند این گناه ازو درخواه ؟

به آب زمزم و کوثر سفید نتوان کرد — گلیم بخت کسی را که بافتند سیاه ؟

مده نجات طمع از کس، ملالت از من راه — که حافظ تو همین لحظه گفت بسم الله

صبا تو نکهت آن زلف مشکبو داری — به یادگار بمانی که بوی او داری

در آن شمائل مطبوع هیچ نتوان گفت — جز این قدر که رقیبان تندخو داری

نوای بلبلت ای گل کجا پسند افتد؟ — که گوش هوش به مرغان هرزه‌گو داری

ز جرعهٔ تو سرم مست گشت، نوشت باد — خود از کدام خم است این که در سبو داری؟

دعاش گفتم و خندان به زیر لب بگفت — که کیستی تو؟ دگر با چه گفتگو داری ؟

ز کنج مدرسه حافظ مجوی گوهر عشق — قدم برون نه اگر میل جستجو داری

ای دل آن به که خراب از می گلگون باشی — بی زر و گنج به صد حشمت قارون باشی

در مقامی که صدارت به فقیران بخشند — چشم دارم که به جاه از همه افزون باشی

تاج شاهی طلبی گوهر ذاتی بنما — ور خود از گوهر جمشید و فریدون باشی

ساغری نوش کن و جرعه بر افلاک فشان — تا به چند از غم ایام جگرخون باشی؟

حافظ از فقر مکن ناله که گر شعر اینست — هیچ خوشدل نپسندد که تو محزون باشی

ای باد نسیم یار داری — زان نکهت مشکبار داری

زنهار مکن دراز دستی — با طرهٔ او چه کار داری

اے گل تو کجا و روے زیبا حق؟ ... او شمائلِ ...ار داری
روزے برسی بوصل، حافظ ... گر طاقتِ ا... ر داری

ہزار جہد بکردم کہ یارِ من باشی ... قرار بخشِ دلِ بیقرارِ من باشی
دمے بکلبۂ احزانِ عاشقان آئی ... شبے انیسِ دلِ سوگوارِ من باشی
من این مراد نہ بینم بعمرِ خود کہ شبے ... بجاے اشکِ روان در کنارِ من باشی
من ارچہ حافظِ شہرم جوے نمی ارزم ... گر تو از کرمِ خویش یارِ من باشی

این خرقہ کہ من دارم در رہنِ شراب اولی ... وین دفترِ بے معنی غرقِ مے ناب اولی
تا بے سر و پا باشد اوضاعِ فلک زینسان ... در سر ہوسِ ساقی، در دست شراب اولی
چون پیر شدی، حافظ، از میکدہ بیرون رو ... رندی و ہوسناکی در عہدِ شباب اولی

لبش می بوسم و در میکشم مے ... بآبِ زندگانی بردہ ام پے
بدہ جامِ مے و از جم مکن یاد ... کہ می داند کہ جم کے بود و کے کے؟
بزن بر چنگ چنگ، اے ماہِ مطرب ... رگش بخراش تا بخروشم از وے
زبانت درکش اے حافظ زمانے ... حدیثِ بے زبان را بشنو از نے

ترا کہ ہر چہ مراد است در جہان داری ... چہ غم ز حالِ منِ زارِ ناتوان داری؟
چو ذکرِ لعلِ لبت مے کنم خرد گوید ... حدیث با شکرستان این کہ در دہان داری؟
چو گل بدامن ازین باغ می بری حافظ ... چہ غم ز نالہ و فریادِ باغبان داری؟

نو بہار است، دران کوش کہ خوشدل باشی ... کہ بسے گل بدمد باز و تو در گل باشی
چنگ در پردہ ہمی میدہدت پند ولے ... وعظت آنگاہ دہد سود کہ قابل باشی
حافظا گر مدد از بختِ بلندت باشد ... صیدِ آن شاہدِ مطبوع شمائل باشی

جمشید جز حکایتِ جام از جہان نبرد ... زنہار دل مبند بر اسبابِ دنیوی
خوش فرشِ بوریا و گدائی و خوابِ امن ... کاین عیش نیست در خورِ اورنگِ خسروی

درویشم و گدا و برابر نمی‌کنم — پشمین کلاه خویش بصد تاج خسروی

خوشتر از کوی خرابات نباشد جائی — گر به پیرانه سرم دست دهد ماوائی

آرزومندم و از تو چه پنهان دارم — شیشهٔ باده و کنجی و رخ زیبائی

بیاموز رسم کیمیای سعادت — ز هم صحبت بد جدائی جدائی

مکن حافظا از جور گردون شکایت — چه دانی تو ای بنده کار خدائی

ای که در کوی خرابات مقامی داری — جم وقت خودی ار دست بجامی داری

صبر بر جور رقیبان چه کنم گر نکنم — عاشقان را نبود چاره بجز مسکینی

ساقیا سایهٔ ابرست و بهار و لب جوی — من نگویم چه کن ار اهل دلی خود تو بگوی

بگذر ز کبر و ناز که دیده است روزگار — چین قبای قیصر و طرف کلاه کی

خدا زان خرقه بیزارست صد بار — که صد بت باشدش در آستینی

ساقی نامه

فریب جهان قصهٔ روشن است — ببین تا چه زاید شب آبستن است

دلا در جهان دل مبند زینهار — که کس بر سر پل نگیرد قرار

همان مرحله است این بیابان دور — که گم شد درو لشکر سلم و تور

همان منزل است این جهان خراب — که دیده است ایوان افراسیاب

نه تنها شد ایوان و کاخش بباد — که خاکش ندارد کسی هم بیاد

چه خوش گفت جمشید با تاج و گنج — که یک جو نیرزد سرای سپنج

مغنی کجائی بگلبانگ رود — بیاد آور آن خسروانی سرود

بمستان نوید سرودی فرست — بیاران رفته درودی فرست

مغنی بزن چنگ بر ارغنون — بیار از دلم [illegible] دون

نگر تا [illegible] آشنا — که [illegible] آلا [illegible]

مغنی بزن خسروانی سرود — بگو با حریفان بآواز رود
که از آسمان مژدهٔ فرصت است — مرا بر عدو عاقبت نصرت است
مغنی نوای طرب ساز کن — بقول غزل قصه آغاز کن
مغنی ازین پرده نقشی برآر — ببین تا چه گفت از درم پرده‌دار
چنان برکش آهنگ این داوری — که ناهید چنگی برقص آوری
مغنی دف و چنگ را ساز ده — بیاران خوش نغمه آواز ده
رهی زن که صوفی بحالت رود — بمستی وصلش حوالت رود
مغنی بیا باسنت چنگ نیست — کفی بر دفی زن گرت چنگ نیست
شنیدم که چون غم رساند گزند ۵۴ خروشیدن دف بود سودمند
مغنی کجائی که وقت گل است — ز بلبل همه شهر پر غلغل است
همان به که خود هم بجوش آوری — دم چنگ را در خروش آوری
مغنی بیا عود را ساز کن — نوائین نوای نو آغاز کن
بیک نغمه درد مرا چاره ساز — دلم نیز چون خرقه صد پاره ساز
مغنی کجائی که لطفی کنی — زمی آتشی در دلم افکنی
برون آری از فکر خود یکدمم — ببم بر زنی کار و بار غمم
مغنی کجائی نوائی بزن — بیکتائی او دو تائی بزن
چه خواهی شدن عالم از ما تهی ۶۴ گدائی به از پادشاهنشهی
مغنی بگو قول دیرانه ساز — که بیچارگان را توئی چاره ساز
تو بنمای راه مرا قسم نژدو — که بگذاشتم از دیده صد زنده رود
چو غم لشکر آرد بیارا صفی — ز چنگ و رباب و ز نای و دفی
مغنی تو سیر مرا سحری — ز نای بهشتی بزن دم بهی

بیی دور کن دولت اگر غایبست | دمی پیش دانا به از عالمیست
مغنی کجائی؟ بزن بربطی | بیا ساقیا پر کن از می بطی
که باهم نشینیم و عیشی کنیم | دمی خوش برآریم و طیبی کنیم
مغنی ز اشعار این یک غزل | به آهنگ چنگ آر اندر عمل
که تا وجد را کارسازی کنم | برقص آیم و خرقه بازی کنم
بیا ساقی آن آب آتش خواص | بمن ده که تا یابم از غم خلاص
فریدون صفت کاویانی علم | برافرازم از نشئهٔ جام جم
بیا ساقی این نکته بشنو ز نی | که یک جرعه می به ز دو سیم کی
بیا ساقی آن می که جان پرورست | دل خسته را همچو جان در خورست
بده کز جهان خیمه بیرون زنم | سراپرده بالای گردون زنم
بیا ساقی آن می که حال آورد | کرامت فزاید کمال آورد
بمن ده که بس بیدل افتاده ام | وزین هر دو بی حاصل افتاده ام
بیا ساقی آن بکر مستور مست | که اندر خرابات دارد نشست
بمن ده که بدنام خواهم شدن | خراب می و جام خواهم شدن

قطعه

به سمع خواجه رسان ای رفیق وقت شناس | بخلوتی که در آن اجنبی صبا باشد
لطیفه‌ای بمیان آر و خوش بخندانش | بنکته‌ای که دلش را بدان رضا باشد
پس انگهی ز کرم آن قدر بپرس لطیف | که گر وظیفه تقاضا کنم روا باشد؟

رباعیات

هجرت که بجان من درویش آمد | گویی نمکی بر جگر ریش آمد
می ترسیدم کز تو شوم روزی دور | دیدی که همان روز بهم پیش آمد

انتخاب

از

کلامِ داغ

گلزارِ داغ آفتابِ داغ مہتابِ داغ

مع نشتر

نواب مرزا خان نام - تخلص داغ - دہلی مولد - حیدرآباد دکن مدفن
ہمیشہ دہلی مین رہے اور ریاست رامپور سے بھی کچھ کچھ تعلق رہا - اخیر اخیر
بخت نے یاوری کی، نظام دکن کے اُستاد ہوگئے ۔ نواب فصیح الملک
خطاب پایا اور کئی ہزار روپیہ ماہوار مقرر ہوا - پچھلے شعرا مین انکا سا خوش
نصیب دوسرا نہین ہوا - انکا کلام بہت ہی عام پسند ہی - ارباب نشاط کو انکی
غزلین بہت یاد ہین - انکے کلام مین روزمرہ کا مزہ ہی - امیر مینائی کے یہ
ہمعصر تھے - شاگردون مین یہ امر مابہ النزاع رہگیا کہ داغ کا پلہ بھاری ہی
یا امیر کا جس طرح سودا و میر کا فیصلہ ہوا نہ ناسخ اور آتش کا جھگڑا چکا
ذوق و غالب اور دبیر و انیس مین اُن کے جیتے جی اُنکے شاگردون نے
یہ طے نہین ہونے دیا کہ کس کا پایہ بلند ہی اسی طرح داغ اور امیر کا بھی قضیہ
طے نہ ہوا تھا کہ دونون نے حیدرآباد ہی مین سال دو سال کے آگے
پیچھے قضا کی - سال وفات داغ سنہ ۱۳۲۲ھ -

اب ناظرین دونون کے کلام کو باہم مقابلہ کرکے دیکھین اور خود فیصلہ کرین ۔ داغ
کے کلام مین بہ نسبت امیر کے کم نشتر دکھائے گئے ہین اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مولف نے بطور
خود فیصلہ کر دیا - سچ یہ ہی کہ انکے عاشقانہ اور چوچلے کلام مین جتنے نشتر ہین اُتنے کسی شاعر کے کلام
مین نہین ہین - انتخاب کلام کے وقت گو اس تہذیب کا چندان خیال نہین رکھا گیا جو اس کتاب کے لیے
اختیار کی گئی ہی مگر نشترون کی تعداد لکھتے وقت سختی سے نظر کی گئی تو بہت سے نشتر نظر انداز کیے گئے

غزلیات وابیات

جو ہو سکتا ہے اس سے، وہ کسی سے ہو نہیں سکتا ۱ مگر دیکھو کہ پھر کچھ آدمی سے ہو نہیں سکتا
نگاہِ تیغ، قصہ پاک کیجے دادخواہوں کا کسی کا فیصلہ گر منصفی سے ہو نہیں سکتا
مزا جو اضطرابِ شوق سے عاشق کو حاصل ہے وہ تسلیم و رضا و بندگی سے ہو نہیں سکتا
خدا جب دوست ہے اے داغ کیا دشمن سے اندیشہ؟ ہمارا کچھ کسی کی دشمنی سے ہو نہیں سکتا

کب سے شبِ فراق، ہوں مشتاق دید کا خورشید ہو گیا ہے مجھے چاند عید کا
کیا قتل حسرتیں ہوئیں دل میں؟ کہ بیکسی لے لے کے نام روتی ہے اک اک شہید کا
زاہد، کمالِ پیرِ مغاں تجھ سے کیا کہوں؟ مرشد وہاں خطاب ہے ادنیٰ مرید کا
حورانِ خلد بولتی ہیں بڑھ کے بولیاں نیلام ہو رہا ہے تمھارے شہید کا
جلنا ہمارے ساتھ ذرا اے شبِ فراق دوزخ میں تذکرہ ہو نہ عذابِ شدید کا
اے داغ کیوں نہ مجھکو شفاعت کی ہو امید میں ہوں محبِّ حسین کا دشمن یزید کا

زندہ عیسیٰ کا نام کرنا تھا اس طرف بھی خرام کرنا تھا
وائے غفلت کہ اب کیا ہم نے ۲ جو ہمیں پہلے کام کرنا تھا
تھی نہ تابِ ستم، تو حضرتِ دل عاشقی کو سلام کرنا تھا
داغ مہمان سرائے دنیا میں اور چندے قیام کرنا تھا

نہ کبھی جیبِ خجالت سے یہاں سر نکلا قیس دیوانہ تھا جامے سے جو باہر نکلا
دادخواہوں کا بھی ارمان بقدر نکلا گر طرفدار ترا داورِ محشر نکلا
آفریں داغ، تجھے خوب نباہی تو نے مرحبا کوچۂ دلدار سے مر کر نکلا

طور کیوں خاک ہوا؟ نور ترا نار نہ تھا ناز تھا حضرتِ موسیٰ سے وہ دیدار نہ تھا
یا نہ آتے تھے حسینوں کو یہ اندازِ جفا یا کوئی اگلے زمانے میں خطاوار نہ تھا

شب کو کیوں کر خلشِ دل نہ دکھاتی لذت | تیر ارمان تھا، پیکان نہ تھا، خار نہ تھا
دل کا سودا، اور اس غماز سے، اور ایسی جگہ | داغ وہ انجمنِ ناز تھی بازار نہ تھا

تیر اُسکا چلتے چلتے، جب پریشان ہوگیا | تھک کے بیٹھا میرے دل میں اور پنہاں ہوگیا
کسکا طرہ، کسکا گیسو، کسکی کاکل، کسکی زلف؟ | سب بلائیں ہوگئیں، جب دل پریشان ہوگیا
دل میں سے ہو کے رہا تھا ایک قطرہ خون کا | کچھ نیازِ غم ہوا، کچھ صرفِ مژگاں ہوگیا
بوسہ لیکر دل دیا ہے، اور پھر نالاں ہیں داغ | کوئی جانے مفت میں حضرت کا نقصان ہوگیا

کس طرح اُس نگہِ ناز سے جینا ہوگا | زہر دے اُسپہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا
خلد میں پھر کسی کافر ہی کا دل بہلے گا | گر نہ معشوق و مے و ساغر و مینا ہوگا
چین دیتے نہیں وہ داغ کسی طرح مجھے | میں جو مرتا ہوں تو کہتے ہیں کہ جینا ہوگا

مجھ سے بہتر مرا ملال رہا | کہ ترے دل میں یہ خیال رہا
ذکرِ روزِ جزا یہ کہتے ہیں | اور جو ہم پر انفعال رہا؟
تو نے آرام کچھ دیا ہے مرگ | زندگی کیا رہی وبال رہا
داغ نے حالِ دل کہا ان سے | کچھ بھی کمبخت کو خیال رہا؟

آئینہ تصویر کا تیرے نہ لیکر رکھ دیا! | بوسے لینے کے لیے کعبے میں پتھر رکھ دیا
ہم نے اُنکے سامنے اوّل تو خنجر رکھ دیا | پھر کلیجا رکھ دیا، دل رکھ دیا، سر رکھ دیا
سُن لیا ہے پاس حوروں کے پہنچتے ہیں شہید | اسلیے لاشے پہ میرے اُسنے پتھر رکھ دیا
کل چھڑا لیں گے یہ زاہد آج تو ساقی کے ہاتھ | رہن اک چلو پہ ہم نے حوضِ کوثر رکھ دیا
ذبح کرتے ہی مجھے، قاتل نے دھوئے اپنے ہاتھ | اور خون آلودہ خنجر غیر کے گھر رکھ دیا
زندگی میں پاس سے دم بھر نہ ہوتے تھے جدا | قبر میں تنہا مجھے یاروں نے کیونکر رکھ دیا
زلف خالی ہاتھ خالی کس جگہ ڈھونڈھیں اُسے | تم نے دل لیکر کہاں اے بندہ پرور رکھ دیا
داغ کی شامت جو آئی اضطرابِ شوق میں | حالِ دل کمبخت نے سب اُنکے منہ پر رکھ دیا

کب ہوا؟ اے بت بیگانہ منش تو اپنا
دل جو اپنا ہی نہین اُس پہ بھی قابو اپنا

تمکو آشفتہ مزاجون کی خبر سے کیا کام؟
تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنا

وہی ہم تھے کہ جو روتون کو ہنسا دیتے تھے
اب یہ حال کہ تھمتا نہین آنسو اپنا

لگ گئی چپ تجھے ای داغ حزین کیون ایسی؟
مجکو کچھ حال تو کمبخت بتا تو اپنا

دیکھنا حشر مین، جب تم پہ مچل جاؤن گا
مین بھی کیا وعدہ تمھارا ہون کہ ٹل جاؤن گا

آؤ ملجاؤ کہ یہ وقت نہ پاؤ گے کبھی،
مین بھی ہمراہ زمانے کے بدل جاؤن گا

قبر مین حسرت و ارمان ہین غنیمت ای داغ
رفتہ رفتہ انھین یارون مین بہل جاؤن گا

عجب اپنا حال ہوتا، جو وصال یار ہوتا
کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا

جو تمھاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا
تمھین منصفی سے کہدو تمھین اعتبار ہوتا؟

ترے وعدے پر ستمگر ابھی اور صبر کرتے
اگر اپنی زندگی کا ہمین اعتبار ہوتا

تمھین ناز ہو نہ کیونکر کہ لیا ہی داغ کا دل
یہ رقم نہ ہاتھ لگتی نہ یہ افتخار ہوتا

خاطر سے یا لحاظ سے مین مان تو گیا
جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا

گو نامہ بر سے خوش نہ ہوا پر ہزار شکر
مجکو وہ میرے نام سے پہچان تو گیا

ہوش و حواس و تاب و توان داغ جا چکے
اب ہم بھی جانے والے ہین سامان تو گیا

میرے قابو مین نہ پہرون دل ناشاد آیا ۴ وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا

کیجیے سُنیے اب افسانہ فرقت مجھ سے
آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا

آپ کی بزم مین سب کچھ ہی مگر داغ نہین ۵ ہمکو وہ خانہ خراب آج بہت یاد آیا

کیا کوئی زمانے مین ستمگر نہین ہوتا؟
ہوتا ہی مگر تیرے برابر نہین ہوتا

عادت ہی عجب چیز بری ہو کہ بھلی ہو
مرتا ہون جو بیچین گھڑی بھر نہین ہوتا

اے داغ نہ دے جان محبت مین کسی کی
پھر زندہ جہان مین کوئی مر کر نہین ہوتا

ہمین زمانے مین بدنام تیری خو نے کیا ۶ دل فرلیفتہ جو کچھ کیا سو تو نے کیا

گیا رقیب کے گھر بارہا شبِ وعدہ — بہت ذلیل مجھے تیری جستجو نے کیا
کھلا یہ اُنسے تو وہ اور داغ مجھ سے رُکے — خفا تو اُنکو مری شرحِ آرزو نے کیا

اُنکا بے باکی نے مجھے کیا مزا دیا — سینے پہ چڑھ کے اُس نے خم سے پلا دیا
جو کچھ ہوا تو دل تجھے اے بیوفا دیا — تقدیر نے بگاڑ دیا یا بنا دیا
اخترکو جوشِ گریہ نے اتنا کیا اثر — نقشِ مراد صفحۂ دل سے مٹا دیا
سجھتا گیا جو داغ سیہ کار دیکھنا — جنت کے گی آگ لگا دی جلا دیا

سوت کا مجکو نہ کھٹکا شبِ ہجران ہوتا — مرے دروازے پہ گر آپ کا دربان ہوتا
خلد میں منارہے عیش کے سامان بیکار — لطف جب تھا کہ یہ مجموعہ پریشان ہوتا
داغ کو ہم نے محبت میں بہت سمجھایا — وہ کہا مان نہ لیتا اگر انسان ہوتا؟

اچھی صورت پہ غضب ٹوٹ کے آنا دل کا — یاد آتا ہے ہمیں ہائے زمانا دل کا
تم بھی منھ چوم لو بے ساختہ پیار آجائے — میں سناؤں جو کبھی دل سے فسانا دل کا
ان حسینوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ — ہوش آتا ہے تو آتا ہے ستانا دل کا
نہ ملامت کے پر اسے داغ سمجھ میں آیا — وہی دانا ہے کہا جس نے نہ مانا دل کا

پارسا کوئی اگر تا کہنے والا ہوتا — دخترِ رز نے بڑا نام اُچھالا ہوتا
سایۂ عشاق سے پھیر بھی نکلتا رہی — آسمان گر ہمہ تن روئی کا گالا ہوتا
کچھ قیامت تو نہیں ہجر کی شب اے تقدیر؟ — اس بلا کو کسی تدبیر سے ٹالا ہوتا
ہم سناتے جو کوئی دردِ جگر اشنا تھا — دل دکھاتے جو کوئی دیکھنے والا ہوتا
دردِ فرقت کی کسک وصل میں کیا مٹ جاتی؟ — آہ تھمتی اگر اے داغ، تو نالا ہوتا

اُنکے گھر داغ جا کے دیکھ لیا — دل کے کہنے میں آکے دیکھ لیا
جاؤ بھی کیا کروگے مہر و وفا؟ — بارہا آزما کے دیکھ لیا
زخمِ دل میں نہیں ہے قطرۂ خون — خوب ہم نے دبا کے دیکھ لیا

کیجیے بزم سے ہمیں رخصت — جو سنا تھا وہ آ کے دیکھ لیا
حسن کمیاب عشق ہے نایاب ۹ — شہر در شہر جا کے دیکھ لیا
جنس دل ہے، یہ وہ نہیں سودا — ہر جگہ سے منگا کے دیکھ لیا
نہ لیا اُس نے خط شرارت سے — نامہ بر کو بلا کے دیکھ لیا
اب خریدار ہے نہیں کوئی — مول اپنا بڑھا کے دیکھ لیا

روئے انور نہیں دیکھا جاتا — دیکھیں کیونکر نہیں دیکھا جاتا؟
کیا رہیں ہم؟ کہ ترا چال چلن — پاس رہ کر نہیں دیکھا جاتا
خط مرا پھینک دیا، یہ کہہ کر — ہم سے دفتر نہیں دیکھا جاتا
مختصر یہ ہے کہ اب داغ کا حال — بندہ پرور نہیں دیکھا جاتا

کچھ ہمیں بھی خیال ہو ہی گیا — آخر اُن سے ملال ہو ہی گیا
نہ کہا تھا، کہ سچ نہ کہلواؤ — آپ کو انفعال ہو ہی گیا
دل لگی کا بھی ہے برا انجام — کہ ہنسی میں ملال ہو ہی گیا
کمر یار کے مضامیں سے — داغ نازک خیال ہو ہی گیا

اب دل ہے مقام بے کسی کا ۱۰ — یوں گھر نہ تباہ ہو کسی کا
رونا ہے اب اُس ہنسی خوشی کا — ماتم ہے بہار زندگی کا
کس کس کو مزا ہے عاشقی کا؟ — تم نام تو لو بھلا کسی کا
روکیں انھیں کیا؟ کہ ہے غنیمت — آنا جانا کبھی کسی کا
ایسے سے جو داغ نے نباہی — سچ ہے کہ یہ کام تھا اُسی کا

میں یہ ہزار جگہ حشر میں پکار آیا ۱۱ — کہ اور بھی کوئی مجھ سا گناہگار آیا؟
تمھاری شوخ مزاجی سے چھپ گئی حیرت — تمہیں قرار نہ آیا، مجھے قرار آیا
شکستہ دل ہوئی کس کس طرح مری توبہ — بھرے ہوئے جو کوئی رند بادہ خوار آیا

کبھی جو دھوپ کی گرمی سے رنج اُٹھے ۱۲ ہوا کے گھوڑے پہ ابر کرم سوار آیا
ڈرے نہ جو حشر میں وہ، مجکو دیکھتے ہی کہا مرا رفیق، مرا داغ جان نثار آیا

امیدوار ہون کرم بے حساب کا پیتا ہون ڈگڈگا کے پیالہ شراب کا
مین اک سوال کرکے پشیمان ہو گیا لپٹا منہ ڈھا ہوا ہی ہزارون جواب کا
روزہ رکھین نماز پڑھین حج ادا کرین اللہ یہ ثواب بھی ہی کس عذاب کا؟
لاؤن، پیون، پیالہ بھرن، در کو قفل دون؟ کیا حکم ہی جناب بہشت آب کا؟
ای داغ بخشوائین گے اُمت کے وہ گناہ ہو واسطہ جناب رسالت مآب کا

غیر پر لطف و کرم، بس ہو چکا ہو چکا ہم پر ستم، بس ہو چکا
ہمکو، اے واعظ ابھی مرنا نہین وصف گلزار ارم بس ہو چکا
کل جو اک داغ حزین مشہور تھا آج وہ بیمار غم بس ہو چکا

کوئی پھرے نہ قول سے، بس فیصلہ ہوا لو بس ہمارا آج سے، دل آپ کا ہوا
ماتم ہمارے مرنے کا اُنکی بلا کرے اتنا ہی کہکے چھوٹ گئے وہ بُرا ہوا
آباد کس قدر ہی الٰہی، عدم کی راہ ہر دم مسافرون کا ہی تانتا لگا ہوا
اے کاش، میرے تیرے لیے کل یہ حکم ہو لیجاؤ اِن کو خلد مین، جو کچھ ہوا ہوا
کس کس طرح سے اُسکو جلاتے ہین آپ دل وہ جانتے ہین داغ ہی ہم پہ بیٹھا ہوا

دل مکدّر مدام کا نکلا کب یہ آئینہ کام کا نکلا؟
مٹ گئی رسم و راہ بھی اُن سے یہ نتیجہ پیام کا نکلا
گالیان سنتے ہین دعا دیکر خوب پہلو کلام کا نکلا
سچ تو یہ ہی کہ عاشقی مین داغ ایک ہی اپنے نام کا نکلا

دل سے بھی باتین نہین کرتا کبھی ہین اسلیے وہ ستمگر بدگمان، یہ راز دان ہو جائیگا
دل کو مدت مین کیا تھا خوگر طرز ستم کیا خبر تھی وہ بھی اک نامہربان ہو جائیگا

داغ کو ہم یہ نہ سمجھے تھے کہ تیرے عشق مین ۔۔۔ ہائے ایسا شخص یون بے خانمان ہوجائیگا

تمھارے خط مین نیا اک سلام کسکا تھا؟ ۔۔۔ نہ تھا رقیب، تو آخر وہ نام کسکا تھا؟
وفا کرین گے، نباہین گے، بات مانین گے، ۔۔۔ تمھین بھی یاد ہے کچھ، یہ کلام کسکا تھا؟
نہ پوچھ گچھ تھی کسی کی، وہان، نہ آؤ بھگت ۔۔۔ تمھاری بزم مین کل، اہتمام کسکا تھا؟

کیا سمجھتے نہین، ظاہر کی ملاقات کو ہم؟ ۔۔۔ دل تمھارا نہ ملا ہم نے گلے مل دیکھا
مست تھی آنکھ تری، دل تھا ہمارا بیخود ۔۔۔ ہم نے دونون کو، دم معرکہ غافل دیکھا
اُسنے جب حکم دیا تھا، تجھے مرجانا تھا ۔۔۔ داغ، تو دے نہ سکا جان، ترا دل دیکھا

غضب کیا ترے وعدے پہ اعتبار کیا ۱۳ تمام رات قیامت کا انتظار کیا
یہ دل کو تاب کہان ہے؟ کہ ہو مآل اندیش ۔۔۔ اُنھون نے وعدہ کیا اسنے اعتبار کیا

شب فراق جو دست دعا بلند ہوا ۔۔۔ ندائین آئین کہ باب قبول بند ہوا
مری زبان نہ تھکی رات کٹ گئی ساری ۔۔۔ کھلا جو شکوؤن کا دفتر تو پھر نہ بند ہوا

بار عصیان کسقدر ہے؟ آدمی جزو ضعیف ۔۔۔ یہ گرا دے گا جو اتنا بوجھ سر پر لے چلا
منزل مقصود تک پہنچے تری مشکل سے ہم ۱۴ ضعف نے اکثر بٹھایا شوق اُٹھا کے لے چلا

فتنہ، فساد، رشک، تغافل، غرور، ناز ۔۔۔ اسکے سوا ہے اور تری انجمن مین کیا؟
مین خلد مین ہون اور نکیرین قبر مین ۱۵ خالی کفن پڑا ہے، دھرا ہے کفن مین کیا؟

شوق ایسا کہ تری راہ مین مر کر بھی چلون ۔۔۔ ضعف ایسا کہ نہین جان سے جایا جاتا
وہ خریدار ہی دل کے نہ ہوئے کیا کیجے ۔۔۔ ہم کبھی کچھ دیتے، کچھ انکو بھی دیا جاتا

لطف تھا مین بھی شب وصل کہین چھپ جاتا ۔۔۔ آدمی انکا مری ٹوہ مین گھر گھر پھرتا
تم نہ آتے، تو یہ انداز کہان سے ہوتے؟ ۔۔۔ بیٹھتا بزم مین بنکر کوئی تنکر پھرتا

لے چلا جان مری روٹھ کے جانا تیرا ۔۔۔ ایسے آنے سے تو بہتر تھا نہ آنا تیرا
آرزو ہی نہ رہی صبح وطن کی مجھکو ۔۔۔ شام غربت ہے عجب وقت سہانا تیرا

یہ سمجھ کر تجھے اے موت لگا رکھا ہے — کام آتا ہے بُرے وقت میں آنا تیرا

تمھیں فکر کیوں ہے؟ رنج کیوں ہے؟ لاگ کیوں ہے؟ — کسی سے اگر واسطہ ہے کسی کا
نہ سمجھے جان کس طرح تیری ادا سے؟ — قضا پر کہیں بس چلا ہے کسی کا؟

پہلے تو منفعل وہ ہوئے پھر بگڑ گئے — کیوں شکوہ بار بار کیا ہم نے کیا کیا؟
کہہ دیں گے ہم تو داورِ محشر سے صاف صاف — انھوں کو دل نے پیار کیا ہم نے کیا کیا؟

عرش و کرسی پہ کیا خدا ملتا؟ — ۱۲ آ گئے ڈھونڈتے تو کچھ پتا ملتا
اس دوا کا کبھی مزا ملتا — کوئی تجھ سا اگر بُرا ملتا

اُدھر کی سدھ بھی ذرا اے پیامبر لینا — خدا کے واسطے جلدی مری خبر لینا
جو مے فروش سے سودا بنے تو کر لینا — کمی ہو حضرتِ زاہد تو ہم سے بھر لینا

عاشقِ مضطر اگر آرام اپنا دیکھتا — عشق کے آغاز میں انجام اپنا دیکھتا
سخت ناکامی تھی اسکو ورنہ یوں مرتا ہی کیوں؟ — کوہکن بنتا ہوا گر کام اپنا دیکھتا؟

زباں ہلاؤ تو ہو جائے فیصلہ دل کا — اب آ چکا ہے لبوں پر معاملہ دل کا
کچھ اور بھی تجھے اے داغ بات آتی ہے — وہی بتوں کی شکایت وہی گلہ دل کا

کسی بندہ پہ ہاتھ اور نہ ڈالے اللہ — کیا خبر تھی کوئی یوں ہجر میں مر جائیگا
کیوں نہ ہم روئیں مقدر کی پریشانی کو — کیا ہے گیسو ہے تمھارا کہ سنور جائیگا

جو عاشقی میں خاک ہوا کیمیا ہوا — کہتا تھا آج خاک میں کوئی ملا ہوا
اے عشق رخصت اے ہوس آرزو سلام — اپنا مقام آج سے دار البقا ہوا

ڈوب کر سینے میں اس رنگ سے پیکاں نکلا — دل سے بیساختہ نکلا کہ وہ ارمان نکلا

کوسوں تک آشیانہ چلا آہ میں غریب — ۱۶ جب تک مری نظر سے نہ پنہاں وطن ہوا

کرتے ہیں [illegible] سیلوں [illegible] — [illegible] ہوا
[illegible] کس [illegible] — [illegible] سامنے ساغر آیا

قدم لینے کو کانٹے منتظر ہین دشتِ وحشت مین | سُنا ہے آج زندان سے ترا دیوانہ چھوٹے گا
تپشِ دل کا تماشا نہ رہا | جب کوئی دیکھنے والا نہ رہا
مجکو وعدے نے ترے جی سے گزرنے نہ دیا | مین نے چاہا تھا کہ مرجاؤن تو مرنے نہ دیا
مضمونِ شوق چھپ نہ سکا اسکو کیا کرون؟ | گو مین نے خط رقیب کے خط مین ملا دیا
دلِ پُر اضطراب سے نے مارا | اسی خانہ خراب سے نے مارا
جب جوانی کا مزا جاتا رہا | زندگانی کا مزا جاتا رہا
حسینون کی وفا کیسی جفا کیا؟ | جو دل آیا تو پھر اچھا بُرا کیا؟
کہان رہ گئے تو یہ سنا ہون الٰہی؟ | کہ جنت مین بھی مجمع حور نکلا
کسی کا نہ ہوگا قیامت مین کوئی | زمین اور ہوگی فلک اور ہوگا
بنتے ہی بنتے، علم الٰہی مین رہ گئی | پیدا نہ ہوتی ورنہ تمھاری کمر کبھی کیا؟
سب نے تو دیدار خدا کا کیا | مجکو بھی دیکھا؟ تجھے دیکھا کیا
دیکھ کر اسکو، تعجب ہے، جنابِ ناصح | مجھ سے فرماتے ہین، کیون دل نہ سنبھالا اپنا؟
سُنتا ہون، غیر کا بُتِ خود کام ہوگیا | یہ بات سچ ہوئی تو مرا کام ہوگیا
عالمِ یاس مین گھبرا ئے نہ انسان بہت | دل سلامت ہے تو حسرت بہت ارمان بہت
تم کہ بیداد کرو اور نہ شرماؤ ذرا | ہم کہ ناکردہ گنہ اور پریشان بہت
بزمِ احباب مین، اے داغ ابھی تو ملنے تھے دل | دیکھتے ہین تجھے ہر وقت پریشان بہت
بگڑ گئی ہے یہان سب طرح، جہان کی طرح | کہان کی وضع؟ کہان کی ادا؟ کہان کی طرح
حیا نے روک لیا، جذبِ دل نے کھینچ لیا ۱۸ | چلے وہ تیر کی صورت، کھنچے کمان کی طرح
مین اپنے ضعف کے صدقے بٹھا دیا ایسا | ہلے نہ در سے ترے سنگِ آستان کی طرح
خدا قبول کرے داغ تم جو سوئے عدم | چلے ہو عشق بتان لے کے ارمغان کی طرح
دل کو صلاح کار بنا کرتے ہے خراب | دشمن دہی ہے تو دے جو بُری بات کی صلاح

رنجِ فراق یار میں مر جاؤں یا جیوں؟ میں تجھ سے پوچھتا ہوں اجل کیسی صلاح
مشتاقِ تیغِ ناز ہوں یوں کس سے مشورہ دے گا نہ کوئی موت کی تا زندگی صلاح

اُن سے شبِ وصال جو ذکرِ سحر کیا؟ بولے خدا نخواستہ ہو اب سے دور صبح
میں نے شبِ فراق یہ کہہ کر گزار دی وہ آ گئی، وہ آئی، دلِ ناصبور صبح
بے صبر یوں ہے داغ شبِ غم میں فائدہ؟ کمبخت تیرے نالوں سے ہوگی ضرور صبح

ملی مجھ کو جنت قیامت کے بعد ملے کیا خدا جانے جنت کے بعد؟
حیا کے تبسم کے، اغماض کے مزے لے رہا ہوں شکایت کے بعد
ملا لوں ذرا آنکھ بھی زیرِ تیغ مری جان نکلے کی حسرت کے بعد
مرے حال پر رحم آ ہی گیا وہ چل کر پلٹ آئے رخصت کے بعد
تڑپتا نہ دیکھا گیا داغ کا ہوا خاتمہ کس مصیبت کے بعد

اے وعدہ فراموش رہی تجھ کو جفا یاد یہ بھول بھی کیا بھول ہے یہ یاد ہے کیا یاد
وہ سنتے ہیں کب دل سے مری رام کہانی فرماتے ہیں کچھ اور بھی ہے اس کے سوا یاد؟
بندے سے ہے کیوں پرسشِ اعمال الٰہی؟ انسان کو رہتی ہے کہاں اپنی خطا یاد؟
استاد نے اچھا سبقِ عشق پڑھایا جب اس کو بھلاتا ہوں یہ ہوتا ہے سوا یاد
کم ہوتے ہیں آج کی بات آج ہی اکثر مشکل ہے اگر وعدۂ فردا نہ رہا یاد
رہتا ہے عبادت میں ہمیں موت کا کھٹکا ہم یادِ خدا کرتے ہیں، کرے نہ خدا یاد
معشوق سے اے داغ تغافل کا گلہ کیا؟ کیوں یاد کرے تجھ کو؟ کرے اس کی بلا یاد

لاکھ لکھیے انھیں اندوہ و محن کا کاغذ کب وہ پڑھتے ہیں کسی سوختہ تن کا کاغذ
ہم نے مضمون گرانبارئ غم لکھا تھا دستِ قاصد میں ہوا سیکڑوں من کا کاغذ
ناتواں ہوں نہ گلے میں مرے باندھو تعویذ توڑ ڈالے مرے گردن کا نہ من کا کاغذ
ورقِ دل پہ کھنچی داغ صنم کی تصویر تھا اسی کام کا یہ اور اسی فن کا کاغذ

ڈالتے ہو کیوں؟ دوپٹے کا تم آنچل دوش پر | بار ہے پہلے ہی گیسوئے مسلسل دوش پر
میکدے سے ہم چلے بیہوش ہو کر اس طرح | ہاتھ میں رکھا خم سے اور بوتل دوش پر
کشتگانِ ابروئے پُرخم کی دلداد و نیاز | تم نے رکھی ہے کمان ادل ہی ادل دوش پر
یہ تجلی ملبہ ہے اُسکے عارض پر نور کی | جم گیا ہے نور گویا ڈلکے ڈلکے آنچل دوش پر
مرگئے ہیں آج تو اے داغ وہ سینے سے دل | سر سلامت آپ پانے کے نہیں کل دوش پر

غیر بھی میری طرح کرتے ہیں آہیں کیونکر؟ | میں بھی دیکھوں کہ پلٹتی ہیں نگاہیں کیونکر؟
پھر ہے عہدِ جوانی کی اُمنگ اور ترنگ | دل بھی مانے وہ رقیبوں کو نہ چاہیں کیونکر؟
نہ دلاسا نہ تسلی نہ تشفی نہ وفا | دوستی اُس بُتِ بدخو سے نباہیں کیونکر؟
۱۹ زیرِ دیوار کبھی جھانک کے تم دیکھ تو لو | ناتوان کرتے ہیں دل تھام کے آہیں کیونکر؟
چارہ کا نام جب آتا ہے بگڑ جاتے ہو | وہ طریقہ تو بتا دو تمھیں چاہیں کیونکر؟
۲۰ جب وہ آنکھوں میں سمائے مرے دل میں آئیے | بند ہوں ناصحِ نافہم یہ راہیں کیونکر؟
شرم سے آنکھ ملاتے نہیں دیکھا اُن کو | پار ہوتی ہیں کلیجے کے نگاہیں کیونکر؟
دردمندوں سے کہیں ضبطِ فغاں ہوتا ہے؟ | چُھپکے چُھپکے ترے بیمار کراہیں کیونکر؟
یہ چلن کس نے سکھائے یہ طریقے کس نے؟ | آگئیں جور و جفا کی تمھیں راہیں کیونکر؟
داغ وہ چاہتے ہیں، غیر کو چاہے یہ بھی | جو بُرا چاہے ہمارا اُسے چاہیں کیونکر؟

تم نگاہِ عاشقِ دلگیر پر | ناز ہو جس تیغ پر جس تیر پر
چارہ گر مرتے ہیں کیوں تدبیر پر | چھوڑ دیں مجھکو مری تقدیر پر
اس نگاہِ امتحان کو دیکھنا | ہے کبھی مجھ پر کبھی شمشیر پر
یوں تو سو پہلو نکالے وصل کے | دل نہیں جمتا کسی تدبیر پر
داغ سچ ہے جو خدا چاہے کرے | آدمی کا بس نہیں تقدیر پر

حسرت آتی ہے دلِ ناکام پر | اسکو صدقے ڈالوں خدا کے نام پر

ہوگیا صیاد بھی عاشق مزاج — خود سمجھا جاتا ہے اپنے دام پر
جب پسند آتا ہے میرا شعر اُنھین — گالیان پڑتی ہین میرے نام پر
جلنے لگتی ہے زبان کہتے ہی داغ — اُف نکلجاتی ہے میرے نام پر

آئیے کوئی، تو بیٹھ بھی جائیے ذرا سی دیر — مشتاق دید، لطف اُٹھائیے ذرا سی دیر
مین دیکھ لون اُسے وہ نہ دیکھے مری طرف — باتون مین اُسکو کوئی لگائیے ذرا سی دیر
سب خاک ہی مین مجکو ملانے کو آئے تھے — ٹھہرے رہے نہ اپنے پرائے ذرا سی دیر
ستم نے تمام عمر جلایا ہے داغ کو — کیا لطف ہو جو وہ بھی جلائیے ذرا سی دیر

ناز ہوتا ہے اُنھین مال پرایا لیکر — دو دن کی لیتے ہین میرا دل شیدا لیکر
مجھ گرانبار محبت کے ہین لاکھ ہزار — پہنچون جنت مین سہارے پہ سہارا لیکر
ایسے جینے سے تو ہے جان کا دینا اچھا — کیا جیے گو جیے احسان کسی کا لیکر
شرط انصاف ہے یہ داغ کا دعویٰ ہے بجا — آدمی عشق کرے نام ہمارا لیکر

منحصر قدر ہے رحمت کی گنہگارون پر — مال کا مول ہے موقوف خریدارون پر
آگ تلوون سے لگی بزم عدو مین یارب — ۲۱ فرش گل پر ہین مرے پاؤن کہ انگارون پر
داغ کا عشق بھی دنیا سے نرالا دیکھا — دل جب آتا ہے تو آتا ہے دل آزارون پر

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر — بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر
ہم انھین آنکھون سے دیکھینگے ترا حسن و جمال — گر یہی آنکھین ہین اپنی خدا کو دیکھ کر
اُنھو دیکھا تم نے لپٹے داد خواہون کا ہجوم — اب تو آنکھین کھل گئین روز جزا کو دیکھ کر
[illegible] ہماری چھیڑ کی عادت نہین — ۲۲ گدگدی ہوتی ہے دل مین پارسا کو دیکھ کر
ہم سے جیتے جی نہ پیاضتہ وہ بات تھی — تو بھی عاشق ہو ہی جاتا اُس ادا کو دیکھ کر
غیر نے مہندی لگائی اُسکے ہاتھون مین جو داغ — خون آنکھون مین اُتر آیا حنا کو دیکھ کر

اپنی نظر مین ہیچ ہے سارے جہان کی سیر — دل خوش نہ ہو کہین کا تماشا کہان کی سیر

باب قبول تک نہیں پہنچی ہماری آہ ۔ پھر پھر کے کر رہی ہے ابھی آسمان کی سیر

سیر خزاں بھی دیدۂ عبرت نگر کرے ۔ کیا کی عجب کی بہارِ گل و گلستان کی سیر

دلّی میں پھول والوں کی ہے ایک سیر داغ ۔ ملکے ہیں ہم نے دیکھ لی سارے جہان کی سیر

مٹ گئے عشق میں گھر سیکڑوں ویران ہو کر ۔ پھر گئی آنکھ تری گردش دوران ہو کر

نامے رہ جاتے ہیں رک رک کے مرے سینے میں ۔ تیر بیٹھا ہے ترا حلق کا دربان ہو کر

محشر میں بعد پرسش اعمال دیکھنا ۔ ہم دیکھتے پھریں گے تماشا ادھر اُدھر

دیکھا ہو صبا اُڑے نہ اسیروں کا آشیان ۔ ہونے نہ پائے ایک بھی تنکا ادھر اُدھر

میں داورِ محشر سے بہت داد طلب تھا ۲۲ وہ ڈانٹ گئے مجھکو برابر سے نکل کر

دلّی سے چلو داغ کرو سیر دکن کی ۔ گوہر کی ہوئی قدر سمندر سے نکل کر

سر بھی جائے تو نہ جائے گا یہ سودا ہو کر ۔ مجھکو لپٹا ہے جنون جھاڑ کا کانٹا ہو کر

چبھتا ہے مرے دل میں ستمگار کا انداز ۔ آزار کا آزار ہے انداز کا انداز

کیا جھوم کے مستانہ چلا جانب مقتل ۔ دیکھو تو ذرا عاشق جانباز کا انداز

یوں زیر زمین خاک میں [illegible] ملانا ۔ [illegible] آفت ہے پرواز کا انداز

میں اس سے بھی خوش ہوں کہ تری طرز جفا ۔ ملتا ہے مرے طالع ناساز کا انداز

ہے داغ مقلد میں اسی طرز کے ہم بھی ۔ ہر شعر میں ہے بلبل شیراز کا انداز

عرض کرنے ہم جو پہونچے حضرت آدم کے پاس ۔ آدمی وہ ہے کہ دنیا میں نہ پھٹکے غم کے پاس

نقد دل رکھکر گرہ میں ہو گیا ہے مالدار ۔ اس سے پہلے کیا دھرا تھا گیسوئے پرخم کے پاس

تربت کو میری وہ آئے تو گھبرا اٹھیں گے ۔ چاہیے ہم طرب بھی تھا بس ماتم کے پاس

دیکھ کر فیاض کو کہتی ہے کیا حسن بخیل ۔ مفت کتنی قارون کی ہوتا اگر حاتم کے پاس

ہاتھ میں طاقت نہیں کیا کھینچئے اخفائے عشق ۔ رہ گیا آ آ کے دامن دیدۂ پرنم کے پاس

کونسی خوبی ہے اسمیں پوچھتا ابھی کوئی ہے ؟ ۔ داغ کچھ پایا دل [illegible] پاس ہے عالم کے پاس

شرط بھی اور پھر تمھاری شرط ۔۔۔ جیت لی تم نے میں نے ہاری شرط
دلرباؤں کو ہے جفا لازم ۔۔۔ دل فگاروں کو بیقراری شرط
جوش رحمت کے واسطے زاہد ۔۔۔ ہے زرا سی گناہگاری شرط
بدگمانوں سے عشق کا دعوی ۔۔۔ واہ اے داغ خوب ہاری شرط

ہیں بہت سے عاشق دلگیر جمع ۔۔۔ تیرے ترکش میں ہیں کتنے تیر جمع؟
اچھی صورت ہمیں بھی عشق ہے ۔۔۔ کرتے ہیں تصویر پر تصویر جمع
کس طرح یکجا ہوں داغ اپنے عزیز ۔۔۔ ہونے دیتی ہی نہیں تقدیر جمع

نہ آئی بات جو دل سے زبان تک ۔۔۔ وہ پہنچی بدگمان تک رازدان تک
یہ سب جھگڑے ہیں جان ناتوان تک ۔۔۔ رہیگا دم کہاں تک غم کہاں تک؟
مزے کی ہے ہماری بھی کہانی ۔۔۔ کوئی پہنچا دے اُسکے قصہ خوان تک
رہے کیا مصطفے آباد میں داغ ۔۔۔ وہ سارے لوٹتے تھے خلد آشیان تک

رہا جذب دل کا اثر دیر تک ۔۔۔ ملائے رہے وہ نظر دیر تک
مزے دے گیا ہونہ پیغام شوق ۔۔۔ کہ سنتا رہا نامہ بر دیر تک
کچھ ایسی رہی میری تغییر حال ۔۔۔ وہ سوچا کیے دیکھ کر دیر تک

جو سخت بات سنے دل تو ٹوٹ جاتا ہے ۲۲ اس آئینے کی نزاکت کسی کو کیا معلوم

میں نے چاہا جو تمہیں اسکا گنہگار تو ہوں ۔۔۔ مگر اتنا تو سمجھ لو کہ وفادار تو ہوں
عمر بھر آپ نے مجھکو کبھی اچھا نہ کہا ۔۔۔ خیر اچھا نہ سہی آپ کا بیمار تو ہوں
یا خدا پرسش اعمال کا دیتا ہوں جواب ۔۔۔ بات کا ہوش کسے ہے ابھی ہوشیار تو ہوں
مے و معشوق سے انکار نہیں اے زاہد ۔۔۔ عاشق زار تو ہوں رند قدح خوار تو ہوں
گو مرے پاس نہیں غیر متاع کاسد ۔۔۔ میں تماشائی انداز خریدار تو ہوں
داغ مرنے نہیں دیتا مجھے رشک اغیار ۔۔۔ ورنہ مرجاؤں ابھی جان سے بیزار تو ہوں

اڑائی خاک تیری جستجو میں ہم نے کہیں برسوں | پھری ہے آسماں بنکر مرے سر پر زمیں برسوں
صفائی اسکو کہتے ہیں اسی پر ناز ہے تمکو؟ | کدورت بیٹھ کر دل سے نکلتی ہی نہیں برسوں
خدا کی شان اب تم داغ کی صورت سے جلتے ہو | وہی دلسوز ہے جو رہ چکا ہے دلنشیں برسوں

حال دل تجھ سے دل آزار کہوں یا نہ کہوں | خوف ہے مانع اظہار کہوں یا نہ کہوں؟
آخر انسان ہوں میں صبر و تحمل کب تک | سیکڑوں سن کے بھی دو چار کہوں یا نہ کہوں؟
آپ کا حال جو غیروں نے کہا ہے مجھ سے | ہیں مرے کان گنہگار، کہوں یا نہ کہوں
نہیں چھپتی نہیں چھپتی نہیں چھپتی الفت | سب کہے دیتے ہیں آثار کہوں یا نہ کہوں
داغ ہے نام مرا برق طبیعت میری | گرم اس طرح کے اشعار کہوں یا نہ کہوں

ایک میں دل کے نہ ہونے سے ہزار آفت میں ہوں | غم میں ہوں ماتم میں ہوں حیرت میں ہوں حسرت میں ہوں
کیوں ہوا جاتا ہے دل پر ان بتوں کا اختیار | میں تو یا اللہ تیرے قبضۂ قدرت میں ہوں
شاہ میرا قدرداں، احباب میرے مہرباں | میں کہاں ہوں یا نصیبے ہیں کہ داغ اک جنت میں ہوں

دور ہی دور سے اقرار ہوا کرتے ہیں | کچھ اشارے سر دیوار ہوا کرتے ہیں
میں برا، اور طبیعت مری اچھی، کیا خوب؟ | منتخب کیوں مرے اشعار ہوا کرتے ہیں
تیغ بھاری ہے، وہ نازک ہیں، مری عمر دراز | شور سے قتل کئی بار ہوا کرتے ہیں
داغ نے خط غلامی جو دیا فرمایا | ایسے ہی لوگ وفادار ہوا کرتے ہیں

جل کے ٹھنڈے ہوئے ترے غم میں | ہمکو جنت ملی جہنم میں
کچھ ترا شوق، کچھ تری حسرت | اور رکھا ہی کیا ہے اب ہم میں؟
چل گئی چال آپ کی ہم پر | سیدھے سادے تھے آ گئے دم میں
بزم دشمن میں کس طرح مرتا | سوجھتا آتی نہیں جو ستم میں
دل کی قیمت بہت ہے نیم نگاہ | یہ تو آئے گا اس سے بھی کم میں
اب عنایت ہے کیوں خدا کے لیے؟ | کون سی بات بڑھ گئی ہم میں؟

داغ کو وہ جلا کے کہتے ہیں
ہم نے روشن کیا ہے عالم میں

کسی کا مجھکو نہ محتاج رکھ زمانے میں
کمی ہے کون سی یارب ترے خزانے میں

ملا نہ خرمنِ ہستی سے کچھ سوائے اجل
بھرا ہے زہر مگر اسکے دانے دانے میں

ہمارے دل پہ لگاتے ہیں تو وہ خدنگِ نگاہ
یہ تیر ڈوب کے رہجاتے ہیں نشانے میں

مآلِ کار خدا جانے داغ کیا ہوگا؟
خدا سے کام پڑا آخری زمانے میں

وہ دشنام لاکھوں مجھے دے رہے ہیں
مزے لینے والے مزے لے رہے ہیں

تسلی مرے دل کو کیا دے رہے ہیں
کلیجے میں وہ چٹکیاں لے رہے ہیں

خدا زندہ رکھے مرے دوستوں کو
بہت چل بسے اور تھوڑے رہے ہیں

دم نہیں، دل نہیں، دماغ نہیں
کوئی دیکھے تو اب وہ داغ نہیں

گر قیامت نہیں ہے انسان کو
کبھی حاصل اسے فراغ نہیں

داغ کو کیوں مٹائے دیتے ہو
دل سے بہتر یہ وہ داغ نہیں

نیند آئے جو کسی رات، یہ ممکن ہی نہیں
مجھ پہ گزرے نہ قیامت، وہ کوئی دن ہی نہیں

کس بھروسے پہ دکھاؤں نگہِ یار کو دل؟
چور کا ساتھ جہاں ہے کوئی ضامن ہی نہیں

ہے لڑکپن کا زمانہ، وہ ادا کیا جانیں؟
ابھی سمجھ ہی نہیں فن ہی نہیں سن ہی نہیں

کس کو اب داغ سنائے غزل اپنی کہکر
میر و مرزا ہی نہیں غالب و مومن ہی نہیں

کیوں چراتے ہو دیکھ کر آنکھیں
کر چکیں میرے دل میں گھر آنکھیں

ضعف سے کچھ نظر نہیں آتا
کر رہی ہیں ڈگر ڈگر آنکھیں

گئی تاک جھانک کی عادت
لیے پھرتی ہیں دربدر آنکھیں

داغ آنکھیں نکالتے ہیں وہ
انکو دیدو نکال کر آنکھیں

سب لوگ جدھر وہ ہیں اُدھر دیکھ رہے ہیں
ہم دیکھنے والوں کی نظر دیکھ رہے ہیں

پہلے تو سنا کرتے تھے عاشق کی مصیبت
اب آنکھ سے وہ آٹھ پہر دیکھ رہے ہیں

ہین داغ ہون مرتا ہون ادھر دیکھیے مجھکو — منھ پھیر کے یہ آپ کدھر دیکھ رہے ہین؟
یہ تو نہین کہ تم سا جہان مین حسین نہین — اس دل کو کیا کرون یہ بہلتا کہین نہین
کیا لطف دے رہی ہین ادائین عتاب کی — ہے موج بحر حسن، وہ چین جبین نہین
افسوس ہے کہ درد بھی اب چھوڑتا ہے ساتھ — یہ ہے اخیر وقت کہین ہے کہین نہین
کہتے ہین لوگ داغ سے وہ بدگمان ہین — ایسا تمھاری ذات سے اسکو یقین نہین

کل جو تھا آج وہ مزاج نہین — اس تلون کا کچھ علاج نہین
عشق ہے بادشاہ عالمگیر — گرچہ ظاہر مین تخت و تاج نہین
صبر بھی دل کو داغ دے لین گے — ابھی کچھ اسکی احتیاج نہین

بھوین تنتی ہین خنجر ہاتھ مین ہے تنکے بیٹھے ہین — کسی سے آج بگڑی ہے کہ وہ یون بنکے بیٹھے ہین
دلون پہ سیکڑون سکے ترے جوبن کے بیٹھے ہین — کلیجون پہ ہزارون تیر اس چتون کے بیٹھے ہین
یہ گستاخی یہ چھیڑ اچھی نہین ہے اے دل ناداں — ابھی پھر روٹھ جائین گے ابھی وہ من کے بیٹھے ہین
کوئی چھینٹا پڑے تو داغ کلکتے چلے جائین — عظیم آباد مین ہم منتظر ساون کے بیٹھے ہین

تمام رات وہ جاگین وہ سوئین سارے دن — خبر ہی کیا انھین کیونکر کٹے ہمارے دن
خدا بچائے قیامت کے ہین تمھارے دن — یہ پیاری پیاری جوانی یہ پیارے پیارے دن
مجھے گزرتی ہے اک گھڑی قیامت کی — جو اس طرح سے گزارے تو کیا گزارے دن
ہمیشہ تمکو مبارک ہو داغ اور نشاط — پھرین تمھارے بھی جیسے پھرے ہمارے دن

آپ جنکو ہدف تیر نظر کرتے ہین — رات دن ہائے جگر ہائے جگر کرتے ہین
تھک گئے نامۂ اعمال کو لکھتے لکھتے — کیا فرشتون کا برا حال بشر کرتے ہین
حضرت داغ کو دلی کی ہوا خوب لگی — رات دن عیش ہی جلسون مین بسر کرتے ہین

عذر آنے مین بھی ہے اور بلاتے بھی نہین — باعث ترک ملاقات بتاتے بھی نہین
سر اٹھاؤ تو سہی آنکھ ملاؤ تو سہی — نشۂ مے بھی نہین نیند کے ماتے بھی نہین

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہین صاف چھپتے بھی نہین سامنے آتے بھی نہین
ہو چکا قطع تعلق تو جفائین کیون ہون؟ جنکو مطلب نہین رہتا وہ ستاتے بھی نہین
زیست سے تنگ ہو اے داغ تو کیون جیتے ہو جان پیاری بھی نہین جان سے جاتے بھی نہین

چھیڑ کیا نا دل حسینون نے کہین ۲۵ درد رہ جائیگا کہین نہ کہین
کیا ملیگا کوئی حسین نہ کہین جی بہل جائیگا کہین نہ کہین
جنکو حورین بیان کرتے ہین خلد مین ہون بھی حسین نہ کہین
مجکو گریان اٹھا نہ محفل مین بیٹھ جائے ابھی زمین نہ کہین
آپکی گفتگو کا کیا کہنا چار باتین بھی دلنشین نہ کہین
داغ پھر تاک جھانک کرتے ہین اب کہین سے اب چھپے کہین نہ کہین

اے فلک مورد عتاب ہون مین وصل سے خاک کامیاب ہون مین
دیکھیے خط کون انتظار کرے اپنے قاصد کے ہمرکاب ہون مین
داغ کیا خوف مرحلہ عصیان؟ خاک پائے ابوتراب ہون مین

درد دل کا کوئی پہلو جو نکالون تو کہون اپنے چھٹے ہوئے دلبر کو منالون تو کہون
مین نے جو پائی ہے اُس تیغ ادا مین لذت سامنے خضر و مسیحا کو بٹھالون تو کہون
بات بیکس سُنکے مرا حال اگر جائین بگڑ ہمنشین مین ابھی باتون مین لگالون تو کہون
مین ہون بیتاب بہت دو بہت قصہ ہے دراز دل کو تھامون تو کہون انکو سنبھالون تو کہون

ہزار رنج مصیبت کے دن گزارے ہین کبھی جو اُٹھ گئی قسمت تو وارے نیارے ہین
خدا کی شان کریمی کا پوچھنا کیا ہے؟ غضب تو یہ ہے گنہگار ہم تمھارے ہین
شراب جان حسینون کو مان اے واعظ خدا گواہ یہ بندے خدا کے پیارے ہین

شاکی ہو تیرا شکایت مین کرون تو کیا کرون؟ بات کرنی ہو قیامت مین کرون تو کیا کرون
پا پیادہ بخت ویران، دور منزل راہ سخت تو بتا اے شام غربت مین کرون تو کیا کرون

زندگی کا نہیں سامان سرِ دل میں   ضربِ یار نے کیا چھیڑ دی جھنکار دل میں
تیر کی طرح سے چلتی ہیں نگاہیں دل پر   تیغ کی طرح اُتر جاتے ہیں ابرو دل میں

روح قالب میں ہے یا غنچہ میں ہے بوئے نہاں   شیشے میں پری ہے کہ پری رو دل میں
شیوۂ راستی ایسا ہے دکن میں اے داغ   دل نہیں رکھتے مسلمان سے ہندو دل میں

وعدہ کرنے کو وہ تیار ہیں سچے دل سے   میں نے کمبخت یہ جانا مجھے دم دیتے ہیں
عہد لیتے ہو کہ پھر بوسہ نہ لینا دیکھو   دینے والے بھی کہیں ایسی قسم دیتے ہیں

اُنکے اک جان نثار ہم بھی ہیں   ہیں جہاں سو ہزار ہم بھی ہیں
بزمِ دشمن میں لے چلا ہے دل   کیسے بے اختیار ہم بھی ہیں

پوچھتا ہے جو مزاج اپنا کوئی فرقت میں   منہ سے اتنا ہی نکلتا ہے دعا کرتے ہیں

دل گیا، تم نے لیا، ہم کیا کریں؟   جانے والی چیز کا غم کیا کریں؟

تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہیں،   تجھے ہر بہانے سے ہم دیکھتے ہیں

اس ادا سے وہ جفا کرتے ہیں ۲۶ کوئی جانے کہ وفا کرتے ہیں

پوچھے تو کوئی حضرتِ اقبال سے اتنی بات   ایسے ہی کشتۂ جفا بھی کہیں شاداں بھی ہیں؟

اُنکو خط لکھا ہے سو پہلو بچا کر خوف سے   ہر عبارت ہی عبارت مدعا کچھ بھی نہیں

سنا دے قصہ خوان اُن کو مرا حال ۲۷ لگا دے یہ بھی ٹکڑا داستان میں

ہمارے شمع رو کے سامنے یوں شمع پر جلنا   الٰہی کیسی چربی چھائی پروانے کی آنکھوں میں؟

دو باتوں کی فریاد ہے درگاہِ خدا میں   رحم، آئے ترے سنگ دل میں، اثر میری دعا میں
تھا عقدہ کشا کون کہ موجود ہیں دیکھو   ٹوٹے ہوئے ناخون، گرہ بندِ قبا میں
ہیں اُس بتِ مہوش کے بہت ملنے والے   انگشت نما ہو کے ہوا سارے جہان میں

عرصۂ حشر میں اللہ کرے گم مجھکو   اور پھر ڈھونڈھتے گھبرائے ہوئے تم مجھکو
میں نے اس حال پہ بھی تمکو بہت سمجھایا   ضعف سے گرچہ نہ تھی تابِ تکلم مجھکو

ہین بھی حیران ہون ای داغ کہ یہ ہی کیا بات؟ وعدہ وہ کرتے ہین آتا ہی تبسم مجھکو

چلتے نہین ہین ساتھ مرے ہمسفر کے پانو ہر گام پر دبانے پڑے راہبر کے پانو

آتی ہی کوے یار سے مستانہ کس قدر کیا لڑکھڑاے جاتے ہین باد سحر کے پانو

وقت خرام ناز تعجب نہین اگر فتنے بھی اُڑکے چوم لین اُس فتنہ گر کے پانو

اے داغ آدمی کی رسائی تو دیکھنا سر پر دھرے ہین عرش نے خیر البشر کے پانو

واعظ بڑا مزا ہو اگر یون عذاب ہو دوزخ مین پانون ہاتھ مین جام شراب ہو

معشوق کا تو جرم ہو، عاشق خراب ہو کوئی کرے گناہ کسی پر عذاب ہو

وہ مجھ پہ شیفتہ ہو مجھے اجتناب ہو یہ انقلاب ہو تو بڑا انقلاب ہو

دنیا مین کیا دھرا ہی؟ قیامت مین لطف ہو میرا جواب ہو نہ تمھارا جواب ہو

نکلے حباب جس سے وہ بھی حجاب ہو گیا اس طرح کا جمال ہو ایسا شباب ہو

در پردہ تم جلاؤ جلاؤن نہ مین چہ خوش میرا بھی نام داغ ہی گر تم حجاب ہو

سر سے پہلو سے وہ اُٹھے غیر کی تعظیم کو بندگی کو بندگی تسلیم ہے تسلیم کو

ہر بڑی دولت جو ہاتھ آجائے کوئی خوبرو اے ہوس ڈھونڈھتا ہی کیا طلا و سیم کو

آسمان دیتا ہی مجبور رنج غیر دن کو خوشی واہ کیا کہنا ہی کیا کہنے ہین اس تقسیم کو

اپنے دل کا حال ہی دم بھر مین کچھ دم بھر مین کچھ آگ لگ جائے الٰہی اس امید و بیم کو

جب یہان ای داغ وحشت ہی تو آسایش کہان؟ جائیے ہندوستان سے کون سی اقلیم کو

ہمارے دل مین بے کھٹکے محبت اپنی رہنے دو امانت دار کا گھر ہی، امانت اپنی رہنے دو

جو ہین مشتاق اُنکے دل مین حسرت اپنی رہنے دو کوئی دن اور بھی پردے مین صورت اپنی رہنے دو

وہان ہی بے نیازی داغ اس سے کیا غرض اُنکو؟ یہ طاعت اپنی رکھ چھوڑو عبادت اپنی رہنے دو

انھین یہ جستجو ہی مرنے والا کوئی پیدا ہو مگر بہتر سے بہتر ہو مگر اچھے سے اچھا ہو

خمار مے سے یون وقت سحر بگڑا مزاج اپنا کسی نے رات بھر جیسے پریشان خواب دیکھا ہو

ابھی نفرت ہے تمکو داغ سے وہ دن بھی آتے ہیں | خدا چاہے تو اُس کمبخت کو دل سے تمھیں چاہو

تم آئینہ ہی نہ ہر بار دیکھتے جاؤ | مری طرف بھی تو سرکار دیکھتے جاؤ
یہ شامت آئی کہ اُسکی گلی مین دل نے کہا | کھلا ہے روزن دیوار دیکھتے جاؤ
تمھاری آنکھ مرے دل سے بے سبب بیوجہ | ہوئی ہے لڑنے کو تیار دیکھتے جاؤ
ادھر تو آہی گئے اب تو حضرت زاہد | یہین ہے خانۂ خمار دیکھتے جاؤ
کوئی نہ کوئی ہر اک شعر مین ہے بات ضرور | جناب داغ کے اشعار دیکھتے جاؤ

زلف وہ دام کہ جس دام سے آزاد نہ ہو | آنکھ وہ چور کہ جس چور کی فریاد نہ ہو
ہائے وہ دل وہ کلیجہ مین کہان سے لاؤن؟ ۳۸ | وصل مین شاد نہ ہو ہجر مین ناشاد نہ ہو
جور کے بعد ہوا اب حرف تسلی کیسا؟ | اُس سے فرمائیے جسکو وہ ستمگر ہی یاد نہ ہو
دیکھو اے شام غریبی وہ مسافر ہین ہمون | جسکو گھر یاد نہ ہو جسکو وطن یاد نہ ہو
کوستے ہین وہ الٰہی کہ دعا دیتے ہین | داغ کو دیکھ کے کہتے ہین یہ ناشاد نہ ہو

جو دل قابو مین ہو تو کوئی رسوائے جہان کیون ہو؟ | خلش کیون ہو؟ تپش کیون ہو؟ قلق کیون ہو؟ فغان کیون ہو
یہ مصرع لکھدیا ظالم نے میری لوح تربت پر | جو ہو فرقت کی بیتابی تو یون خواب گران کیون ہو
ہمیشہ آدمی کا آدمی غمخوار ہوتا ہے | یہی بے اعتباری ہو تو کوئی رازدان کیون ہو

ممکن نہین کہ تیری محبت کی بو نہ ہو | کافر اگر ہزار برس دل مین تو نہ ہو
کیا لطف انتظار جو تو حیلہ جو نہ ہو | کس کام کا وصال اگر آرزو نہ ہو
زاہد مزا تو جب ہے عذاب و ثواب کا | دوزخ مین بادہ کش نہ رہین جنت مین تو نہ ہو

عشق تاثیر کرے، اور وہ تسخیر بھی ہو | یہ تو سب کچھ ہو مگر خواہش تقدیر بھی ہو
جعلسازون نے بنایا ہے شکایت نامہ | کیون خفا آپ ہوئے یہ مری تحریر بھی ہو

خدا شاہد خدا شاہد ہے کیون کہتے ہو عدو ہون ہم؟ | خدا کو کیا غرض ہے بیچ تمھارے درمیان کیون ہو
نوید جان فزا ہے کیا خبر قاتل کے آنے کی | بتاؤ تو سہی تم داغ ایسے شادمان کیون ہو

ہی تمکین کا تو شوق زمانے پر آشکار　کیا جانے کوئی صاحبِ محفل کی آرزو؟
دنیا سراے تنگ ہی محشر ہو جاے تنگ　عاشق کہان نکال سکے دل کی آرزو؟

کیون وعدۂ وصال سے دل بدگمان نہ ہو؟　یہ شرط ہی نئی کہ خدا درمیان نہ ہو
مٹی کی مورت اس سے تو ای داغ خوب ہی　معشوق کیا جو شوخ نہ ہو خوش گلو نہ ہو

تمکو چاہا تو خطا کیا ہی بتا دو مجکو　دوسرا کوئی تو اپنا سا دکھا دو مجکو

یون مرے ساتھ دفن دلِ بیقرار ہو　چھوٹا سا اک مزار کے اندر مزار ہو

کیون کہتے ہو دنیا کی ہر اک بات سے توبہ　منظور تو ہی میری ملاقات سے توبہ؟
بیعت بھی جو کرتا ہی، تو وہ دستِ سبو پر　چھلکا ہی کیا رندِ خرابات سے توبہ؟
خود ہم نہ ملین گے نہ کہین جائینگے مہمان　کی آپ نے واللہ نئی گھات سے توبہ
وہ آئی گھٹا جھوم کے للچا نہ لگا دل　واعظ کو بلا دو کہ چلی ہات سے توبہ
یہ داغِ قدح خوار نے کیا جی مین سمائی؟　سنتے ہین کئے بیٹھے ہین، وہ رات سے توبہ

دل کی ہی پرورش خلشِ درد و غم کے ساتھ　کتنے لگے پڑے ہین یہان ایک دم کے ساتھ
چلتا ہی ساتھ ایک مسافر کے دوسرا　ای کاش آرزو ہی نکل جائے دم کے ساتھ
عادت بھی ہی دروغ کی خوفِ خدا بھی ہی　وہ کھائے جاتے ہین جھوٹی قسم کے ساتھ
اہلِ دول نہ دیکھین مجھے چشمِ کم سے داغ　دولت لگی پڑی ہی مرے دم قدم کے ساتھ

لڑ گئی یارِ گلعذار سے آنکھ　اب نہین چھپتی ہزار سے آنکھ
دید کا بھی ہی کیا برا لپکا؟　۲۹　نہین رہتی ذرا قرار سے آنکھ
نشہ تیرا اتر گیا اے داغ　کھل گئی غفلتِ خمار سے آنکھ

یون شبِ وعدہ رہی، طالبِ دیدار کی آنکھ　جس طرح سوے چمن مرغِ گرفتار کی آنکھ
کیون نہ پُر خون ہو ازل سے؟ کہ ملا ہی مجکو　شیشۂ بادہ کا دل ساغرِ سرشار کی آنکھ
ہوتی جاتی ہی سوا، بوسۂ لب کی قیمت　دیکھتے جاتے ہین وہ اپنے خریدار کی آنکھ

ٹپکی پڑتی ہے نگہ سے تری الفت اے داغؔ ۳۰ کوئی چھپتی ہے محبت کی نظر پیار کی آنکھ

یاں تو سنا ہے جاتے ہیں عشق بتاں کے ساتھ
زاہد بہشت لیں گے وہاں کی وہاں کے ساتھ

چھونکا نہ دام کو، نہ جلایا قفس مرا
بجلی کی تیزیاں تھیں فقط آشیاں کے ساتھ

واماندگی نے ایک جگہ تو بٹھا دیا
پھرتے تری تلاش میں کیا کارواں کے ساتھ

ملتی نہیں ہے خانہ خرابی کسی طرح
کیا میری بیکسی بھی بنی تھی مکاں کے ساتھ؟

سب کو ہے تیری یاد کی لذت، جدا جدا
دل کی ہے دل کے ساتھ زباں کی زباں کے ساتھ

اللہ کرے کہ بند نہ ہو داغؔ کی زباں
تعریف آپ کی ہے اسی خوش بیاں کے ساتھ

دل لے کے نہ کچھ مانگ صنم اور زیادہ ۳۱ مقدور نہیں، تیری قسم، اور زیادہ

تلوار جو ہو جائے کماں، خوب نہیں ہے ۳۲ ابرو میں نہ دو تان کے خم اور زیادہ

زنداں سے بیاباں میں تواضع ہوئی بڑھکر
کانٹوں نے لیے میرے قدم اور زیادہ

قاصد مگر اغیار کا لکھا ہے جہاں حال
پاتا ہوں وہاں زور قلم اور زیادہ

صد شکر کہ نواب کے الطاف سے اے داغؔ
چند اہل سخن جمع ہیں، کم اور زیادہ

ایک طوفان ہے غم عشق میں رونا کیا ہے؟
نہیں معلوم کہ انجام کو ہونا کیا ہے؟

چار باتیں بھی کبھی آپ نے کھل دل کے کہیں
انھیں باتوں کا ہے رونا، مجھے رونا کیا ہے؟

کاوش و کینہ و بیرحمی و آزار وہی
اور اب اسکے سوا آپ سے ہونا کیا ہے؟

ابر رحمت ہے اُدھر، دیدۂ پرنم ہے اِدھر
مشکل اس نامۂ اعمال کو دھونا کیا ہے؟

اسکی ٹھوکر سے بھی بخت نہ جاگا، افسوس
موت ہے داغؔ سیہ بخت کا سونا کیا ہے؟

گر مرض ہو دوا کرے کوئی
مرنے والے کا کیا کرے کوئی؟

اس گلے کو گلا نہیں کہتے
گر مزے کا گلا کرے کوئی؟

تم سراپا ہو صورت تصویر
تم سے پھر بات کیا کرے کوئی؟

کہتے ہیں ہم نہیں خدائے کریم
کیوں ہماری خطا کرے کوئی؟

جسمین لاکھون برس کی حورین ہون ایسی جنت کو کیا کرے کوئی؟
مُنہ لگاتے ہی داغ اترانا لطف ہے پھر جفا کرے کوئی؟

جو بے آگ جل جائے وہ دل یہی ہے جو بے زخم تڑپے، وہ بسمل یہی ہے
بُرائی نہ جائے بُرون سے نباہے اگر ہے تو دنیا مین مشکل یہی ہے
طبیعت کا آنا ہے آفت کا آنا کرے صبر انسان مشکل یہی ہے
نہ آئے گا کوئی نہ بیٹھے گا کوئی اگر آپ کا رنگِ محفل یہی ہے
خدا نے بنایا بتون نے بگاڑا نہ کعبہ نہ بتخانہ وہ دل یہی ہے
وفا وہ کرین، داغ یہ کس نے مانا؟ مگر آپ کا زعمِ باطل یہی ہے

نکالو داغ کو اپنے مکان سے چلا آیا یہ دیوانہ کہان سے؟
انھین غصہ بہت ہے شوق قاصد چلین گے وہ وہان ہم یہان سے
مری آہین رقیبون کی دعائین یہ فوجین لڑ رہی ہین آسمان سے
کہان اے داغ اب اپنا ٹھکانا؟ اُٹھا بیٹھے ہین دل دونون جہان سے

جو نکلا پیچ سے کاکل کے دل، زلفِ دوتا لپٹی چھٹا جب اک بلا سے دوسری پیچھے بلا لپٹی
صبا اٹکھیلیان کرتی ہے کیا کیا راہ مین اُنسے ۳۲ کبھی کاکل سے آ لپٹی کبھی دامن سے جا لپٹی
نہ روکے سے رکا آخر گیا جو داغ اُسکے کوچے مین نہ مانا ایک کا کہنا بہت خلقِ خدا لپٹی

گلشن مین ہرے ہوکے شجر لائے ثمر بھی اے بارشِ رحمت کوئی چھینٹا اِدھر بھی
رکھتا ہی نہین کوئی، کہان جا کے رہے دل؟ مثلِ گلِ بازی یہ اِدھر بھی ہے اُدھر بھی
ہین صبح شبِ وصل نہ کیون اُسے جانے آنکھون مین ابھی آجائے سپیدیِ سحر بھی
اے داغ دمِ نزع ہین وہ منتظر اسکے کیون دیر لگا رکھی ہے جلدی کہین مر بھی

نزاکت مانعِ زور آزمائی ہوتی جاتی ہے کہ شاخِ گل سے جب اُنکی کلائی ہوتی جاتی ہے
تقاضا طلب ہون کسی سے [illegible] مرے ہی سامنے میری بُرائی ہوتی جاتی ہے

وہ چشمِ فتنہ زا سے دیکھ کر آئینہ کہتے ہیں — بہت اسے شوخ تجھ میں بے حیائی ہوتی جاتی ہے
کدورت سی کدورت تھی مٹایا داغ کو جس نے؟ — بحمد اللہ اب اُن سے صفائی ہوتی جاتی ہے

سب سے تم اچھے ہو تم سے مری قسمت اچھی ۳۴ — یہی کمبخت دکھا دیتی ہے صورت اچھی
ہر طرح دل کا ضرر جان کا نقصان دیکھا — نہ محبت تری اچھی، نہ عداوت اچھی
ہجر میں کس کو بلاؤں؟ نہ بلاؤں کس کو؟ — موت اچھی ہے الٰہی کہ قیامت اچھی؟
عیب اپنے بھی بیان کرنے لگے آخر کار ۳۵ — ہوگئی اُن کو بُرا کہنے کی عادت اچھی
زور وزر سے بھی کہیں داغ حسین ملتے ہیں؟ — اپنے نزدیک تو ہے سب سے اطاعت اچھی

ہجر کی یہ رات کیسی رات ہے؟ — ایک میں ہوں یا خدا کی ذات ہے
ضعف سے اُٹھتے نہیں دستِ دعا — اب ہماری شرم اُسکے ہات ہے
داغ سے جا کر ملے تھے ہم بھی آج — آدمی خوش وضع خوش اوقات ہے

ساتھ شوخی کے کچھ حجاب بھی ہے ۳۶ — اس ادا کا کہیں جواب بھی ہے؟
رحم کر میرے حال پر واعظ — کہ اُمنگیں بھی ہیں شباب بھی ہے
مار ڈالا ہے اس دو رنگی نے — مہربانی بھی ہے عتاب بھی ہے
عشقبازی کو ہے سلیقہ شرط ۳۷ — یہ گنہ بھی ہے یہ ثواب بھی ہے
داغ کا کچھ پتا نہیں ملتا — کہیں وہ خانماں خراب بھی ہے؟

اُس نے جب یک نگاہ دیکھا ہے — حال دل کا تباہ دیکھا ہے
سچ بتا تو نے بھی شبِ فرقت — کبھی روزِ سیاہ دیکھا ہے
واقعی ہم نے تیرے کوچے میں — داغ کو گاہ گاہ دیکھا ہے

پھرے راہ سے وہ یہاں آتے آتے — اجل مر رہی تو کہاں آتے آتے؟
ابھی سن ہی کیا ہے جو بیتابیاں ہوں — اُنھیں آئیں گی شوخیاں آتے آتے
نتیجہ نہ نکلا تھکے سب پیامی — وہاں جاتے جاتے یہاں آتے آتے

نہین کھیل اے داغ یارون سے کہدو — کہ آتی ہے اُردو زبان آتے آتے

اطاعت مین اغیار خامی کرینگے — ہمین بندہ پرور غلامی کرین گے
وہ کیا چارۂ تلخ کامی کرین گے — یہی نا کہ شیرین کلامی کرین گے؟
نہ گھبراؤ تم داغ مطلب تمھارا — ادا سب پیامی سلامی کرین گے

قیامت ہین بانکی ادائین تمھاری — اِدھر آؤ لے لون بلائین تمھاری
زمانے مین ہین یادگارِ زمانہ — وفائین ہماری جفائین تمھاری
پھڑک جائے کیونکر نہ انسان سُنکر؟ — رسیلی رسیلی صدائین تمھاری
ہر اک داستان ہے نہایت مزے کی — ہم اپنی کہین یا سنائین تمھاری؟
وہ گھبرا گئے آخر اے حضرتِ دل — کہانتک سُنین التجائین تمھاری؟
اُٹھائے ہین صدمے بہت داغ تم نے — الٰہی مرادین بر آئین تمھاری

عرضِ احوال کو گلا سمجھے — کیا کہا مین نے آپ کیا سمجھے؟
اُن اشارون کو کوئی کیا سمجھے — نگہ ناز سے خدا سمجھے
پردے پردے مین گالیان دیکر — مجھسے وہ پوچھتے ہین کیا سمجھے؟
اِن کنایون کو اپنے تم سمجھو — بات وہ ہے جو دوسرا سمجھے
سچ تو یہ ہے کہ وہ بُتِ مغرور — اپنے آگے کسی کو کیا سمجھے؟
آدمیت کی شرط ہے اے داغ — خوب اپنا بُرا بھلا سمجھے

لچکتی ہے بہت بارِ نظر سے — ہمارے ہاتھ لپٹا لو کمر سے
سرِ رہ تھام فرصت کو کسی نے ۳۴ — دہائی دے رہا تھا مین سحر سے
اُنھین فرصت کہ اسکا سر اُتارا — ہمین فرصت کہ چھوٹے دردِ سر سے
خدا کی دین ہے غم ہو کہ شادی — یہ بندے لائے ہین کیا اپنے گھر سے؟
رقیبِ روسیہ کیون سر چڑھا ہے؟ — اسے صدقہ کرو تم داغ پر سے

دل کا سرمایہ وہ دزدیدہ نظر کیا لے گی؟ — اُتنا دینا بھی پڑے گا اُسے جتنا لے گی
نہ کریں میرے لیے حضرتِ ناصح تکلیف — خود طبیعت دلِ بیتاب کو سمجھا لے گی
چین سے آپ رہیں کچھ مری پروا نہ کریں — کیا شبِ ہجر بلا ہو کہ مجھے کھا لے گی؟
شاہِ دیندار کا وہ فیض ہے جاری ای داغ — حشر تک جب سے مزے دین کے دنیا لے گی

جب سے بسی ہوئی کسی گلگوں قبا میں ہے — میں کیا کہوں کہ نکہتِ گل کس ہوا میں ہے
خالی نہیں ہے اُنکی شرارت سے شرم بھی — جو کچھ بھی ادا سے وہ شوخی حیا میں ہے
گزری کبھی نہ چین سے ہمکو کوئی گھڑی — جو ابتدا میں غم تھا وہی انتہا میں ہے
سر پھوڑنا فضول ہے دم توڑنا عبث — دل پھیرنے بتوں کا یہ قدرتِ خدا میں ہے
اب دیکھیے جو داغ کو وہ داغ ہی نہیں — سب رنگ چھوڑ چھاڑ کے یادِ خدا میں ہے

ہم اس جہان سے ارمان لیکے جائینگے — خدا کے گھر بھی سامان لیکے جائینگے
ہمیں یہ فکر کہ دل سوچ کر سمجھ کر دیں — انھیں یہ ضد کہ اسی آن لیکے جائینگے
اس آن شان سے یہ جو دی جان داغ نے — جنازہ آپ کے دربان لیکے جائینگے

ہر دم اُسی کی دُھن ہے اُسی کا خیال ہے — چھوٹے چھٹائے ربط ہے اب تک یہ حال ہے
جب ہو نہ اعتبار تو کہنے سے فائدہ؟ — اللہ جانتا ہے جو اس دل کا حال ہے
کافر نہ میں ہوں اور نہ محشر ہے بزمِ یار — اپنے کیے سے پھر مجھے کیوں انفعال ہے
اے داغ اُنکی رنجشِ بیجا کا کیا علاج؟ — اپنے قصور پر بھی تو مجھ سے ملال ہے

دل لے ہی چلے ناز سے شوخی سے ہنسی سے — اب اُنکی بلا آنکھ ملاتی ہے کسی سے
معشوقوں کو عشاق نے بیدرد بنایا — انصاف تو یہ ہے کہ ہوئی چوک سبھی سے
ای داغ کریں وہ ستم ایجاد کہاں تک؟ — کیا ناک میں دم ہے تری ایذا طلبی سے

دل جگر سب آبلوں سے بھر چلے — مر چلے ای سوزِ فرقت مر چلے
کہتی ہے رگ رگ ہماری حلق سے — دم میں دم جب تک ہے خنجر چلے

راہ ہے دشوار و منزل دور تر — پا شکستہ کیا کرے؟ کیونکر چلے؟
جس جگہ ٹھہرا دیا ٹھہرے رہے — جس طرف کو لے چلا رہبر چلے
مار ڈالے گی قفس مین بوے گل — ہم اسیرون سے ہوا بچ کر چلے
داغ کے لب پر یہی مصرع ورد کا — جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

گو وصل ہو لیکن مجھے باور تو نہین ہے؟ — ہان، دل مین نہ ہو آنکی زبان پر تو، نہین ہے
پھر جائے تو پھر جائے، بلا سے، نہین پروا — کچھ آپ کا دل سیر اسقدر تو نہین ہے؟
چبھتی ہے تری بات مرے دل مین ہمیشہ — آخر یہ زبان ہے کوئی نشتر تو نہین ہے؟
پھر قصد صنم خانہ کیا، داغ، جو تو نے — کمبخت ترے پانون مین چکر تو نہین ہے؟

مجھے استحکام الفت کی پڑی ہے — یہ غم آٹھون پہر چونسٹھ گھڑی ہے
مروت بھی ہو تیری آنکھ مین کاش — کٹیلی ہے، رسیلی ہے، بڑی ہے
جنازہ دیکھ لو عاشق کا در پر — ۳۹ سواری اس مسافر کی کھڑی ہے
امانت رکھ تو لون داغ محبت — مگر ڈرتا ہون یہ جوکھون بڑی ہے
وہی اک بات ہے لیکن تری بات — عدو سے نرم ہے، مجھ سے کڑی ہے
ملازم شاہ آصف جاہ کے ہین — جناب داغ کی قسمت بڑی ہے

ناوک لگا جگر پہ اور دل پر سنان لگی — کاری لگی نظر تری، کافر، جہان لگی
آتا ہے مجھکو تلخی دشنام مین مزا — اس چاٹ پر لگی تو تمھاری زبان لگی
تقدیر نے نہ جمنے دیا اس جگہ مجھے — اکھڑے قدم وہان سے طبیعت جہان لگی
بیتاب مجھکو دیکھ کے وہ پوچھتے ہین داغ — کمبخت تیرے چوٹ بتا تو کہان لگی؟

جمع ہین پاک اک زمانے کے — ہائے جلسے شراب خانے کے
برق پھونکے اڑائے باد خزان — چار تنکے ہین آشیانے کے
اہل جنت کے بھی دلون پر داغ — نقش ہین اس نگار خانے کے

نازِ اعدا اُٹھے گا مشکل سے
دل بدل لیجیے مرے دل سے

میری تصویر بھی وہ دیکھتے ہیں
کہیں بُری آنکھ کہیں بُرے دل سے

مٹ گئے ہم تو جب یہ اُسنے کہا
تو نے شکوے کیے تھے کس دل سے؟

لذتِ عشق میں مزا کیا ہے؟
پوچھیے اسکو داغ کے دل سے

وہ کہتے ہیں گھبرا کے مرے دستِ دعا سے
کیا عرش پہ جا پہنچیں گے یہ ہات زرا سے؟

میں بزم سے اُٹھ جاؤں، نکلجاؤں کہ چلا جاؤں
کیا بات ہوئی خیر تو ہے کیوں ہو خفا سے؟

جب دیکھتے ہیں داغ کو ہوتا ہے یہ ارشاد
معلوم نہیں زندہ ہے یہ کس کی دعا سے؟

کچھ جفا بھی ہے کچھ وفا بھی ہے
دل لگی کا یہی مزا بھی ہے

زندگی اور اِس زمانے کی
ایسے جینے کا کچھ مزا بھی ہے؟

تیری امداد کے لیے اے آہ
پیچھے پیچھے مری دعا بھی ہے

میں سناؤں تو داستان اپنی
آپ کو بات کا مزا بھی ہے؟

تو نے پوچھا نہ ایک دن ہم سے
کچھ ترے دل میں مدعا بھی ہے؟

اسکو عاشق بھی لوگ کہتے ہیں
داغ کا نام دوسرا بھی ہے

اُسکی نگہ سے ہر دم جی پر بنی رہے گی
برچھی میں دل رہیگا دل میں انی رہیگی

نبھ جاے اُسنے اپنی جس طرح ہے غنیمت
یہ جانتے ہیں اکثر بگڑی ہی رہیگی

ای داغ تیری صورت دیکھیں گے وہ نہ ڈر کر
چھائی ہوئی جو منھ پر یوں مردنی رہے گی

آتے جاتے مرے بالیں پہ قضا ہار گئی
آئی سو بار شبِ وعدہ تو سو بار گئی

جسکو کہتے ہیں اثر وہ نہ ملا ہے نہ ملے
کیا گئی آہ فلک سے بھی اگر پار گئی؟

مرے مرنے کی خبر سُن کے کہا خوب ہوا
روز کا قصہ گیا روز کی تکرار گئی

داغ خورشید قیامت نے قیامت کی ہے
آج کیا جانے کہاں اپنی شبِ تار گئی

وہ دل لے کے چپکے سے چلتے ہوئے
یہاں رہ گئے ہاتھ ملتے ہوئے

نہ اترائیے دیر لگتی ہے کیا | زمانے کو کروٹ بدلتے ہوئے
ذرا داغ کے دل پہ رکھو تو ہات | بہت تم نے دیکھے ہیں جلتے ہوئے

دیے ہیں ہجر میں دکھ درد کس بلا کے مجھے | شب فراق میں مارا الٹا الٹا کے مجھے
مدار اہل فلک میری مشت خاک سے ہیں | بگاڑ ڈال دیا آدمی بنا کے مجھے؟
کہا یہ دل نے، چلو آج کوے قاتل میں | اجل کہاں سے کہاں لے گئی لگا کے مجھے
غضب ہے آہ مری داغ نام ہے میرا | تمام شہر جلا دو گے کیا جلا کے مجھے؟

مجھکو جنت میں نہ راحت ہوگی | گر یہی دل یہی قسمت ہوگی
تیرے ہاتھوں مجھے اے رنج فراق | کبھی مرنے کی بھی فرصت ہوگی؟
کوچۂ یار، کوئی چھٹتا ہے؟ | میں نہ ہونگا مری تربت ہوگی
اب کسے سمجھانے سے اٹھ کر اے داغ | کیسے جائیں گے جو وحشت ہوگی

جب پاؤں تھکے تو جستجو کی | جب دل نہ رہا تو آرزو کی
کچھ ضبط، ہماری خاطر اے چشم | کچھ شرم ہماری آبرو کی
اس خانہ خراب دل میں اے داغ | مٹی ہے خراب آرزو کی

طبیعت کوئی دن میں بھر جائیگی | چڑھی ہے یہ ندی اتر جائیگی
رہیں گی دم مرگ تک خواہشیں | یہ نیت کوئی آج بھر جائیگی؟
نہ جائے کوئی میری میت کے ساتھ | مری بیکسی نوحہ گر جائیگی
شب وعدہ آجاؤ ورنہ قضا | مرے سر پہ احسان دھر جائیگی
دیا دل تو اے داغ اندیشہ کیا؟ | گزرنی جو ہوگی گزر جائیگی

ابھی نزاکت رفتار یار باقی ہے | ابھی زمانۂ ناپائدار باقی ہے
مریض عشق کی کیا پوچھتے ہو یہ پوچھو | کہ زندہ کوئی بھی بیمار دار باقی ہے؟
دم اخیر ہے اے داغ توبہ کر توبہ | کہ روسیاہ ابھی اختیار باقی ہے

حسرتیں لے گئے اس بزم سے چلنے والے — ہاتھ ملتے ہی اُٹھے عطر کے ملنے والے
دیکھیے کیا ہو الٰہی مرے نامے کا جواب؟ — پاس اُنکے ہیں بہت زہر اُگلنے والے
اِن جفاؤں پہ وفا کوئی نہ کرتا لیکن — دل بدلتا نہیں، آنکھ بدلنے والے
کر دیئے صحبتِ اغیار کے شکوے پہ کہا — آپ اے داغ ہمیشہ کے ہیں جلنے والے

کھلنے دیتی نہیں کچھ مُنھ سے محبت تیری — لب پہ رہجاتی ہے آ آ کے شکایت تیری
دیکھیے کرتی ہے رسوا سے زمانہ کیا کیا؟ — مجکو یہ چاہ مری، تجکو یہ صورت تیری
یاد سب کچھ ہیں مجھے ہجر کے صدمے، ظالم — بھول جاتا ہوں مگر دیکھ کے صورت تیری
کوچۂ یار میں بھی جی نہیں لگتا اے داغ — دیکھیے جائے گی کس روز یہ وحشت تیری

دوست خوش ہونے لگے دوست کے مرجانے سے — غم کا یہ کال پڑا ہے مرے غم کھانے سے
پندگو، دیکھ ذرا ہاتھ تو رکھ کر دل پر — لگ گئی آگ زیادہ ترے سمجھانے سے
کیجیے فکرِ سخن خاک، وہ دل ہی نہ رہا — داغ فرصت ہی نہیں، روز کے غم کھانے سے

رنج صحبت سے، جو واقف، دل شیدا ہو جائے — داغ ارمان بنے، درد تمنا ہو جائے
کچھ نہ ہو تیری محبت میں پرانا ہو جائے — کہ تری بد مزگی مجکو گوارا ہو جائے
ہوں وہ ناکام تمنا جو اجل چاہوں میں — موت آکر مرے بالیں پہ مسیحا ہو جائے
ترے انداز وہ کافر ہیں بُت ہوش ربا — آدمی کیا جو فرشتہ ہو تو شیدا ہو جائے
آسمان سے بھی شکایت نہ کروں میں کیا خوب؟ — میرا چاہا تو نہ ہو آپ کا چاہا ہو جائے
دشمنِ جان نہ سہی، آپ مسیحا ہی سہی — داغ رنجور کسی طرح سے اچھا ہو جائے

یوں مٹا جیسے کہ دہلی سے گمانِ دہلی — تھا مرا نام و نشان، نام و نشانِ دہلی
لے گئے لوٹ کے اب شوکت و شانِ دہلی — پوربی پہلے اُڑا لے گئے زبانِ دہلی
اس سے بڑھکر نہیں محشر میں کوئی طول حساب — بس یہی ہو گا کہ ہم اور بیانِ دہلی
میر و غالب و آزردہ سے پھر لوگ کہاں؟ — داغ اب یہ ہیں غنیمت ہمہ دانِ دہلی

کیا شب ہجر مرے سر پہ بلا لاتی ہے
اپنے ہمراہ، اجل کو بھی، لگا لاتی ہے

لون، مرنے کو تیرے کوچے مین، خود آتا ہے؟
پر یہ بیتابیِ دل ہے، کہ اڑا لاتی ہے

جب کہین، جان سے، مین ہو کے خفا جاتا ہون
قسمتون سے مجھے تقدیر یہان لاتی ہے

مجکو اے داغ، کئی دن سے وہ یہ کہتے ہین
تجکو کمبخت یہان تیری قضا لاتی ہے

مجھے اے اہل کعبہ یاد کیا مینخانہ آتا ہے
ادھر دیوانہ جاتا ہے، ادھر مستانہ آتا ہے

تڑپتا لوٹتا اڑتا جو بیتابانہ آتا ہے
یہ مرغ نامہ بر آتا ہے یا پروانہ آتا ہے؟

وہ نازک ہین، تو کیا اپنے سے خنجر پھر نہین سکتا؟
تجھے کچھ ننگ بھی اے ہمت مردانہ آتا ہے؟

رخ روشن کے آگے شمع رکھکر وہ یہ کہتے ہین ۴۴
ادھر جاتا ہے دیکھین یا ادھر پروانہ آتا ہے؟

دغا، شوخی، شرارت، بیحیائی، فتنہ پردازی
تجھے کچھ اور بھی اے نرگس مستانہ آتا ہے؟

سکندر آئینے سے، جام جم سے، خوش ہوا تھا
کوئی میکش کو دیکھے ہاتھ جب پیمانہ آتا ہے؛

وہی جھگڑا ہے فرقت کا وہی قصہ ہے الفت کا
تجھے، اے داغ، کوئی اور بھی افسانہ آتا ہے؟

کیا تھا جرم وفا، لذت سزا کے لیے
ستم کے لطف اٹھائے مزے جفا کے لیے

خدا کرے نہ کسی کا امیدوار وصال ۴۵
دعائین مانگتے ہین، ترک مدعا کے لیے

بڑا مزا ہو، جو محشر مین ہم کرین شکوہ ۴۶
وہ منتون سے کہے چپ رہو خدا کے لیے

شریر آنکھ نگہ بیقرار چتون شوخ
تم اپنی شکل تو پیدا کرو حیا کے لیے

ملے، تو حشر مین لے لون، زبان ناصح کی
عجیب چیز ہے یہ، طول مدعا کے لیے

کسی زمانے مین گستاخ ہم بھی تھے اب تو ۴۷
زبان ہے بہر ستائش، دل التجا کے لیے

ترے کہے سے ہم اے داغ، چھوڑدین گے عشق؟
خدا کے واسطے دیتا ہے کیون خدا کے لیے

یہ تو پوچھین مرے مرقد پہ گزرنے والے
کیا گزرتی ہے تری جان پہ مرنے والے؟

مرحبا اے دل و دین سے گزرنے والے
ہاتھ کانون پہ مرے نام سے دھرنے والے

غنچۂ گل مین دھرا کیا ہے بتا اے بلبل؟ ۴۸
جمع ہین چند ورق وہ بھی بکھرنے والے

داغ کہتے ہیں جنھیں دیکھیے وہ بیٹھے ہیں — آپ کی جان سے دور آپ پہ مرنے والے

شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری — غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری
حشر میں تجھ سا جفاکار خدا سا منصف — دل سا انصاف طلب اور شہادت میری
اسکے کوچے سے جنازہ نہ اٹھائیں احباب — میں نہ نکلوں گا نہ نکلے گی جو حسرت میری
بخشنے جائیں گے سب کار عبث روز جزا — کہیں جنت میں نہ پہنچے شب فرقت میری
جس طرح تو مرے آغوش سے نکلا اے شوخ — یوں ہی ہاتھوں سے نکلتی ہے طبیعت میری
کہیں دنیا میں ٹھکانا نہیں اسکا اے داغ — چھوڑ کر تجھکو کہاں جائے مصیبت میری

جس کے پہلو میں ہو تم اسکا نصیب اچھا ہے — میری دانست میں تم سے بھی رقیب اچھا ہے
بیٹھے ناوک کی طرح اٹھے قیامت کی طرح — یہ ادب جس نے سکھایا وہ ادیب اچھا ہے
شیخ کو تاکتے رندوں نے کہا ہنس ہنس — مال یہ جبہ و دستار و جریب اچھا ہے
جو مصاحب ہوں وہ اس رمز کو سمجھیں اے داغ — دور رہتا ہے برا اور قریب اچھا ہے

سبق ایسا پڑھا دیا تو نے — دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے
لاکھ دینے کا ایک دینا ہے — دل بے مدعا دیا تو نے
مجھ گنہگار کو جو بخش دیا — تو جہنم کو کیا دیا تو نے؟
داغ کو کون دینے والا تھا؟ — جو دیا اے خدا دیا تو نے

شب وصل چین سے بسر ہو گئی — نہیں ہوتے ہوتے سحر ہو گئی
برے حال سے یا بھلے حال سے — کٹیں کیا ہے ہماری بسر ہو گئی
غم ہجر سے داغ کو نجات — یقین تھا نہ ہو گی مگر ہو گئی

نکل جائے یہ حسرت وہ نہیں ہے — بدل جائے یہ قسمت وہ نہیں ہے
دکھا را دیکھ کر ہیں حور کی شکل ۵۰ — خدا دیدار صورت وہ نہیں ہے
گئی محفل کی رونق داغ کے ساتھ — وہی دم تھا غنیمت وہ نہیں ہے

میری فریاد دوسرا نہ سنے | تم سنو اسے تو خدا نہ سنے

خوب رو وہ جسے زمانہ کہے | گفتگو وہ جسے زمانہ سنے

داغ کو چین ہی نہیں آتا | اس سے جب تک برا بھلا نہ سنے

گو دل آزار ہو تم، انھیں کا دل اچھا ہے | سو بلاؤں سے پھر ارمانِ وصال اچھا ہے

سو لیے لیتے ہیں خود رنج شبِ وصل میں ہم | کثرتِ عیش میں تھوڑا سا ملال اچھا ہے

تنگ ہمت ہے اگر دولتِ کونین ملی | جو نہ پورا ہو کسی سے، وہ سوال اچھا ہے

وہ عیادت کو مرے آتے ہیں لو اور سنو | آج ہی خوبیِ تقدیر سے حال اچھا ہے

اس سے کیا خاک ہمنشیں بنتی؟ | بات بگڑی ہوئی نہیں بنتی

آدمی سب فرشتے بن جاتے ۵۱ | آسمان پر اگر زمیں بنتی

وعدہ کرتے ہی کیا وہ آ جاتے؟ | رات پھر زلفِ عنبریں بنتی

طبعِ نازک کا لطف جب تھا داغ | نازنینوں میں نازنیں بنتی

میری قسمت کس طرح بگڑی تھی بنائی ہوئی | زلف پرپیچ کیا ہے؟ سختی کی گرہ آئی ہوئی

جب ترے در سے پھر الفت کا تماشائی ہوا ۵۲ | پیچھے پیچھے داغ آگے آگے رسوائی ہوئی

اے ہجومِ ناامیدی رکھ لے شرمِ آرزو | گوشۂ دل میں الگ بیٹھی ہے شرمائی ہوئی

چل دیا اے داغ کیا منہ پھیر کر وہ نازنیں | پھر گئی لعنت یہ میرے سامنے آئی ہوئی

آدمی مر کے چھٹے ہیں یہ مصیبت کیسی؟ | یہیں انصاف نہ ہو جائے قیامت کیسی؟

سحر و سفاکی و بیباکی و شوخی و عتاب | جسکی آنکھوں میں یہ فتنے ہوں مروت کیسی؟

یہی تو لیں گے گنہگار وہاں پوچھ کے زاہد | یہ تو دوزخ کے بھی قابل نہیں جنت کیسی؟

بخش دے پرسشِ اعمال سے پہلے یا رب | پوچھ کر کوئی اگر دے تو سخاوت کیسی؟

دل کو سمجھائیں گے بہلائیں گے پھسلائیں گے | تجھ پر جانے کے مل جائے گی فرصت کیسی؟

نگاہِ شوخ جب اس سے لڑی ہے | تو بجلی تھرتھرا کر گر پڑی ہے

قیامت میں قیامت کر گیا کون؟ کہ دل تھامے صفِ محشر کھڑی ہے
تجھے دیتا ہوں اپنی جان بھی لینا مرے دل سے تری چاہت بڑی ہے
بگڑ کر ہم نے سو الزام پائے اب انکی ہر طرح سے بن پڑی ہے

وقتِ انصاف جو تم پاس ہمارے ہوتے؟ روبروِ داورِ محشر کے اشارے ہوتے
کس نے یوں پیار کیا کس نے وفا ایسی کی؟ کیوں کریں قتل کسی کو وہ ہمارے ہوتے
پھول تھے غیر کی قسمت میں اگر ای ظالم تو نے پتھر ہی مجھے پھینک کے مارے ہوتے؟

دل کو بغل میں پال کے مجبور ہو گئے دشمن کے ساتھ عمر ہماری بسر ہوئی
جا تو سہی، دکھا تو سہی، اسکو خط مرا آگے سے آگئے فلک تجھے نامہ بر ہوئی
ہمسایے میں یہ شور ہے لو داغ کی خبر کمبخت کو تڑپتے ہوئے رات بھر ہوئی

ترے غمزوں کو اپنے کام سے کام کسی کے دل کو تاب آئے نہ آئے
شمار اپنی خطاؤں کا بتا دوں تمہیں شاید حساب آئے نہ آئے
نہ دیکھو داغ کا دیوان، دیکھو سمجھ میں کیا کتاب آئے نہ آئے

راحت طلبی نے مجھے رکھا نہ کہیں کا طاعت ہو کسی کی نہ اطاعت ہو کسی کی
یہ داغ ہماری نہیں سنتا نہیں سنتا ایسی بھی الٰہی نہ بری لت ہو کسی کی

پھول دن بھر میں تر و تازہ کہاں رہتا ہے؟ آدمی تیس برس تک بھی جوان رہتا ہے
ہم تو سمجھے تھے کہ دربان ہے تمہارا نوکر کیا خبر تھی ملک الموت یہاں رہتا ہے؟

کام رکنے کا نہیں اے دلِ نادان کوئی خود بخود غیب سے ہو جائے گا سامان کوئی
بیچتا ہوں جو خریدے مرے ارمان کوئی مفت دیتا ہوں اگر مان لے احسان کوئی

آنکھ میں آنکھ تو ڈالی نہیں جاتی ظالم دل میں دل ڈال کے کس طرح سے پنہاں کوئی
مٹ چکی ہے خلشِ دل مگر اب بھی اے داغ پھانس کی طرح کھٹک جاتا ہے ارمان کوئی

ہوگا شبِ فراق کا غم بھی بہت بڑا دل کو ہزار ہاتھ کا کیونکر بنا سکے

عادت ہی ہوگئی ہو وہ دیکھین گے جب مجھے   چتون غضب کی قہر کے تیور بنائین گے

ساقیا دے بھی مے روح فزا تھوڑی سہی   بیوفا عمر کرے اور وفا تھوڑی سہی
ہم تو اُس آنکھ کے ہین دیکھنے والے دیکھو   جسمین شوخی ہو بہت اور حیا تھوڑی سہی

وہ اپنی ہر ادا کی آپ ہی تعریف کرتے ہین   نگہ نے نعرہ مارا زبان سے آفرین نکلی
کہون کیا پہلے ہی آنکھین نکالین آپ نے مجھ پر   ابھی کمبخت پوری بات بھی منھ سے نہین نکلی

مشکل ہو ان آنکھون سے خدا کو کوئی دیکھے   دیکھے تو بہت ماہ لقا کو کوئی دیکھے
جو دیکھتے ہین چشم تحیر سے ترا حسن   ان دیکھنے والون کی ادا کو کوئی دیکھے

ہم اگر مانگین تو اے زاہد یہ کیسا ہو گناہ   بے طلب رکھدے جو کوئی بھر کے ساغر سامنے
یا الٰہی خیر ہو بیٹھے ہین وہ یون بزم مین   تیغ رکھی ہو برابر اور خنجر سامنے

داغ ہر چند جہان گرد ہو سودائی ہے   ۵۲ آپ کے سر کی قسم آپ کا سودائی ہو
داغ کو اب کسی گلدستے سے الفت نہین   ہم نے برسون اسی گلشن کی ہوا کھائی ہو

ایسی باتون سے تو بہتر ہو خموشی واعظا   کہ تری ضد نے کیا اور گنہگار مجھے
ہوگئی کثرت عصیان سے مری وہ نوبت   ہو یہ احسان الٰہی جو گنہگار رہے مجھے

بیدار وہ ہین جو درد کسی کا نہین رکھتے   ایسے بھی ہین یارب کہ تمنا نہین رکھتے
اے داغ یہ کس کام کی مستی و جوانی ہے   ہم ایسے ہین جو اندیشۂ فردا نہین رکھتے

دل دے تو اس مزاج کا پروردگار دے   جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گزار دے
اُترے جو تن سے سر تو رہے سرفراز یان   ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے دل سے اتار دے

مرادین مانگ رہا ہون قضا کے آنے کی   بڑی گھڑی تھی دل مبتلا کے آنے کی
جواب وصل سے کیونکر نہ ہون مین شادی مرگ   خوشی بھی اور خوشی دلربا کے آ لینے کی

ہمکو کہتے تھے برا جب ظاہر محبت ہو چکی   ہم بھی رسوا ہوچکے انکی بھی شہرت ہو چکی
ہم بدل جائین یہ سمجھے کیا قسمت بھی بدل گیا   جب نہ دنیا مین ہوئی عقبیٰ مین راحت ہو چکی

ہم سے پوچھے کوئی، دنیا میں ہے کیا شے اچھی؟ — رنج اچھا ہے، غم اچھا ہے، ملال اچھا ہے

آپ پچھتائیں نہیں، جور سے توبہ نہ کریں ۵۴ آپ گھبرائیں نہیں، داغ کا حال اچھا ہے

ناامیدی بڑھ گئی ہے اسقدر — آرزو کی آرزو ہونے لگی

داغ اترائے ہوئے پھرتے ہیں آج — شاید انکی آبرو ہونے لگی

کس طرح کہوں؟ قیس، ترے دل کو لگی ہے — نالوں سے کبھی آگ بھی محمل کو لگی ہے؟

اگر مر جائیں تو چھوٹ جائیں غم سے — مگر یہ ہو نہیں سکتا ہے ہم سے

جب کہا میں نے اسے لوٹ لیا — دل پکارا کہ مرے یار کسے

بھولے ہی پن سے کام نکلتا ہے گاہ گاہ — بن جاتے ہیں ہم آپ ہی نادان کبھی کبھی

عیش و اقبال عجب شے ہے کہ ہم دیکھتے ہیں ۵۵ جاتے ہی دل میں بدل جاتی ہے صورت کیسی

اے فلک چین سے دم بھر تو ہمیں رہنے دے ۵۶ ہم بھی بستے ہیں جہاں خلقِ خدا بستی ہے

اے کیوں نہ کروں نالہ، تجھے ڈر تو نہیں ہے؟ — یہ عرصۂ محشر ہے، ترا گھر تو نہیں ہے؟

تدبیر سے، قسمت کی برائی نہیں جاتی — بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہیں جاتی

دشمنوں سے دوستی غیروں سے یاری چاہئے ۵۷ خاک سے ملنے نہ دے تو خاکساری چاہئے

اے فلک، دے ہمکو پورا غم تو کھانے کے لیے — وہ کبھی، حصہ کر دیا سارے زمانے کے لیے

ہجر ہو آفتِ جان، وصل بلائے دل ہے — آدمی کے لیے ہر طرح غرض مشکل ہے

رنج و قلق کو صدمہ و ایذا اٹھائیے — دل کو ہٹا کے سینے میں کیا کیا اٹھائیے

چوٹ دل کی وہیں ابھر آئی — جب ہنسی آئی آنکھ بھر آئی

مرا کہنا نہیں دنیا کا زاہد تو نے دنیا میں — کبھی تو بادہ نوشی کی بھی اے مردِ خدا ٹھہرے

یار کا پاسِ نزاکت دلِ ناشاد رہے — نالہ رکتا ہوا، تھمتی ہوئی فریاد رہے

سب اہلِ حشر جب اپنے کیے کو پائیں گے ۵۸ بڑا مزا ہو جو مجھکو مرا گناہ ملے

یوں تو سو سوں بہلاؤں سنتے ہیں، اے زاہد — توبہ کرتے ہی بدل جاتی ہے نیت میری

وہ آئے خندہ پیشانی کہیں سے — تبسم ہو عیاں چین جبیں سے
اُسے افسانۂ غم ڈرتے ڈرتے — سُنایا کچھ کہیں سے کچھ کہیں سے

حور کے واسطے زاہد نے عبادت کی ہے — سیر تو جب ہے کہ جنت میں نہ جانے پائے
ملا تے ہو اُسی کو خاک میں جو دل سے ملتا ہے — مری جان چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے
ہر سخن پر روٹھ جانا کوئی تم سے سیکھ جائے — روٹھ کر پھر مسکرانا کوئی تم سے سیکھ جائے

دیکھا تو شہرِ حسن میں چرچا ہی اور ہے — اُسکی ہوا ہے اور وہ دنیا ہی اور ہے
بیٹھے اُداس، اُٹھے پریشان، خفا چلے — پوچھے تو کوئی آپ سے کیا آئے کیا چلے
تری رنجش کھلی طرزِ بیاں سے — نہ تھی دل میں تو کیوں نکلی زباں سے
بہت حسرت آتی ہے مجھکو یہ سُنکر — کسی پر کوئی مہرباں ہو رہا ہے
آج گھبرا کر وہ بولے جب سُنے نالے مرے — جان کے پیچھے پڑے ہیں چاہنے والے مرے
دلِ ناداں سے میں نہایت تنگ — اور تم اپنی چشم پُرفن سے

انتخاب

از

کلامِ دبیر

مرثیہ۔ رباعی

جلد اوّل

مرتبہ نشتر

دبیر

مرزا سلامت علی نام تھا اور دبیر تخلص تھا۔ لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔ سال وفات ۱۲۹۲ھ ہے۔ انکے استاد کا نام میر ضمیر تھا۔ اسوقت مرثیہ گوئی کا جو رنگ ہے اُسکے موجد میر ضمیر سمجھے جاتے ہیں خود انکا شعر ع سو میں کہوں ہزاروں یہ دیدہ ہمراہ ہو جو کہے اس طرز میں شاگرد ہی ہمراہ ہا۔ انکا شاہد ہے۔ مرزا دبیر اور میر انیس کا جوڑ تھا۔ آپس میں چوٹیں بھی چلتی تھیں اور محبت بھی تھی۔ میر انیس کے مرنے پر مرزا دبیر نے کہا ع طور سینا بے کلیم اللہ و منبر بے انیس۔ جس سے دلی محبت کا پتہ چلتا ہے مگر شاگردوں نے میر انیس کے جیتے جی ایک کو دوسرے سے ملنے نہ دیا۔ حتی کہ سامعین کی بھی تقسیم ہو گئی تھی ایک کو دبیریہ اور دوسرے کو انیسیہ کہتے تھے۔ ایک ہی وقت مجالس ہوتی تھیں۔ دبیریے دربار دبیر میں اور انیسیے دربار انیس میں حاضر ہوتے تھے۔ ان دونوں کے جیتے جی یہ فیصلہ نہ ہوا کہ کون بہتر ہے۔ میر و سودا۔ آتش و ناسخ۔ ذوق و غالب اور متاخرین میں امیر و داغ کی طرح انیس و دبیر کا بھی جھگڑا نہ چکا۔

نشتر ہزاروں میں ہوتے ہیں انیس کا کلام میں نے چاہا کہ بہتر کا اس کتاب میں رہے اور انکے منتخب اشعار کو بھی میں نے نشتر ہی سے تعبیر کیا۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ سوائے انیس کے دوسرے مرثیہ گویوں کو اس کتاب میں جگہ نہ دوں لیکن آخر میری یہ رائے ہوئی کہ میر انیس کے ہمعصر مرزا دبیر کو فراموش کرنا میری شاعری پر ایک عتاب سے ظاہر کرنا ہے اسلیے کتاب کے چھپنے کے وقت مرزا صاحب کے کلام کا بھی کچھ منتخب کیے گئے قلت انتخاب کی وجہ یہ نہیں ہے کہ مرزا صاحب کے پایہ سے کسی طور پر انکار ہے بلکہ عجلت اور کم فرصتی اسکا باعث ہے دیگر اساتذہ کے انتخاب فوقتاً فوقتاً اسوقت ہوئے تھے جبکہ میری عمر کا اقتضا تھا۔ اسوقت یہ کام بہت مشکل ہے لیکن پھر بھی تبرکاً کچھ کلام بہت مختصر میں منتخب کر ہی لیے۔

مرثیہ

وفاتِ حضرت فاطمہؓ

بلقیس پاسبان ہے، یہ کسکی جناب ہے؟ مریم درود خوان ہے، یہ کسکی جناب ہے؟
شانِ خدا عیان ہے، یہ کسکی جناب ہے؟ دہلیز آسمان ہے، یہ کسکی جناب ہے؟
کرسی زمین سے لیتی ہے گوشے پناہ کے
بیٹھا ہے عرش سایہ مین اس بارگاہ کے

عفت پکارتی ہے، مقامِ حجاب ہے شیعو، جنابِ فاطمہؑ کی یہ جناب ہے
حوا کو آسیہ کا یہ باہم خطاب ہے زہرا کے رعب و دبدبے سے زہرہ آب ہے
جاری ہے منہ سے جاریۂ فاطمہ ہین ہم
مخدومہ کائنات کی وہ خادمہ ہین ہم

الفت، خدا کے بعد، حبیبِ خدا کی ہے منصف کے آگے یہ بھی ولا کبریا کی ہے
پروا، نہ فاقہ کی، نہ شکایت، جفا کی ہے ایذا فقط جدائیِ خیر الوریٰ کی ہے
اب دو غذا کی فکر نہ سونے کا دھیان ہے
آنکھوں مین شکل باپ کی رونے کا دھیان ہے

کچھ نوش کرلیا، جو کسی نے کھلا دیا لیکن مزا نہین، کچھ نہ غذا نے، مزا دیا
غش مین، کسی نے منہ مین جو پانی چوا دیا قطرہ پیا اور آنکھوں سے دریا بہا دیا
نسبت ہے کس سے فاطمہؑ کے شور و شین کو
زہرا کے بعد دی ہے زینب حسینؑ کو

سن کم، قلق زیادہ، قلق سے فغان سوا سینے سے دل، تو دل سے جگر ناتوان سوا
رونے سے ہر گھڑی کے ہوئین ہیجان سوا تپ وہ، کہ مغزون سے تپش استخوان سوا
جب فاطمہؑ نے ہائے پدر کہہ کے آہ کی
وان ہل گئی ضریح رسالت پناہ کی

بیٹے پکارتے ہین کہ صدقے ہم، آؤ اماں نہ اتنا رو، غلامون پہ رحم کھاؤ
نانا کہان گئے ہین؟ بلا لائین ہم بتاؤ ہم کرتے پیار تھے، ہمین تم تو گلے لگاؤ
نانا کے بعد ماں سے یہ بیزار ہم ہوئے
سب ایک طرف حضور سے بھی پیار کم ہوئے

۲۱
میری طرف سے اہل مدینہ کو دو پیام / لوگو خفا نہ ہو، مری رخصت ہے صبح و شام
دو چار دن تمھارے محلہ میں ہے مقام / رونے کی دھوم ہو چکی اب کام ہے تمام
دل جسکا مردہ ہو اُسے جینے سے کام کیا؟ / بابا سدھارے مجکو مدینے سے کام کیا؟

۲۲
رونے میں اختیار نہیں بے پدر ہوں میں / لوگو مجھے نہ ٹوکو کہ خستہ جگر ہوں میں
امیدوار موت کی آٹھوں پہر ہوں میں / گر شام کو بچی تو چراغ سحر ہوں میں
ماتم ہے غیر کا کہ تمھارے رسولؐ کا؟ / پر تمکو ناگوار ہے رونا بتولؑ کا

۲۳
سب کے نبیؐ کا سوگ ہے کل سے نبیؐ کا غم / یہ بھی نصیب اپنا، کہ الزام پائیں ہم
یہ کیا سمجھ کے منھ سے نکالا؟ کہ روؤ کم / بے رونقی رسولؐ کے ماتم کی ہے ستم
بیجا تمھاری یہ خفگی ہے میں روؤں گی / کچھ ہو مرے تو جی کو لگی ہے میں روؤں گی

۲۴
حیدرؑ کا اس بیان سے ٹکڑے ہوا جگر / بیت الحزن بنایا بقیعہ میں جلد تر
لکھا ہے ہاتھ تھام کے بیٹوں کا ہر سحر / وان جا کے رویا کرتی تھی دن بھر وہ بے پدر
ہنگام شام حیدرؑ کرار جاتے تھے / روحِ نبیؐ کی دیکے قسم اُن کو لاتے تھے

۲۵
اک دن نگاہ کرتے ہیں کیا شاہ لافتا / مطبخ ہے گرم آرد جو ہے گندھا ہوا
نہلا رہی ہیں بچوں کو مل مل کے دست و پا / پھیلا دیے ہیں کرتے بھی دھو کر جدا جدا
پوچھا کہ اتنے کاموں کا جو شغل آج ہے / اسوقت کچھ بحال تمھارا مزاج ہے؟

۲۶
بولی کہ آج رات کو ہو جاؤں گی بحال / کل میرے کار و بار میں خود ہو گئے تم نڈھال
خدمت کا میرے بچوں کی ہوگا کسے خیال؟ / نہلا دُھلا دیا کہ پریشان تھا اُن کا حال
کرتے بھی دھو کے قوت بھی کل تک کا دے چلی / سہرا نہ باندھا ایک یہ ارمان لے چلی

۲۷
پوچھا علیؑ نے تمکو یہ کیوں کر ہوا یقین؟ / صدیقہ نے کہا کہ شدنی ہے، یہ شک نہیں
پچھلے کو روتے روتے جو سوئی میں دلحزیں / دیکھا کہ ایک باغ میں ہیں شاہ مرسلین
محسنؑ کو میرے اپنے گلے سے لگاتے ہیں / بہلاتے تھے نہ رو تری ماں کو بلاتے ہیں

یہ سن کے ننگے پاؤں میں اٹھیں غم سے بھری | بس دیکھنا تھا آپ کا دیدارِ آخری
سہواً اگر ہوئی ہو کچھ آزردہ خاطری | بخشو مجھے، کہ موت ہے نزدیک، اب مری
رو کر کہا علیؑ نے کہ ہم عذر خواہ ہیں | واللہ بے قصور ہو تم سب گواہ ہیں

۲۹
معصوم سے بھی، ہوتی ہے بی بی خطا کبھی؟ | عسرت کا تم نہ لائیں زباں پہ گلا کبھی
اچھا لباس مانگا نہ اچھی غذا کبھی | بیمار جب پڑیں نہ طلب کی دوا کبھی
کیا خوب تم نے مجھ سے نباہی ہے فاطمہؑ | کیونکر نہو، تو دخترِ نبی ہے فاطمہؑ

۳۰
دنیا کے مال و جاہ پہ تم نے نظر نہ کی | فرمائش ایک دن اسد اللہ سے نہ کی
یوں صبر سے جہاں میں کسی نے بسر نہ کی | فاقہ کشی پہ اپنے پدر کو خبر نہ کی
پہلو پہ در گرا میں حمایت نہ کر سکا | شرمندہ ہوں کہ حق رعایت نہ کر سکا

۳۱
وہ بولی یہ کنیز نوازی ہے سر بسر | فرمائیے وصیت اولیٰ پہ اب نظر
ہر بے پدر کے بعد نبیؐ آپ تھے پدر | سبطین تو حضور کے ہیں پارۂ جگر
گر چاہتے ہو قبر میں زہراؑ کے چین کو | دینا نہ رنج میرے حسنؑ اور حسینؑ کو

۳۲
کل ایک رات اور ہیں یاں دو میرے لال | بے مادری کی صبح ہے کل اور یہ خرد سال
اب میری طرح آپ کو ان کا رہے خیال | اوجھل نہ ہونے پائیں نظر سے یہ نونہال
حاسد کی چشم بد سے بچائے خدا انہیں | سرمہ کی طرح آنکھوں میں رکھیو سدا انہیں

۳۳
مغرب تلک بس اور ہوں ان کے سر پہ اب | پروانہ رہیو میرے چراغوں پہ روز و شب
کل صبح یہ گھر میں گے بیٹھیں ماں ہے غضب | بے ماں کا جان کر کوئی گھڑکے نہ بے سبب
یہ دونوں ہیں سپرد جنابِ امیرؑ کے | محسن ہیں میرے آپ صغیر و کبیر کے

۳۴
والی یتیم بچوں کا ہوتا ہے دل خراب | جھلا کے ان کی بات کا دینا نہ تم جواب
سبطین کو انہی کے سوا ہوگا اضطراب | دل انکے لیجو ہاتھ میں جب ہو رد حجاب
زینبؑ سے ہوشیار کہ نازوں کی پالی ہے | اور درد سے حسینؑ کی یہ رونے والی ہے

عرضِ دوم یہ ہے مجھے شب کو اُٹھائیو — اور قبر کا نشاں نہ کسی جا بنائیو
تربت میں خود اُتار دیو اور خود لٹائیو — پھر کانپ کر کہا کہ الٰہی بچائیو
آنکھوں کے آگے قبر کی تنہائی پھر گئی — موتی کی اک لڑی تھی کہ آنکھوں سے گر گئی

بولی کہ یا علی یہ قیامت کا وقت ہے — مرنے سے سخت قبر کی وحشت کا وقت ہے
میت پہ بعدِ دفن یہ آفت کا وقت ہے — اس وقت وارثوں کی محبت کا وقت ہے
ہمدم نہیں رفیق نہیں مہرباں نہیں — یہ وہ جگہ ہے کوئی کسی کا جہاں نہیں

وہ اجنبی مکاں وہ اندھیرا اِدھر اُدھر — پہلے پہل وہ بستی سے ویرانے کا سفر
نہ شمع روشنی کے لیے نہ شگافِ در — تنہا یہ وہ کہ دوسرے سے ایک بے خبر
کس کو کوئی پکارے کہاں جا کے کیا کرے؟ — آسان سب پہ قبر کی مشکل خدا کرے

اب ختم ہے یہ مرثیہ اور عرض کر دبیر — یا سیدہ تمہیں قسمِ خالقِ قدیر
بہرِ رسولِ پاک و پئے حضرتِ امیر — تم پہ فدا ابی و والدۂ ذاکرِ حقیر
فرمائیے وہ لطف کہ یہ رستگار ہو — حلّہ کفن ہو روضۂ رضواں مزار ہو

آمدِ قاصدِ صغریٰ

روانہ سوئے لعیں کو جو شیرخوار ہوا — زباں دکھا کے جو گردن سے تیر پار ہوا
تڑپ کے ہاتھوں پہ حضرت سے ہمکنار ہوا — خزاں ہوا جو وہ گل تو گلے کا ہار ہوا
اِدھر تو شاہ کو یہ صدمۂ جگر پہنچا — اُدھر مدینے سے صغرا کا نامہ بر پہنچا

لہو میں غرق کھڑے تھے کمر جھکائے ہوئے — پسر کی ننھی سی میت گلے لگائے ہوئے
لہو بھرا ہوا دامن اُسے اُڑھائے ہوئے — کفن کی فکر میں منہ خیمے کو پھرائے ہوئے
یہ حال دیکھ کے قاصد کی آس ٹوٹ گئی — ہوا یہ رعشہ کہ فوراً مہار چھوٹ گئی

اُتر کے ناقے سے آداب وہ بجا لایا — مگر حسین تھے بیہوش کچھ نہ فرمایا
وہ نوحہ کرتا ہوا اور متصل آیا — نگاہِ یاس سے منہ دیکھ کر یہ چلایا

لشکر ہی اسکی زیب، یہ لشکر کی زیب ہے
چہرے کی فرد مالکِ دفتر کی زیب ہے
رفعت علم کی کہتی ہے ہر عقلمند سے
سقّے پہ پڑھ درود و صدا آئے بلند سے

یہ اُسکی بارگاہِ ملائک پناہ ہے
دربارِ حق مین جسکی محبت سے راہ ہے
فوجِ خدا گواہ، خدا بھی گواہ ہے
عباسؑ شیرِ بیشۂ شیرِ الٰہ ہے
تصویر ہے یہ فاتحِ بدر و حُنین کی
شمشیر ہے خدا کی، سپر ہے حسینؑ کی

اب روئین مومنین کہ شبیر روتے ہین
نامی جوان تو گنجِ شہیدان مین سوتے ہین
بچے تمام پیاس سے جان اپنی کھوتے ہین
اور اب جدا حسینؑ سے عباسؑ ہوتے ہین
خالی رفیق و یار سے ہے پہلوئے حسینؑ
اسوقت ٹوٹتی ہے اجل بازوئے حسینؑ

تمہید شہ سے بہرِ اجازت اُٹھائی ہے
جوڑے ہین ہاتھ پاؤن پہ گردن جھکائی ہے
کرتے ہین عرض اب دمِ حاجت روائی ہے
آقا کے ہاتھ بندے کی مشکلکشائی ہے
کوثر دیا شہیدون کو مولا ہمین بھی دو
اک قبر کی جگہ لبِ دریا ہمین بھی دو

باقی ہو جب سے بند مجھے انفعال ہے
کہتا ہون دل سے صبر کر اب انفعال ہے
حضرت کو آبرو کا مری خود خیال ہے
اب بھی مُصر نہین ہون فقط عرضِ حال ہے
یون فوج کو کوئی نہ علمدار دئے گا
ایسا کبھی واقعہ نہ ہوا ہے نہ ہوئے گا

رو کر کہا حسینؑ نے دریا پہ جاؤ گے؟
عباسؑ پانی لاؤ گے ہمکو پلاؤ گے؟
واللہ بھائی، داغِ جدائی دکھاؤ گے
ہم آئے تھے فرات سے پر تم نہ آؤ گے
سمجھو تو خیمہ کیون لبِ دریا سے اُٹھ گیا؟
پانی مرے نصیب کا دنیا سے اُٹھ گیا

عباسؑ جبکہ جانبِ ملکِ جنان چلے
شانے پہ لاکھ شان سے لیکر نشان چلے
زوجہ نے پوچھا، اے مرے والی کہان چلے
بولے، جہان سے اب بچھڑ کے وہان چلے
اب آخری وداع کی باری نہ آئے گی
آئی ہے سب کی لاش ہماری نہ آئے گی

انگلی سے کھو کے گردن توسن پہ یا علیؑ
اک جست مین سوار ہوا حق کا وہ ولی

فی النور نور وطور کے معنی ہوئے جلی
بجلی چراغ بھول کے خود رشک سے جلی

ٹھنڈی ہوئی ہوا جو یہ گرم عنان ہوا
مرصر کی سانس رک گئی جب یہ رواں ہوا

بڑھ کر کہا عمر نے رشید الزمان ہے یہ
ہمنام ذوالجلال کا نام و نشان ہے یہ

ہاں شکر خدا کا کہ وہی جان ہے یہ
جعفر شکوہ و حمزہ صاحب قران ہے یہ

سیف خدا خطاب ہے عباس نام ہے
یہ بازوئے حسین علیہ السلام ہے

شاباش ہو بڑے مدح کے قابل امام ہیں
بھائی بھی انکے ہیں جو حسن سبز فام ہیں

باقی جو اور بھائی ہیں وہ سب غلام ہیں
وہ رہنما وہ قبلۂ ہر خاص و عام ہیں

گمراہ ہے تو دور ہو جا اپنی راہ سے
ورنہ یہ ہیں نبی کا علم آشناہ سے

ہر سبز پوش خضر نہیں عز و جاہ میں
سر سبز حیدری ہیں جناب الہ میں

یوسف نہ ہو گا لاکھ گرے کوئی چاہ میں
دن رات کا ہے فرق سفید و سیاہ میں

کوئی یتیم فاطمہ سا خوش گہر نہیں
ہر اک یتیم در یتیم اے عمر نہیں

اب بھی سمجھ خدا کے لیے آ جان میں آ
بے پانی ہے بہشت نہ جا نار میں نہ جا

بیعت ہو ابن فاطمہ کی بیعت خدا
تیری بھلائی کے لیے کہتے ہیں ہم کو کیا

سب خاک ہے جو زر [illegible]
تربت میں تو ترا شبی آ کر [illegible]

بولا وہ منہ پھرا کے سنو اے گروہ شام
لو ہم سے لینے آئے ہیں بیعت امام

میں حر نہیں جو ان کو حاکم کا ہوں غلام
دنیا مجھے پسند ہے ایمان کو سلام

بیعت یزید کی تو نہ شاہ امم کریں
قدرت خدا کی بیعت شبیر ہم کریں

ہاں کان اٹھا کے سب اس بول چال سے
دیکھا لرز کے تیغ کو قہر و جلال سے

بھاگا چھپا کے رستے سپر کو ڈھال سے
بادل اٹھے نشانوں کے دشت قتال سے

تیغیں ادا ہوئی جو کھلا ئیں نکل پڑیں
پرتو سے بجلیاں بھی برابر اچھل پڑیں

بڑھ کر نقیب بولے کہ ہاں سرفروشوان
شمشیر و لیسر و غازی و تازی کی او نشان

مین جاؤن با باجان نہ آئین اگر چچا　　ضامن دیا ہو تو مجھے چھوڑ کر گئے کیا؟
لیتے تو وہ نہین ہین کہ وعدہ بھلا گئے　　فرما گئے ہین نہر سے آ کے نہ جائین گے

۳۰
شہ رو کے بولے ٹوٹ پڑا ہم پہ آسمان　　سمجھے ہین بھائی ٹھیک تھا ابھی جو بیان
اچھا نہ آگے جا سکے گا حیدر کا وہ نشان　　کیا نہر پر اجل نہین آ سکتی میری جان؟
دریا پہ کون روکنے والا قضا کا ہے؟　　دو لاکھ سے مقابلہ تیرے چچا کا ہے

۳۱
یہ سن کے ہو گئی وہ سراسیمہ اور کہا　　ہے ہے یہ اب کھلا مجھے بہلا گئے چچا
لائے کہین صحیح و سلامت انھین خدا　　یون روتی ہون مین کہ اُن کو بھی معلوم ہو ذرا
مجکو بھی ضد ہے پیاس سے جان اپنی دونگی مین　　پانی بھی انکا لایا ہوا اب نہ لونگی مین

۳۲
یہ ذکر تھا کہ نہر سے ماتم کا غل ہوا　　نوحہ یہ تھا کہ وا ولدی وا مصیبتا
اکبر لپٹ کے رونے لگے شہ سے اور کہا　　دادا کی روح روتی ہے مارے گئے چچا
اٹھی عزا کا آپ بھی سامان کیجیے　　شہ بولے میرا چاک گریبان کیجیے

۳۳
زیر علم بچھائی نبی زادیون نے صف　　سر ننگے بیٹھی اس طرف اور بیٹا اُس طرف
ملبوس لائی بچون کا بانوے باشرف　　بیوہ بھی آئی کہتی ہوئی یا شہ نجف
یہ پیرہن تو سقے کی اولاد کے لیے　　اور سادے کپڑے بیوۂ ناشاد کے لیے

۳۴
آئی نظر جو اکبر گلفام کی قبا　　تھرائی تڑپی بیوۂ عباس با وفا
اور دونون ہاتھ جوڑ کے بانو سے یہ کہا　　شہر خدا کے واسطے بی بی یہ کیا کیا؟
اکبر کے کپڑے خلعت ماتم بناتی ہو　　زینب کھڑی ہین اُنسے نہین پوچھے لیتی ہو

۳۵
اکبر پہ جو کہ آئی ہو میرے پسر پہ آئے　　اللہ شاہزادے کا سہرا انھین دکھائے
کرتے سکینہ جان کے مری بچی پہنے لے　　بس اب سدھاریے کہ مرا سایہ پڑ نہ جائے

۳۶
تم اس سے سرفراز نہ فرمائیے مجھے　　یہ سادے کپڑے آپ نہ پہنائیے مجھے
رو کر کہا یہ بانو نے اُس نیک ذات سے　　بس بس کلیجہ پھٹتا ہے اس ایک بات سے

رنڈسالہ بیوہ، فاطمہ کبریٰ کے ہات سے　　ہو نامراد بیوہ ہو شادی کی رات سے
بیٹی حسینؑ کی ہو بہو حسنؑ کی ہو　　گھونگھٹ میں فکر دولہا کی خاطر کفن کی ہو

۴۶
رو رو کے بین فاطمہ کبریٰ نے یہ کیے　　سہرا ہے دولھن بنی تھی انھیں کاموں کے لیے
بس اے دبیرؔ خوب سے نظم کے لیے　　تائیدِ غیب سے کہے ہیں تم نے یہ مرثیے
بحر رواں ہے یا کہ طبیعت ملی ہے یہ؟　　سقائے اہلِ بیت کی دریا دلی ہے یہ

شہادت حضرت عباسؑ

۱
کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے　　رن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہے
رستم کا بدن زیرِ کفن کانپ رہا ہے　　ہر قصرِ سلاطینِ زمن کانپ رہا ہے
شمشیر بکف دیکھ کے حیدر کے پسر کو　　جبریل لرزتے ہیں سمیٹے ہوئے پر کو

۲
ہیبت سے ہیں نہ قلعۂ افلاک کے در بند　　جلاد فلک بھی نظر آتا ہے نظر بند
وا ہے کمرِ چرخ سے جوزا کا کمربند　　سیارے ہیں غلطاں صفتِ طائرِ پربند
ہاتھوں سے عطارد کے قلم چھوٹ پڑا ہے　　خورشید کے پنجے سے علم چھوٹ پڑا ہے

۳
ہر بند کھلا قبر میں رستم کے کفن کا　　اور چرخ پہ ڈھلنے لگا بہرام کا شکا
تھا ہوش تہمتن کو نہ اپنے سر و تن کا　　نام اڑ گیا مردوں سے سلاطینِ زمن کا
جب شیر نے شیروں سے صف آرا کیا ہے　　جنگاہ میں آج اس نے قدم رنجہ کیا ہے

۴
ناگاہ ہوا غل کہ علمدار وہ آیا　　لختِ جگرِ حیدرِ کرار وہ آیا
قہر و غضبِ حضرتِ جبار وہ آیا　　فرزندِ پیمبر کا مددگار وہ آیا
اب جانوں بچنے کا کوئی طور نہیں ہے　　عباس ہے عباس کوئی اور نہیں ہے

تلوار جو آری ہوئی حضرت کی سپر سے　　ظالم نے لیا تیغۂ ہندی کو کمر سے
خنجر تو ادھر سے چلا تلوار ادھر سے　　۱۰　اسوقت ہوا آنکھ کی تیغ میں ڈر سے
اسوار کے سر پر جو پری کانپ کے بیٹھا　　۱۱　تھرا کے یہ اٹھی تو فرس کانپ کے بیٹھا

اُس تیغ نے سرکش کے جو ترکش میں کیا گھر — غل تھا کہ گرا برج کبوتر میں وہ اژدر
پر تیروں کے کٹ کٹ کے گرے مثل کبوتر — ظاہر ہوا مضطر صفت طائر بے پر
ناری نے سپر نیزہ و تلوار سنبھالی ۱۲ — اک ہاتھ سے سر ایک سے دستار سنبھالی

غازی نے کہا بس اسی فن پر تھا تجھے ناز — سکھا نہ بچا آنکھوں سے خدنگ کا انداز
کھینچی اس انداز سے تیغ شرر انداز — جو میان سے بھی منہ سے زرا نکلی نہ آواز
یاں تیغ کو دہشت سے کیا نیام نے خالی — واں قالب اعدا کو کیا جان نے خالی

وہ کرتی ہوئی دامن بدکیش سے نکلی — ارواح صفت جسم بد اندیش سے نکلی
مچھلی کی طرح بازوے درویش سے نکلی — آڑی کبھی ہو ہو کے لب نیش سے نکلی
دم سینے میں کافر کا رکا اور یہ اٹک تھی — دو ہو کے وہ دو سمت گرا اور یہ الگ تھی

اُس صف پہ گری تیغ جھپٹ کر اُسے مارا — سیدھی گری اسپر تو الٹ کر اُسے مارا
ہٹ کر اسے مارا تو پلٹ کر اُسے مارا — بڑھ کر اسے مارا کبھی گھٹ کر اُسے مارا
اللہ رے صفائی کہ نہ خوں اُس پہ ذرا تھا ۱۳ — یوں کاٹ کے نکلی کہ وہیں سر تن پہ دھرا تھا

توسن نے کہا دیکھو میں بجلی ہوں ہوا ہوں — تلوار پکاری کہ میں آفت ہوں بلا ہوں
وہ بولا میں رہوار ہوں عنقا ہوں ہما ہوں — منہ سے یہ کہا تیغ نے میں قہر خدا ہوں
گھوڑے نے کہا لاشوں کو میں روند نکالوں — شمشیر پکاری میں کدھر کوند کے نکلوں؟

لوٹا ہوا دریا میں دلاور تشنہ آیا — دی خضر نے آواز علی کا پسر آیا
دریا میں ہوا شور کہ عالی گہر آیا — تھی دھوم ترائی میں کہ وہ شیر نر آیا
سکتہ سا ہوا خضر کو الیاس نے دیکھا — پانی کو اتر گھوڑے سے عباس نے دیکھا

سوکھے ہوئے مشکیزے کا منہ کھول دیا تھا — اور بھرنے لگا جھک کے وہ سرتاج زمانہ
اعدا نے کیا دور سے تیروں کا نشانہ — اور جھوم لیا حیدر کرار نے شانہ
فرمایا کہ کیا سمجھے خوش کرتے ہو عباس — پانی مری بچی کے لیے بھرتے ہو عباس

کچھ روشنی بھی خیمے میں پائی نہ زینہار
دیکھا کہ ایک بی بی ہے ڈیوڑھی پہ بیقرار
یہ بات کہہ کے ہوتی ہے مشغول آہ میں
اصغر ہے قتلگاہ میں، میں خیمہ گاہ میں

۱۱
مشعل کی روشنی پہ جو زینبؑ نے کی نگاہ
بولی، کہ لو پھر آئی ہمیں لوٹنے سپاہ
پھر اس طرح پکاری، ہوا ہم سے کیا گناہ؟
لوگو ڈرو خدا کے غضب سے یہ کیا ستم آہ؟
کوئی بھی پوچھتا نہیں اس واردات کو؟
لوٹے ہوؤں کو لوٹنے آئے ہو رات کو؟

۱۲
گر اور کچھ گمان ہو تو کر لو ہمیں شمار
بھاگا نہیں ہے کوئی تمہارا گنہگار
موجود ایک جا ہیں تمہارے قصوروار
اس سے تو ہم سبھوں کو کرو قتل ایک بار
کل ہم کو لوٹ لیجیو اب کیا ضرور ہے
نہ قیدی بھاگے جاتے ہیں نہ جانا دور ہے

۱۳
بچے ہمارے مانگ رہے تھے ابھی غذا
بہلا کے اُن سبھوں کو ابھی ہے سُلا دیا
صابر ہیں خدا پہ ہم نہیں کرتے کچھ دعا
ہے فوج میں تمہاری سرِ شاہِ کربلا
اُس سر سے منہ پھرا کے کسے منہ دکھائیں گے
قرآن بیچ میں ہے نہ ہم بھاگ جائیں گے

۱۴
یہ بات سُن کے زوجۂ حُر روئی خوب سا
پردہ اُٹھا کے خیمے میں آ گئی وہ باوفا
ہمراہ ساری عورتیں کرتی ہوئیں بُکا
خوانِ طعام رکھ دیے خیمے میں جا بجا
سب عورتوں کی شکل تھی پنہاں نقاب میں
زینبؑ نے سر جھکا لیا اپنا حجاب میں

۱۵
زینبؑ بھی اپنے دل کو سمجھنے لگی عجب
اِن خوانوں میں یقین ہے یہ شیرینی ہے سب
ناگاہ بولی زوجۂ حُر پاس آن کر
لونڈی سلام کرتی ہے بی بی کرو نظر
میں عاشقِ حسینؑ کنیزِ بتولؑ ہوں
میں زوجۂ ہراولِ سبطِ رسولؐ ہوں

۱۶
آیا زبانِ زوجۂ حُر پہ جو حُر کا نام
تعظیم کو کھڑی ہوئی وہ خواہرِ امامؑ
بولی تو حُر کی زوجہ ہے اے بی بی نیک نام
حق بخشے حُر کو واہ عجب کر گیا وہ کام
پہلے خبر نہ تو نے کی زہرا کی جائی کو
سر ننگے آئی در پہ تری پیشوائی کو

۱۷
پھر کھینچ کے اُس کو اپنے برابر بٹھا لیا
پلّہ نہ تھا جو ڈھانپ کے منہ روئے خوب سا

رباعیات

خورشید سرِ شام کہاں جاتا ہے؟ روشن ہو دبیر، یہ جہاں جاتا ہے
مغرب ہی کی جانب کو ہے قبرِ حیدرؑ ۳۲ یہ شمع جلانے کو، وہاں جاتا ہے

بانیکو خالقِ اکبر دو سپاہ کے تھے نالے دلِ سوزاں سے، بلند آہ کے تھے
گر پوچھتا کوئی کہ کیا سن ہوگا؟ ۳۳ کہتی تھی سکینہ کبھی تھیں ان ماہ کے تھے

تکلیف دکھاتا ہے زمانہ ہمکو دیتا ہے نہ دولت نہ خزانہ ہمکو
اے گردشِ افلاک ہم سمجھتے ہیں تجھے ۳۴ تو پیستا ہے جان کے دانہ ہمکو

گھر چھوڑ کے بہرِ جستجو نکلیں گے گلزارِ جہاں سے مثلِ بو نکلیں گے
اس خیمہ میں گر ہے تو ہیں بمانندِ دلو پر سبب نکلیں یہ آبرو نکلیں گے

رتبہ ہے دنیا میں خدا دیتا ہے دل میں وہ فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتا ہی نہیں دستِ ثنا آپ اپنی جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے

رحمت کا تری امیدوار آیا ہوں منہ ڈھانپے کفن سے شرمسار آیا ہوں
چلنے نہ دیا بارِ گنہ نے پیدل ۳۵ تابوت میں کاندھے پہ سوار آیا ہوں

مال و زر و افسر و حشم ملتا ہے ممکن ہے نگیں، طبل و علم ملتا ہے
ملتا ہے گوگرد سرخ، پارس، اکسیر یہ سب ملتے ہیں دوست کم ملتا ہے

گو صورتِ دریا ہمہ تن جوش ہوں میں لب خشک ہیں چشم تر ہے خاموش ہوں میں
کیا پوچھتے ہو؟ مقام و مسکن کیسا؟ ۳۶ مانندِ حباب خانہ بردوش ہوں میں

عابد کو دوا اور نہ غذا دیتے ہیں ۳۷ سوتا ہے تو زنجیر ہلا دیتے ہیں
سادات کو قید اس مہینے میں کیا قیدی کو محرم میں چھڑا دیتے ہیں

انسان پہ کرم حضرتِ باری کا ہے مقدور کسے شکر گزاری کا ہے
دی ہے جو خدا نے سرفرازی مجھکو ۳۸ ثمرہ یہ نہالِ خاکساری کا ہے

انتخاب

از

دیوانِ ذوق

ہانشتر

ذوق

شیخ ابراہیم تخلص ذوق دہلی مولد و مدفن ۱۲۷۱ھ سال وفات۔

یہ بڑا ہی ذی علم اور ذہین شاعر تھا۔ غالب اسکا ہمعصر تھا غالب کے بعض بعض کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ذوق کے پایۂ شاعری کو اپنے سے کمتر نہیں سمجھتا تھا اور بعض متقدمین کی تو یہ رائے ہے کہ غالب سے ذوق بڑھا ہوا تھا لیکن سچ یہ ہے کہ کثرت رائے ہمیشہ غالب کی طرفدار رہی اور رہے گی۔ ذوق دہلی کے برائے نام بادشاہ "بہادر شاہ ظفر" کا استاد تھا بادشاہ اپنے کلام پر اسے دکھاتا تھا اور اسکی بڑی عزت کرتا تھا غالب بھی وظیفہ خوار شاہی تھا اسلیے وہ اپنے مزاج کے خلاف ذوق سے زیادہ کچھ آشنا سا نہیں کہتا تھا۔ ایلئے ذوق کے پایۂ شاعری کی سطوت سے بچ کر توسل شاہی کی برکت خیال فرماتے ایک مرتبہ غالب نے ایک شاہزادے کے بیاہ میں سہرا لکھا اسکا ایک شعر تھا "ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں * دیکھیں اس سہرے سے کہہ دے کوئی بڑھکر سہرا" اسکے جواب میں بادشاہ کے ایما سے ذوق نے بھی ایک سہرا لکھا اور بہت اچھا لکھا اسکا ایک شعر ہے "جسکو دعوی ہو سخن کا یہ سنا دو اسکو * دیکھو اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا" غالب نے معذرت کے طور پر قطعہ لکھکر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا اسکے دو شعر یہ ہیں "مقطع میں آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات * مقصود اس سے قطع محبت نہیں مجھے +
روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ * سودا نہیں جنون نہیں وحشت نہیں مجھے"

ذوق کے قبل کسی اور شاعر نے دربار شاہی میں وہ رسوخ اور اثر پایا تھا جو ذوق کو نصیب ہوا اسے یا تو ظفر اور ذوق کے اعتدال طبیعت پر محمول کریں یا یہ سبب کہ نہ ظفر کو اختیارات شاہی کا غرور تھا اور نہ ذوق نے اپنے بزرگوں کی حکومت دیکھی تھی ان کا وقت جب تھا کہ بادشاہ کو تفکرات ملکی انکو مصروف و مشغول رکھتے تھے اور شاعر و کو بزرگوں کی تلوار کی یاد دوسری طرف پریشان رکھتی تھی۔

غزلیات و ابیات

جس انسان کو سگِ دنیا بنایا　فرشتہ اُسکے ہم پایا بنایا ۱
لحد میں بھی ترے مضطر نے آرام　خدا جانے کہ پایا یا نہ پایا؟
رہا ٹیڑھا مثالِ نیشِ کژدم　کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا ۲
احاطے سے فلک کے ہم تو کب کے　نکل جاتے مگر رستا نہ پایا
نظیر اُسکا کہاں عالم میں؟ اے ذوق　کہیں ایسا نہ پائے گا، نہ پایا

نام یوں پستی میں، بالاتر، ہمارا ہو گیا　جس طرح پانی، کنوئیں کی تہہ میں تارا ہو گیا
ایک دم بھی، ہم کو جینا ہجر میں تھا ناگوار　پر امید وصل میں برسوں گوارا ہو گیا
ذوق، اس بحرِ جہاں میں کشتیِ عمرِ رواں　جس جگہ پر جا لگی، وہ ہی کنارا ہو گیا

نالہ اس شور سے کیوں میرا دہائی دیتا　اے فلک گر تجھے اونچا نہ سنائی دیتا
دیکھو، چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا　آسماں، آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا
لاکھ دیتا فلک آزار گوارا تھے مگر　ایک تیرا نہ مجھے داغِ جدائی دیتا
منہ سے بس کرتے نہ ہرگز یہ خدا کے بندے　گر حریصوں کو خدا ساری خدائی دیتا
دیکھ گر دیکھنا ہے ذوق کہ وہ پردہ نشین　دیدۂ روزنِ دل سے ہے دکھائی دیتا

کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا؟　جو آپ ہی مر رہا ہو، اُسکو گر مارا تو کیا مارا؟
نہ مارا آپ کو جو خاک ہو اکسیر بن جاتا　اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا؟
بڑے موذی کو مارا، نفسِ امارہ کو گر مارا ۳　نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا؟
تفنگ و تیر تو ظاہر نہ تھا کچھ پاس قاتل کے　الٰہی پھر جو دل پر تاک کر مارا تو کیا مارا؟
ہنسی کے ساتھ یاں رونا ہے مثلِ قلقلِ مینا　کسی نے قہقہہ اے بے خبر مارا تو کیا مارا؟
جگر و دل، دونوں پہلو میں ہیں زخمی اُسنے کیا جانے　اِدھر مارا تو کیا مارا اُدھر مارا تو کیا مارا؟

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے میں اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا؟
دل بدخواہ میں تھا مارنا، یا چشم بدبیں میں فلک پر ذوق تیر آہ گر مارا تو کیا مارا؟

میں کہاں سنگ در یار سے ٹل جاؤنگا؟ نہ وہ پتھر ہے پھسلنا، کہ پھسل جاؤنگا
دل یہ کہتا ہے کہ تو ساتھ نہ لے چل مجکو ورنہ میں جاکے وہاں، دیکھ، مچل جاؤنگا
دل کہے ہے کہ مجھے روزن سینے سے نکال ورنہ خون ہوکے میں آنکھوں سے نکل جاؤنگا
گر پڑا آگ میں پروانہ دم گرمی شوق سمجھا اتنا بھی نہ کمبخت، کہ جل جاؤنگا
شبنم برگ صفت باغ جہاں میں اے ذوق کچھ نہ ہاتھ آئیگا تو ہاتھ تو مل جاؤنگا

اس سے تو اور آگ، وہ بے درد ہوگیا اب آہ آتشیں سے بھی، دل سرد ہوگیا
سینے میں بوالہوس کے بھی تھا آبلہ مگر نشتر کا نام سنتے ہی منہ زرد ہوگیا
پیر مغاں کے پاس وہ دارو ہے جس سے ذوق نامرد مرد، مرد جوان مرد ہوگیا

جدا ہوں یار سے ہم، اور نہ ہوں رقیب جدا ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا
دکھا دے جلوہ جو مسجد میں وہ بت کافر تو چیخ اٹھے مؤذن جدا خطیب جدا
جدا نہ درد جدائی ہو گر مرے اعضا حروف درد کی صورت ہوں، اے طبیب جدا
ہے اور علم و ادب، مکتب محبت میں کہ ہے وہاں کا معلم جدا، ادیب جدا
فراق خلد سے گندم ہے سینہ چاک اب تک الٰہی ہو نہ وطن سے کوئی غریب جدا
کیا حبیب کو مجھ سے جدا فلک نے اگر نہ کر سکا مرے دل سے غم حبیب جدا
کریں جدائی کا کس کس کی رنج ہم اے ذوق کہ ہونے والے ہیں سب ہم سے عنقریب جدا

نشہ دولت کا بداطوار کو جس آن چڑھا سر پہ شیطان کے اک اور بھی شیطان چڑھا
دیکھو قسمت کا لکھا اس نے پڑھا خط سو بار دھیان پر میرا نہ مضمون کسی آن چڑھا
حضرت عشق کی درگاہ میں آکر اے ذوق دل و دیں دیتے ہیں سب گبر و مسلماں چڑھا

نیچہ جب سول وہ بانکا جوان لینے لگا ہوس کے جی میں مرے پیچان لینے لگا

مجھکو ہر شب ہجر کی ہونے لگی جون روز حشر — مجھ سے یہ کس دن کے بدلے آسمان لینے لگا؟
ہی جو غنچون کا چٹکنا انگلیون کی سی چٹک — یہ بلائین کسکی ، باغ ، اے باغبان لینے لگا؟
جس پینے کی اس میکدہ مین ہیبت دست سبو — وہ قدم تیرے ، لبس ہی پیر مغان ، لینے لگا
لیکے آئینہ جو دیکھی حسن کی اپنے بہار — اپنے بوسے آپ وہ غنچہ دہان لینے لگا
سوت اسکو یاد کرتی ہی خدا جانے کہ گور — یون ترا بیمار غم جو ہچکیان لینے لگا
رات کو اے ذوق اسکی نوک مژگان کا خیال — تن پہ ہر مو سے مرے ، کار سنان لینے لگا

ایک دن بالکل نہ مین ، اے چارہ گر اچھا ہوا — داغ ادھر تازہ ہوا ، گر زخم ادھر اچھا ہوا
سچ برا تو ہی ، نظر آیا اگر سب کو برا — تو ہی اچھا ہی تجھے معلوم اگر اچھا ہوا
ذوق کے مرنے کی سنکر پہلے تو کچھ رک گئے — پھر کہا تو یہ کہا ، منھ پھیر کر ، اچھا ہوا

عبث جان منتظر ہو تو دون پہ ہی وہ شوخ کب آیا؟ — اگر حیلہ کو بھی آیا ، تو ہم جانینگے اب آیا
وہ آئین یا نہ آئین ہان بغلین کھینچیدہ دل الٹے — مگر یہ سچ ہی کیون رنج الٹے بے سبب آیا؟
لگائی زلف کو شانے نے جو انگلی بچارا دل — یہ گستاخی ہی بیچارہ تو سمجھی اور بے ادب آیا
ترے ڈر سے نہ آیا پاس کوئی بھی نو ون جیسے — مگر رونا کبھی چوری سے اے ابر نیم شب آیا
ہین لینے ذوق کے قربان کہ گستی ہین محبت کی — بلایا کس نے اسکو؟ یہ جب آیا بے طلب آیا

آنکھین مری تلوون سے وہ مل جائے تو اچھا — ہی حسرت پابوس نکل جائے تو اچھا
جو چشم کہ بے نم ہو وہ ہو کور تو بہتر — جو دل نہ ہو بے داغ وہ جل جائے تو اچھا
بیمار محبت نے لیا تیرے سنبھالا — لیکن وہ سنبھالے سے سنبھل جائے تو اچھا
تاثیر محبت عجب اک حسب کا عمل ہے — لیکن یہ عمل یار پہ چل جائے تو اچھا
فرقت سے تری تار نفس سینے مین میرے — کانٹا سا کھٹکتا ہی نکل جائے تو اچھا
وہ صبح کو آئے تو کرون باتون مین دوپہر — اور چاہون کہ دن تھوڑا سا ڈھل جائے تو اچھا
ڈھل جائے جو دن بھی تو اسی طرح کرون شام — اور پھر کہون گر آج سے کل جائے تو اچھا

جب کل ہو تو پھر وہ ہی کہون کل کی طرح سے / گر آج کا دن بھی یونہیں ٹل جائے تو اچھا

القصہ نہیں چاہتا میں جائے وہ یان سے / دل اُسکا یہیں کاش بہل جائے تو اچھا

ہے قطع رہ عشق میں اے ذوق ادب شرط / جون شمع تو اب سر ہی کے بل جائے تو اچھا

کہے ہے خنجر قاتل سے یہ گلو میرا / کبھی جو تجھ سے کرے تو بہے لہو میرا

نہ پہنچا گردن جانان تک اور لوٹ کے ہاے / پڑا گلے میں مرے دست آرزو میرا

ہمیشہ میں ہون ہی داوگھات میں اے ذوق / کہ رام ہو وہ غزال پلنگ خو میرا

بعد مردن بھی خیال چشم فتان ہی رہا / سبزۂ تربت مرا در حسرت غزالان ہی رہا

کب لباس دنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر / جامۂ فانوس میں بھی شعلہ عریان ہی رہا

مدتون دل اور پیکان دونون سینے میں رہے / آخرش دل بہہ گیا خون ہو کے پیکان ہی رہا

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے / کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

سب کو دیکھا اُس سے اور اُسکو نہ دیکھا جون نگاہ / وہ رہا آنکھوں میں اور آنکھوں سے پنہان ہی رہا

آگئے زلفین تری دلمین بسین اور آنکھین تری / ملک دل اپنا ہمیشہ کافرستان ہی رہا

مجھ میں اُس میں ربط ہے گویا ہے رنگ و بوے گل / وہ رہا آغوش میں گو پا گریزان ہی رہا

دین و ایمان ڈھونڈھتا ہے ذوق کیا اس وقت میں / اب نہ کچھ دین ہی رہا باقی نہ ایمان ہی رہا

وہ کون ہے مجھ پر جو تاسف نہیں کرتا / پر میرا جگر دیکھ کہ میں اُف نہیں کرتا

کیا قہر ہے وقفہ ہے ابھی آنے میں اُسکے / اور دم مرا جانے میں توقف نہیں کرتا

دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے / دنیا کے زر و مال پہ میں تف نہیں کرتا

پڑھتا نہیں خط غیر مرا وان کسی عنوان / جب تک کہ عبارت میں تصرف نہیں کرتا

اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر / آرام سے وہ ہے جو تکلف نہیں کرتا

اُسنے جب حال بہت رو رو دل میں مارا / ہم نے دل اپنا اٹھا اپنی بغل میں مارا

آنکھ سے آنکھ جو لڑتی ہے مجھے ڈر ہے دل کا / کہیں بیجا نہ ہو جنگ جدل میں مارا

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

مذکور تری بزم میں کس کا نہیں آتا؟
پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا

جینا ہمیں اصلا نظر اپنا نہیں آتا
گر آج بھی وہ رشک مسیحا نہیں آتا

کیا جانے اسے وہم ہے کیا میری طرف سے
جو خواب میں بھی رات کو تنہا نہیں آتا

ہم رونے پہ آ جائیں تو دریا ہی بہا دیں
شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

آنا ہے تو آ جا کہ کوئی دم کی ہے فرصت
پھر دیکھیے آنا بھی ہے دم یا نہیں آتا

ساتھ اس کے ہیں ہم سایہ کے مانند و لیکن
اس پر بھی جدا ہیں کہ لپٹنا نہیں آتا

دل مانگا سو مفت اور پھر اس پہ تقاضا
کچھ قرض تو دینا ہے تمھارا نہیں آتا؟

جاتی ہے جو زلفوں کی اٹک دل سے ہمارے
افسوس کچھ ایسا ہمیں لٹکا نہیں آتا

قسمت ہی سے لاچار ہوں اے ذوق وگرنہ
سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا

ہم ہیں اور سایہ ترے کوچے کی دیواروں کا
کام جنت میں ہے کیا ہم سے گنہگاروں کا؟

محتسب گرچہ دل آزار ہے میخواروں کا
دیجیے ایک جام تو ہے یار ابھی یاروں کا

اس طپش کا ہے مزہ دل ہی کو حاصل ہوتا
کاش میں عشق میں سر تا بقدم دل ہوتا

صورت نہ کیا تھا ہمارا وہ اگر شان انسان
ہے وہ خود بین کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

سر ہے سفاک شہرہ ہے نگاہ یار کا
سچ کہا ہے باڑھ کاٹے تمام ہے تلوار کا

کوچۂ زلف بتاں میں دل پڑا ہو کا گھیر
پوچھتے ہو کیا ٹھکانا اس خدا کی خوار کا

یاں طبیب درستی ہمیں کیا؟ سمجھا ہوا
ہے دل ہی زندگی سے ہمارا بجھا ہوا

نہ پکڑیں دامن الیاس گو دامن ہمیں ہم
کہ بدتر ڈوب کر مرنے سے ہے جینا سیہ کار کا

بیٹھے رہے تو قفس ہے عجب آرام کی جا
پر ہمیں چین ہمیں شوق نہ ... کرتا

نہ ہوا آپ شہادت سے کاو تر نہ ہوا
مستعد جب وہ ہوا ناسے تو خنجر نہ ہوا

مقتل میں شور قاتل ... قتل ہوا
لا ساقیا پیالہ کہ توبہ کا قتل ہوا

جو حسد کسی کو تجھ پر ہو تو ہے یہ تیری خوبی — کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیون حسود ہوتا

کیون کہہ کے مکرتا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا — کہہ جو تجھے کہنا ہو کہ مین کچھ نہین کہتا

وہ دیکھین کس طرح ہر روز فرقت دیکھ کر جیتا — کہ جو عاشق ہو تیرا تیری صورت دیکھ کر جیتا

یون لائے دان سے ہم دل صد پارہ ڈھونڈ کر — دیکھا جہان پڑا کوئی ٹکڑا اٹھا لیا

جنت ہے زندگی مین، زمانہ شباب کا — پیری ہے پہلے مرگ سے ہونا عذاب کا

ہم برہنہ پا، جنون اور گرم تپتے ریزہ ریا — دوپہر ہے سایہ بھی بیٹھے ہے وسب گرد میرا

زاہد شراب پینے سے کافر ہوا مین کیون؟ — کیا ڈیڑھ چلو پانی مین ایمان بہہ گیا؟

یان تک عدو زمانہ ہے مرد دلیر کا — [illegible] شکار سے کیسے یہ بھی شیر کا

لگا ہے تیر دل پر آہ کس کافر کی مژگان کا — نشان سوفار کا معلوم ہوتا ہے پیکان کا

مسجد مین اُس نے ہم کو آنکھین دکھا کے مارا — کافر کی دیکھو شوخی گھر مین خدا کے مارا

دل عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب؟ — کام چور اس کام پر کس منہ سے اجرت کی طلب؟

حشر تک دل مین رہی اُس سرو قامت کی طلب — یہ طلب ہے اپنی یا رب کس قیامت کی طلب؟

دور رہ، اور درست رہ اپنے مثلِ ہلال — شہر مین تجکو اگر ہے اپنی شہرت کی طلب

گر گلستان جہان مین تنگ ہے تو غنچہ وار — گر کشادہ دل سے اپنے ذوق وسعت کی طلب

سمجھے بیجانے کی غفلت تو نہ بیٹھے ہرگز — سرِ جمشید ہے اور گردش جام شراب

مجنون نے دی لگا جو سرِ خار زار پشت — پشت اب ہجوم خار سے ہے پشت خار پشت

بار زمانہ پشت پہ لیکر کشیدہ کی طرح — سیدھی فلک نے کی نہ کبھی ایک بار پشت

مدّاح سخن سے تا قیامت تک ہے ذوق — اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

معلوم جو ہوتا ہمین انجام محبت — لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نام محبت

کہتی تھی وفا نوحہ کنان نعش پہ میری — سونپا کسے تو نے مجھے ناکام محبت؟

بیمار عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج — کہہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج

پھر تنگنا سے دہر نہیں منزل فراغ — غافل نہ پاؤں حرص کے پھیلا سو کیڑ تو

کیا محبت میں ہی حسرت دل بتاؤ کہ تم کیسے کتنا ہلاک ہو؟ — کہ جب آکر تمکو دیکھا تو وہی لیپ پیٹ افسوس کے ذوق ہو

ہاے صیاد تو آیا مرے پر کاٹنے کو — میں تو خوش تھا کہ چھری لایا ہے سر کاٹنے کو

زیادہ ہوتا ہے پیری میں فربہ نفس امارہ — یہ پاؤں کی سپیدی شیر ہے اس مار رہزن کو

دیکھا دم نزع دلارام کو — عید ہوئی ذوق دلے شام کو

مرتے ہیں ترے پیار سے ہم اور زیادہ — تو لطف میں کرتا ہے ستم اور زیادہ

کیا قہر ہے جتنا کہ وہ چاہت سے ہو ردّ کرے ہے — اُتنا ہی اُسے چاہیں گے ہم اور زیادہ

اس عاشق بیچارہ کا ہے آج بُرا حال — گریے سے ہے آنکھوں پہ ورم اور زیادہ

لیتے ہیں ثمر شاخ ثمر ور کو جھکا کر — جھکتے ہیں سخی وقت کرم اور زیادہ

جو کنج قناعت میں ہیں تقدیر پہ شاکر — ہے ذوق برابر انہیں کم اور زیادہ

اے ذوق وقت نالے کے رکھ لے جگر پہ ہاتھ — ورنہ جگر کو روئے گا تو دھر کے سر پہ ہاتھ

اے شمع ایک چور ہے باد نسیم صبح ۲۵ — مارے ہے کوئی دم میں ترے تاج زر پہ ہاتھ

جو دیکھے اُسکو تھام کے دل بیٹھ جا ذوق — جب ناز سے کھڑا ہو وہ رکھ کر کمر پہ ہاتھ

ہوش و خرد گئے نگہ سحر فن کے ساتھ — اب جو ہے اپنی بات سو دیوانے پن کے ساتھ

وحشی کو ہم نے دیکھا اُس آہو نگاہ کے — جنگل میں پھر رہا تھا قلانچیں ہرن کے ساتھ

افسردہ دل کے واسطے کیا چاندنی کا لطف؟ — لپٹا پڑا ہے مردہ سا گویا کفن کے ساتھ

گندم سے ہے سینہ چاک فراق بہشت میں ۲۶ — آدم کو کیا نہ ہوگی محبت وطن کے ساتھ

ممکن نہیں ہے ذوق خلائق سے چھوٹنا — جب تک کہ روح کو ہے تعلق بدن کے ساتھ

ترے کوچے کو وہ بیمار غم دار الشفا سمجھے — اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے — اور اس پر بھی نہ سمجھے وہ تو اُس بت سے خدا سمجھے

تجھے اے سنگدل آرام جاں ملتا ہے سمجھے — ہمیں تیرے سمجھ پر اپنی ہم سمجھے تو کیا سمجھے

اگر یہ جانتے چن چن کے ہمکو توڑینگے — تو گل کبھی نہ تمنائے رنگ و بو کرتے
سراغ عمرِ گذشتہ کا ڈھونڈھیے گر ذوق — تمام عمر گزر جائے جستجو کرتے

غنچے تری تنگیِ دہنی کو نہیں پاتے — ہنستے ہیں مگر تیری ہنسی کو نہیں پاتے
کیوں ہم نے دیا دل تجھے او سنگدل اینا؟ — کمبخت ہم اُس سخت گھڑی کو نہیں پاتے
وہ کونسا غم ہے جسے پاتے نہیں دل میں — لیکن نہیں پاتے تو خوشی کو نہیں پاتے
معلوم نہیں اُسکے دہن ہے کہ نہیں ہے — اے ذوق ہم اس شیرینی کو نہیں پاتے

مزے یہ دل کے لیے تھے نہ تھے زبان کے لیے — سو ہم نے دل میں مزے سوزشِ نہان کے لیے
نہ چھوڑ تو کسی عالم میں راستی کہ یہ شے — عصا ہے پیر کو اور سیف ہے جوان کے لیے
جو پاسِ مہر و محبت کہیں یہاں بکتا — تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہربان کے لیے
نہیں ہے خانہ بدوشوں کو حاجتِ سامان — اٹھانا چاہیے کیا خانہ کمان کے لیے
مثالِ نے ہے مرا جب تلک کہ دم میں دم — فغان ہے میرے لیے اور میں فغان کے لیے
دیا ہے دوش پہ اس ناتوان کو سر لیکن — لگا رکھا ہے ترے خنجر و سنان کے لیے
بنایا آدمی کو ذوق ایک جزوِ ضعیف — اور اس ضعیف سے کل کام دو جہان کے لیے

جو دل قمار خانہ میں بت سے لگا چکے — وہ ابتدا میں چھوڑ کے کعبے کو جا چکے
آنا بلا ہے اسکا قیامت سے کم نہیں — مرتے ہیں انتظار میں اک روز آ چکے
یاد آیا یاں کے آنے کا وعدہ نہیں تو کب؟ — جب ہاتھ کو وہ پاؤں میں مہندی لگا چکے
منکار د آج خوب چلو سیکسے کو ذوق — چھوڑو کہیں وظیفہ بہت پڑھ پڑھا چکے

ابر تر آنسو بہانا کوئی ہم سے سیکھ جائے — برقِ مضطر تلملانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
تیغ تو دیکھی پڑی تھی گرچہ ہم آپ — دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
کیا ہوا اے ذوق ہیں جو مردمک ہم رو سیاہ — لیکن آنکھوں میں سمانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

نہ پوچھو کہ دل شاد ہے یا حزین ہے — ہمیں یہ بھی معلوم ہے یا نہیں ہے

دل گرفتار ہوا یار کی عیاری سے ۴۰ ہم گرفتار ہوئے دل کی گرفتاری سے
کتنے مفلس ہو گئے کتنے تونگر ہو گئے — خاک میں جب مل گئے دونوں برابر ہو گئے

الفت کا مزا جب کہ کوئی مر جائے تو جائے — یہ درد سر ایسا ہے کہ سر جائے تو جائے

قطعات

ہائے کل سب آشنا تیرے مریض عشق کے — تھے علاج ضعف دل از ضعف تن کی فکر میں
آج گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں با چشم پر آب — لگا کے سر تکیہ میں گہ کفن کی فکر میں

اے ذوق میں نہ آپ کو صوفی قبا سمجھ — معلوم ہے حقیقت جبہ و قبا سب کی
نکلے ہو میکدے سے ابھی شیشہ چھپا کے تم — دابے ہوئے بغل میں صراحی شراب کی

تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق — ہے برا وہ ہی کہ جو تجھکو برا جانتا ہے
اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے ۴۱ کیوں برا کہنے سے تو اُسکے برا مانتا ہے

جنکو اس وقت میں اسلام کا دعویٰ ہے کمال — دیکھتا ہوں یہ اب اے ذوق میں انکا احوال
جس طرح سے کہ نماز شب کو بعید بدوں کے ۴۲ نقل کرتا ہے مسلمان کی کافر نقال

رباعیات

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہو گا — ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہو گا
جو کچھ کہ ہوا ہوا کرم سے تیرے — جو کچھ ہو گا ترے کرم سے ہو گا

جب تک کہ تھے گرہ میں انکی پیسے — سب کہتے تھے انکو آپ ایسے ایسے
مفلس ہوئے تو پھر کسی نے اے ذوق — پوچھا نہ کہ تھے کون وہ ایسے تیسے

ان آنکھوں سے رنگ لالہ گون بھی دیکھا — اور انکو ترا اشک خون بھی دیکھا
کیا کیا دیکھا نہ رنگ ہم نے اے ذوق — یوں بھی دیکھا جہان کو دوں بھی دیکھا

دنیا سے کہ اے ذوق اٹھا جائیں گے — ہم کیا کہیں کیا آئے تھے کیا جائیں گے
جب آئے تھے روتے ہوئے آئے تھے — اب جائیں گے اوروں کو رلا جائیں گے

مثنویات

شیشہ مے کی یہ دراز زبان — اور چھپے یہ ستم کہ بند دہان
جھوم جھوم ایسے بادل آنے لگے — پاؤں توبہ کے لڑکھڑانے لگے

شب ہجران بسر نہیں ہوتی — نہیں ہوتی سحر نہیں ہوتی
بستر رنج و کنج تنہائی — رات کیا آئی اک بلا آئی
شام سے حال ہے یہ صبح تلک — نہیں لگتی مری پلک سے پلک
نہیں کیوں بولتے سحر کے طیور — کیا شفق نے کھلا دیا سیندور
دل سے رخصت ہے تاب و طاقت کی — بیقراری نے استقامت کی
ہوس سیر باغ ہے کسکو — دل ہے کسکو دماغ ہے کسکو
کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے گھر — سگ دیوانہ بن گیا ہے گھر

سہرا

اے جوان بخت مبارک تجھے سر پر سہرا — آج ہے یمن و سعادت کا ترے سر سہرا
روے فرخ پہ جو ہیں تیرے برستے انوار — تار بارش سے بنا ایک سراسر سہرا
ایک کو ایک پہ تزئین ہے دم آرایش — سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا
رونمائی میں تجھے دے مہ و خورشید فلک — کھول دے منہ کو جو تو منہ سے اٹھا کر سہرا
کثرت تار نظر سے ہے تماشائیوں کی — دم نظارہ ترے روے نکو پر سہرا
دُرِ خوش آب مضامین سے بنا کر لایا — واسطے تیرے ترا ذوق ثناگر سہرا
جسکو دعوی ہو سخن کا یہ سنا دے اسکو — دیکھ اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا

انتخاب

از

کلیاتِ سعدی

در نثر

سعدی

مصلح الدین نام۔ سعدی تخلص۔ مشہور بہ شیخ سعدی۔ شیراز مولد و مدفن۔ سعد ابن زنگی کے زمانہ میں یہ تھے اور اسی رعایت سے سعدی تخلص اختیار کیا تھا۔ امرا کے دربار میں بھی حاضر ہوتے تھے اور فقرا سے بھی لطف ملاقات رکھتے تھے۔ یہ عالم صوفی اور شاعر تھے۔ بہت بڑے سیاح تھے اور بڑے باکمال تھے گلستان اور بوستان انکی تصنیفات میں بہت مشہور ہیں۔ ملّا جامی لکھتے ہیں۔

در شعر سہ کس پیمبران اند | قولیست کہ جملگی بران اند
فردوسی و انوری و سعدی | ہر چند کہ لا نبی بعدی

سلطان محمد قاآن حاکم ملتان نے آپ کو چاہا کہ ملتان میں آکر بود و باش اختیار کریں لیکن پیری کی وجہ سے شیخ نے گھر چھوڑنا پسند نہیں کیا۔ امیر خسرو کے لیے سفارشی خط شیخ صاحب نے محمد قاآن کے پاس بھیجا تھا اور کچھ اپنی غزلیں بھی بھیجی تھیں۔ ۶۹۱ھ میں شیخ صاحب مر کر۔ اور شیراز میں دفن ہوگئے۔ انکا مقبرہ سعدیہ کے نام سے مشہور ہے۔

شمس الدین ابوالفرج ابن جوزی علوم ظاہری میں آپ کے استاد تھے اور شیخ شہاب الدین سہروردی علم باطن میں آپ کے مقتدا تھے۔ آپ کے کلام آپکی زیست ہی میں تمام ایشیا میں پہنچ گئے تھے۔ اور پھر آپ کی کتابوں داخل درس ہوکر ایشیا کی تہذیب و اخلاق میں اثر خاص پیدا کیا۔ سعدی کو اس اعتبار سے ایشیا کا سب سے بڑا معلم کہنا بجا ہے۔

ہندوستان کی تعلیم یافتہ جماعت میں جو پہلے اتحاد خیال تھا انہیں لوگوں کے نزدیک اب کمی آتی جاتی ہے۔ اسکا سبب میرے خیال میں ایک یہ بھی ہے کہ سعدی کی گلستان بوستان اور پندنامہ کی بدولت پہلے ہندوؤں اور مسلمانوں کا معلم اخلاق ایک ہوتا تھا اور نئے طرز تعلیم میں یہ امر جاتا رہا

پندنامه معروف به کریما

کریما ببخشای بر حال ما | که هستم اسیر کمند هوا

اشارت به نفس

مکن تکیه بر عمر ناپایدار | مباش ایمن از بازی روزگار

مدح کرم

ورای کرم در جهان کار نیست | وزین گرم تر هیچ بازار نیست

صفت سخاوت

سخاوت مس عیب را کیمیاست | سخاوت همه دردها را دواست

مذمت بخل

بخیل ار چه باشد توانگر بمال | بخواری چو مفلس خورد گوشمال

سخیان ز اموال بر می‌خورند | بخیلان غم سیم و زر می‌خورند

صفت تواضع

دلا گر تواضع کنی اختیار | شود خلق دنیا ترا دوستدار

تواضع کند هوشمند گزین | نهد شاخ پرمیوه سر بر زمین

تواضع ز گردن فرازان نکوست | گدا گر تواضع کند خوی اوست

مذمت تکبر

تکبر بود عادت جاهلان | تکبر نیاید ز صاحب دلان

فضیلت علم

چو شمع از پی علم باید گداخت | که بی علم نتوان خدا را شناخت

امتناع از صحبت جاهلان

دلا گر خردمندی و هوشیار ــ مکن صحبتِ جاہلان اختیار
ترا اژدہا گر بود یارِ غار ۳ ازان بہ کہ جاہل بود غمگسار

صفتِ عدل

رعایت دریغ از رعیت مدار ــ مرادِ دلِ دادخواہان برار

مذمتِ ظلم

خرابی ز بیداد بیند جہان ــ چو بستانِ خرم ز بادِ خزان
مکن بر ضعیفانِ بیچارہ زور ــ بیندیش آخر ز تنگیِ گور

صفتِ قناعت

اگر تنگدستی ز سختی سنال ۴ کہ پیش خردمند ہیچ است مال
غنی گر نباشی مکن اضطراب ــ کہ سلطان نخواہد خراج از خراب

صفت طاعت و عبادت

کسے را کہ اقبال باشد غلام ــ بود میل خاطر بطاعت مدام
نماز از سرِ صدق بر پاے دار ــ کہ حاصل کنی دولتِ پایدار
پرستندۂ آفرینندہ باش ــ در الوانِ طاعت فشانندہ باش

بیان شرابِ محبت و عشق

خوش آن دل کہ دارد تمنائے دوست ــ خوش آنکس کہ دربند سودائے اوست
خوش آنکس کہ شیدا است بر کوئے دوست ۵ خوش آنکس کہ شد منزلش کوئے دوست

صفتِ وفا

جدائی ز احباب کردن خطاست ــ بریدن ز یاران خلافِ وفاست

فضیلت شکر

گر از شکر ایزد مند ہی زبان ــ بدست آوری دولتِ جاودان

بیانِ صبر

ترا گر صبوری بود دستیار ۵ بدست آوری دولتِ پائدار

صفتِ راستی

بہ از راستی در جہان کار نیست ۶ کہ در گلبنِ راستی خار نیست

مذمتِ کذب

دروغ اے برادر مگو زینہار کہ کاذب بود خوار و بے اعتبار

منعِ امید اسیاز مخلوقات

منہ دل درین منزلِ جانستان ۷ کہ در وے نہ بینی دلے شادمان
منہ دل برین دیرِ ناپائدار ۸ ز سعدی ہمین یک سخن یاد دار

گلستان

اثرِ صحبت

دیدم گلِ تازہ چند دستہ بر گنبدے از گیاہ بستہ
گفتم چہ بود گیاہِ ناچیز تا در صفِ گل نشیند او نیز
بگریست گیاہ و گفت خاموش ۹ صحبت نہ کند کرم فراموش
گر نیست جمال و رنگ و بویم آخر نہ گیاہِ باغِ اویم

احسان فراموشی

سگے را لقمہ ہرگز فراموش نہ گردد گر زنی صد نوبتش سنگ
دگر عمرے نوازی سفلہ را ۱۰ بکمتر چیزے آید با تو در جنگ

اسراف

اسے کور بود بروشن شمعِ کافوری نہند ۱۱ زود بینی کش بشب روغن نباشد در چراغ

چو دخلت نیست خرج آهسته‌تر کن · که میگویند ملاحان سرودی
بکوهستان اگر باران نبارد · بسالی دجله گردد خشک رودی

اعتدال

ای که مشتاق منزلی مشتاب · پند من کاربند صبر آموز
اسپ تازی دو تک رود بشتاب · اشتر آهسته میرود شب و روز
جوانی با پدر گفت ای خردمند · مرا تعلیم کن پیرانه یک پند
بگفتا نیکمردی کن نه چندان · که گردد چیره گرگ تیز دندان

اقبال

بالای سرش ز هوشمندی · میتافت ستارهٔ بلندی

انسان

مرغک از بیضه برون آید و روزی طلبد · آدمی زاده ندارد خبر و عقل و تمیز

بخت و اتفاق

شد غلامی که آب جو آرد · آب جو آمد و غلام ببرد
دام هر بار ماهی آوردی · ماهی این بار رفت و دام ببرد
چه کند زورمند وارون بخت؟ · بازوی بخت به که بازوی سخت
منعم بکوه و دشت و بیابان غریب نیست ۱۲ هر جا که رفت خیمه زد و بارگاه ساخت
رزق هرچند بیگمان برسد ۱۲ شرط عقل است جستن از درها
گه بود کز حکیم روشن رای · بر نیاید درست تدبیری
گاه باشد که کودکی نادان · بغلط بر هدف زند تیری

بخل

مکن نماز بر آن هیچکس که هیچ نکرد · که عمر در سر تحصیل مال کرد و نخورد

بد صوت

چون بآواز آمد آن بربط سرای
کدخدا را گفتم از بهر خدای

پنبه ام در گوش کن تا نشنوم
یا درم بگشای تا بیرون روم

موذن بانگ بے ہنگام برداشت
نمیداند که چند از شب گذشت است

درازیِ شب از مژگانِ من پرس
که یکدم خواب در چشمم نگشت ست

بیوفائی

جوانان خردمند و خوب رخسار ۱۴
ولیکن در وفا با کس نپایند

وفاداری مدار از بلبلان چشم ۱۵
که هر دم بر گلِ دیگر سرایند

بے ہنری

گر بے ہنر بمال کند کبر بر حکیم
کون خرش شمار اگر گاو عنبر است

آن را که عقل و همت و تدبیر و رای نیست
خوش گفت پرده دار که کس در سرای نیست

پسر

سالها بر تو بگذرد که گذار
نکنی سوے تربت پدرت

تو بجاے پدر چه کردی خیر ۱۶
تا همان چشم داری از پسرت

زنان باردار اے مرد هشیار
اگر وقت ولادت مار زایند

ازان بهتر بنزدیک خردمند
که فرزندان ناهموار زایند

پیری

دمے چند گفتم برآرم بکام
دریغا که بگرفت راه نفس

دریغا که بر خوانِ الوانِ عمر
دمے چند خوردیم و گفتند بس

تربیت اولاد

هر که در خردیش ادب نکنی
در بزرگی فلاح ازو برخاست

چوب تر را چنانکه خواهی پیچ   نشود خشک جز بآتش راست

هر آن طفل کو جور آموزگار ۱۷ نه بیند جفا بیند از روزگار

پادشاهی پسر بمکتب داد   لوح سیمینش بر کنار نهاد

بر سر لوح او نوشته بزر ۱۸ جور استاد به ز مهر پدر

تواضع

این حکایت شنو که در بغداد   رایت و پرده را خلاف افتاد

رایت از گرد راه و رنج رکاب   گفت با پرده از طریق عتاب

من و تو هر دو خواجه تاشانیم   بندهٔ بارگاه سلطانیم

من ز خدمت دمی نیاسودم   گاه و بیگاه در سفر بودم

تو نه رنج آزمودهٔ نه حصار   نه بیابان و باد و گرد و غبار

قدم من بسعی پیشتر است   پس چرا عزت تو بیشتر است

تو بر بندگان مه روئی   با کنیزان یاسمن بوئی

من فتاده بدست شاگردان   بسفر پای بند و سرگردان

گفت من سر بر آستان دارم ۱۹ نه چو تو سر بر آسمان دارم

هر که بیهوده گردن افرازد   خویشتن را بگردن اندازد

تهذیب سخن

سخن گرچه دلبند و شیرین بود   سزاوار تصدیق و تحسین بود

چو یکبار گفتی مگو باز پس ۲۰ که حلوا چو یکبار خوردند بس

تحمل

یکی را زشت خوئی داد دشنام   تحمل کرد و گفت ای نیک فرجام

بتر زانم که خواهی گفت آنی   که دانم عیب من چون من ندانی

تمیز باید و تدبیر و عقل وانگہ ملک — کہ ملک و دولت ناداں سلاح جنگ خداست

شعر

شوربختان بآرزو خواہند — مقبلاں را زوال نعمت و جاہ
گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب را چہ گناہ؟
راست خواہی ہزار چشم چناں — کور بہتر کہ آفتاب سیاہ؟

حسن

با تو مرا سوختن اندر عذاب — بہ کہ شدن با دگرے در بہشت
بوے پیاز از دہن خوبروے — نغز تر آید کہ گل از دست زشت

حکمت

دگر رہ گر نداری طاقت نیش ۲۱ مکن انگشت در سوراخ کژدم
چو کردی با کلوخ انداز پیکار ۲۲ سر خود را بہ نادانی شکستی
چو تیر انداختی بر روے دشمن — چناں داں کاندر آماجش نشستی
گر گزندت رسد ز خلق مرنج — کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج
از خدا داں خلاف دشمن و دوست — کہ دل ہر دو در تصرف اوست
گرچہ تیر از کماں ہمی گزرد ۲۳ از کماں دار بیند اہل خرد
چہ سالہاے فراواں و عمرہاے دراز — کہ خلق بر سر ما بر زمیں بخواہد رفت
چنانکہ دست بدست آمدست ملک بما ۲۴ بدستہاے دگر ہمچنیں بخواہد رفت
کس نیاموخت علم تیر از من ۲۵ کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد
ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ۲۶ کیں رہ کہ تو میروی بترکستان ست
خاتون خوبصورت و پاکیزہ روے را — نقش و نگار و خاتم فیروزہ گو مباش
درویش نیک سیرت و فرخندہ روے را — نان رباط و لقمۂ دریوزہ گو مباش

گر آب چاه نصرانی نه پاک است　　جهودِ مرده میشوئی چه باک است

بدوزد شره دیدهٔ هوشمند　　در آرد طمع مرغ و ماهی به بند

چو پرخاش بینی تحمل بیار　　که سهلی ببندد درِ کارزار

یا مکن با پیلبانان دوستی ۲۷ یا بنا کن خانهٔ در خوردِ پیل

به هیچ که می گذرد دل منه که دجله بسی　　پس از خلیفه بخواهد گذشت در بغداد

گرت ز دست برآید چو نخل باش کریم ۲۸ ورت ز دست نیاید چو سرو باش آزاد

حیات انسانی

هر دم از عمر می‌رود نفسی ۲۹ چون نگه میکنم نماند بسی

ای که پنجاه رفت و در خوابی　　مگر این پنج روز دریابی

خجل آنکس که رفت و کار نساخت ۳۰ کوسِ رحلت زدند و بار نساخت

خوابِ نوشینِ بامدادِ رحیل ۳۱ باز دارد پیاده را ز سبیل

هر که آمد عمارتِ نو ساخت ۳۲ رفت و منزل بدیگری پرداخت

وان دگر پخت همچنین هوسی　　وین عمارت بسر نبرد کسی

یار ناپایدار دوست مدار　　دوستی را نشاید این غدار

مادهٔ عیش آدمی شکم است　　تا بتدریج میرود چه غم است

گر ببندد چنانکه نگشاید　　گو دل از عمر برکند شاید

ور گشاید چنانکه نتوان بست　　گو بشو از حیات دنیا دست

چار طبعِ مخالف و سرکش　　چند روزی بوند با هم خوش

گر یکی زین چهار شد غالب　　جانِ شیرین برآید از قالب

لاجرم مردِ عارفِ کامل ۳۳ ننهد بر حیاتِ دنیا دل

نیک و بد چون همی بباید مرد ۳۴ خنک آنکس که گویِ نیکی برد

برگِ عیشے بگورِ خویش فرست
کس نیارد زِ پس تو پیش فرست

عمر برفست و آفتاب تموز
ہم اندکے ماند و خواجہ غرہ ہنوز

اے تہیدست رفتہ در بازار
ترسمت باز نا دری دستار

پند سعدی بگوش دل بشنو
رہ چنین ست، مرد باشی زبرد

بصورت آدمی شد قطرۂ آب
کہ چل روزش قرار اندر رحم ماند

وگر چل سالہ را عقل و ادب نیست
بتحقیقش نشاید آدمی خواند

خادم

غلام آبکش باید و خشت زن
بود بندہ نازنین مشت زن

خلقت

ہیچ صیقل نکو نداند کرد
آہنے را کہ بدگہر باشد

چون بود اصل جوہرے قابل
تربیت را درو اثر باشد

سگ بدریائے ہفتگانہ بشو
چونکہ تر شد پلید تر باشد

خرِ عیسے اگر بہ مکہ برند
چون بیاید ہنوز خر باشد

خموشی

چو کارے بے فضول من برآید
مرا در وے سخن گفتن نشاید

وگر بینم کہ نابینا و چاہ است
اگر خاموش بنشینم گناہ است

خودداری

کہن خرقۂ خویش پیراستن
بہ از جامۂ عاریت خواستن

رفعِ دشمن

نہ بینی کہ چون گربہ عاجز شود
برآرد بچنگال چشمِ پلنگ

دنیا

اگر دنیا نباشد دردمندیم اگر باشد بمهرش پای بندیم

راستی

راستی موجب رضای خداست ۳۸ کس ندیدم که گم شد از ره راست

رزق

اگر روزی بدانش درفزودی ۳۹ ز نادان تنگ روزی تر نبودی

بنادان آنچنان روزی رساند ۴۰ که دانا اندران حیران بماند

بخت و دولت بکاردانی نیست جز بتائید آسمانی نیست

کیمیاگر بغصه مرده برنج ۴۱ ابله اندر خراب یافته گنج

فراموشت نکرد ایزد در اشخال که بودی نطفه مدفون و مدهوش

روانت داد و طبع و عقل و ادراک جمال و نطق و رای و فکرت و هوش

ده انگشتت مرتب کرد بر کف دو بازویت مرتب ساخت بر دوش

کنون پنداری ای ناچیز همت که خواهد کردنت روزی فراموش

ریا

آنکه چون پسته دیدمش همه مغز پوست بر پوست بود همچو پیاز

ای طبل بلند بانگ در باطن هیچ بی توشه چه تدبیر کنی وقت بسیچ

روی طمع از خلق بپیچ ار مردی ۴۱ تسبیح هزار دانه بر دست بپیچ

زمانه

گه شگوفه گاه شگفته است و گاه خوشیده ۴۲ درخت وقت برهنه است و وقت پوشیده

زبان خلق

بعذر توبه توان رستن از عذاب خدای ولیک می نتوان از زبان مردم رست

سخن

سخندان پرورده پیر کهن ۔ بیندیشد آنگہ بگوید سخن
مزن بے تامل بگفتار دم ۔ نکو گوے گر دیر گوئی چہ غم
بیندیش و آنگہ برآور نفس ۔ وزان پیش بس کن کہ گویند بس

نطق آدمی بہتر است از دواب ۴۳ دواب از تو بہ گر نہ گوئی صواب

تا مرد سخن نگفتہ باشد ۴۴ عیب و ہنرش نہفتہ باشد
ہر بیشہ گمان مبر کہ خالی ست ۔ شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

نہ مردست آن بہ نزدیک خردمند ۔ کہ با پیل دمان پیکار جوید
بلے مرد آن کس است از روے تحقیق ۴۵ کہ چون خشم آیدش باطل نہ گوید

درسخن با دوستان آہستہ باش ۔ تا ندارد دشمن خونخوار گوش
پیش دیوار آنچہ گوئی ہوشدار ۔ تا نباشد در پس دیوار گوش

شوق

نگار من چو درآید بخندہ نمکین ۔ نمک زیادہ کند بر جراحت ریشان
چہ بودے ار سر زلفش بدستم افتادے ۔ چو آستین کریمان بدست درویشان

گر دست خوبی من آید ناسزاوار ۔ تو خوبی نمائی خویش از دست مگذار

صحبت بد

زینہار از قرین بد زنہار ۔ وقنا ربنا عذاب النار

صحبت جاہلان

دو عاقل را نباشد کین و پیکار ۔ نہ دانائے ستیزد با سبکسار
اگر نادان بوحشت سخت گوید ۔ خردمندش بنرمی دل بجوید
دگر در ہر دو جانب جاہلانند ۴۶ اگر زنجیر باشد بگسلانند

امیدوار بود آدمی بخیرِ کسان ۸۴ مرا بخیرِ تو امید نیست بد مرسان

به تیشه کس نه تراشد ز روی خارا گل چنانکه بانگِ درشت تو می خراشد دل

صحبتِ ناجنس

نه عجب گر فرو رود نفسش عندلیبی غراب هم قفسش

عالم اندر میانهٔ جهال مثلی گفته اند صدیقان

شاهدی در میانِ کوران است مصحفی در کنشتِ زندیقان

طعام

سخن آنگه کند حکیم آغاز یا سر انگشت سوی لقمه دراز

که ز ناگفتنش خلل زاید یا ز ناخوردنش بجان آید

خوردن برای زیستن و ذکر کردن است تو معتقد که زیستن از بهر خوردن است

نه چندان بخور کز دهانت برآید نه چندان که از ضعف جانت برآید

ترکِ احسان خواجه اولیٰ تر کاحتمالِ جفای بوابان

به تمنای گوشت مردن به ۸۸ که تقاضای زشتِ قصابان

اگر حنظل خوری از دست خوشخوی به از شیرینی از دستِ ترشروی

هر که نان از عملِ خویش خورد ۸۹ منتِ حاتم طائی نبرد

در بیابانِ خشک و ریگِ روان تشنه را در دهان چه دُر چه صدف

مردِ بی توشه کاوفتاد ز پای بر کمر بندِ او چه زر چه خزف

مرغ بریان به چشمِ مردم سیر کمتر از برگِ تره بر خوان است

وانکه را دستگاه و قوت نیست شلغمِ پخته مرغِ بریان است

گوش تواند که همه عمر وی نشنود آوازِ دف و چنگ و نی

دیده شکیبد ز تماشای باغ بی گل و نسرین بسر آرد دماغ

گر نبود بالشِ آگندہ پر ۵۰ خواب توان کرد حجر زیرِ سر
ورنہ بود دلبرِ ہمخوابہ پیش دست توان کرد بآغوشِ خویش
وین شکمِ بیہنر پیچ پیچ ۵۱ صبر ندارد کہ بسازد بہیچ

طمع

ہرکہ بر خود درِ سوال کشاد ۵۲ تا بمیرد نیازمند بود
آز بگذار و پادشاہی کن گردنِ بے طمع بلند بود
سگے را اگر کلوخے بر سر آید ز شادی برجہد کاں استخوانیست
اگر نعشے دو کس بردوش گیرند لئیم الطبع پندارد کہ خوانیست

ظلم

اگر زباغِ رعیت ملک خورد سیبے برآورند غلامانِ او درخت از بیخ
بہ پنج بیضہ کہ سلطان ستم روا دارد ۵۳ زنند لشکریانش ہزار مرغ بسیخ
نہ ہرکہ قوتِ بازوے منصبے دارد بسلطنت بخورد مالِ مردمان بگزاف
توان بحلق فرو بُردن استخوان درشت ولے شکم بدرد چون بگیرد اندر ناف
ماری تو کہ ہرکرا ببینی بزنی ۵۴ یا بوم کہ ہرکجا نشینی بکنی
دورانِ بقا چو بادِ صحرا بگذشت تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت
پنداشت ستمگر کہ جفا بر من کرد ۵۵ بر گردنِ او بماند و بر ما بگذشت

ظنِ نیک

ہرکرا جامہ پارسا بینی پارسا دان و نیک مرد انگار
ورندانی کہ در نہانش چیست محتسب را درونِ خانہ چہ کار

عجز

بگذار کہ بندہ کمینم تا در صفِ بندگان نشینم

عشق

نباید بستن اندر چیز و کس دل | که دل برداشتن کاریست مشکل

درچشم من آمد آن سهی سرو بلند | بربود دلم ز دست و در پای فکند

این دیدهٔ شوخ میبرد دل بکمند ۵۶ | خواهی که بکس دل ندهی دیده ببند

عالم

صاحبدلی بمدرسه آمد ز خانقاه | بشکست عهد صحبت اهل طریق را

گفتم میان عالم و عابد چه فرق بود | تا کردی اختیار از آن این فریق را

گفت او گلیم خویش بدر میبرد ز موج ۵۷ | وین جهد میکند که بگیرد غریق را

علم بے عمل

علم چندانکه بیشتر خوانی | چون عمل در تو نیست نادانی

نه محقق بود نه دانشمند ۵۸ | چارپایی بر او کتابی چند

عمل صالح

دلقت بچه کار آید و تسبیح مرقع | خود را ز عملهای نکوهیده بری دار

حاجت بکلاه برکی داشتنت نیست ۵۹ | درویش صفت باش کلاه تتری دار

غلام

به بنده مگیر خشم بسیار | جورش مکن و دلش میازار

او را تو بده درم خریدی ۶۰ | آخر نه بقدرت آفریدی

قضا و قدر

قضا دگر نشود از هزار ناله و آه | بشکر یا بشکایت برآید از دهنی

فرشته که وکیلست بر خزاین باد | چه غم کند که بمیرد چراغ بیوه زنی

قناعت

نہ بر اشتر سوارم نہ چو اشتر زیرِ بارم ۶۱ نہ خداوندِ رعیت نہ غلامِ شہریارم

کارِ بے سود

بیفائدہ ہر کہ عمر درباخت ۶۲ چیزے نہ خرید و زر بینداخت

کاہلی

گرچہ بیرون ز رزق نتوان خورد در طلب کاہلی نباید کرد

گوشہ گیری

آنانکہ بکنجِ عافیت بنشستند دندانِ سگ و دہانِ مردم بستند
کاغذ بدریدند و قلم بشکستند وز دست و زبانِ حرفگیران رستند

لطیفہ

آن شنیدی کہ صوفیی یکوقت زیرِ نعلینِ خویش میخی بند
آستینش گرفت سرہنگی کہ بیا نعل بر ستورم بند

مردم آزاری

من آن مورم کہ در پایم بمالند نہ زنبورم کہ از نیشم بنالند
کجا خود شکرِ این نعمت گزارم ۶۳ کہ زورِ مردم آزاری ندارم

مردم شناسی

توان شناخت بیک روز در شمائل مرد کہ تا کجاش رسیدست پایگاہِ علوم
ولے ز باطنش ایمن مباش و غرہ مشو ۶۴ کہ خبثِ نفس نگردد بسالہا معلوم

موت

جہان اے برادر نماند بکس ۶۵ دل اندر جہان آفرین بند و بس
مکن تکیہ بر ملکِ دنیا و پشت ۶۶ کہ بسیار کس چون تو پرورد و کشت
چو آہنگِ رفتن کند جانِ پاک ۶۷ چہ بر تخت مردن چہ بر روئے خاک

فرقِ شاہی و بندگی برخاست   چون قضائے نبشتہ آمد پیش
گر کسے خاکِ مردہ باز کند ۶۸   نشناسد توانگر از درویش

ندیدہ کہ چہ سختی رسد بجانِ کسے   کہ از دہانش بدر می کنند دندانے
قیاس کن کہ چہ حالت بود دران ساعت   کہ از وجودِ عزیزش بدر رود جانے

نااہل

اگر صد سال گبر آتش فروزد   چو یک دم اندران افتد بسوزد

نایابی ہنرمندان

اگر ژالہ ہر قطرہ دُر شدے   چو خرمہرہ بازار ازو پُر شدے
گر سنگ ہمہ لعلِ بدخشان بودے   پس قیمتِ لعل و سنگ یکسان بودے

نصیحت

ما نصیحت بجائے خود کردیم   روزگارے درین بسر بردیم
گر نیاید بگوشِ رغبتِ کس   بر رسولان بلاغ باشد و بس

نمّامی

میانِ دو کس جنگ چون آتش است ۶۹   سخن چینِ بدبخت ہیزم کش است

ہمدردی

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند ۷۰   کہ در آفرینش زیک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار   دگر عضوہا را نماند قرار
تو کز محنتِ دیگران بیغمی   نشاید کہ نامت نہند آدمی

آنکہ در راحت و تنعم زیست   او چہ داند کہ حالِ گرسنہ چیست
حالِ درماندگان کسے داند   کہ باحوالِ خویش درماند

ہمسایہ

خانہ را کہ چون تو ہمسایہ است | دہ درم سیم کم عیار ارزد
لیکن امیدوار باید بود | کہ پس از مرگِ تو ہزار ارزد

بوستان

بنامِ جہاندار جان آفرین | حکیمِ سخن بر زبان آفرین

سببِ نظمِ کتاب

در اقصائے عالم بگشتم بسے | بسر بردم ایام با ہر کسے
تمتع ز ہر گوشۂ یافتم | ز ہر خرمنے خوشۂ یافتم
چو پاکانِ شیراز خاکی نہاد | ندیدم کہ رحمت بران خاک باد
تولائے مردان این پاک بوم | برانگیختم خاطر از شام و روم

بابِ عدل۔ رائے و تدبیرِ جہانداری

چراغیکہ بیوہ زنے برفروخت | بسے دیدہ باشی کہ شہرے بسوخت
خدا ترس را بر رعیت گمار | کہ معمارِ ملک ست پرہیزگار
سرِ گرگ باید ہم اول برید | نہ چون گوسفندانِ مردم درید
قدیمانِ خود را بیفزائے قدر | کہ ہرگز نیاید ز پروردہ غدر
چو خدمت گزاریت گردد کہن | حقِ سالیانش فراموش مکن
چو بذلِ تو کردم جوانیِ خویش | بہنگامِ پیری مرانم ز پیش
برآوردن کامِ امیدوار | بہ از قید بندی شکستن ہزار
چو نرمی کنی خصم گردد دلیر | دگر خشم گیری، شوند از تو سیر
درشتی و نرمی بہم در بہ است | چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ است
جوانمرد و خوش خلق و بخشندہ باش | چو حق بر تو پاشد تو بر خلق پاش

مر ابلیس را دید شخصی بخواب — بقامت صنوبر بروز آفتاب
نظر کرد و گفت اے نظیر قمر — ندارند خلق از جمالت خبر
ترا سهمگین روے پنداشتند — بگرمابه در زشت بنگاشتند
بخندید و گفت آن نه شکل منست — ۷۵ ولیکن قلم در کف دشمنست
برانداختم بیخ شان از بهشت — کنونم بکین می نگارند زشت

شنیدم که جمشید فرخ سرشت — بسر چشمهٔ بر بسنگے نوشت
برین چشمه چون ما بسے دم زدند — برفتند چون چشم بر هم زدند
گرفتیم عالم بمردی و زور — ولیکن نبردیم با خود بگور
چو بر دشمنے باشدت دسترس — مرنجانش کو را همین غصه بس
عدو زنده سرگشته پیرامنت — ۷۶ به از خون او کشته در گردنت

شنیدم که دارائے فرخ تبار — ز لشکر جدا ماند روز شکار
دوان آمدش گله بانی به پیش — شهنشه برآورد و تفلق ز کیش
برآورد چوپان بدل خروش — که دشمن نیم در هلاکم مکوش
من آنم که اسپان شه پرورم — بخدمت درین مرغزار آورم
ملک را دل رفته آمد بجاے — بخندید و گفت اے نکوهیده راے
ترا یاوری کرد فرخ سروش — دگرنه زه آورده بودم بگوش
نگهبان مرعی بخندید و گفت — نصیحت ز یاران نشاید نهفت
چنانست در مهتری شرط زیست — ۷۷ که هر کهترے را بدانی که کیست؟
توانم من اے نامور شهریار — که اسپے برون آرم از صد هزار
مرا گله بانی بعقلست و راے — تو هم گلهٔ خویش داری بپاے
دران دار ملک از خلل غم بود — که تدبیر شاه از شبان کم بود

شنیدم که بگریست سلطانِ روم — بر نیکمردے ز اہلِ علوم
بسے جہد کردم که فرزندِ من — پس از من بود سرورِ انجمن
چه تدبیر سازم چه چاره کنم؟ — که از غم بفرسود جان و تنم؟
تو تدبیرِ خود کن، که آن پورِ خرد — که بیداد از تو بیابد، غمِ خود خورد

چنان قحط سالے شد اندر دمشق — که یاران فراموش کردند عشق
چنان آسمان بر زمین شد بخیل — که لب تر نکردند زرع و نخیل

شنیدم که یکبار در حلّهٔ — سخن گفت با عابدے کلّهٔ
که من فرّ فرماندہی داشتم — بسر بر کلاهِ مہی داشتم
سپہرم مدد کرد و نصرت وفاق — گرفتم ببازوئے دولت عراق
طمع کرده بودم که کرمان خورم — که ناگه بخوردند کرمان سرم
بکن پنبهٔ غفلت از گوشِ ہوش — که از مردگان پندت آید بگوش

چنین گفت شوریدهٔ در عجم — بکسریٰ که اے وارثِ ملکِ جم
اگر ملک بر جم بماندے و بخت؟ ، ترا کے میسر شدے تاج و تخت؟
اگر گنجِ قارون بدست آوری — نماند مگر آنچه بخشی بری

باب عشق

ترا بنده از من بیفتد بسے — مرا چون تو دیگر نیفتد کسے

باب تواضع

یکے قطرهٔ باران ز ابرے چکید — خجل شد چو پہنائے دریا بدید
که جائیکه دریاست من کیستم؟ — گر او ہست، حقّا که من نیستم
چو خود را بچشمِ حقارت بدید ، صدف در کنارش بجان پرورید
سپہرش بجائے رسانید کار — که شد نامور لؤلوئے شاہوار

فروتن بود هوشمند گزین ۸۰ نهد شاخ پرمیوه سر بر زمین

باب ۵ رضا

فرو کوفت پیری پسر را بچوب بگفت ای پدر بیگناهم مکوب
توان بر تو از جور مردم گریست ۸۱ ولی چون تو جورم کنی چاره چیست؟

شتر کره با مادر خویش گفت پس از رفتن آخر زمانی بخفت
بگفت ار بدستِ منستی مهار ندیدی کسم بارکش در قطار

باب ۶ قناعت

جوینی که از سعی بازو خورم به از میده بر خوانِ اهلِ کرم
چه دلتنگ خفت آن فرومایه دوش ۸۲ که بر سفرهٔ دیگران داشت گوش

باب ۷ تربیت

مدر پردهٔ یارِ شوریده حال ۸۳ نه طیبت حرامست و غیبت حلال

یکی گفت با صوفیِ با صفا ندانی فلانت چه گفت از قفا
بگفتا خموش ای برادر بخفت ندانسته بهتر که دشمن چه گفت
تو دشمن تری کاوری بر دهان که دشمن چنین گفت اندر نهان
سخن چین کند تازه جنگِ قدیم بخشم آورد نیک مردِ سلیم
میانِ دو تن جنگ چون آتش است ۸۴ سخن چینِ بدبخت هیزم کش است

جوانی ز ناسازگاری جفت بر پیر مردی بنالید و گفت
گرانباری از دست این خصم چیر چنان می برم کاسیا سنگ زیر
بسختی بنه گفتش ای خواجه دل کس از صبر کردن نگردد خجل
بشب سنگِ بالایی ای خانه سوز چرا سنگ زیرین نباشی بروز؟
چو از گلبنی دیده باشی خوشی روا باشد ار بارِ خارش کشی

درختے کہ پیوستہ بارش خوری | تحمل کن انگہ کہ خارش خوری
غلام آبکش باید وخشت زن | بود بندۂ نازنین مشت زن

باب ۸ شکر

یکے را عسس دست بربستہ بود | ہمہ شب پریشان و دل خستہ بود
بگوش آمدش در شب تیرہ رنگ | کہ شخصے ہمی نالد از دست تنگ
شنید این سخن دزد مغلول گفت | ترا بارے زغم چند نالی بخفت
برو شکر یزدان کن اے تنگ دست | کہ دستت عسس تنگ برہم نبست
مکن نالہ از بینوائی بسے | ۸۵ چو بینی ز خود بینوا تر کسے
یکے گوش کودک بمالید سخت | کہ اے بو العجب گوش بگشتہ بخت
ترا تیشہ دادم کہ ہیزم شکن | نگفتم کہ دیوار مسجد بکن
زرہ بازکین باید شکیب نیست | کہ سکین ترا زمن بریشت دشت
خر بارکش گفت اے بے تمیز | ز جور فلک چند نالی؟ تو نیز
برو شکر کن چون بخر بر نہ | کہ آخر بزیر کسان خر نہ

باب ۹ توبہ

دو بیتم جگر کرد روزے کباب | کہ می گفت گویندۂ بارباب
دریغا کہ بے ما بسے روزگار ۸۶ بروید گل و بشگفد لالہ زار
بسے تیر و دی ماہ و اردی بہشت ۸۷ برآید کہ ما خاک باشیم و خشت
چرا دل برین کاروانگہ نہیم ۸۸ کہ یاران برفتند و ما در رہیم

باب ۱۰ مناجات

شنیدم کہ بلرزد چو یاد آورم | مناجات شوریدۂ در حرم
کہ می گفت باحق بزاری بسے | میفگن کہ دستم نگیرد کسے

تو دانی که مسکین و بیچاره ایم — فرو مانده با نفس اماره ایم

خدایا بذات خداوندیت — باوصاف بیمثل و مانندیت

چراغ یقینم فرا راه دار — ز بد کردنم دست کوتاه دار

شنیدم که مستی ز تاب نبید — بمقصوره مسجدی در دوید

بنالید بر آستان کرم — که یارب بفردوس اعلی برم

موذن گریبان گرفتش که هین — سگ و مسجد ای فارغ از عقل و دین

بگفت این سخن پیر و بگریست مست — که مستم بدار از من ای خواجه دست

عجب داری از لطف پروردگار — که باشد گنهگاری امیدوار

ترا می نگویم که عذرم پذیر — در توبه بازست و حق دستگیر

بضاعت نیاوردم الا امید — خدایا ز عفوم مکن ناامید

قصائد و غزل و ابیات

هر کس بنده که گردن ننهد فرمان را ۸۹ چه کند گوی که عاجز نشود چوگان را

دست من گیر که بیچارگی از حد بگذشت — سر من دار که در پای تو ریزم جان را

سعدی از سرزنش خلق نترسد هیهات — غرقه در بحر چه اندیشه کند طوفان را

باصلاح خویشتن در بند رایی دیده‌ام — هر کسی گو مصلحت بیند کار خویش را

ایها الناس جهان جای تن آسانی نیست — مرد دانا بجهان داشتن ارزانی نیست

هر کرا خیمه بصحرای فراغت زده اند ۹۰ گر جهان جمله بلرزد غم ویرانی نیست

خوش ست عمر دریغا که جاودانی نیست — پس اعتماد برین پنج روز فانی نیست

هر آن نصیبه که پیش از وجود ننهاد ست — هر آنکه در طلبش سعی می‌برد باد ست

شنیده‌ام که حدیث ناصحان سست است ۹۱ همی بینم که عهد الفتش سخن سست است

سعدیا حال پراگنده گوی آن داند — که همه عمر بچوگان کسی افتاده ست

خود گرفتم که نظر بر رخ خوبان کفر است　　من ازین باز نگردم که مرا این دین است
وقت آنست که مردم ره صحرا گیرند　　خاصه اکنون که بهار آمد و فروردین است
آنچه سر پنجهٔ سیمین تو با سعدی کرد　　با کبوتر نکند پنجه که با شاهین است

مرا از آن چه که بیرون شهر صحرائیست　　قرین دوست بهر جا که هست خوش جائیست
کسی که روی تو دیدست ازو عجب دارم　　که باز در همه عمرش سر تماشائیست
ترا ملامت سعدی حلال کی باشد؟　　که بر کناری و او در میان دریائیست

هر آنکو سر بگرداند ز حکمت　　ازان جبار تا مسکین نباشد

خلاف رای تو هرگز نیاید از سعدی　　ولی که از تو بپرداخت با که پردازد؟

دلا اگر چه که تلخ است پنج صبر ولیک　　چو بر امید وصال است خوشگوار آید

سعدیا کنگرهٔ وصل بلند است ولیک　　تا سر اندر رسنی دست بدانجا نرسد

آن نه عشق است که از دل بزبان می آید　　وان نه عاشق که ز معشوق بجان می آید

زندگانی نتوان گفت حیاتی که مراست　　زنده آنست که با دوست وصالی دارد

آن کیست که بیهده رود به نخچیر　　پای دل دوستان بر زنجیر

من این بخت که پروای تماشا دارم　　کافرم گر دل باغ و سر صحرا دارم
که نه بر نالهٔ مرغان چمن شیفته ام　　که نه سودای گل و لالهٔ حمرا دارم
بر گل روی تو چون بلبل مستم واله　　از رخ لاله و نسرین چه تمنا دارم
گرچه لایق نبود گرد من و دامن تو　　هر کجا پای نهی فرق در آنجا دارم
گر بمسجد روم ابروی تو محراب منست　　ور در آتشکده زلف تو چلیپا دارم
جانم از پختن سودای وصال تو بسوخت　　تو من خام طمع بین که چه سودا دارم
عقل مسکین چه اندیشه فرا دست کنم؟　　دل شیدا چه کند صبر شکیبا دارم؟
سر من دار که چشم از همگان بر دوزم　　دست من گیر که دست از همه سر وا دارم

با توام یک نفس از هشت بهشت اولی تر — که من امروز چنینم غم فردا دارم
سعدی خویشتنم خوان که بمعنی ز توام — گر بصورت نسب از آدم و حوا دارم

مرا بصورت شاهد نظر حلال بود — که هر چه می‌نگرم شاهدست در نظرم
دو چشم در سر هر کس نهاده اند ولیک ۹۲ — تو نقش بینی و من نقشبند می‌نگرم

کفایتست همین پوستین پاره تنم — هزار سنگ پریشان همی بخورم

ز خسروان مقدم چنین که می‌شنوم — وفا بعهد نکردست با کس این دوران
بنوبت اند ملوک اندرین سپنج سرای — خدای عز و جل راست ملک بی‌پایان

آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین — بر زوال ملک مستعصم امیر المؤمنین
ای محمد گر قیامت می‌برآری سر ز خاک — سر برآور وین قیامت در میان خلق بین
نازنینان حرم را خون خلق نازنین — ز آستان بگذشت و ما را خون دل از آستین
زینهار از دور گیتی و انقلاب روزگار — در خیال کس نگشتی کانچنان گردد چنین
دیده بردار ای که دیدی شوکت بیت الحرام — قیصران روم سر بر خاک و خاقان بر زمین
خون فرزندان عم مصطفی شد ریخته — هم بر آن خاکی که سلطانان نهادندی جبین
وه که گر بر خون آن پاکان فرود آید مگس — تا قیامت تلخ گردد در دهانش انگبین
بعد ازین آسایش از دنیا نباید چشم داشت — قیر در انگشتری باید نه پیروزه نگین
دجله خونابست زین پس گر نهد سر در نشیب — خاک نخلستان بطحا را کند با خون عجین
روی دریا در هم آمد زین حدیث هولناک — می‌توان دانست بر رویش ز موج افتاده چین
لیکن از دست مسلمانی و راه مرحمت — مهربان را دل بسوزد در فراق نازنین
تکیه بر دنیا نشاید کرد و دل بر وی نهاد — کآسمان گاهی بمهرست ای برادر گاه بکین
چرخ گردون بازمین گویی دو سنگ آسیاست — در میانش هر دو زیر و شب دل مردم طحین
زور بازوی شجاعت بر نیاید با اجل — چون قضا آید نماند قوت رای رزین

تیغ هندی برنیاید روز هیجا از نیام　　شیر مردی را که باشد مرگ پنهان از کمین

گر کسانند از پی مردار دنیا جنگجوی　　ای برادر گر خردمندی چو سیمرغان نشین

روزگارت با سعادت باد و سعدی مدح گوی　　رایتت منصور و بختت یار و اقبالت قرین

کسی ملامتم از عشق روی آدمی کرد　　که خیره چند ستانی بخون خود خوردن

نگار من چو درآید بخنده نمکین　　نمک زیاده کند بر جراحت ریشان

چه بودی ار سر زلفش بدستم افتادی　　چو آستین کریمان بدست درویشان

ای که پنجاه رفت و در خوابی　　مگر این پنج روز دریابی

تا کی این باد کبر و آتش خشم ۹　　شرم بادت که قطرهٔ آبی

کهل گشتی و همچنان طفلی　　شیخ گشتی و همچنان شابی

تو ببازی نشسته و ز چپ و راست　　میدود تیر چرخ پرتابی

تا درین گله گوسفند هست　　ننشیند اجل ز قصابی

تو چراغی نهاده بر ره باد　　خانه در ممر سیلابی

گر برفعت سپهر کیوانی　　ور بحسن آفتاب و مهتابی

ور بمشرق روی بسیاحی　　ور بمغرب روی بجلابی

ور بتمکین ابن عفانی　　ور به نیروی ابن خطابی

ور بنعمت شریک قارونی　　ور بقوت عدیل سهرابی

ور بستر شود که سنگ سیاه　　در فصاحت کنی لعابی

ور بمردی زیاده در گرزی　　ور بشوخی چو برق بشتابی

ملک الموت را بحیله و فن ۹۳　　نتوانی که سر برتابی

منتهای کمال نقصانست　　گل بریزد بوقت سیرابی

خشت بالین گور یاد آور ۹۴　　ای که سر بر کنار احبابی

خفتنت زیر خاک خواہد بود   اے کہ در خوابگاہ سنجابی
بانگ طبلت نمیکند بیدار   تو مگر مردۂ نہ در خوابی
بس خلایق فریفتست این سیم   کہ تو لرزان برو چو سیمابی
بس جہان دیدہ این درخت کہن   کہ تو پیچان برو چو لبلابی
سعدیا راستی ز خلق مجوے ۹۵ چون تو در نفس خود نمییابی

گرم راحت رسانی ور گزائی   محبت بر محبت مے فزائی
ہمہ مرغان خلاص از بند خواہند   من از قیدت نمی خواہم رہائی
چنان از خمر و زمر و نائے ناقوس   نمی ترسم کہ از زہد و ریائی

تو در کمند نیفتادہ و معذورے   ازان بقوت بازوے خویش مغرورے
بخندہ گفت کہ سعدی سخن دراز مکن   میان تہی و فراوان سخن چو طنبورے

ہرگز حسد نبردم بر منصبے و مالے ۹۶ الا بر آنکہ دارد با دلبرے وصالے
دانی کدام دولت در وصف می نیاید   چشمے کہ باز باشد ہر لحظہ بر جمالے
دانی کدام جاہل بر حال ما بخندد   کورہ نبودہ باشد در عمر خویش حالے
صوفی نظر نبازد جز با چنین حریفے   سعدی غزل نگوید جز بر چنین غزالے

انتخاب

از

کلیات سودا

۲۹ شعر

سودا

میرزا محمد رفیع نام۔ سودا تخلص۔ دہلی مولد۔ لکھنؤ مدفن۔ انکے باپ میرزا محمد شفیع بطریق تجارت کابل سے دہلی آئے اور یہین رہ گئے۔

خانِ آرزو میرزا کے اُستاد نہ تھے لیکن درجۂ اُستادی رکھتے تھے۔ اُنھین کی صلاح سے میرزا نے بجاے فارسی کے اُردو مین شعر گوئی شروع کی اور حاتم کی شاگردی اختیار کی جب میرزا کی شہرت بڑھی تو شاہ عالم بادشاہ اپنا کلام انھین دکھانے لگا لیکن تھوڑے ہی دنون مین باہمی لطف جاتا رہا۔ اسی زمانہ مین نواب شجاع الدولہ نے لکھنؤ سے طلبی کا خط بھیجا اور اُسمین برادرِ مشفق مہربان بامن لکھا۔ میرزا کے قدردان جو دہلی مین تھے مانع ہوئے اور میرزا نے جواب خط مین یہ رباعی لکھی۔ رباعی

سودا پئے دنیا تو بہر سو کب تک؟ آوارہ ازین کوچہ بآن کو کب تک؟
حاصل یہی اس سے نا؟ کہ دنیا ہووے بالفرض ہوا یون بھی تو پھر تو کب تک؟

بالآخر اپنے قدردانون کے مرنے پر میرزا نے دہلی چھوڑا۔ پہلے فرخ آباد مین نواب بنگش کے یہان مقیم رہے پھر وہان سے لکھنؤ پہنچے۔ نواب کی ملازمت تو پہنچتے ہی مل گئی لیکن جب نواب نے ایک موقع پر وہ رباعی یاد دلائی تو میرزا کبیدہ خاطر ہوکر دربار سے کنارہ کش ہو گئے۔

نواب شجاع الدولہ کے مرنے پر جب نواب آصف الدولہ کا زمانہ آیا تو میرزا کی پھر رسائی ہوئی اور چھ ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر ہوا جو میرزا کی وفات تک قائم رہا۔ اب میرزا مین جوانی کی امنگین باقی نہ تھین اور رہائی بھی ہو چکی تھی لیکن آصف الدولہ کی فیاضی کے سامنے اُنکا عذر نہ چلتا۔

میرزا بڑے بددماغ اور نازک مزاج تھے یہی وجہ تھی کہ وہ ہجو بہت لکھتے تھے جہان کسی سے لڑائی ہوئی دوات اور قلم لیکر بیٹھ گئے لیکن دل مین کینہ نہین رکھتے تھے ہجو ختم ہوئی اور غصہ فرو ہوا۔

میرزا نے ستر برس کی عمر مین وفات پائی۔ سالِ وفات ۱۱۹۵ھ۔

گرا دستِ اہلِ کرم دیکھتے ہیں / ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہیں
نوشتے کو میرے مٹاتے ہیں رو رو / ملایک جو لوح و قلم دیکھتے ہیں
اگر سے نہیں کام سنبل کے ہم کو / کسی زلف کا پیچ و خم دیکھتے ہیں
مگر تجھ سے رنجیدہ خاطر ہے سودا / اسے تیرے کوچے میں کم دیکھتے ہیں

نے بلبلِ چمن نہ گلِ نو دمیدہ ہوں / میں موسمِ بہار میں شاخِ بریدہ ہوں
گریاں بشکلِ شیشہ و خنداں بطرزِ جام / اس میکدے کے بیچ عبث آفریدہ ہوں
میں کیا کہوں کہ کون ہوں سودا بقولِ درد / جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں / تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں
اے مرغِ دل سمجھ کے تو چشمِ طمع کو کھول / تو نے سنا ہے دام جسے ہے وہ دانے میں
چلے ہیں کھینچ کھینچ کیا قد کو جوں کمان / تیرِ مراد پر نہ بیٹھا یا نشانے میں
ہمسایہ تجھ سے تو ایک ہیں تجھ سے ہیں کئی / جا دیکھ لے تو آپ کو آئینہ خانے میں
سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر / اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے میں

جی تک تو دے کے لوں ہیں جو ہو کارگر کہیں / اے آہ کیا کہوں نہیں بکتا اثر کہیں
ساقی ہے اک تبسمِ گل فرصتِ بہار / ظالم بھرے ہے جام تو جلدی سے بھر کہیں
خونناب یوں کبھی نہ مری چشم سے بہا / اٹکا نہ جب تلک آن کے لختِ جگر کہیں
اے دل تو کہہ تو مجھ سے کہیں کیا کروں نثار / آویں کبھی جو حضرتِ سودا ادھر کہیں

بلبل کہیں بتنگ کہیں اور ہم کہیں / کب جا ہے دل جلے نہ ہو جیسے اک قدم کہیں
درکار تجھ کو نہیں تجھے چلنے میں خضرِ راہ / کوئی شا نہ بھولتا راہِ عدم کہیں
سودا رہے گی آہ اگر آتی متصل / اندیشہ ہے مجھے نہ نکل جائے دم کہیں

میں بھی سمجھوں ہوں یار کو وہ یار ہی نہیں / گردوں میں کیا کہ مرا دل پہ اختیار نہیں
عبث تو سر کی مرے ہر گھڑی قسم مت کھا / قسم خدا کی ترے دل میں اب وہ پیار نہیں
میں ہوں وہ نخل کہ جس شکل کو تیا سکتا / بہار کیسی ہی آوے تو برگ و بار نہیں

جہان کے بیچ ہم دل کہوں تمہین کس سے ؟ سواے غم کے مرا کوئی غمگسار نہین
ہزار قول کرین یہ شاہ کا سودا نہ مجھے بتون کی محبت کا اعتبار نہین

جب سے پوچھا کہین دل خوش ہے کہین دنیا بیز روو یا انہین نے اور اتنا ہی کہا کہتے ہین
ہگر انکا ہے جو تجکو صنم کہ یاد کرتے ہین میان ہم تو مسلمان ہین خدا بھی کبھو ڈرتے ہین
کسی کے مرگ پر اے دل نہ کیجے چشم تر ہرگز بہت سا روئیے انکو جو اس جینے پہ مرتے ہین

کیفیت چشم اسکی تجھے یاد ہے سودا ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین
زندگی محبوب کیا کیا اسمین ہین محبوبیان بیوفائی کرنے پہ اسکی ہیئے ہین سب بیان

اسباب سے جہان کے کچھ اب پاس گو نہین یہ فکر تو نہین کہ یہ ہے اور وہ نہین
فائدہ کیا خط تجھے لکھ اگر روتا ہو نہین ۸ نامہ اعمال دل لکھتا ہون اور دھوتا ہون مین

چپ کیا ہون جو کرین قتل وہ آنکھین مجکو پھر گئی دیکھ کے منہہ خنجر مژگان مجکو
اے نسیم سحری مہر و مروت سے دور بے نہایت نظر آتا ہے گلستان مجکو
ریختہ اور بھی دنیا مین رہے ای سودا جینے دیوے جو کبھی کاوش دوران مجکو

شیخ نے اس بت کو جس کوچے مین دیکھا شام کو لے چراغ اب ڈھونڈھتا ہے تا سحر اسلام کو
جھوٹ کر تجھ سے نہ بتیاوے کسی کو پھر پڑا مرغ وہ پھنستا نہین جو توڑ بھاگے دام کو
جنس دل کتنی ہے ناکارہ بہ بازار بتان ایک پوچھے لون تو لیوے دوسرا کس کام کو

کرے تا منفعل کوئی مرے بیداد قاتل کو دکھا دے ہے خاک پروانہ پہ گریان شمع محفل کو
الٰہی ہے سکت لغم البدل کے تجکو دینے کی مجھے اسکی عوض تو کچھ نہ دے پر پھیر دے دلکو

ایک گل تک مرا مانع نہ ہوا چلتے وقت ۹ خار نے بھی نہ رکھا کھینچ کے داماں مجکو
کسکی ملت مین گنون آپکو بتلا ای شیخ تو مجھے گبر کہے گبر مسلمان مجکو

میکشو روح ہماری بھی کبھی شاد کرو توڑ لے گر بزم مین شیشہ تو ہمین یاد کرو

لیتا ہے تو کسی کا تو دل سے سمجھ سمجھ ۱۰ بازی سنجان اسکو ملے سمجھ سمجھ

قابل نہین ہر کوئی ملاقات کے دلا | ملتا ہر گر کسی سے تو دل سے سمجھ سمجھ
زاہد نہ کھینچ رنج تو سودا کی وضع کا | جا مدرسہ مین کھینچ تو چلیے سمجھ سمجھ

سودے کی سیر سے جسکو تدبیر نظر آئی | شمشیر کے جوہر کی زنجیر نظر آئی
اس باغ مین اک گل کو خندان جو کہین دیکھا ۱۱ | سو غنچہ کی وہان صورت دلگیر نظر آئی
کی عمر عبث ضایع خارت مین ہوس کی ۱۲ | خاک اپنی ہی جب دیکھی اکسیر نظر آئی
صنعت سے کے مصور نے کھولا جو مرقع کو | ایک اُنہین نہ تیری سی تصویر نظر آئی
اس زلف کو جب دیکھا ہر ہاتھ مین سودا کے | بپھری ہوئی ہاتھی کی زنجیر نظر آئی

جب یار نے اُٹھا کر زلفون کے بال باندھے | تب مین نے اپنے دلمین لاکھون خیال باندھے
دو دن مین ہم تو ریجھے ای وای حال ہم کا | گزرے ہین جنکے دل کو یہان ماہ و سال باندھے
دو چار شعر آگے اُسکے پڑھے تو بولا | مضمون یہ تو نے اپنے کیا حسب حال باندھے
سودا جو اُس نے باندھا زلفون مین دل سزا ہے | شعرون مین اُسکے تو نے کیون خط و خال باندھے

جاتے ہین لوگ قافلہ کے پیش و پس چلے | دنیا عجب سرا ہے جہان آ کے بس چلے
کہنا صبا سلام ہمارا بہار سے ۱۳ | ہم تو چمن کو چھوڑ کے سوے قفس چلے
اے غنچہ آنکھ کھول کے ٹک تو چمن کو دیکھ ۱۴ | جمعیت دلی یہ ترے پھول ہنس چلے
تیرے سخن کو مین بسر و چشم ناصحا | مانون ہزار بار اگر دل سے بس چلے
نکلا جو دل سے نالہ تو سینے سے دور کر اشک ۱۵ | سن مردمان قافلہ بانگ جرس چلے
صیاد اب تو کیجے قفس سے ہمین رہا ۱۶ | ظالم پھڑک پھڑک کے پر و بال کس چلے
کام اُس گلی مین سر سے یہ سودا گزر چکا | کیا تاب اک قدم جو اُدھر بوالہوس چلے

گوہر کو جوہری او صراف زر کو پرکھے ۱۷ | ایسا کوئی نہ دیکھا وہ جو بشر کو پرکھے
وہ شخص بار خاطر ہرگز نہ ہو کسی کا | جسکا ندیم ہوئے اُسکی نظر کو پرکھے
جوہر شنو ہے جسمین جوہر شناس کب ہے | جو تھا حسب ہنر ہو وہ ہی ہنر کو پرکھے

قدرِ سخن کو اپنے پرکھائے آدمی سے — ہرگز نہ کہہ تو سودا ہر جانور کو پڑھکے

بولو نہ بول شیخ جی ہم سے کڑے کڑے — یہاں چیٹ کئے ہیں اس سے عمامہ بڑے بڑے
کیا میکدے میں آکے چڑھے گا محتسب؟ — چھوڑینگے اسکی ضد سے تو اب ہم گھڑے گھڑے
قامت نے تیرے باغ میں جا خطِ بندگی — لکھوا لیا ہے سرو و چمن سے کھڑے کھڑے
ملیا گلے سے اب تو مرے یار کیا ہوا؟ — دو روز دوستی میں جو باہم لڑے لڑے
سودا کے ہوتے وامق و مجنوں کا ذکر کیا؟ — عالم عشق اکھاڑے ہے مردے گڑے گڑے

۱۸ نسیم ہے ترے کوچے میں اور صبا بھی ہے — ہماری خاک سے دیکھو کہ کچھ رہا بھی ہے؟
۱۹ ترا غرور مرا عجز تا کجا ظالم؟ — ہر ایک بات کی آخر کچھ انتہا بھی ہے؟
سمجھ کے رکھیو قدم خارِ دشت پر مجنوں — کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

بدلا ترے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے؟ — اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے
قاتل ہماری نعش کو تشہیر ہے ضرور — آئندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے
فکرِ معاش عشقِ بتاں یادِ رفتگاں — اس زندگی میں اب کوئی کیا کیا کیا کرے
تنہا نہ روزِ ہجر ہی سودا پہ ہے ستم — پروانہ ساں وصال میں ہر شب جلا کرے

۲۰ صورت میں میں کہتا نہیں ایسا کوئی کب ہے؟ — اک وضع ہے کہ وہ جو ہر آفت ہے غضب ہے
کیا چیز ہے وہ دل جسے کہتے ہیں الٰہی؟ — یک قطرۂ خوں سینہ میں آفات طلب ہے
اک طرز ہے لٹنے کی دل کی تو کہوں میں — ہے جو حرکت جہاں کے غارت کا سبب ہے

۲۱ وہ ہی جہاں میں رہِ قلندری جانے — کہ پوستِ تن پہ جو ملبوسِ قیصری جانے
غلام اسکی میں ہمت کا ہوں کہ جو اپنے — جگر کے خون کو خوانِ تونگری جانے
زبانِ ہند میں تو شیخ کی بھی ہے کیا لازم؟ — کہ جسکے منہ میں زبان ہو سخنوری جانے

تو ہی کچھ اپنے سر پہ نہ یاں خاک کر گئی — شبنم بھی اس چمن سے صبا چشم تر گئی
کیجو اثر قبول کہ تجھ تک ہماری آہ — سینہ سے ارمغان لیے لختِ جگر گئی

کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکینگے روز ہجر کو ... پر جو خدا دکھاوے سو ناچار دیکھنا

کہا کلام یہ سودا سے ایک عاقل نے ... کسی سے ربط کوئی زیر آسمان نکرے
کیا جو تجربہ اُن دوستون کو بد پایا ... بدی کا جن پہ کسی طرح دل گمان نکرے
یہ سن کے اُس سے کہا شکر کے سودا نے ... شکایت اتنی کسی کی کوئی بیان نکرے
بھلے بُرے کے تجھے امتحان سے ہی کیا کام؟ ۲۶ ... یہ شکر کر کہ تجھے کوئی امتحان نکرے

قصائد

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جوان ہے ... دعوی نہ کرے یہ کہ مرے منھ میں زبان ہے
مین حضرت سودا کو سنا بولتے یارو ... اللہ رے اللہ مرگیا نظم بیان ہے؟
اتنا میں کیا عرض کہ فرمائیے حضرت ... آرام سے کٹنے کی طرح کوئی بھی یان ہے؟
سُنکر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہ جا ... اس امر میں قاصر تو فرشتے کی زبان ہے
یہان فکر معیشت ہے تو وہان دغدغہ حشر ۲۷ ... آسودگی حرفیست نہ یہان ہے نہ وہان ہے

ہے چرخ جب سے ابلق ایام پر سوار ... رکھتا نہین ہے دست عنان کا بیک قرار
جنکے طویلے بیچ کئی دن کی بات ہے ... ہرگز عراقی و عربی کا نہ تھا شمار
اب دیکھتا ہون مین کہ زمانے کے ہاتھ سے ... موچی سے کفش پا کو گھٹاتے ہین وہ اُدھار
تنہا وہی نہ دہر سے عالم خراب ہے ... خست سے اکثرون نے اُٹھایا ہے ننگ و عار
نوکر ہین سو روپے کے دیانت کی راہ سے ... گھوڑا رکھین ہین ایک سو اتنا خراب و خوار
نہ دانہ و نہ کاہ و نہ تیمار نہ سئیس ۱۰ ... رکھتا ہو جیسے اسپ گلی طفل شیرخوار
ناطاقتی کا اُسکے کہان تک کرون بیان ... فاقون کا اُسکے اب میں کہانتک کرون شمار؟
مانند نقش نعل زمین سے بجز فنا ... ہرگز نہ اُٹھ سکے وہ اگر بیٹھے ایک بار
اس مرتبہ کو بھوک سے پہنچا ہے اُسکا حال ... کرتا ہے راکب اُسکا جو بازار مین گزار

قصاب پوچھتا ہے مجھے کب کروگے یاد — امیدوار ہم بھی ہیں کہتے ہیں یوں چمار
جس دن سے اس قصائی کے کھونٹے بندھا ہے وہ — گزرے ہے اس نمط اسے ہر لیل و ہر نہار
ہر رات اختران کے تئیں دانہ بوجھ کر — دیکھے ہے آسمان کی طرف ہو کے بیقرار
تنکا اگر پڑا کہیں دیکھے ہے گھاس کا — چرنے کو آنکھ موند کے دیتا ہے وہ پسار
خط شعاع کو وہ سمجھ دستۂ گیاہ — ہر دم زمیں پہ آپ کو ٹپکے ہے بار بار
ہے اسقدر ضعیف کہ اڑ جائے باد سے — میخیں گر اسکے تھان کی ہو دیں نہ استوار
سمجھا نہ جاوے یہ کہ وہ ابلق ہے یا سمنگ — خارشت سے زبسکہ ہے مجروح بیشمار
ہر زخم پر زبسکہ بھنکتی ہیں مکھیاں ۲۸ — کہتے ہیں اسکے رنگ کو مگسی اس اعتبار
تنہا نہ اسکے غم سے ہے دل تنگ زین کا — خوگیر کا بھی سینہ جو دیکھا تو ہے فگار
القصہ ایک دن مجھے کچھ کام تھا ضرور — آیا یہ دل میں جائیے گھوڑے پہ ہو سوار
رہتے تھے گھر کے پاس قضارا وہ آشنا — مشہور جنکے پاس تھا وہ اسپ نابکار
خدمت میں انکی میں نے کیا جا یہ التماس — گھوڑا مجھے سواری کو اپنا دو مستعار
فرمایا جب انھوں نے کہ اے مہربان من — ایسے ہزار گھوڑے کروں تم پہ میں نثار
صورت کا جسکا دیکھنا ہے گا گدھے کو ننگ — سیرت سے نت ہے جنکے سگ خشمگیں کو عار
مانند میخ چوکی لگا رہے ہے تھان پر — لاجنب وہ زمیں سے ہے جوں میخ استوار
حشری ہے اسقدر کہ بہ حشر اسکی پشت پر — دجال اپنے منھ کو سیہ کر کے ہو سوار
اتنا وہ سرنگوں ہے کہ سب اڑ گئیں ہیں دانت — جبڑے پہ بسکہ ٹھوکروں کی نت پڑے ہے مار
ہے پیر اسقدر کہ جو بتلاوے اسکے سن — پہلے وہ لے کے ریگ بیابان کرے شمار
لیکن مجھے زروئے تواریخ یاد ہے — شیطان اسی پہ نکلا تھا جنت سے ہو سوار
کم رو ہے اسقدر کہ اگر اسکے نعل کا — لوہا منگا کے تیغ بنا دے کبھی لوہار
ہے دل کو یہ یقین کہ وہ تیغ روز جنگ — رستم کے ہاتھ سے نہ چلے وقت کارزار

مانندِ اسپِ خانۂ شطرنج اپنے پاؤن — جز دستِ غیر کے نہین چلتا ہے زینہار
سودا نے تب قصیدہ کہا اس کے ماجرا — ہے نام اس قصیدے کا تضحیکِ روزگار

مثنوی

مرادل نام ہے اُسکے ہے شیدا — کیا ہے جس نے حسن و عشق پیدا
وہی ہے آب و رنگ اپنے چمن کا — وہی معنی ہے طوطی کے سخن کا
چمن مین ذکر ہے اُسکے ہے تفریح — گلون کو دانۂ شبنم ہے تسبیح
یہ جلوہ حسن کا ہے گل مین اُس سے — اثر ہے نالۂ بلبل مین اُس سے
دلون کا عاشقون کے محرمِ راز — ادا و ناز کا خوبان کے دمساز
کہین نورِ چراغِ خانہ ہے وہ — کہین سوزِ دلِ پروانہ ہے وہ
کسی کے دل مین پاتا ہون اُسے درد — کسی سینے مین تاثیرِ دمِ سرد
اُسی کا جلوہ حسنِ زلفِ مہرو — اُسی کی نافۂ آہو مین ہے بو
چراغِ دیر و کعبہ سے نہین دو — یہ دونون روشن از یک عالمِ نور
ہر اک جادہ باندازِ دگر ہے — ۲۹ گہر مین آب ہی مین سفر ہی
خدایا دے تو اپنے عشق کا درد — عنایت کر دلِ گرم و دمِ سرد
تعشق مین کر اپنے اسقدر غرق — نہ سمجھے کفر و دین مین ہو سکے فرق

انتخاب

از

دیوانِ صائب

۵۰ نشتر

صائب

میرزا محمد علی نام۔ تبریز در نواحی اصفہان مولد۔ نامی شاعروں میں انکا شمار ہوتا ہے۔ خزانۂ عامرہ میں انکی بابت لکھا ہے "اگر او را رابع رسل ثلاثۂ شعر گویند بجاست"۔ سرو آزاد اسکی نسبت یہ راے رکھتا ہے کہ ایسا معنی آفرین شاعر کوئی دوسرا پیدا نہیں ہوا۔ خود صائب اپنی نسبت فرماتے ہیں ؎ ز صد ہزار سخنور کہ در جہان آید + یکے چو صائب شوریدہ حال برخیزد۔ حافظ و سعدی کے برابر تو میں انکو نہیں سمجھتا لیکن اُن دونوں کے بعد انکا درجہ ضرور ہے۔ مضمون آفرینی میں انکا رتبہ دونوں سے بڑھا ہوا ہے۔ مثلاً شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎ اگر عدو کے تو مرد جاے شادمانی نیست + کہ زندگانی تو نیز جاودانی نیست + اسی مضمون کو صائب نے یوں ادا کیا ہے ؎ چنان بمرگِ عدو خوش دلی و زین غافل + کہ سوجہا ہمہ بایک دیگر ہم آغوش شمار + دونوں میں جو فرق ہے ظاہر ہے۔ لیکن باوجود اسکے وہ کوئی اور ہی شے ہے جو حافظ اور سعدی کو صائب پر بالا رکھتی ہے۔

صائب نے اصفہان میں نشو و نما پائی پھر سفر مکہ کیا وہان سے واپس آکر شاہ خراسان کے دربار میں حاضر ہوئے۔ پھر دربار جہانگیری کا شوق انھیں ہندوستان لایا یہان سے براہ کشمیر ایران واپس گئے۔ آخر عمر تک شاہان صفویہ کی حضوری میں رہے اور وہین ۱۰۸۰ھ میں انتقال کیا۔

تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ انکا کلام بہت بڑی جلد میں ہونا چاہیے لیکن جو نسخہ "دیوان صائب" نام یہان دستیاب ہو سکتا ہے اس سے جو کچھ قابل انتخاب تھا وہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

غزلیات و ابیات

فقر بقدر کند سلطنتِ عالم را / ہوسِ ملک نباشد پسرِ ادہم را

سیکند کارِ خرد نفس چو گردید مطیع / دزد چون شحنہ شود امن کند عالم را

خرد شمار گنہ را کہ گناہیست بزرگ / گندمے کرد ز فردوس برون آدم را

نیست ممکن نہ کند صحبتِ نیکان تاثیر / گل بخورشید رساند سرِ شبنم را

کارِ اکسیر کند ہمتِ ذاتی صائب / خاک در دستِ زر و سیم شود خاتم را

غیرِ حق را مدہی رہ در حریمِ دل چرا؟ / مینویسی بر صحیفۂ ہستی خطِ باطل چرا؟

ترا در بوتۂ گل بہرِ آن دادند این مہلت / کہ بے سیم اقفسِ خود را کنی کامل عیار اینجا

ریخت چون دندان شود افزون غم با خلق را / سدِ راہ شکوہ روز لیست دندان خلق را

عجب کہ یک دلِ خوش در جہان شود پیدا / ز شورہ زار کجا زعفران شود پیدا؟

ریشۂ نخلِ کہن سال از جوان افزون تر است ۲ بیشتر دلبستگی باشد بدنیا پیر را

جہان استخوانے ست بے مغز صائب / بہ پیشِ سگ انداز این استخوان را

از کدو بوئے شراب آمد بدشواری برون / از سرِ بے مغز نتوان برد حبِ جاہ را

حسد با اہلِ حسد کار می کند صائب / چنانکہ آتشِ سوزندہ می خورد خود را

اگر خدائے جہان را ہمیچ میدانی / مکن بلند براے خدا تلاوت را

آسیبان گذر رفتنِ گل خار ہیماند بجا / از جوانی حسرتِ بسیار ہیماند بجا

ندارد با تعلق سود دست افشاندن از دنیا / کہ آزادی گرفتاریست مرغِ رشتہ بر پا را

بعصیان مگذران زنہار ایامِ جوانی را / مکن صرفِ زمینِ شورہ آبِ زندگانی را

بمہرِ خاموشی تیغِ زبان را کن سپر داری / اگر در بستہ میخواہی بہشتِ جاودانی را

ز بیدردان علاجِ دردِ خود جستن بآن ماند ۳ کہ خار از پا برون آرد کسے با نیشِ عقربہا

نیست در دیده ما هنر لئے دنیا را — ما نه بینیم کسی را که نه بیند ما را

هر قدر صائب شود بنیاد نخل عمر سست — ریشهٔ طول امل در دل شود محکم مرا

رزق ما آید بپای میهمان از خوان غیب — میزبان ماست هر کس میشود مهمان ما

مگس را بی تردد عنکبوت آرد مدام خود ۴ — بی طولی است در تحصیل روزی گوشه گیران را

هر که با خود دو گواه از رگ گردن دارد ۵ — می برد پیش دو صد دعوی بمعنی را

چون شود هموار دشمن احتیاط از کف مده ۶ — مکرها در پرده باشد آب زیر کاه را

دل مبر بر همت مستعجل که اسب تند را — نیست مانع از دویدن پا فشردن در رکاب

درون گنبد گردون فتنه بار مخسپ — بزیر سایهٔ گل موسم بهار مخسپ

فتاده است زمین پیش پای صرصر مرگ — چو گرد بر سر این فرش مستعار مخسپ

جواب آن غزل سولیست این صائب — ز عمر یک شبه کم گیر و زینهار مخسپ

ختم عالم سوز را کوته زبان کردن بحلم — آتش سوزنده را بر خود گلستان کردنست

دلبستگی ست ما در هر باسی که هست ۷ — بیزار اید از تعلق ما هر غمی که هست

خوردن گندم برون انداخت آدم را ز خلد — تا بدانی پیش حق یک جو اطاعت سهل نیست

هر که هر چه دهی نام آن مبر صائب ۸ — که حق خود طلبیدن کم از گدائی نیست

نیست ناقص را کمالی بهتر از اظهار عجز ۹ — دستگیر ناشناور دست بالا کردن است

باکمال احتیاج از خلق استغنا خوش است — با دهان خشک مردن بر لب دریا خوش است

فکر شنبه تلخ دارد جمعهٔ اطفال را — عشرت امروز بی اندیشهٔ فردا خوش است

مردم هموار را از خاک بر باید گرفت — رشتهای بی گره را در گهر باید گرفت

طفل داند دایه را حور بهشت و جوی شیر ۱۰ — زشتی زال جهان بر ناقصان معلوم نیست

روزگار زندگی نقشی بر آبی بیش نیست — موج را قسمت ز دریا پیچ و تابی بیش نیست

از غش دنیا بغرض گر پاک باشد سینهها — هیچ باغ دلگشا چون دیدن احباب نیست

دردو زخم بفگن و نام گنه سپر　　آتش بگرمی عرق انفعال نیست

صدای طبل رحیل ست شاد باشد او ۱۱　　کسیکه توشه باندازهٔ سفر بسته است

چرا بغم دگران سنگ نه پریشانم　　اگر نه رشتهٔ جانها بیکدگر بسته است

بسنج رخ گهر بود آخر درین جهان صائبا　　چو سکه هرکه دل خویش را بزر بسته است

برمگس هرگز نرفت از دامگاه عنکبوت　　بر دل من این ستم کز رشتهٔ آمال رفت

بهر گندم کرد آدم ترک نعمای بهشت　　چاره از الوان نعمت هست و از نان چاره نیست

برون ز کیسهٔ ممسک درم نمی آید　　ز دست بستهٔ سخا و کرم نمی آید

دهان هرکه بدآموز شد بحرف سوال ۱۲　　چرا خجیست که هرگز بهم نمی آید

چسان دوانده کجی ریشه در جهان صائبا　　که حرف راست برون از قلم نمی آید

زوال رزق حریصان بود غبار ملال ۱۳　　که غیر گرد ز گندم به آسیا نرسد

جگر گداز بود زرد روئی مشت　　خدا کند که مس ما به کیمیا نرسد

ز زر و سیم نه لعل و نه گهر خواهد ماند　　در لباس تو همین گرد سفر خواهد ماند

خشت بالین تو سازند پرستاران　　از تو هر چند درم بالش پر خواهد ماند

کسی که عیب ترا پیش چشم بنگارد ۱۴　　بجو کسی دیده او را که بر تو حق دارد

بزرگ اوست که بر خاک همچو سایهٔ ابر ۱۵　　چنان رود که دل مورچه را نیازارد

مرگ را آماده شو هرگاه گردد مو سفید　　زندگی بر طاق نسیان نه چو شد ابرو سفید

پرده پوشی چون شب تاریک کار صبح نیست　　دست بردار از سیه کاری چو گردد مو سفید

جای حسرت آگاهی درین وحشت سرا　　غوطه در خون میزند هر دست که غافل میشود

دوستی با ناتوانان مایهٔ روشندلیست ۱۶　　سوزن چون یار رشته ساز و شمع محفل میشود

همیشه خانهٔ شهد است از حلاوت خویش ۱۷　　کسی که خانه چو زنبور پر ز شهد دارد

اسیر مهر زلف نگاران صائب　　که از وصال کجا قسمت دارد

حضورِ خاطر اگر در نماز شرط شده است — عبادتِ همه روی زمین قضا دارد

ز بس ز نقشِ تعلق رمیده ام **صائب** — بمسجدی ننهم پا که بوریا دارد

میانِ خوف و رجا حالتیست عاشق را — که خنده در دهن و گریه در گلو دارد

بآبرو ز حیاتِ ابد قناعت کن — که خضرِ وقت بود هر که آبرو دارد

خانهٔ هر که باندازه بود چون زنبور — همه ایام حیاتش بحلاوت گذرد

چون زمین پاک بود تخم مدار از وی دریغ — صبح حیف است که بی اشکِ ندامت گذرد

مبین بچشمِ حقارت بهیچ خصمِ ضعیف — که پشه گرد بر آورد از سرِ نمرود

چو پشه زد دمِ سرِ خویش نشنید به برباد — کسی که رخنهٔ لب را نمیکند مسدود

تیغ بر مرده کشیدن ز جوانمردی نیست — غیبتِ مردمِ پیشینه نمی باید کرد

تا به اکسیرِ ریاضت نکنی خون را مشک — خرقه چون نافه ز پشمینه نمی باید کرد

از درِ حق بدرِ خلق مبر حاجتِ خود — شکوه از یار بر اغیار نمی باید کرد

نو بهارِ جوانی اطاعتِ حق کن ۱۸ که چوب خشک چو گردید خم نمیگردد

عنانِ نفس ز کف دادن از ادب نیست — سگِ درنده اسیرِ قلاده می باید

چارهٔ دل عقلِ پر تدبیر نتوانست کرد — قصرِ این ویرانه را تعمیر نتوانست کرد

کسی که بر آید ز خیابانِ نظر تنگ ۱۹ آبیست که از چاه بغربال بر آید

هر که بنشست همان زشت بپا خیزد ۲۰ کور از خواب محال است که بینا خیزد

در خشک سال آبِ گهر کم نمی شود ۲۱ بخلِ فلک باهلِ قناعت چه میکند

بارانِ بی محل ندهد نفع کشت را ۲۲ در وقتِ پیری اشکِ ندامت چه میکند

پر از گوهر کند نیسان دهانِ تشنهٔ خالی — که با عذرِ صدف سائلی دهن یکبار بگشاید

نماند از سرد مهریهای دوران در جهان گرمی ۲۳ درختی را که سرما سوخت دودش دیر می آید

مکن اعانتِ ظالم ز ساده لوحی ها ۲۴ که تیغ سنگِ فسان را سیاه رو سازد

عارفانیکه به تسلیم و رضا ساخته اند ۲۵ مردِ یک راسپر تیرِ قضا ساخته اند

نیست ممکن هیچکس را افتادگی نقصان کند قطره چون از چشم ابر افتاد گوهر می شود

دیدهٔ حرص محالست شود سیر بخاک دام در زیر زمین هم نگران می باشد

محتاج زیور نبود حسنِ خداداد دندانِ گهر حاجتِ مسواک ندارد

صاف دل محرم و بیگانه نمی داند چیست ۲۶ که برویِ همه کس آئینه در باز کند

ازان از گوشهٔ عزلت نمی آییم بیرون صائب که ترسم سایه بر فرقم همای دولت اندازد

دهنِ خویش بدشنام میالا زنهار ۲۷ کین زرِ قلب بهر کس که دهی باز دهد

درین زمانه باطل کسیکه حق گوید برای خویش چو منصور ریسمان تابد

ثنای خود بخود گفتن نمی زیبد ترا صائب ۲۸ چو زن پستانِ خود مالد حظوظ نفس کی یابد

بردار کلاهِ تمدی از سرِ بی مغز کین خوان تهی حاجتِ سرپوش ندارد

رسد ظالم دیگر بخون ظالم نشیب تیر شود صید چون عقاب آید

پاک کن از غیبتِ مردم دهانِ خویش را ۲۹ ای که از مسواک هر دم میکنی دندان سفید

بغیر شهد خموشی کدام شیرین است ۳۰ که از حلاوت آن لب بلند گر چپید

بکام هر که شنیدند شهد خاموشی ۳۱ لب از حلاوت آن وا نمیتواند کرد

هر کس از دل و زبان آمد خاموش شد ۳۲ خامشی مرتبهٔ مهر نبوت دارد

زر رفتن دگران خوشدلی از بی عاقل ۳۳ که موجها همه با یکدگر هم آغوش اند

شکایت تلخِ مکافات چه گویم کز خاطر من داغ تو روزِ جزا برد

رزق ما تنگ ز اندیشهٔ بیحاصل ماست ۳۴ نان کسی میخورد اینجا که غمِ نان نخورد

کار با عمامه و دور شکم افتاده است ختم درین محفل بزرگیها با فلاطون کنند

گنبدِ مسجد شهر از همه فاضل تر بود گر بعمامه کسی کوس فضیلت میزد

سینه روشن ز آتش لب سپهرم کرده است نیست ممکن عیب خود کس رفع مزبان کند

دل در جهان مبند که این نونهال را — از بهر سرزمین دگر سبز کرده اند

دل آگاه در پیری ز غفلت بیش می لرزد — که وقت صبح اکثر رهروان را خواب می آید

فقیر را ز غنی کاهش است قسمت و بس ۳۵ — ز آشنائی گوهر به نیسان چه رسد؟

بخیهٔ منت جراحت را کند ناسورتر — رشته از مریم مخواه و سوزن از عیسی مگیر

از زمین برخاستن چشم از زمینداران مدار ۳۶ — راست گردیدن توقع زین گران باران مدار

چون علم شد سرنگون لشکر پریشان می شود — پاست چون لغزید امید از هواداران مدار

از سعی کار عشق شود خام بیشتر ۳۷ — پیچیده مرغ بال فشان دام بیشتر

خانهای کهنه صائب مسکن مور است ۳۸ — در کهن سالان بود حرص و تمنا بیشتر

جز گوشهٔ قناعت ازین خاکدان مگیر ۳۹ — غیر از کناره هیچ ز اهل جهان مگیر

تلخکام این ز چشم شور ماند بیشتر — بادهٔ انگور از انگور ماند بیشتر

نمیدانند اهل غفلت انجام شراب آخر — بآتش میروند این غافلان از راه آب آخر

نرمی ز حد مبر که چو دندان مار ریخت — هر طفل نی سوار کند تازیانه اش

شود عیار بد و نیک در سفر ظاهر — یکیست تیر کج و راست تا بود در کیش

لب سوال سزاوار بخیه بیشتر است — عبث بخرقهٔ خود بخیه میزند درویش

چون سرو در مقام رضا پایدار باش — آزاده ز انقلاب خزان و بهار باش

قد نهال خم از بار منت ثمر است — ثمر قبول مکن سرو این گلستان باش

صحبت ناجنس آتش را بفریاد آورد — آب در روغن چو باشد میکند شیون چراغ

از طلوع و از غروب مهر روشن شد که چرخ — هر کرا برداشت صبح از خاک شام افکند بخاک

قد خم گشته رسول سفر عاقبت است — مشو ای گوی سبک مغز ز چوگان غافل

شمع برگشته محال است کند قامت راست — مشو ای دیده ور از پاس ضعیفان غافل

کعبهٔ مقصود را در نقطهٔ دل یافتیم — چون روم بیرون ز خود اکنون که منزل یافتیم

از گرفتاران این گلشن چه می‌پرسی که من | همچو سرو آزادگان را پای در گل بسته‌ام

ز سر کلاهِ بلند را چگونه بردارم | که زیر تیغ حوادث همین سپر دارم

توان ز دشمن دانا کناره کرد بعقل | ز تیر کج حذر از راست بیشتر دارم

به گرانباری من رحم کن ای سیل فنا | که من این بار به امید تو برداشته‌ام

همان بیگانه‌ام هر چند با خلق آشنا باشم | چو نور دیده در یک خانه از مردم جدا باشم

رزق می‌آید به پای خویش تا دندان بجاست | آسیا تا هست در اندیشهٔ نان نیستیم

پیوسته ما ز فکر دو عالم مشوشیم | ما از دو خانه همچو کمان در کشاکشیم

اگر چه خویش را گم کردم از نسیان به پیری‌ها | به این شادم که ایام جوانی رفت از یادم

خطر در آب زیرکاه بیش از بحر پیدا شد | من از همواری این خلق ناهموار می‌ترسم

با هر که شکوه از دل افگار می‌بریم | مجروح را به پیش نمکزار می‌بریم

هر که اینجا با سرافرازی نهد سر بر زمین | خیزد از خجلت کم کشد در روز محشر بر زمین

ما ز کافرنعمتی از شکر نعمت غافلیم | می‌گذارد مرغ در هر دانه سر بر زمین

نیست ممکن به فسون بدگهران رام شوند | که گره از دم عقرب نتوان وا کردن

زن چه باشد که از او مرد به فریاد آید | سست همت عجز بود شکوه ز دنیا کردن

جدا شو از دو عالم تا توانی با خدا بودن | که دارد دردسر بسیار با خلق آشنا بودن

بکش در زندگی مردانه جام نیستی یکسر | که باشد در بلا بودن به از بیم بلا بودن

از عزیزان رفت رفته شد تهی این خاکدان | یک تن از آیندگان نگرفت جای رفتگان

بیش ازین بر رفتگان افسوس می‌خوردند خلق | می‌خورند افسوس در ایام ما بر ماندگان

نظر بستن به مردم نیست ممکن صائب | بگریه تا بتوان دیده را سفید کردن

کسیکه می‌نهد از حد خود قدم بیرون | کبوتریست که می‌آید از حرم بیرون

بی ابر مشکل است تماشای آفتاب | صائب نظارهٔ رخ او در نقاب کن

رزق اگر بر آدمی عاشق نمی‌باشد چرا؟ — از زمین گندم گریبان چاک برآید برون

اوج دولت منتهاییست که غافل نشنند ۴۳ — بر لب بام خطر جهل بود خوابیدن

حرف حق با باطلان گفتن ندارد حاصلی — در زمین شور صائب دانه افشانی مکن

غیبت مفلس از قرب اغنیا جز پیچ و تاب ۴۴ — رشته از گوهر ندارد بهره جز لاغر شدن

دائم از روی نسب بر هم تفاخر می‌کنند — نیستند از یک پدر پنداری ابنای جهان

گر نمی‌خواهی شود روشن به مردم حال تو — راز خود را آگه پیراهن محرم مکن

از پی کار جهان همت ز استغنی ست — التجا پیش خسیسان نبرد دیدهٔ کس

ز صد هزار پسر همچو ماه مصر یکی — چنان شود که چراغ پدر کند روشن

هر سیه‌روی که کوشش می‌کند بر جمع دل — جمع چون شد می‌کند هیزم برای سوختن

در کهن سالی ز مرگ ناگهان غافل مشو — برگ چون شد زرد از باد خزان غافل مشو

از چراغ می‌توان افروخت چندین شمع را — دولتی چون رو دهد از دوستان غافل مشو

ترک افیون را علاجی بهتر از تقلیل نیست ۴۵ — اندک اندک ز آشنایان جهان بیگانه شو

آل خواجهٔ ممسک نه بود غسل نماند — کم نشئه ماند از صد خانهٔ تیر انگبین با او

راستی پیشهٔ خود کن که بود سبز مدام — محفل افروزی شمع و چمن آرائی سرو

طعمهٔ مور شوی گر چه سلیمان شده — زال میگردی اگر رستم دستان شده

آسیای فلک از بهر تو سرگردان است — تو ز اندیشهٔ روزی چه پریشان شده

پیش عفو و کرم رحمت یزدان صائب — کم گناهیست که از کرده پشیمان شده

در تجرع دانیست کسی را غم خانه — چون ریگ روان قافلهٔ ماست روانه

دل نمی‌توان کند ز یاران منافق — خوش باش به ناسازی اوضاع زمانه

صائب نکشی تا بگریبان سر خود را — هرگز نبری گوی سعادت ز میانه

از تو بیش نشود سرکشی نفس زیاده — گیرندگی سنگ شود افزون ز قلاده

آن به که بگرد دل درویش کند طوف — آنرا که میسر نشود حج پیاده

در قیامت سپر آتش دوزخ گردد — از درم قطره‌ای اگر بر لب سائل زده

سخن چو تازه بر آید ز کلک بقدر رست — چو یوسفی که فرستند بر کنارهٔ چاه

اگر دل از علایق کنده باشی — بمنزل بار خود افگنده باشی

مرنجان هیچگه از خود دلی را — که در روز جزا شرمنده باشی

مکن هرگز قبول کدخدائی — هم گر تا زنده باشی بنده باشی

سواد الوجه فی الدارین فقر را — حدیث مصطفی را خوانده باشی

توانی کوس شاهی زد در آفاق — اگر صائب خدا را بنده باشی

کوش تا دل بتماشای جهان نگذاری — داغ افسوس بر آئینهٔ جان نگذاری

جادهٔ این بادیه از نقش قدم بیشتر است — پای مستانه بصحرای جهان نگذاری

عمر چون قافلهٔ ریگ روان در گذر است — تا بنا بر سر این ریگ روان نگذاری

نرم کن نرم رگ گردن خود را زنهار — تا سر خویش ببالین سنان نگذاری

ما بامید عطای تو چنین نگذاریم — کار ما را بامید دگران نگذاری

زبان شکوه اگر هیچ خار داشتمی — همیشه خرمن گل در کنار داشتمی

هزار خانهٔ زنبور کردمی پرشهد — اگر گزیدن مردم شعار داشتمی

ز آه کشتی دل بادبان اگر میداشت — ازین محیط امید کنار داشتمی

بعیب خویش اگر راه بردمی صائب — بعیب جوئی مردم چه کار داشتمی

یک نفس فارغ ز وسواس تمنا نیستی — از پریشان خاطری یک لحظه یکجا نیستی

گرچه شد محتاج عینک دیدهٔ بی شرم تو — همچنان چون کودکان سیر از تماشا نیستی

خامشی را از خدا خواهند دانایان و تو — خون خود را میخوری یکدم چو گویا نیستی

اگر نسیم سحرگاه مهربان بود — ز بوی گل قفس رشک گلستان بود

اگر شگفته نشے بود کار فرمائی | جہان چنانکہ تو میخواستی چنان بودے
قدم برون مگذار از سراے درویشی | کہ مایۂ گنج بود بوریاے درویشی
لبت بہ مہر بود اعتبار محضر را | زمینہ عار ندارد قباے درویشی
نمی شود ہمہ کس بمقدار تواضع سربلند | قطرۂ تا چیز گردد گوہر از افتادگی
نیست جز داغ عزیزان حاصل پائندگی | خضر حیرانم چہ لذت می برد از زندگی
تا تو چون شانہ دل چاک ہمیانہ کنی | ۴۸ پنجہ با پنجۂ آن زلف چلیپانہ کنی
شمار روز حساب این سخن شود معلوم | کہ بود سلطنت بے حساب درویشی
ز برگ ریز خزان این اندیشہ برگان | ۴۸ ہمیشہ ہواست بہار و خزان درویشی
چہ حاجت است بغمخواری کسان صائب | کہ ہست رحمت حق غمگسار درویشی
ز خامشی دہن غنچہ مشکبو گردید | خوشا لبے کہ بود مہر دار خاموشی
کشتی منزلم تو آن روز شود طوفانی | ۴۹ کہ نہان کردۂ خود را بتر از دیدنی
جرم تو از حساب برون ست و از شمار | اندیشہ از حساب براے چہ میکنی
آستانت بوسہ گاہ راستکیشان می شود | از عبادت چون کمان گر قامت خود خم کنی
عنان بدست ہوا دادہ چو برگ خزان | خداے داند تا عاقبت کجا افتی
میتوانی صید دل دیوانہ را آباد کرد | از جہان نقدے کہ صرف خانۂ گل میکنی
بود نشستہ ہر جنبے اندیشہ می پزد عیب | غیر ازین اندیشۂ دیگر ندارد عالمے
گوشہ گیرے کہ بود شادمند منادی خلق | ۵۰ عنقویست کہ تا زد بشکار مگسے
ہر موے بر تن تو شود آہ حسرتی | آگاہ گر شوی کہ چہ مقدار غافلی

انتخاب

از

کلامِ ظفر

ہر چہار دیوان

و نشتر

ظفر

ابوظفر محمد بہادر شاہ ثانی متخلص بہ ظفر۔ ہندوستان کا آخری بادشاہ شاہ عالم کو سمجھنا چاہیے کہ اُسکی حیات ہی میں سلطنت ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضے میں جا چکی تھی اور وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا وظیفہ خوار رہ گیا تھا۔ محض کمپنی کی رعایت تھی کہ قلعۂ دہلی کی حکومت شاہ عالم کو حاصل تھی شاہ عالم کے بعد اُسکا بیٹا محمد اکبر ثانی لال قلعے کا بادشاہ اور وظیفہ خوار قرار پایا یہی حالت اسکے مرنے پر اُسکے بیٹے بہادر شاہ ظفر کی ہوئی۔ شاعری شاہ عالم بادشاہ کے زمانے سے دربار شاہی کی ایک زینت تھی ظفر کے وقت میں اسے اور بھی رونق ہوئی۔ ولیعہدی کے زمانہ ہی میں ظفر ذوق کا شاگرد ہوا اور تخت پر بیٹھنے کے بعد ذوق کو خاقانیِ ہند ملک الشعرا کا خطاب دیا اور مرتے دم تک صرف شاعری مشغلہ رکھا۔ یہ بادشاہ باتیں ضرور پیدا کرتا تھا اور شعر بہت کہتا تھا طبیعت بھی مضمون آفرین تھی مگر نشست الفاظ کا کام جو شاعری میں بڑی ضروری چیز اور مشکل مرحلہ ہے اُستاد کے متعلق تھا۔ ذوق کے پیچھے بادشاہ کے کلام درست کرنے کا جھگڑا نہ ہوتا تو غالباً ذوق کے اشعار اور بھی پُر لطف ہوتے ذوق کو ہمیشہ اسکا افسوس رہا کہ بادشاہ کی بیگار سے اپنے کلام درست کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ بہرحال ظفر کا کلام ذوق کی اصلاح کی بدولت یا خود اُسکی آفرینیِ مضمون کے باعث ضرور اس قابل ہے کہ ہندوستان کے اساتذہ کے کلام کے ساتھ جگہ پائے۔

یہ شاعر صوفی مشرب اور نیک نیت تھا اور لوگوں میں مروت بھی تھی بلکہ اس مروت کی بدولت وہ ہمیشہ نقصان میں رہا۔ اخیر اخیر غدر ۱۸۵۷ء میں پوربیے سپاہی جب کمپنی کی فوج سے باغی ہو کر دلی پہنچے تو ظفر کو شاہ شطرنج کی طرح تخت پر بٹھا دیا۔ ظفر نے بھی صورت بادشاہ بننا قبول کیا یا مجبوری لیا گیا یہ فیصلہ نہیں ہوتا یہ بھی ممکن ہے کہ شوقِ سلطنت نے اُسکی عقل پر پردہ ڈالدیا ہو بہرحال نتیجہ اسکا وہ ہوا جو ہونا تھا یعنی یہ ہوا کہ وہ گرفتار کر کے رنگون بھیجا گیا۔ پشیمانی کے ساتھ مشغلہ شاعری جاری رہا سلسلہ سخن ختم ہو کر انجام کار ۱۸۶۲ء میں جلاوطنی ہی میں وفات پائی۔

غزلیات وابیات

ظالم ترے چپ رہنے کا عقدہ نہیں کھلتا — کیا جانئے کہ ہو دل میں ترے کیا نہیں کھلتا
جب تک ہو دمِ سرد و رخِ زرد نہ غماز — ہر ایک پہ رازِ دلِ شیدا نہیں کھلتا
اُس مستِ مئے ناز کی اللہ رے تمکین — وہ عالمِ مستی میں بھی اصلا نہیں کھلتا
یاں آئے کہاں سے ہیں کہاں جائیں گے یاں سے — حیران ہیں ظفر ہم یہ معما نہیں کھلتا

کسی نے اسکو سمجھایا تو ہوتا — کوئی یاں تک اُسے لایا تو ہوتا
مزا رکھتا ہے زخمِ خنجرِ عشق — کبھی اے بوالہوس کھایا تو ہوتا
نہ بھیجا تو نے لکھ کر ایک پرچہ — ہمارے دل کو پرچایا تو ہوتا
جو کچھ ہوتا سو ہوتا تو نے تقدیر — وہاں تک مجھکو پہنچایا تو ہوتا
دل اُسکی زلف میں اُلجھا ہے کب سے — ظفر اک روز سُلجھایا تو ہوتا

رات بھر مجھکو غمِ یار نے سونے نہ دیا — صبح کو خوفِ شبِ تار نے سونے نہ دیا
میں وہ مجنون ہوں کہ زندان میں نگہبانوں کو — میری زنجیر کی جھنکار نے سونے نہ دیا
یاس و غم رنج و تعب سیر ہوئے سو نہ جہاں — اے ظفر شب انھیں دو چار نے سونے نہ دیا

غمزہ وہ پُر بیداد آیا — مژدہ اے مرگ کہ جلاد آیا
بلبلو دیکھو چمن میں اتنا — نہ کرو شور کہ صیاد آیا
اُڑ گئے ہوش مرے ناصح کے — سامنے جب وہ پریزاد آیا
جو لکھا تھا مری پیشانی میں — سو وہ پیش اے دلِ ناشاد آیا
تو نہ آیا مری سُنکر فریاد — دم لبوں پر دمِ فریاد آیا
دیکھ کر اُس بتِ کافر کے ستم — اے ظفر مجھکو خدا یاد آیا

نہیں عشق میں اسکا تو رنج ہمیں کہ قرار و شکیب ذرا نہ رہا — غمِ عشق تو اپنا رفیق رہا کوئی اور بلا سے رہا نہ رہا

دیا اپنی خودی کو جو ہم نے اٹھا وہ جو پردہ سا بیچ میں تھا نہ رہا رہے پردہ میں اب نہ وہ پردہ نشین کوئی دوسرا اسکے سوا نہ رہا
ظفر آدمی اسکو نہ جانیے گا وہ ہو کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکا ۳ جسے عیش مین یادِ خدا نہ رہی جسے طیش مین خوفِ خدا نہ رہا

یا مجھے افسرِ شاہانہ بنایا ہوتا یا مرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا
اپنا دیوانہ بنایا مجھے ہوتا تو نے کیون خردمند بنایا نہ بنایا ہوتا
خاکساری کے لیے گرچہ بنایا تھا مجھے کاش خاکِ درِ جانانہ بنایا ہوتا
نشۂ عشق کا گر ظرف دیا تھا مجھکو عمر کا تنگ نہ پیمانہ بنایا ہوتا
دلِ صد چاک بنایا تو بلا سے لیکن زلفِ مشکین کا ترے شانہ بنایا ہوتا
صوفیون کے جو نہ تھا لائقِ صحبت تو مجھے قابلِ جلسۂ رندانہ بنایا ہوتا
روزِ معمورۂ دنیا مین خرابی ہے ظفر ایسی بستی کو تو ویرانہ بنایا ہوتا

ہم نے سبھی کو عشق مین پرظن بنا لیا تھا دل جو دوست اُسکو بھی دشمن بنا لیا
قصرِ بہشت تجکو مبارک ہو زاہدا ہم نے تو کوے یار مین مسکن بنا لیا
بگڑا مزاج دیکھیے کیسے بنے ظفر منہ اُس نے یون جو پھیر کے چیتون بنا لیا

بے ضبطِ فغان رازِ نہان ہو نہین سکتا اور تجھ سے دلا ضبطِ فغان ہو نہین سکتا
جب تک وہ خفا مجھ سے ہین سُن لو کہ طبیبو کچھ میرا علاجِ خفقان ہو نہین سکتا
کیا جانے بلا کیا ہے ترا غمزہ کہ جس سے جانبر کوئی اے آفتِ جان ہو نہین سکتا
سودائے محبت مین ظفر سود ہے لیکن جب تک نہ ہو رسوا سے جہان ہو نہین سکتا

کیا کہون دل مائلِ زلفِ دوتا کیونکر ہوا یہ بھلا چنگا گرفتارِ بلا کیونکر ہوا
خاکساری کیا عجب کھوئے اگر دل کا غبار خاک سے دیکھو کہ آئینہ صفا کیونکر ہوا
جو نہ ہونا تھا ہوا ہم پہ تمھارے عشق مین تم نے اتنا بھی نہ پوچھا کیا ہوا کیونکر ہوا
وہ تو ہے نا آشنا مشہورِ عالم مین ظفر پر خدا جانے وہ تجھ سے آشنا کیونکر ہوا

کیا کہون ہے کیا بتون کی آشنائی مین مزا ۴ وہ مزا سب اس مین ہے جو ہے خدائی مین مزا

بیٹھا ہی مہندی لگا کر اپنے دست و پا ؤ نہیں | آج ہے اے شوخ تجھ سے ہاتھا پائی میں
دل سودا زدہ کب ایک جگہ ہین اُلجھا | کبھی کاکل ہین کبھی زلف سیہ ہین اُلجھا
اے ظفر خوب کیا جس نے کیا ترک لباس | نہ رہا جامہ و دستار و کلہ ہین اُلجھا
نہ پوچھو پوچھنے والو بتوں ہین ہم نے کیا دیکھا | خدا کا جلوہ دیکھا ہم نے اور ہر دم نیا دیکھا
ترے عالم کو اے یکتا سے عالم ہم نے کیا دیکھا | یہی دیکھا کہ عالم ہین نہ تجھ سا دوسرا دیکھا
کو بکو چھوٹنے مرے واسطے لاکھوں جا سوس | مجھ سے پر کوچۂ جانان کا نہ جانا چھوٹا
اُڑکے جا سکتا نہیں تا سر دیوار چمن | دام صیاد سے چھوٹا بھی تو ہین کیا چھوٹا
بازار محبت ہین نہ دل بیچ تو اپنا | بک جاتا ہی ساتھ اسکے ظفر بیچنے والا
ہزار طرح سے کھولا وہ دلربا نہ کھلا | ہمین نہ کھلنے کا کچھ اُسکے مدعا نہ کھلا
بتوں کی ہے وہ آشنائی کا دھندا | کہ ہے جسمین ساری خدائی کا دھندا
پہلے تو ہم کو تری عشوہ گری نے مارا | اور اگر اُس سے بچے کم نظری نے مارا
ہم اپنے کنج غم ہین نالہ و فریاد کرتے ہین | ہمین کیا گر چمن ہین چہچہا ہے عندلیبوں کا
مصور جبکہ اُسکی صورت مقبول کھینچے گا | نہین کھنچنے کی زلف اور ایک قصہ طول کھینچے گا
گر نہ شکوہ کہ مجھے یہ نہ دیا وہ نہ دیا | شکر کر تو کہ دیا ہے تجھے انسان بنا
اگر سمجھتا ہی بیہودہ گو ہمین ناصح | تو ہمکلام وہ کیوں بے شعور ہم سے ہوا
مری نگہ نے مرا راز کہہ دیا اُس سے | بلا سے گر نہ کہا مین نے مدعا نہ کہا
پاؤں آرام سے پھیلائے اُسی نے اپنے | ہاتھ دنیا سے ظفر جس نے بہاں کھینچ لیا
ہم صورت اُسکو اپنے جو آئے کئی نظر | حیران ہو کے آئینہ خانے سے اُٹھ گیا
دنیا ہین بلا سے اگر آرام نہ پایا | ہم نے یہی پایا کہ مرا نام نہ پایا
چڑھا کر تیوری اُٹھے ظفر وہ میرے پہلو سے | خدا جانے کہ کیا بیٹھے بٹھائے اُنکے دل ہین آگیا
دل کا کچھ کام نہ تجھ سے بجز حرفین نکلا | دوست جانا تھا تجھے جان کا دشمن نکلا

ہزار نخلِ خزان دیدہ پر بہار آئی — نہ اپنا شیب سے پھر عالمِ شباب آیا

بیان کیجے اگر احوال اپنی شامِ غربت کا — گریبان تا بدامن چاک ہو صبحِ قیامت کا

کام عاشق کا تو مرجانا ہے — آپ کچھ اسکا نہ غم کیجیے گا

سرنامہ میرے نام کا اور خطِ رقیب کا — ظالم ترے ستم کے ہین عنوان عجب عجب

بل بے تاثیر تری عشق کہ دیکھا ہم نے — شمعِ خاکسترِ پروانہ پہ گریان تھی رات

غافلو کرتے ہو تم فکر کی تدبیر عبث — فکر و تدبیر سے ہی چارۂ تقدیر عبث

فکر کردان کی ہمیشہ تجھے رہنا ہی جہان — یان مکان کرتا ہی کس واسطے تعمیر عبث

وہی پیش آئے گا لکھا جو ہے پیشانی مین — نامہ کرتے ہو ظفر تم اُسے تحریر عبث

نالون سے میرے آب ہوئے سنگ بارہا — اُس سنگدل کا دل نہ پسیجا کسی طرح

سمجھایا تونے ہم کو تو سو طرح ناصحا — لیکن ہمارا دل نہین سمجھا کسی طرح

بے طرح دامِ زلفِ بتان مین ہی دل اسیر — چھوٹے یہ اس بلا سے خدایا کسی طرح

ٹوٹے ہزار خارِ غم و نشترِ الم — پھوٹا نہ میرے دل کا پھپھولا کسی طرح

قدر اے عشق رہے گی تری کیا میرے بعد — کہ تجھے کوئی نہین پوچھنے کا میرے بعد

خارِ صحرا سے جنون یون ہی اگر تیز رہے — کوئی آنے گا نہین آبلہ پا میرے بعد

بٹھا کے غیر کو قائم نہ کر فساد کی جڑ — نکال اسکو کہ ہے یہ لپشہ فساد کی جڑ

جو خط کے لکھنے مین برپا ہون سو طرح کے فسا — تو ٹھہری شاخِ قلم سربسر فساد کی جڑ

اکھاڑ نخلِ طمع کو کہ باغِ عالم مین — ثمر کھے ہی یہ شجرِ بے ثمر فساد کی جڑ

ظفر جہان مین نہ ہو کوئی مفسدہ پرداز — ہنوز ہین زن و زر اگر فساد کی جڑ

خاطر سے ہون مین آپ کے سنتا کلام تیز — ورنہ زبان تو رکھتا ہی یہ بھی غلام تیز

تارِ رونے کا جو باندھا تو نہ توڑا ہم نے — ہم سے ہر چند وہ کہتے رہے ہیں بس اجی بس

اے ظفر صاحبِ غرض سے بھاگتے ہین لوگ دور ۸ — اس زمانے مین کہین جاؤ تو جاؤ بے غرض

ناصح نے کہا مجھ سے کہ کر آہ و فغاں ضبط — ناداں یہ نہ سمجھا کہ محبت میں کہاں ضبط

لپکا مجھے پڑے کا انھیں عادتِ دشنام — کیا سخت ہے مشکل کہ نہ یاں ضبط نہ واں ضبط

رو رو کے نہ کہہ حال کہ رکتا ہے وہ دل میں — کر گریہ کو تو اپنے ظفر وقتِ بیاں ضبط

خط میں لکھی ہے ظفر جسکی شکایت ہم نے — ہاے پڑھوانا اُسی سے وہ ہمارا ہے خط

ابھی بھیجے نہ پارا پارا خط — و دیکھ تو لیجے پھیرا سارا خط

خط نہ لکھنے کا اگر شکوہ کرو ہیں اے ظفر — کہتے ہیں وہ کیوں لکھیں ہم ایسے آوارہ کو خط

اشک تو اتنا بہاتی ہے ولیکن تیرا — سوزِ دل کم نہیں ہوتا کسی عنواں ہے شمع

اے ظفر اشکِ ندامت میں نہ ڈوبی کیونکر — کہ جلا کر دلِ پروانہ پشیماں ہے شمع

جو پائی بزم میں ساقی تری جگہ خالی — بھر آیا دیکھ کے دل ساغر و سبو کی طرف

ہے وہ دل ہی میں تمھارے تم اگر ڈھونڈھو اُسے — پھرتے ہو ناحق بھٹکتے اے ظفر چاروں طرف

جنکے دلوں میں فرق ہے اُنکی زباں میں فرق — مطلب میں اُنکے فرق ہے اُنکے بیاں میں فرق

میں خاکسار اور فلک پر ترا دماغ — ہے مجھ میں تجھ میں جیسے زمیں آسماں کا فرق

نہیں ہے درد مجھے اور کچھ سواے فراق — طبیب تجھ سے اگر ہو تو کر دواے فراق

عرق میں ہے گلِ رخسار کے گلاب کا میل — شمیمِ زلف میں ہے بوے مشکناب کا میل

ہمارا میل ہو کیا اُس سے جسکی باتوں میں — کبھی ہو لطف کا میل اور کبھی عتاب کا میل

نہ کوہکن سے ملے دل مرا نہ مجنوں سے — نہیں کسی سے بھی اس خانہ خراب کا میل

کب تمھارا شکوۂ جور و ستم کرتے ہیں ہم — اور کرتے ہم تو کہہ دیتے کہاں کرتے ہیں ہم

دوست اپنے کچھ پتا آکر خبر دیتے تو ہیں — واں کی باتوں سے ہمیں آگاہ کر دیتے تو ہیں

دیکھیے کیا پیش آتا ہے لکھا تقدیر کا — لکھ کے ہم نامہ تجھے اے نامہ بر دیتے تو ہیں

یاد رکھنا ایک دن بوسہ بھی لے ہی لیں گے ہم — آپ ہمکو گالیاں ہر بات پر دیتے تو ہیں

اے خدنگِ یار کیوں سینے سے نکلا جاے ہے — ہم ترے رہنے کو اپنے دل میں گھر دیتے تو ہیں

ہم کو ڈر ہے کے دل وہ جان کا خواہان ہو ۱۰ آپ اُس بے مہر کو دل ای ظفر دیتے تو ہین

تھا فضائے قدس مین اب قالبِ آدم مین ہون چھٹ گیا مجھسے وہ عالم اور ہی عالم مین ہون

اُس بلا سے دیکھیے کیونکر رہائی ہو نصیب مین اسیر اُسکی کمندِ گیسوے پُر خم مین ہون

نالۂ نے کی طرح سے اپنی ہستی کا مجھے کیا بھروسا ہو کہ اک دم مین نہین اک دم مین ہون

کام ہے رونے سے مجکو رات دن مانندِ شمع الف خواہ بزمِ عیش مین ہون خواہ بزمِ غم مین ہون

کرتا ہون جب چارۂ زخمِ دل اپنا ای ظفر ۱۱ مین ملاتا شکِ الماس و نمک مرہم مین ہون

پیرِ عشقِ جنون کو کیا غرض ہے خضر سے راہ اُنکی اور ہے اور اُنکے رہبر اور ہین

جو ہے دل مین وہ ہی مُنھ پر لاتے ہین آئینہ دار ہم نہین ہین وہ کہ دل مین اور مُنھ پر اور ہین

ہم قناعت کو تری دولت سمجھتے ہین ظفر ڈھونڈھتے جو زر کو ہین وہ طالبِ زر اور ہین

قتل کرتی ہین مجھے اُسکی رسیلی آنکھین رہتی ہین خون سے مرے روز رنگیلی آنکھین

شدتِ گریہ سے کس وقت جدائی مین تری آستین کو نہین رکھتی مری گیلی آنکھین

ساقی مری توبہ کے ٹھہرانے کے نہین پاؤن گر جھومتا آئیگا سحاب ایسے مزے مین

پوچھو نہ یہ تم بوسے لیے کتنے مزے مین رہتا ہے کسے یاد حساب ایسے مزے مین

حال دیوانون کا اپنے پوچھ خارِ دشت سے سینے افسانے اُسے نوکِ زبان ہیتون کے ہین

اسے ظفر جو کچھ کیے ہم نے زبردستی مین کام اُنکے بدلے مل رہے ہین زیردستی مین ہمین

وہ دل لیکے نہ دے تو کیا کرون ای ہمنشین بتلا ہمت لون کہ اُس سے چھین کر لون کسطرح سے لون

کرتا وہ بیچارہ کیا تدبیر سے چارہ نہین پر کرے کیا چارہ گر تقدیر سے چارہ نہین

وہ گالیان ہی سُناتا ہے اسے ظفر لیکن مجھے خوش آتی ہین اُس بد زبان کی باتین

لاکھون انداز ہین کس کس کو ہم اُنسے پوچھین تمکو یہ کس نے سکھایا؟ اسے کیا کہتے ہین؟

ہم اپنا رازِ دل ظاہر کب ای بیباک کرتے ہین ۱۲ ہمین رسوا ہمارے دیدۂ نمناک کرتے ہین

مین کبھی تو دیکھون کہ تمکو کس طرح آتی ہے نیند ۱۳ اک زرا میری مصیبت کی کہانی سُن تو لو

نہ پردہ در پردہ نشین پکڑ کر بیٹھ — جو بیٹھنا ہی تو اسے دل زمین پکڑ کر بیٹھ

گلشن مین جب ادا سے وہ رنگین ادا ہنسے — غنچہ کا منھ ہی کیا کہ جو پھر اسے صبا ہنسے
یہ کیا ستم ہی ہم تو کہین اپنا حال دل — اور رو کے تیرے سامنے تو بیوفا ہنسے
ہنستا ہی تیغ یار سے اس طرح میرا زخم ۱۴ — جس طرح آشنا سے کوئی آشنا ہنسے
جو دل گرفتہ غنچۂ تصویر ہو ظفر — پھر اُسکو کیا ہنسائے کوئی اور وہ کیا ہنسے

کہان ہی اپنا وہ عالم کہین اُٹھے کہین بیٹھے — ہوئی ہی اب تو یہ حالت جہان بیٹھے وہین بیٹھے
ارادہ تھا کہ اُنسے آج اپنا حال دل کہیے — یہ دیکھو خوبی قسمت کہ ہین وہ خشمگین بیٹھے
اُٹھائے دو جہان سے ہاتھ جو تیری محبت مین — ترے در پر وہ اے غارتگر دنیا و دین بیٹھے
ہمارا نام تو ہی اے ظفر مشہور عالم مین — اگرچہ ہم ہین اپنے گھر مین مانند نگین بیٹھے

عجب روش سے اُنھین ہم گلی لگا کے ہنسے — کہ گل تمام گلستان مین کھلکھلا کے ہنسے
ہنسا جو سامنے اُس غیرت چمن کے گل — تو چٹکیون مین اُسے غنچے سب اُڑا کے ہنسے
غم و الم میرا اُنکی خوشی کا باعث ہے — کہ جب ہنسے وہ مجھے خوب سا رلا کے ہنسے
نکالا چارہ گردون نے جو ذکر مرہم کا — تو خوب زخم جگر میرے لہلہا کے ہنسے

جب وصل دلربا کی تدبیرین سے بگڑی ۱۵ — ہم سمجھے اپنے دل مین تقدیرین سے بگڑی
دیکھو بگاڑ اپنی قسمت کا اُنکے آگے — سو بار بات وقت تقریر ہی سے بگڑی
جسوقت زلف لیلی بکھری ظفر سنور کر — مجنون کے واسطے اک زنجیر بن کے بگڑی

جلوۂ حق یون نمایان صورت انسان مین ہی — نور خورشید فلک جیسے مہ تابان مین ہی
تیری پاس آبرو سے روکتا ہون مین اشک — ورنہ اک دریا بھرا اس دیدۂ گریان مین ہی
تیرے شیدائی کا اک گل باعث دیوانگی — جو گلستان مین ہی عالم وہ ہی خارستان مین ہی

مجھے بتاؤ مرا کیا گناہ کیا تقصیر؟ — جو مجھ پہ کھینچ کے تم خنجر ستم دوڑے
کرون جو نامۂ شوق اُسکو مین رقم اپنا — تو خود بخود ہو سیاہی روان قلم دوڑے

سمجھ نہ اشک کو لڑکا کہ یہ وہ آفت ہی لگا کے آگ جو پانی کو چشم نم دوڑے

خرد ہی پہ تکیہ نہ بالکل کرے ۱۶ خدا پہ بھی انسان توکل کرے
وہ ہو رو بروا اور نہ دیکھون اُسے یہ دل میرا کیونکر تامل کرے

ہے جو مدت مین کبھی وصل کی صورت بنتی تو گھڑی بھر مرے اُنکے نہین صحبت بنتی

عقل راہِ عشق مین ہمراہ تو میرے نہ ہو ۱۷ راہ لے اپنی کہ تجھ سے رہنمائی ہو چکی
چمن مین نغمۂ بلبل کو سنکر وہ لگے کہنے لگے آگ اس چمن کو میرا گھبراتا ہی جی غل سے

پیدا ہوئے ہین شادی و غم باہم اے ظفر ۱۸ خندان اگر ہے برق تو ابر اشکبار ہی

عزیزو گور مین کیا دل کا داغ جلتا ہی ۱۹ اندھیرے گھر مین ہمارا چراغ جلتا ہی

انتخاب

از

کلامِ

عمر خیّام

رباعیات

۲۷ نشتر

عمر خیّام

غیاث الدین ابوالفتح نام ۔ عمر تخلص ۔ نیشاپور مولد ۔ باپ کا نام ابراہیم خیام ۔ پیشہ خیمہ دوزی ۔ اگر ابراہیم محض خیمہ دوز تھا تو ایک معمولی شخص تھا اور اگر خیمہ کی تجارت کرتا تھا اور ظاہر قیاس بھی یہی چاہتا ہے تو ایک بڑا تاجر تھا جو شاہی ضرورتوں میں خیمہ مہیا کرتا تھا ۔

سلجوقیوں کے عہد میں نیشاپور رشک بغداد تھا ۔ مدینہ کے بعد دمشق اور دمشق کے بعد بغداد ۔ اور بعد بغداد کے غزنی اور پھر نیشاپور وسط ایشیا میں مصر افریقہ میں ۔ قرطبہ قسطنطنیہ غرناطہ یورپ میں ۔ دہلی ہندوستان میں اسلامی دارالسلطنتیں قرار پائیں ۔ اخیر پانچویں صدی میں سلجوقیوں کے عہد میں نیشاپور کمال عروج پر تھا ۔

نظام الملک طوسی اور حسن صباح اور عمر خیام نے ایک ساتھ بغداد میں تعلیم پائی تھی الپ ارسلان کی وزارت جب نظام الملک کو ملی تو عمر خیام کو عروج سند کا حاصل ہوا ۔ لیکن عمر نے صرف وظیفہ خواری پر قناعت کی ۔ ملکی معاملات سے عمر کو دلچسپی نہ تھی ۔ علم ہیئت میں اسکو بہت بڑا ملکہ تھا اور حکیم وقت خیال کیا جاتا تھا ۔ بعد ازاں سلطنت سلجوقی کے جب ٹکڑے ہوئے تو سلجوقیان عراق عرب کے دربار میں اسے پادشاہ کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے کی عزت ملی اور شاہی منجم کی جگہ اسے مرو میں عطا ہوئی ۔ اسنے ایرانی جنتری میں بکار آمد تبدیلیاں کیں اسکا جبر و مقابلہ (الجبرا) صدیوں تک مقبول رہا ۔ یونانی زبان پر اسے ایسی دستگاہ تھی کہ اس زبان میں لوگ دور دور سے علوم سیکھنے کے لیے اسکے پاس آتے تھے

فارسی زبان کا نہایت مقبول شاعر یہ خیال کیا جاتا ہے اسکی رباعیاں بلکہ شائع کی گئیں اور یورپ کی زبانوں میں اسکے ترجمے ہوئے اسی مجموعہ رباعیات سے جو ہندوستان میں شائع ہوا ہے کچھ کلام منتخب کیا گیا ہے سنہ ۵۱۱ھ سے عراق عرب کے سلجوقیوں کا عہد شروع ہوتا ہے اور یہی زمانہ عمر خیام کے عروج کا ہے سال وفات غالباً سنہ ۵۱۷ھ ہے

رباعیات

غافل بچہ امید درین شوم سرا | بر دولتِ او دل بنہ از بہرِ خدا
ہرگاہ کہ خواہد کہ نشیند از پا | گیرد اجلش دست کہ بالا بیا

اے دل ز زمانہ رسمِ احسان مطلب | وز گردشِ دوران سر و سامان مطلب
درمان طلبی دردِ تو افزون گردد | با درد بساز و ہیچ درمان مطلب

با بط میگفت ماہیے در تب و تاب | باشد کہ بجوے رفتہ باز آید آب
بط گفت چو من و تو گشتیم کباب | بود از پسِ مرگِ من چہ دریا چہ سراب

چون نیست بہرچہ ہست جز باد بدست | چون نیست بہرچہ ہست نقصان و شکست
پندار کہ ہرچہ ہست در عالم نیست | انگار کہ ہرچہ نیست در عالم ہست

مے خوردن و شاد بودن آئینِ منست | فارغ بودن ز کفر و دین دینِ منست
گفتم بعروسِ دہر کابینِ تو چیست؟ | گفتا دلِ خرمِ تو کابینِ منست

اسرارِ جہان چنانکہ در دفترِ ماست | گفتن نتوان زانکہ وبالِ سرِ ماست
چون نیست درین مردمِ نادان اہلے | نتوان گفتن ہرانچہ در خاطرِ ماست

آن بہ کہ درین زمانہ کم گیری دوست | با اہلِ زمانہ صحبت از دور نکوست
آنکس کہ بجملگی ترا تکیہ بدوست | چون چشمِ خرد باز کنی دشمنِ اوست

اے آمدہ از عالمِ روحانی تفت | حیران شدہ در پنج و چہار و شش و ہفت
مے خور چو ندانی ز کجا آمدہ | خوش باش ندانی بکجا خواہی رفت

خیام کہ خیمہ ہائے حکمت میدوخت | در کورۂ غم فتاد و ناگاہ بسوخت
مقراضِ اجل طنابِ عمرش ببرید | دلالِ قضا برایگانش بفروخت

یک ہفتہ شراب خوردہ باشی پیوست | ہان تا نہ نہی تو روزِ آدینہ ز دست

در مذهبِ ما شنبه و آدینه یکیست   جبّار پرست باش هر روز بیکیست
ساقی قدحے که کارِ عالم نفسیست   گر شادیی از و یک نفس آن نیز بسیست
خوش باش ز هر چه پیشت آید ز جهان   ۲ هرگز نشود چنانکه دلخواهِ کسیست

می میخورم و مخالفان از چپ و راست   گویند مخور باده که دین را اعداست
چون دانستم که می عدوے دین ست   واللہ بخورم خونِ عدو را که رواست

دورانِ جهان بے می و ساقی هیچ ست   بے زمزمۂ نائے عراقی هیچ ست
هر چند در احوالِ جهان می نگرم   حاصل همه عشرت ست باقی هیچ ست

شادی مطلب که حاصلِ عمر دمے ست   هر ذرّه ز خاکِ کیقبادے و جمے ست
احوالِ جهان و اصلِ این عمر که هست   ۳ خوابے و خیالے و فریبے و دمے ست

این کهنه رباط را که عالم نام ست   آرام گهِ ابلقِ صبح و شام است
بزمے ست که وا ماندۂ صد جمشید ست   ۴ قصریست که تکیه گهِ صد بهرام است

من بندۂ عاصیم رضاے تو کجاست؟   تاریک دلم نورِ صفاے تو کجاست؟
ما را تو بهشت گر بطاعت بخشی   این بیع بود لطف و عطاے تو کجاست؟

هر دل که درو مایۂ تجرید کم ست   بیچاره همه عمر ندیمِ ندم ست
جز خاطرِ فارغ که نشاطے دارد؟   ۵ باقی همه هر چه هست اسبابِ غم ست

قدرِ گل و مل باده پرستان دانند   نے تنگدلان و تنگدستان دانند
از بیخبری بخیبری معذوری   ۶ ذوقیست درین باده که مستان دانند

ز آوردنِ من نبود گردون را سود   وز بردنِ من جاه و جلالش نفزود
در هیچ کسے نیز دو گوشم نشنید   کآوردن و بردنِ من از بهرِ چه بود؟
آنها که کهن شدند آنها که نوند   هر یک بمرادِ خویش یک یک برسند
این سفله جهان بکس نماند جاوید   رفتند و روند و دیگر آیند و روند

این چرخ جفا پیشه دغا بنیاد   هرگز گرہ بستۂ کس را نگشاد
هر جا که یکے دید که داغے دارد   داغے دگرش بر سر آن داغ نهاد

غافل غم و اندیشۂ لاشے نخورد   جز جام لبالب و پیاپے نخورد
غم در دل و باده در صراحی باشد ۷   خاکش بسر آنکه غم خورد می نخورد

تا بود دلم ز عشق محروم نشد   کم بود ز اسرار که محروم نشد
اکنون که همی بنگرم از روے خرد   معلومم شد که هیچ معلوم نشد

در دهر هر آنکه نیم نانے دارد   از بهر نشست آستانے دارد
نه خادم کس بود نه مخدوم کسے ۸   گو شاد بزی که خوش جهانے دارد

زان پیش که بر سر تو شبخون آرند   فرماے که تا بادۂ گلگون آرند
تو زر نۂ اے غافل نادان که ترا ۹   در خاک نهند و باز بیرون آرند

قومے ز گزاف در غرور افتادند   قومے ز پے حور و قصور افتادند
معلوم شود چو پرده ها بردارند   کز کوے تو دور دور دور افتادند

گویند بهشت حور عین خواهد بود   وانجا مے ناب و انگبین خواهد بود
گر ما مے و معشوق پرستیم رواست   چون عاقبت کار همین خواهد بود

آنروز که توسن فلک زین کردند   آرایش مشتری و پروین کردند
این بود نصیب ما ز دیوان قضا   ما را چه گنه قسمت ما این کردند،

گویند بهشت و حوض کوثر باشد   وانجا مے ناب و شهد و شکر باشد
پر کن قدح باده و بر دستم نه   نقدے ز هزار نسیه خوشتر باشد

آنها که جهان زیر قدم فرسودند   و اندر طلبش هر دو جهان پیمودند،
آگاه نمی شوم که ایشان شب و روز   زین حال چنانکه هست آگه بودند

تا خاک مرا بقالب آمیخته اند   بس فتنه که از خاک بر انگیخته اند

من بهتر ازین نیستم بودن ۱۰ کز بوتهٔ مرا چنین برون ریخته اند

افسوس که سرمایه زکف بیرون شد   در دستِ اجل بسے جگرها خون شد
کس نامد زان جهان که تا پرسم ازو ۱۱ کاحوالِ مسافرانِ عالم چون شد

با یار چو آرمیده باشی همه عمر   خوابے باشد که دیده باشی همه عمر
هم آخرِ عمر رحلتت باید کرد   لذاتِ جهان چشیده باشی همه عمر

دی کوزه گرے بدیدم اندر بازار   بر پاره گلے لگد همے زد بسیار
وان گل بزبانِ حال با وی میگفت   من همچو تو بوده ام مرا نیکو دار

چون حاصلِ آدمی درین جائے دور   جز دردِ دل و دادنِ جان نیست دگر
خرم دل آنکه یک نفس زنده نبود ۱۲ واسوده کسے که خود نزاد از مادر

گر باده خوری تو با خردمندان خور   یا با صنمِ لاله رخ خندان خور
بسیار مخور ورد مکن فاش مساز ۱۳ اندک خور و گاه خور و پنهان خور

با مردمِ پاک اصل و عاقل آمیز   وز نااهلان هزار فرسنگ گریز
گر زهر دهد ترا خردمند بنوش ۱۴ ور نوش رسد ز دستِ نا اهل بریز

از حادثهٔ زمانهٔ آینده مپرس   وز هرچه رسد چو نیست پاینده مپرس
این یکدم نقد را غنیمت میدان   از رفته میندیش و ز آینده مپرس

غم چند خوری ز کارِ نا آمده پیش   رنج است نصیبِ مردمِ دوراندیش
خوش باش و جهان تنگ مکن بر دلِ خویش ۱۵ کز خوردنِ غم قضا نگردد کم و بیش

خیام زمانه از کسے دارد ننگ   کو در غمِ ایام نشیند دلتنگ
مے خور تو ز آبگینه با نالهٔ چنگ ۱۶ زان پیش که آبگینه آید بر سنگ

ایزد چو نخواست آنچه من خواسته ام   کے گردد راست آنچه من خواسته ام
گر جمله صواب است که او خواسته نیست ۱۷ پس جمله خطا است آنچه من خواسته ام

گویند مرا که می‌پرستم هستم — گویند مرا عارف و مستم هستم
در ظاهر من نگاه بسیار مکن — کاندر باطن چنانکه هستم هستم

تا دست باتفاق برهم نزنیم — پایی ز نشاط بر سر غم نزنیم
خیزیم و دمی زنیم پیش از دم صبح — کین صبح بسی دمد که ما دم نزنیم

با خرقهٔ زهد در سر خم کردیم — وز خاک خرابات تیمم کردیم
باشد که درون میکده‌ها دریابیم ۱۸ عمری که درین مدرسه‌ها گم کردیم

چون حاصل آدمی درین شورستان — جز خوردن غصه نیست یا کندن جان
خرم دل آنکه زین جهان زود برفت ۱۹ و آسوده کسی که خود نیامد بجهان

آن قصر که بر چرخ همی زد پهلو — بر درگه او شهان نهادندی رو
دیدیم که بر کنگره‌اش فاخته‌ای ۲۰ بنشسته همی گفت که کوکو کوکو

چون باده خوری ز عقل بیگانه مشو — مدهوش مباش و جهل را خانه مشو
خواهی که می لعل حلالت باشد — آزار کسی مجوی و دیوانه مشو

این چرخ فلک بهر هلاک من و تو — قصدی دارد بجان پاک من و تو
بر سبزه نشین بیا که بس دیر نماند — تا سبزه برون دمد ز خاک من و تو

ماییم خریدار می کهنه و نو ۲۱ وانگاه فروشندهٔ جنت بدو جو
گفتی ز پس مرگ کجا خواهی رفت — می پیش من آر و هر کجا خواهی رو

ناکرده گناه در جهان کیست بگو؟ — وانکس که گنه نکرد چون زیست بگو؟
من بد کنم و تو بد مکافات دهی ۲۲ پس فرق میان من و تو چیست بگو؟

نقشیست که بر وجود ما ریخته‌اند — صد بوالعجبی ز ما برانگیخته‌اند
من زان به ازین نمیتوانم بودن ۲۳ کز بوته مرا چنین فرو ریخته‌اند

غره چه شوی بمسکن و کاشانه — هر عمر که هست حاصلش افسانه

ہمچو ابر بادی و تو افروزی شمع ۲۴ بر رہگذر سیل چہ سازی خانہ

پیر دیدم بخواب مستی خفتہ در گرد شعور خانۂ تن رفتہ
مے خوردہ و مست خفتہ و آشفتہ اللہ لطیف بعباد گفتہ

اے خیمہ از کار جہان ہیچ نہ بنیاد نہ باد دست ازان ہیچ نہ
شد حد وجود درمیان دو عدم اطراف بود تو درمیان ہیچ نہ

با عاشق و رند مے پرستیم ہمہ در کوئے خرابات نشستیم ہمہ
بگذشت ز قبح و حسن و از وہم و خیال از ما مطلب ہوش کہ مستیم ہمہ

ابریق مے مرا شکستی ربی بر من در عیش را بہ بستی ربی
بر خاک فگندی مے گلگون مرا ۲۵ من مست نیم مگر تو مستی ربی

خواہی کہ پسندیدۂ انام شوی مقبول و قبول خاصہ عام شوی
اندر پے مومن و جہود و ترسا ۲۶ بد گوئے مباش تا نکو نام شوی

تا کے ز غم زمانہ محزون باشی با چشم پر آب و دل پر خون باشی
مے نوش و بہ عیش خوشدل میباش زان پیش کزین دائرہ بیرون باشی

ہر چند ز دست دہر غمکش باشی در جور و جفائے چرخ ناخوش باشی
زنہار ز دست ناکسان آب زلال ۲۷ بر لب مچکان اگر در آتش باشی

انتخاب

از

کلامِ غالب

دیوانِ غالب اردو

کلیاتِ اسد اللہ خان غالب فارسی

۵۰ اشتر

غالب

میرزا اسد اللہ خان نام - میرزا نوشہ معروف - فارسی مین تخلص اسد اور اُردو مین غالب
آگرہ مولد - دلی مسکن و مدفن - سال وفات ۱۲۸۵ ہجری -

حق یہ ہی کہ تمام شعراے ماضی و حال و مستقبل پر یہ غالب خیال کیے گئے - انکی خصوصیات سے یہ ہی کہ دونون زبان مین انکو پورا ملکہ تھا - فارسی کلام مین شعراے فارس پر باوجودیکہ انکی زبان مادری فارسی نہ تھی گوے سبقت لے گئے اور زبان اُردو کا تو ایک طور پر انکو موجد کہنا چاہیے - انسے پہلے میر و سودا اور انکے ہمعصر ذوق نامی شاعر تھے - اور پھر انکے بعد انیس و دبیر امیر مینائی اور داغ یہ سب چوٹی کے شاعر ہوئے - انمین سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دیجاتی ہی تو وہ محض ایک فوری حالت ہوتی ہی - ہر ایک کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اسی پر شاعری ختم ہوگئی اور قول فیصل یہ ہوتا ہی کہ ہر ایک بجاے خود اُستاد ہی ع ہر گلے را رنگ و بوے دیگرست - گلاب کا پھول سونگھیے تو معلوم ہوتا ہی کہ باغ بھر مین یہی ایک پھول ہی - اُسکے بعد چنبیلی سونگھیے تو یہ کہنا پڑتا ہی کہ اسکی خوشگواری سب پر بالا ہی - جوہی کہتی ہی کہ جو بھینی بھینی خوشبو مجھمین ہی وہ نازک باغون کی روح کی جان ہی - بیلا جب شام کو سبز پتیون سے غنچہ کی صورت مین اپنا مُنھ نکالتا ہی تو اُسکی دلآویزی کچھ اور ہی لطف دکھاتی ہی اور ہار بنکر جب گلے مین پڑتا ہی تو بے اختیار مُنھ سے نکلتا ہی کہ یہ پھولون کا بادشاہ ہی - مولسری کامنی اور چمپا جب اپنی اپنی بو دور سے سونگھاتے ہین تو کہنا پڑتا ہی کہ باغ مین اگر یہ پھول نہ ہون تو باغ کا لطف نہین - اسی طرح شعراے نامی کے کلام جب پڑھیے تو ہر ایک بجاے خود سب سے اچھا معلوم ہوتا ہی لیکن یہ محض خداداد بات ہی عقل کو اسمین دخل نہین - غالب کا کلام ہر وقت غالب سمجھا جاتا ہی - جو عام پسندیدگی اسکے ساتھ وابستہ ہی دوسرے کے ساتھ نہین ہی -

غالب کی خصوصیات سے یہ ہی کہ یہ مے خوار تھا دوسرے مشہور شعراے اسلام کے بیانات محض سنی سنائی افسانون پر مبنی کرتے تھے اور خود کبھی تکلیف کشی نہ ہوئے تو العیب عند اللہ -

غزلیات و ابیات

[illegible] شاہنشاہ مین اشعار کا دفتر کھلا رکھیو یارب یہ درِ گنجینۂ گوہر کھلا
[illegible] سمجھوں اُسکی باتین گو نہ پاؤں اُسکا بھید پر یہ کیا کم ہے کہ مجھ سے وہ پری پیکر کھلا؟
[illegible] رہنے کو کہا اور کہہ کے کیسا پھر گیا ۱ جتنے عرصہ مین مرا لپٹا ہوا بستر کھلا
[illegible] ہون غربت مین خوش جب ہو حوادث کا یہ حال نامہ لاتا ہے وطن سے نامہ بر اکثر کھلا
اُسکی امت مین ہون مین میرے رہین کیون کام بند؟ واسطے جس شہ کے غالب گنبدِ بے در کھلا

شب کہ برقِ سوزِ دل سے زہرۂ ابر آب تھا شعلۂ جوالہ ہر اک حلقۂ گرداب تھا
وان کرم کو عذرِ بارش تھا عنان گیرِ خرام ۲ گریہ سے یان پنبۂ بالش کفِ سیلاب تھا
وان خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال یان ہجومِ اشک مین تارِ نگہ نایاب تھا
جلوۂ گل نے کیا تھا وان چراغان آبجو یان روان مژگانِ چشمِ تر سے خونِ ناب تھا
مین نے روکا رات غالب کو وگرنہ دیکھتے اُسکے سیلِ گریہ مین گردون کفِ سیلاب تھا

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا آدمی کو بھی میسر نہین انسان ہونا
گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی در و دیوار سے ٹپکے ہے بیابان ہونا
عشرتِ قتل گہِ اہلِ تمنا مت پوچھ عیدِ نظارہ ہے شمشیر کا عریان ہونا
کی مرے قتل کے بعد اُسنے جفا سے توبہ ہاے اُس زود پشیمان کا پشیمان ہونا
حیف اُس چارگرہ کپڑے کی قسمت غالب ۲ جسکی قسمت مین ہو عاشق کا گریبان ہونا

دوست غمخواری مین میری سعی فرمائینگے کیا ۴ زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ [illegible]
بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک؟ ۵ ہم کہین گے حالِ دل [illegible] اپنا
حضرتِ ناصح گر آئین دیدہ و دل فرشِ راہ پر کوئی اتنا تو سمجھا دے [illegible] ہوجانا
آج وان تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہون مین عذر میرے [illegible]

پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا — دل جگر تشنۂ فریاد آیا
دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز — پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا
زندگی یوں بھی گزر ہی جاتی — کیوں ترا راہگذر یاد آیا
کیا ہی رضواں سے لڑائی ہوگی — گھر ترا خلد میں گر یاد آیا
میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسدؔ — سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا — آپ آتے تھے مگر کوئی عناں گیر بھی تھا
تجھے بھول گیا ہو تو پتہ بتلا دوں — کبھی فتراک میں تیرے کوئی نخچیر بھی تھا
پیشے میں عیب نہیں رکھیے نہ فرہاد کو نام — ہم ہی آشفتہ سروں میں وہ جواں میر بھی تھا
ہم تھے مرنے کو کھڑے پاس نہ آیا نہ سہی — آخر اس شوخ کے ترکش میں کوئی تیر بھی تھا؟
پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق ۱۰ — آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا؟
ریختے کے تمہیں استاد نہیں ہو غالبؔ — کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میرؔ بھی تھا

…ض نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا — جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا
…ہوں داغِ حسرتِ ہستی لیے ہوئے — ہوں شمعِ کشتہ، درخورِ محفل نہیں رہا
…نے کی اے دل، اور ہی تدبیر کر کہ میں — شایانِ دست و بازوئے قاتل نہیں رہا
…دادِ عشق سے نہیں ڈرتا مگر اسدؔ — جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

…ر اس پری وش کا، اور پھر بیاں اپنا ۱۱ — بن گیا رقیب آخر، جو تھا رازداں اپنا
…ل لکھوں کب تک جاؤں ان کو دکھلاؤں — انگلیاں فگار اپنی، خامہ خونچکاں اپنا
…ستے گھستے مٹ جاتا آپ نے عبث بدلا — ننگِ سجدہ سے میرے، سنگِ آستاں اپنا
…ے نہ غمازی، کر لیا ہے دشمن کو — دوست کی شکایت میں ہم نے ہمزباں اپنا
…کہاں کے دانا تھے، کس ہنر میں یکتا تھے — بے سبب ہوا غالبؔ دشمن آسماں اپنا

…رتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا ۱۲ — درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

دل سے مٹنا تری انگشتِ حنائی کا خیال ۱۳ ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا
بخشے ہے جلوۂ گل ذوقِ تماشا غالب چشم کو چاہیے ہر رنگ میں وا ہو
لے تو لوں سوتے میں اُسکے پاؤں کا بوسہ مگر ایسی باتوں سے وہ کافر بدگمان ہو
دل کو ہم صرفِ وفا سمجھے تھے کیا معلوم تھا؟ یعنے یہ پہلے ہی نذرِ امتحان ہو
وائے گر میرا ترا انصاف محشر میں نہ ہو ۱۴ اب تلک تو یہ توقع ہے کہ وان ہو
فائدہ کیا؟ سوچ آخر تو بھی دانا ہے اسد دوستی نادان کی ہے جی کا زیان
یہ جانتا ہوں کہ تو اور پاسخِ مکتوب مگر ستمزدہ ہوں ذوقِ خامہ
غمِ فراق میں تکلیفِ سیرِ باغ نہ دو مجھے دماغ نہیں خندہ ہائے
آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لیکے رہ گئے صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور
قاصد کو اپنے ہاتھ سے گردن نہ ماریے اُسکی خطا نہیں ہے یہ میرا قصور
دل میں ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہیں ۱۵ آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل
بوئے گل نالۂ دل دودِ چراغِ محفل جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا
یہ لاشِ بے کفن اسدِ خستہ جان کی ہے ۱۶ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا
میں نے چاہا تھا کہ اندوہِ وفا سے چھوٹوں وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا
اُگا ہے گھر میں ہر سو سبزہ ویرانی تماشا کر ۱۷ مدار اب کھودنے پر گھاس کے ہے میرے دربان کا
صرفہ ہے ضبطِ آہ میں میرا وگرنہ میں طعمہ ہوں ایک ہی نفسِ جانگداز کا
کم جانتے تھے ہم بھی غمِ عشق کو پر اب دیکھا تو کم ہوئے پہ غمِ روزگار تھا
...ے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھدے کہ حسرت سنج ہوں عرضِ ستمہائے جدائی کا
درماندگی میں غالب کچھ بن پڑے تو جانوں جب رشتہ بے گرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا
ہوئی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا
تو دوست کسی کا بھی ستمگر نہ ہوا تھا اوروں پہ ہے وہ ظلم کہ مجھ پر نہ ہوا تھا

[...] بہ صفتِ نظر ہوں مری قیمت یہ ہے ۱۸ کہ رہے چشمِ خریدار پہ احساں میرا

[...]ی در ہوائے یک نگہِ گرم ہے اسد پروانہ ہے وکیل ترے داد خواہ کا

[...] پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے؟ کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

[...] ہوں اسد سوزشِ دل سے سخن گرم تا رکھ نہ سکے کوئی مرے حرف پہ انگشت

[...]ہیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں غالب یار لائے مرے بالیں پہ اسے پر کس وقت؟

[...] ہائے دشمن کی شکایت کیجیے؟ یا بیان کیجیے سپاسِ لذتِ آزارِ دوست؟

[...] مریضِ عشق کے تیماردار ہیں ۱۹ اچھا اگر نہ ہو تو مسیحا کا کیا علاج؟

[...] کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد بارے آرام سے ہیں اہلِ جفا میرے بعد
[...]ب شیفتگی کے کوئی قابل رہا ہوئی معزولیِ انداز و ادا میرے بعد
[...] بیکسیِ عشق پہ رونا غالب کس کے گھر جائیگا سیلابِ بلا میرے بعد

[...] کہ دیکھو مرا رستا کوئی دن اور تنہا گئے کیوں؟ اب رہو تنہا کوئی دن اور
[...] گا سر گر ترا پتھر نہ گھسے گا ہوں در پہ ترے ناصیہ فرسا کوئی دن اور
[...] کل۔ اور آج ہی کہتے ہو کہ جاؤں مانا کہ ہمیشہ نہیں اچھا کوئی دن اور
[...] ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے ۲۰ کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور؟
[...] فلکِ پیر جواں تھا ابھی عارف کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور
[...] شبِ چار دہم تھے مرے گھر کے پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن اور؟
[...] سے ایسے تھے کھرے داد و ستد کے کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور
[...] تمہیں نفرت سہی نیّر سے لڑائی بچوں کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور
[...] نہ بہر حال یہ مدت خوش و ناخوش کرنا تھا جواں مرگ گذارا کوئی دن اور
نادان ہو جو کہتے ہو کہ کیوں جیتے ہیں غالب قسمت میں ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

گھر جب بنا لیا ترے در پر کہے بغیر جانے گا اب بھی تو نہ مرا گھر کہے بغیر؟

کام اس سے آ پڑا ہے کہ جسکا جہان مین
لیوے نہ کوئی نام ستمگر کہے بغیر

جی مین ہی کچھ نہین ہے ہمارے وگرنہ ہم
سر جائے یا رہے نہ رہین پر کہے بغیر

مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو مین کام
چلتا نہین ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر

بہرا ہون مین تو چاہیے دونا ہو التفات
سنتا نہین ہون بات مکرر کہے بغیر

ہے بسکہ ہر اک انکے اشارے مین نشان اور
کرتے ہین محبت تو گذرتا ہے گمان اور

یارب وہ نہ سمجھے ہین نہ سمجھین گے مری بات
دے اور دل انکو جو نہ دے مجھکو زبان اور

تم شہر مین ہو تو ہمین کیا غم جب اٹھین گے
لے آئین گے بازار سے اٹھکر دل و جا[ن اور]

ہے خون جگر جوش مین دل کھول کے روتا
ہوتے جو کئی دیدۂ خونابہ فشا[ن اور]

مرتا ہون اس آواز پہ ہر چند سر اڑ جائے
جلاد کو لیکن وہ کہے جائین کہ ہان [اور]

ہین اور بھی دنیا مین سخنور بہت اچھے
کہتے ہین کہ غالب کا ہے انداز بیا[ن اور]

زنار باندھ سبحۂ صد دانہ توڑ ڈال
رہرو چلے ہے راہ کو ہموار د[یکھ کر]

سر پھوڑنا وہ غالب شوریدہ حال کا
یاد آگیا مجھے تری دیوار دیکھ[کر]

فراغت کسقدر رہتی مجھے تشویش مرہم سے ۲۱
بہم گر صلح کرتے پارہ ہائے دل نمکدا[ن پر]

نہ لڑنا صح سے غالب کیا ہوا گر اسنے شدت کی
ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبا[ن پر]

اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے
کہ مشق ناز کر خون دو عالم میری گرد[ن پر]

نہ گل نغمہ ہون نہ پردۂ ساز
مین ہون اپنی شکست کی آواز

تو اور آرائش خم کاکل
مین اور اندیشہ ہائے دور دراز

لاف تمکین فریب سادہ دلی
ورنہ باقی ہے طاقت پرواز

اے ترا غمزہ اک قلم انگیز
اے ترا ظلم سر بسر انداز

تو ہوا جلوہ گر مبارک ہو
ریزش سجدۂ جبین نیاز

مجھکو پوچھا تو کچھ غضب نہ ہوا
مین غریب اور تو غریب نواز

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود — قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہیں

اک شرر دل میں ہے اُس سے کوئی گھبرائیگا کیا — آگ مطلوب ہے ہمکو جو ہوا کہتے ہیں

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہوین شاید — مر گیا غالبِ آشفتہ نوا کہتے ہیں

ہم سے کھل جاؤ بوقتِ مے پرستی ایکدن — ورنہ ہم چھیڑینگے رکھ کر عذرِ مستی ایکدن

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہان — رنگ لائیگی ہماری فاقہ مستی ایکدن

نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے — ۲۸ بے صدا ہو جائیگا یہ سازِ ہستی ایکدن

دھول دھپا اُس سراپا ناز کا شیوہ نہیں — ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیشدستی ایکدن

ملتی ہے خوے یار سے نار التہاب میں — کافر ہون گر نہ ملتی ہو راحت عذاب میں

کب سے ہون کیا بتاؤن جہانِ خراب میں — ۲۹ شبہاے ہجر کو بھی رکھون گر حساب میں

قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھون — میں جانتا ہون جو وہ لکھیں گے جواب میں

مجھ تک کب انکی بزم میں آتا تھا دورِ جام — ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

میں اور حظِ وصل خدا ساز بات ہے — جان نذر دینی بھول گیا اضطراب میں

وہ نالہ دل میں خس کے برابر جگہ نہ پاے — جس نالہ سے شگاف پڑے آفتاب میں

غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی — پیتا ہون روزِ ابر و شبِ ماہتاب میں

حیران ہون دل کو روؤن کہ پیٹون جگر کو میں — مقدور ہو تو ساتھ رکھون نوحہ گر کو میں

لو وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ و نام ہے — یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں

چلتا ہون تھوڑی دور ہر اک راہرو کے ساتھ — پہچانتا نہیں ہون ابھی راہبر کو میں

خواہش کو احمقوں نے پرستش دیا قرار — کیا پوجتا ہون اس بتِ بیداد گر کو میں

پھر بیخودی میں بھول گیا راہِ کوے یار — جاتا وگرنہ ایک دن اپنی خبر کو میں

اپنے پہ کر رہا ہون قیاس اہلِ دہر کا — سمجھا ہون دلپذیر متاعِ ہنر کو میں

غالب خدا کرے کہ سوارِ سمندِ ناز — دیکھون علی بہادرِ عالی گہر کو میں

میرا بہ بدی بھی اُسے منظور نہین — غیر کی بات بگڑ جائے تو کچھ دور نہین
ہ اپنا بھی حقیقت مین ہی دریا لیکن — ہمکو تقلیدِ تنک ظرفیِ منصور نہین
جو کہتا ہون کہ ہم لین گے قیامت مین تمھین — کس رعونت سے وہ کہتے ہین کہ ہم حور نہین
ظہوری کے مقابل مین خفائی غالبؔ — میرے دعوے پہ یہ حجت ہی کہ مشہور نہین

حسنِ طلب اے ستم ایجاد نہین — ہے تقاضائے جفا شکوۂ بیداد نہین
وہ بھی خرابی مین پہ وسعت معلوم — دشت مین ہی مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہین
ین جلوہ گری مین ترے کوچے سے بہشت — یہی نقشہ ہی ولے اسقدر آباد نہین
منہ سے ہو غربت کی شکایت غالبؔ ۳۰ تمکو بے مہریِ یارانِ وطن یاد نہین؟

نہین کہ مجھکو قیامت کا اعتقاد نہین — شبِ فراق سے روزِ جزا زیاد نہین
کہ شبِ مہ مین کیا برائی ہی — بلا سے آج اگر دن کو ابر و باد نہین
بھی جو یاد بھی آتا ہون مین تو کہتے ہین — کہ آج بزم مین کچھ فتنہ و فساد نہین
جہان مین ہو غم و شادی بہم ہمین کیا کام — دیا ہی ہمکو خدا نے وہ دل کہ شاد نہین
تم اُنکے وعدہ کا ذکر اُنسے کیون کرو غالبؔ؟ — یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہین کہ یاد نہین

دائم پڑا ہوا ترے در پر نہین ہون مین — خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہین ہون مین
کیون گردشِ مدام سے گھبرا نہ جائے دل ۳۱ انسان ہون پیالہ و ساغر نہین ہون مین
یارب زمانہ مجھکو مٹاتا ہی کس لیے؟ — لوحِ جہان پہ حرفِ مکرر نہین ہون مین
حد چاہیے سزا مین عقوبت کے واسطے ۳۲ آخر گناہگار ہون کافر نہین ہون مین
غالبؔ وظیفہ خوار ہو، دو شاہ کو دعا — وہ دن گئے کہ کہتے تھے نوکر نہین ہون مین

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہوگئین ۳۳ خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہوگئین
تھین ہمکو بھی رنگا رنگ بزم آرائیان ۳۴ لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ نسیان ہوگئین
تھین بنات النعش گردون دن کو پردہ مین نہان — شب کو اُنکے جی مین کیا آئی کہ عریان ہوگئین

ضعف میں طعنۂ اغیار کا شکوہ کیا ہے؟ بات کچھ سر تو نہیں ہے کہ اٹھا بھی نہ سکوں
زہر ملتا ہی نہیں مجھکو ستمگر ورنہ کیا قسم ہے ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکوں

ہم پر جفا سے ترکِ وفا کا گماں نہیں اک چھیڑ ہے وگرنہ مرا امتحاں نہیں
بوسہ نہیں نہ دیجیے دشنام ہی سہی آخر زباں تو رکھتے ہو تم گر دہاں نہیں
نقصاں نہیں جنوں میں بلا سے ہو گھر خراب ۴۱ سو گز زمیں کے بدلے بیاباں گراں نہیں

سلطنت دست بدست آئی ہے جام مے خاتم درویش نہیں
رازِ معشوق نہ رسوا ہو جائے ورنہ مر جانے میں کچھ بھید نہیں
کہتے ہیں جیتے ہیں امید پہ لوگ ۴۲ ہم کو جینے کی بھی امید نہیں

یہ ہم جو ہجر میں دیوار و در کو دیکھتے ہیں کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہیں
وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے ۴۳ کبھی ہم انکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں
نظر لگے نہ کہیں اسکے دست و بازو کو یہ لوگ کیوں مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں

دونوں جہان دیکے وہ سمجھے یہ خوش رہا یاں آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کریں؟
کیا شمع کے نہیں ہیں ہوا خواہ اہلِ بزم ہو غم ہی جاں گداز تو غمخوار کیا کریں؟

مضمحل ہو گئے قویٰ غالب وہ عناصر میں اعتدال کہاں؟

میں اور صد ہزار نوائے جگر خراش تو اور ایک وہ نشنیدن کہ کیا کہوں؟

مانعِ دشت نوردی کوئی تدبیر نہیں ایک چکر ہے مرے پاؤں میں زنجیر نہیں

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب ۴۴ تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یوں بوسے کو پوچھتا ہوں میں منہ سے مجھے بتا کہ یوں
میں نے کہا کہ بزمِ ناز چاہیے غیر سے تہی سنکے ستم ظریف نے مجھکو اٹھا دیا کہ یوں؟

قفس میں ہوں گر اچھا بھی نہ جانیں میرے شیون کو مرا ہونا برا کیا ہے نوا سنجانِ گلشن کو؟

خدا شرمائے ہاتھوں کو کہ رکھتے ہیں کشاکش میں کبھی میرے گریباں کو، کبھی جاناں کے دامن کو
خوشی کیا کھیت پر میرے اگر سو بار ابر آئے سمجھتا ہوں کہ ڈھونڈھے ہے ابھی سے برق خرمن کو
شہادت تھی مری قسمت میں جو دی تھی یہ خو مجھکو جہاں تلوار کو دیکھا جھکا دیتا تھا گردن کو
نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یوں بیخبر سوتا ۴۴ رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو
مرے شاہ سلیماں جاہ سے نسبت نہیں غالب فریدون و جم و کیخسرو و داراب و بہمن کو

تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو مجھکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو؟
جب میکدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید ۴۵ مسجد ہو، مدرسہ ہو، کوئی خانقاہ ہو
سنتے ہیں جو بہشت کی تعریف سب درست لیکن خدا کرے وہ ترا جلوہ گاہ ہو
غالب بھی گر نہ ہو تو کچھ ایسا ضرر نہیں دنیا ہو یارب اور مرا بادشاہ ہو

گئی وہ بات کہ ہو گفتگو تو کیونکر ہو؟ کہے سے کچھ نہ ہوا پھر کہو تو کیونکر ہو؟
ہمارے ذہن میں اس فکر کا ہے نام وصال ۴۶ کہ گر نہ ہو، تو کہاں جائیں؟ ہو تو کیونکر ہو؟
تمہیں کہو کہ گذارا صنم پرستوں کا ۴۷ بتوں کی ہو اگر ایسی ہی خو تو کیونکر ہو؟
الجھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ جو تم سے شہر میں ہوں ایک دو تو کیونکر ہو؟
جسے نصیب ہو روز سیاہ میرا سا وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیونکر ہو؟
ہمیں پھر ان سے امید اور انھیں ہماری قدر ہماری بات ہی پوچھیں نہ وہ تو کیونکر ہو؟
مجھے جنون نہیں غالب ولے بقول حضور فراق یار میں تسکین ہو تو کیونکر ہو؟

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغاں کیوں ہو نہ ہو جب دل ہی سینہ میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو
وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں سبک سر بنکے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو
کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو نہ لاوے تاب جو غم کی وہ میرا رازداں کیوں ہو
وفا کیسی؟ کہاں کا عشق؟ جب سر پھوڑنا ٹھہرا ۴۸ تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو
قفس میں مجھ سے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

یہ کہہ سکتے ہو ہم دل مین نہین ہین پر یہ بتلاؤ — کہ جب دل مین تمھین تم ہو تو آنکھون سے نہان کیون ہو

یہی ہے آزمانا تو ستانا کسکو کہتے ہین ؟ — عدو کے ہو لیے جب تم تو میرا امتحان کیون ہو

کہا تم نے کہ کیون ہو غیر کے ملنے مین رسوائی — بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہان کیون ہو

نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنون سے تو غالب — ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھپر مہربان کیون ہو

رہیے اب ایسی جگہ چلکر جہان کوئی نہ ہو — ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زبان کوئی نہ ہو

بے در و دیوار سا اک گھر بنانا چاہیے — کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسبان کوئی نہ ہو

پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیماردار — اور اگر مر جائیے تو نوحہ خوان کوئی نہ ہو

ہے مجکو تجھ سے تذکرۂ غیر کا گلا — ہرچند بر سبیل شکایت ہی کیون نہ ہو

ہے آدمی بجاے خود اک محشر خیال — ہم انجمن سمجھتے ہین خلوت ہی کیون نہ ہو

اُس فتنہ خو کے در سے اب اُٹھتے نہین اسد — اسمین ہمارے سر پہ قیامت ہی کیون نہ ہو

لکھنؤ آنے کا باعث نہین کھلتا یعنے — ہوس سیر و تماشا سو وہ کم ہے ہمکو

مقطع سلسلۂ شوق نہین ہے یہ شہر — عزم سیر نجف و طوف حرم ہے ہمکو

لیے جاتی ہے کہین ایک توقع غالب — جادۂ رہ کشش کاف کرم ہے ہمکو

بساط عجز مین تھا ایکدل یک قطرہ خون وہ بھی — سو رہتا ہے بانداز چکیدن سرنگون وہ بھی

رہے اُس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلف سے — تکلف برطرف تھا ایک انداز جنون وہ بھی

نکرتا کاش نالہ مجکو کیا معلوم تھا ہمدم — کہ ہوگا باعث افزایش درد درون وہ بھی

غم دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اُٹھانے کی — فلک کا دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی

لپٹنا پرنیان مین شعلۂ آتش کا آسان ہے — ولے مشکل ہے حکمت دل مین سوز غم چھپانے کی

انھین منظور اپنے زخمیون کا دیکھ آنا تھا — اُٹھے تھے سیر گل کو دیکھنا شوخی بہانے کی

ہماری سادگی تھی التفات ناز پر مرنا — ترا آنا نہ تھا ظالم مگر تمہید جانے کی

لکد کوب حوادث کا تحمل کر نہین سکتی — مری طاقت کہ ضامن تھی بتون کے ناز اُٹھانے کی

کیوں کیا مجھے ہے اوضاعِ ابنائے زمان غالبؔ ۴۹ بدی کی اُس نے جس سے ہم نے کی تھی بارہا نیکی

درد سے میرے ہے تجھکو بیقراری ہائے ہائے
کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہائے ہائے

عمر بھر کا تو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا؟
عمر کو بھی تو نہیں ہے پائداری ہائے ہائے

خاک میں ناموسِ پیمانِ محبت مل گئی
اُٹھ گئی دنیا سے راہ و رسمِ یاری ہائے ہائے

کس طرح کاٹے کوئی شبہائے تارِ برشگال
ہے نظر خوکردۂ اختر شماری ہائے ہائے

گوش مہجورِ پیام و چشم محرومِ جمال
ایک دل تس پر یہ ناامیدواری ہائے ہائے

عشق نے پکڑا نہ تھا غالبؔ ابھی وحشت کا رنگ
رہ گیا تھا دل میں جو کچھ ذوقِ خواری ہائے ہائے

گر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے
خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہے

ہے ہے خدا نخواستہ تو اور دشمنی؟
اے شوقِ منفعل یہ تجھے کیا خیال ہے

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسدؔ
عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

عشق مجھکو نہیں وحشت ہی سہی
میری وحشت تری شہرت ہی سہی

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے
کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی

میرے ہونے میں ہے کیا رسوائی
اے وہ مجلس نہیں خلوت ہی سہی

عمر ہرچند کہ ہے برق خرام
دل کے خون کرنے کی عادت ہی سہی

کچھ تو دے اے فلکِ ناانصاف
آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے
بے نیازی تری عادت ہی سہی

اس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کیے
بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے

دل ہی تو ہے سیاستِ درباں سے ڈر گیا
میں اور جاؤں در سے ترے بن صدا کیے

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنجہائے گراں مایہ کیا کیے؟

صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ خو
دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے

ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہیں
بھولے سے اُس نے سینکڑوں وعدے وفا کیے

غالب تمہیں کہو کہ ملے گا جواب کیا ؟ مانا کہ تم کہا کیے اور وہ سنا کیے

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے ہے میں اسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے

شوق کو یہ لت کہ ہردم نالہ کھینچے جائیے دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جائے ہے

ہو کے عاشق وہ پری رخ اور نازک بن گیا رنگ کھلتا جائے ہے جتنا کہ اڑتا جائے ہے

نقش کو اسکے مصور پر بھی کیا کیا ناز ہیں کھینچتا ہے جسقدر اتنا ہی کھنچتا جائے ہے

سایہ میرا مجھ سے مثل دود بھاگے ہے اسد پاس مجھ آتش بجاں کے کس سے ٹھہرا جائے ہے

سادگی پر اسکی مرجانے کی حسرت دل میں ہے بس نہیں چلتا کہ پھر خنجر کف قاتل میں ہے

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

گرچہ ہے کس کس برائی سے ولے باایں ہمہ ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

بس ہجوم ناامیدی خاک میں مل جائے گی ۴۹ یہ جو اک لذت ہماری سعی بے حاصل میں ہے

ہے دل شوریدۂ غالب طلسم پیچ و تاب رحم کر اپنی تمنا پر کہ کس مشکل میں ہے

دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی

شق ہو گیا ہے سینہ خوشا لذت فراغ تکلیف پردہ داری زخم جگر گئی

وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں ؟ اٹھیے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی

اڑتی پھرے ہے خاک مری کوئے یار میں بارے اب اے ہوا ہوس بال و پر گئی

پھر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

مارا زمانے نے اسداللہ خاں تمہیں وہ ولولے کہاں وہ جوانی کدھر گئی ؟

کوئی امید بر نہیں آتی کوئی صورت نظر نہیں آتی

موت کا ایک دن مقرر ہے نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی ۵۰ اب کسی بات پر نہیں آتی

ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں ورنہ کیا بات کر نہیں آتی

کیوں نہ چیخوں کہ یاد کرتے ہیں | میری آواز گر نہیں آتی
داغ دل گر نظر نہیں آتا | بو بھی اے چارہ گر نہیں آتی
مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی | موت آتی ہے پر نہیں آتی
کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالب | شرم تم کو مگر نہیں آتی

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے؟ | آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟
ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار | یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟
میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں | کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے؟
جبکہ تجھ بن نہیں کوئی موجود | پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟
یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں؟ | غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے؟
شکن زلف عنبریں کیوں ہے؟ | نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے؟
سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں | ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے؟
ہم کو ان سے وفا کی ہے امید | جو نہیں جانتے وفا کیا ہے؟
ہاں بھلا کر ترا بھلا ہوگا | اور درویش کی صدا کیا ہے؟
جان تم پر نثار کرتا ہوں | میں نہیں جانتا دعا کیا ہے؟
میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب | مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے؟

پھر کچھ اک دل کو بے قراری ہے | سینہ جویائے زخم کاری ہے
پھر جگر کھودنے لگا ناخن | آمد فصل لالہ کاری ہے
چشم دلال جنس رسوائی | دل خریدار ذوق خواری ہے
پھر اسی بے وفا پہ مرتے ہیں | پھر وہی زندگی ہماری ہے
پھر کھلا ہے در عدالت ناز | گرم بازار فوجداری ہے
ہو رہا ہے جہان میں اندھیر | زلف کی پھر سر رشتہ داری ہے

پھر دیا پارۂ جگر نے سوال ایک فریاد و آہ و زاری ہے
پھر ہوئے ہیں گواہِ عشق طلب اشکباری کا حکم جاری ہے
دل و مژگان کا جو مقدمہ تھا آج پھر اُسکی روبکاری ہے
بیخودی بے سبب نہیں غالبؔ ۵۱ کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے

ظلمتکدہ میں میرے شبِ غم کا جوش ہے اک شمع ہے دلیلِ سحر سو خموش ہے
نے مژدۂ وصال نہ نظارۂ جمال مدت ہوئی کہ آشتیِ چشم و گوش ہے
اے تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دل زنہار گر تمھیں ہوسِ نائے و نوش ہے
دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو میری سنو جو گوشِ نصیحت نیوش ہے
ساقی بجلوہ دشمنِ ایمان و آگہی مطرب بنغمہ رہزنِ تمکین و ہوش ہے
یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط دامانِ باغبان و کفِ گل فروش ہے
لطفِ خرامِ ساقی و ذوقِ صدائے چنگ یہ جنتِ نگاہ وہ فردوسِ گوش ہے
یا صبحدم جو دیکھیے آکر تو بزم میں نے وہ سرور و سوز نہ جوش و خروش ہے
داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی ۵۱ اک شمع رہگئی ہے سو وہ بھی خموش ہے
آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں غالبؔ صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

جس بزم میں تو ناز سے گفتار میں آئے جان کالبدِ صورتِ دیوار میں آئے
سایہ کی طرح ساتھ پھریں سرو و صنوبر تو اس قدِ دلکش سے جو گلزار میں آئے
تب نازِ گرانمایگیِ اشک بجا ہے جب لختِ جگر دیدۂ خونبار میں آئے
دے مجکو شکایت کی اجازت کہ ستمگر ۵۲ کچھ تجکو مزا بھی مرے آزار میں آئے
کانٹوں کی زبان سوکھ گئی پیاس سے یارب اک آبلہ پا وادیِ پُرخار میں آئے
تب چاکِ گریبان کا مزا ہے دلِ نالان جب اک نفس اُلجھا ہوا ہر تار میں آئے
گنجینۂ معنی کا طلسم اسکو سمجھیے جو لفظ کہ غالبؔ مرے اشعار میں آئے

حسن مہ گرچہ بہ ہنگام کمال اچھا ہے | اس سے میرا مہ خورشید جمال اچھا ہے
بوسہ دیتے نہیں اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ | جی میں کہتے ہیں کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے
اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا ۵۳ | ساغر جم سے مرا جام سفال اچھا ہے
بے طلب دیں تو مزہ اس میں سوا ملتا ہے | وہ گدا جس کو نہ ہو خوئے سوال اچھا ہے
اُن کے دیکھے سے جو آ جاتی ہے منھ پر رونق | وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے
قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریا ہو جائے | کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مآل اچھا ہے
ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن | دل کے بہلانے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی | امتحاں اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی
ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق ۵۴ | نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی
نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا | نہ سہی گر مرے اشعار میں معنی نہ سہی
عشرتِ صحبتِ خوباں ہی غنیمت سمجھو | ہو غالبؔ کی اگر عمر طبیعی نہ سہی

شکوہ کے نام سے بے مہر خفا ہوتا ہے | یہ بھی مت کہہ کہ جو کہیے تو گلا ہوتا ہے
پُر ہوں میں شکوہ سے یوں راگ سے جیسے باجا | اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے
کیوں نہ ٹھہریں ہدفِ ناوکِ بیداد کہ ہم | آپ اُٹھا لاتے ہیں گر تیر خطا ہوتا ہے
خوب تھا پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بدخواہ | کہ بھلا چاہتے ہیں اور برا ہوتا ہے
رکھیو غالبؔ مجھے اس تلخ نوائی سے معاف | آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے ۵۵ | تمھیں بتاؤ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے
نہ شعلے میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا | کوئی بتائے کہ وہ شوخِ تند خو کیا ہے
چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن | ہماری جیب کو اب حاجتِ رفو کیا ہے
جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا | کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے
رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل | جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

وہ چیز جسکے لیے ہمکو ہو بہشت عزیز — سوائے بادۂ گلفام مشکبو کیا ہے
پیون شراب اگر خم بھی دیکھ لون دو چار — یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے
رہی نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھی — تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے
ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا — وگرنہ شہر مین غالب کی آبرو کیا ہے

غیر لین محفل مین بوسے جام کے — ہم رہین یون تشنہ لب پیغام کے
خستگی کا تم سے کیا شکوہ کہ یہ — ہتھکنڈے ہین چرخ نیلی فام کے
خط لکھین گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو — ہم تو عاشق ہین تمھارے نام کے
رات پی زمزم پہ مے اور صبحدم — دھوئے دھبے جامۂ احرام کے
عشق نے غالب نکما کر دیا — ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

پھر اس انداز سے بہار آئی — کہ ہوئے مہر و مہ تماشائی
دیکھو اے ساکنان خطۂ خاک — اسکو کہتے ہین عالم آرائی
کہ زمین ہو گئی ہے سر تا سر — روکش سطح چرخ مینائی
سبزہ کو جب کہین جگہ نہ ملی — بن گیا روے آب پر کائی
سبزہ و گل کو دیکھنے کے لیے — چشم نرگس کو دی ہے بینائی
ہے ہوا مین شراب کی تاثیر — بادہ نوشی ہے بادپیمائی
کیون نہ دنیا کو ہو خوشی غالب — شاہ دین دار نے شفا پائی

کب وہ سنتا ہے کہانی میری — اور پھر وہ بھی زبانی میری
خلش غمزۂ خونریز نہ پوچھ — دیکھ خونابہ فشانی میری
کیا بیان کرکے مرا روئین گے یار — مگر آشفتہ بیانی میری
ہون ز خود رفتۂ بیدائے خیال — بھول جانا ہے نشانی میری
قدر سنگ سر رہ رکھتا ہون — سخت ارزان ہے گرانی میری

گرد بادِ رہِ بیتابی ہون — صرصرِ شوق ہے بانی میری
کر دیا ضعف نے عاجز غالب — ننگِ پیری ہے جوانی میری

چاہیے اچھون کو جتنا چاہیے — ۵۶ یہ اگر چاہین تو پھر کیا چاہیے؟
چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل؟ — بارے اب اس سے بھی سمجھا چاہیے
چاک مت کر جیب بے ایامِ گل — کچھ اُدھر کا بھی اشارا چاہیے
دوستی کا پردہ ہے بیگانگی — منھ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے
منحصر مرنے پہ ہو جسکی امید — ۵۷ ناامیدی اُسکی دیکھا چاہیے
غافل، ان مہ طلعتون کے واسطے — چاہنے والا بھی اچھا چاہیے
چاہتے ہین خوبرویون کو اسد — آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے

جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیر رفو کی، — ۵۸ لکھ دیجیو یارب اُسے قسمت مین عدو کی
اچھا ہے سرِ انگشتِ حنائی کا تصور، — دل مین نظر آتی تو ہے اک بوند لہو کی
صد حیف وہ ناکام کہ اک عمر سے غالب — حسرت مین رہے ایک بتِ عربدہ جو کی

نکتہ چین ہے، غمِ دل اسکو سنائے نہ بنے — کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے
مین بلاتا تو ہون اُسکو مگر اے جذبۂ دل — اُسپہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے
غیر پھرتا ہے لیے یون ترے خط کو کہ اگر — کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے
اس نزاکت کا بُرا ہو وہ بھلے ہین تو کیا — ہاتھ آوین تو انھین ہاتھ لگائے نہ بنے
کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کیسی ہے — پردہ چھوڑا ہے وہ اُسنے کہ اُٹھائے نہ بنے
عشق پر زور نہین ہے یہ وہ آتش غالب — کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

وہ آکے خواب مین تسکینِ اضطراب تو دے — ولے مجھے تپشِ دل مجالِ خواب تو دے
پلا دے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے — پیالہ گر نہین دیتا نہ دے شراب تو دے
اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤن پھول گئے — کہا جو اُسنے ذرا میرے پاؤن داب تو دے

فریاد کی کوئی لے نہین ہے ۵ نالہ پابندِ نے نہین ہے

ہر چند ہر ایک شے مین تو ہے پر تجھ سی کوئی شے نہین ہے

ہان کھائیو مت فریبِ ہستی ہر چند کہین کہ ہے نہین ہے

ہستی ہے نہ کچھ عدم ہے غالب آخر تو کیا ہے اے نہین ہے

دیا ہے دل اگر اسکو بشر ہے کیا کہیے؟ ہوا رقیب تو ہو نامہ بر ہے کیا کہیے؟

سمجھ کے کرتے ہین بازار مین وہ پرسشِ حال کہ یہ کہے کہ سرِ رہگذر ہے کیا کہیے؟

کہا ہے کس نے کہ غالب برا نہین لیکن سوائے اسکے کہ آشفتہ سر ہے کیا کہیے؟

کبھی نیکی بھی اسکے جی مین گر آجائے ہے مجھ سے جفائین کرکے اپنی یاد شرما جائے ہے مجھ سے

خدایا جذبۂ دل کی مگر تاثیر الٹی ہے کہ جتنا کھینچتا ہون اور کھنچتا جائے ہے مجھ سے

وہ بدخو اور میری داستانِ عشق طولانی ۵۸ عبارت مختصر قاصد بھی گھبرا جائے ہے مجھ سے

سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے

قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

اک کھیل ہے اورنگِ سلیمان مرے نزدیک اک بات ہے اعجازِ مسیحا مرے آگے

جز نام نہین، صورتِ عالم مجھے منظور جز وہم نہین ہستیِ اشیا مرے آگے

مت پوچھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے

پھر دیکھیے اندازِ گل افشانیِ گفتار ۵۹ رکھدے کوئی پیمانۂ صہبا مرے آگے

نفرت کا گمان گزرے ہے مین رشک سے گزرا کیونکر کہون لو نام نہ انکا مرے آگے

ہے موجزن اک قلزمِ خون کاش یہی ہو آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے

گو ہاتھ کو جنبش نہین آنکھون مین تو دم ہے رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

کہون جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے؟ ۶۰ تمھین کہو کہ جو تم یون کہو تو کیا کہیے؟

جو مدعی بنے اُسکے نہ مدعی بنیے   جو نا سزا کہے اُسکو نہ نا سزا کہیے
نہین نگار کو الفت نہ ہو نگار تو ہے   روانیِ روش و مستیِ ادا کہیے
نہین بہار کو فرصت نہ ہو بہار تو ہے   طراوتِ چمن و خوبیِ ہوا کہیے
سفینہ جب کہ کنارے پہ آ لگا غالب   ۶۱ خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیے

رونے سے اور عشق مین بیباک ہو گئے   دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے
صرفِ بہائے مے ہوئے آلاتِ میکشی   تھے یہ ہی دو حساب سو یون پاک ہو گئے
رسوائے دہر گو ہوئے آوارگی سے تم   بارے طبیعتون کے تو چالاک ہو گئے
کہتا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر   ۶۱ پردے مین گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے
کرنے گئے تھے اُس سے تغافل کا ہم گلا   کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے
اس رنگ سے اُٹھائی کل اُسنے اسد کی لاش   دشمن بھی ہم کو دیکھ کے غمناک ہو گئے

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی   میرے دل کی دوا کرے کوئی
شرع و آئین پر مدار سہی   ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی
چال جیسے کڑی کمان کا تیر   دل مین ایسی کہ جا کرے کوئی
بات پر وان زبان کٹتی ہے   وہ کہین اور سنا کرے کوئی
بک رہا ہون جنون مین کیا کیا کچھ   ۶۲ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی
روک لو گر غلط چلے کوئی   بخش دو گر خطا کرے کوئی
کون ہے جو نہین ہے حاجتمند   ۶۳ کس کی حاجت روا کرے کوئی
کیا کیا خضر نے سکندر سے   اب کسے رہنما کرے کوئی
جب توقع ہی اُٹھ گئی غالب   ۶۴ کیون کسی کا گلا کرے کوئی

ہزارون خواہشین ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے   بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے
نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہین لیکن   ۶۵ بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

بھرم کھلجائیگا ظالم تیری قامت کی درازی کا
اگر اس طرۂ پر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلے

ہوئی جن سے توقع خستگی کی داد پانے کی
وہ ہم سے بھی زیادہ خستۂ تیغ ستم نکلے

محبت میں نہیں کچھ فرق جینے اور مرنے کا
اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے

کہاں میخانہ کا دروازہ غالب اور کہاں واعظ؟
پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی
قسمت کھلی ترے قد و رخ سے ظہور کی

اک خونچکاں کفن میں کروروں بناؤ ہیں
پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی

واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو
کیا بات ہے تمھاری شراب طہور کی

آمد بہار کی ہے جو بلبل ہے نغمہ سنج
اڑتی سی اک خبر ہے زبانی طیور کی

گو واں نہیں پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں
کعبہ سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

گرمی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر
کی جس سے بات اسنے شکایت ضرور کی

غالب گر اس سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں
حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی

غم کھانے میں بودا دل ناکام بہت ہے
یہ رنج کہ کم ہے مے گلفام بہت ہے

کہتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ
ہے یوں کہ مجھے درد تہ جام بہت ہے

نے تیر کماں میں ہے نہ صیاد کمیں میں
گوشہ میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے

کیا زہد کو مانوں کہ نہ ہو گرچہ ریائی
پاداش عمل کی طمع خام بہت ہے

زمزم ہی پہ چھوڑو مجھے کیا طوف حرم سے
آلودہ بمے جامۂ احرام بہت ہے

ہوگا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانے
شاعر تو وہ اچھا ہے پہ بدنام بہت ہے

مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے ہوئے
جوش قدح سے بزم چراغاں کیے ہوئے

کرتا ہوں جمع پھر جگر لخت لخت کو
عرصہ ہوا ہے دعوت مژگاں کیے ہوئے

پھر گرم نالہ ہائے شرربار ہے نفس
مدت ہوئی ہے سیر چراغاں کیے ہوئے

پھر پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق — سامانِ صد ہزار نمک داں کیے ہوئے
مانگے ہے پھر کسی کو لبِ بام پر ہوس — زلفِ سیاہ رخ پہ پریشاں کیے ہوئے
پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں — سر زیرِ بارِ منتِ درباں کیے ہوئے
غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جوشِ اشک سے — بیٹھے ہیں ہم تہیۂ طوفاں کیے ہوئے

نویدِ امن ہے بیدادِ دوست جاں کے لیے — رہی نہ طرزِ ستم کوئی آسماں کے لیے
بلا سے گر مژۂ یار تشنۂ خوں ہے — رکھوں کچھ اپنی بھی مژگانِ خوں فشاں کے لیے
فلک نہ دور رکھ اُس سے مجھے کہ میں ہی نہیں — درازدستیِ قاتل کے امتحاں کے لیے
مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغِ اسیر — ۶۸ کرے قفس میں فراہم خس آشیاں کے لیے
گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئی — اُٹھا اور اُٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے
دیا ہے خلق کو بھی تا اسے نظر نہ لگے — بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لیے
زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا — کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے
ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا — صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

آتشِ دوزخ میں یہ گرمی کہاں — سوزِ غمہائے نہانی اور ہے
بارہا دیکھی ہیں اُن کی رنجشیں — ۶۹ پر کچھ اب کی سرگرانی اور ہے
دے کے خط منہ دیکھتا ہے نامہ بر — ۷۰ کچھ تو پیغامِ زبانی اور ہے
ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام — ۷۱ ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

میں اُنھیں چھیڑوں اور وہ کچھ نہ کہیں — چل نکلتے جو مے پیے ہوتے
قہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو — کاشکے تم مرے لیے ہوتے
میری قسمت میں غم گر اتنا تھا — دل بھی یارب کئی دیے ہوتے
آ ہی جاتا وہ راہ پر غالب — کوئی دن اور بھی جیے ہوتے

ایک جا حرفِ وفا لکھا تھا سو بھی مٹ گیا — ظاہرا کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہے

آگ سے پانی میں بجھتے وقت اٹھتی ہے صدا — ہر کوئی درماندگی میں نالے سے ناچار ہے
مجھ سے مت کہہ تو ہمیں کہتا تھا اپنی زندگی — زندگی سے بھی مرا جی ان دنوں بیزار ہے

میرے غم خانے کی قسمت جب رقم ہونے لگی — لکھ دیا منجملۂ اسباب ویرانی مجھے
وان بھی شور محشر نے نہ دم لینے دیا — لے گیا تھا گور میں ذوق تن آسانی مجھے
وعدہ آنے کا وفا کیجے یہ کیا انداز ہے — تم نے کیوں سونپی ہے میرے گھر کی دربانی مجھے

سیکھے ہیں مہ رخوں کے لیے ہم مصوری — تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے
مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو — اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے

پی جسقدر ملے شب مہتاب میں شراب — اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہے
ہر اک مکان کو ہے مکیں سے شرف اسد — مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

اپنی گلی میں مجھکو نہ کر دفن بعد قتل — میرے پتے سے خلق کو کیوں تیرا گھر ملے
اے ساکنان کوچۂ دلدار دیکھنا — تم کو کہیں جو غالب آشفتہ سر ملے

جب تک دہان زخم نہ پیدا کرے کوئی — مشکل کہ تجھ سے راہ سخن وا کرے کوئی
رونے سے اے ندیم ملامت نہ کر مجھے — آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی

اے عندلیب یک کف خس بہر آشیان — طوفان آمد آمد فصل بہار ہے
غفلت کفیل عمر و اسد ضامن نشاط — اے مرگ ناگہان تجھے کیا انتظار ہے؟

ہے دور قدح وجہ پریشانی صہبا — اک بار لگا دو خم مے میرے لبوں سے
تا ہم کو شکایت کی بھی باقی نہ رہے جا — سن لیتے ہیں گو ذکر ہمارا نہیں کرتے

گھر میں تھا کیا کہ ترا غم اسے غارت کرتا — وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرت تعمیر سو ہے
بیٹھ میں گزرتے ہیں جو کوچہ سے وہ میرے — کندھا بھی کہاروں کو بدلنے نہیں دیتے

نہ لائے شوخی اندیشہ تاب رنج نامیدی — کف افسوس ملنا عہد تجدید تمنا ہے
بتبسم خوبان خامشی میں بھی نوا پرداز ہے — سرمہ تو کہوے کہ دود شعلۂ آواز ہے

زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری غالب ۶۲ ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے

اُگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالب ۶۳ ہم بیابان میں ہیں اور گھر میں بہار آئی ہے

کہتے تو ہو تم سب کہ بت غالیہ مُو آئے
یکمرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ وہ آئے

چھوڑی اسد نہ ہم نے گدائی میں دل لگی
سائل ہوئے تو عاشق اہل کرم ہوئے

ہوں سراپا ساز آہنگ شکایت کچھ نہ پوچھ
ہے یہی بہتر کہ لوگوں میں نہ چھیڑے تو مجھے

تو وہ بد خو کہ تحیر کو تماشا جانے
غم وہ افسانہ کہ آشفتہ بیانی مانگے

نہ پوچھ نسخۂ مرہم جراحت دل کا ۶۴ کہ اس میں ریزۂ الماس جزو اعظم ہے

دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہو گئے
عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

بھولے نہیں ہیں سیر گلستان کے ہم مزے
کیونکر نہ کھائیے کہ ہوا ہے بہار کی

کوہ کے ہوں بار خاطر گر صدا ہو جائیے
بے تکلف اے شرار جستہ کیا ہو جائیے

غالب برا نہ مان جو واعظ برا کہے
ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

(فارسی)

چون بقاصد بسپرم پیغام را
رشک نگذارد کہ گویم نام را

آن تنم باید کہ چون ریزم بجام
ذرہ رقصے در گردش آرد جام را

بیگناہم پیچہ دید از من مرنج
من بمستی بستہ ام احرام را

دوستان در خشم و غالب بستہ جو
شوق نشناسد ہمی ہنگام را

دل تاب ضبط نالہ ندارد خدائے را ۶۵ از ما مجوے گریۂ بے ہائے ہائے را

مردم ز فرط ذوق و تسلی نمی شوم
یارب کجا برم لب خنجر ستائے را

غالب بریدم از ہمہ خواہم کہ زین سپس
کنجے گزینم و بپرستم خدائے را

سحر دمیدہ و گل در دمیدنست بخسپ
جہان جہان گل نظارہ چیدنست بخسپ

تو محو خواب و سحر در تماشائے انجم
بپشت دست بہ نظارہ گزیدنست بخسپ

گر مرگ شبے زنده داشتن ذوقیست گرت فسانهٔ غالب شنیدنیست مخسپ

بوادیے که دران خضر را عصا خفتست بسینه می سپرم ره اگرچه پا خفتست
هوا مخالف و شب تار و بحر طوفان خیز ۷۶ گسسته لنگرِ کشتی و ناخدا خفتست
بخواب چون خودم آسوده دل مدان غالب که خسته غرقه بخون خفته است تا خفتست

با من که عاشقم سخن از ننگ و نام چیست؟ در امر خاص حجتِ دستور عام چیست؟
ستم ز خون دل گرد چشم از ان پیست گوئی مخور شراب و نه بینی بجام چیست؟
با دوست هر که باده بخلوت خورد مدام داند که حور و کوثر و دار السلام چیست؟
غالب اگر نه خرقه و مصحف بهم فروخت پرسد چرا که نرخِ مےِ لعل فام چیست؟

ریزد آن برگ این گل افشاند ۷۷ همچنان هم بهار در گذر است

آن راز که در سینه نهانست نه وعظ است ۷۸ بردار توان گفت و بمنبر نتوان گفت

بیخود بوقتِ ذبح تپیدن گناه من ۷۹ دانسته دشنه تیز نکردن گناه کیست؟

به بندِ پرسشِ حالم نمی توان افتاد توان شناخت ز بینے که بر زبان افتاد
فغان من دلِ خلق آب کرد ورنه هنوز نگفته ام که مرا کار با فلان افتاد
غریبم و تو زبان دانِ من نه غالب به بندِ پرسشِ حالم نمی توان افتاد

چون گویم از تو بر دل شیدا چه میرود ۸۰ بنگر بر آبگینه ز خارا چه میرود
یک ره اگر بوادی مجنون کند گذار از ساربانِ ناقهٔ لیلا چه میرود
هفت آسمان بگردش و ما در میانه ایم غالب دگر مپرس که بر ما چه میرود

دوش کز گردش بختم گله بر روئے تو بود ۸۱ چشم بر سوئے فلک و روئے سخن سوئے تو بود
دوست دارم گرهے را که بکارم زده اند کاین همانست که پیوسته در ابروئے تو بود
لاله و گل دمد از طرفِ مزارش پس مرگ تا چها در دل غالب هوس روئے تو بود

نقاب دار که آئینِ رهزنی دارد جمالِ یوسفی و فرِ بهمنی دارد

بباده گر نبودم میل شاعرم نه فقیه — سخن چه ننگ ز آلوده دامنی دارد

بیا و ریبه گر اینجا بود زباندانی ۸۲ — غریب شهر سخنهای گفتنی دارد

مبارکست رفیق ار چنین بود غالب — ضیای نیر ما چشم روشنی دارد

وراست شیوهٔ رحمت که در لباس بهار — بعذر خواهی رندان باده نوش آمد

پیاله بران رند حرامست که غالب — در بیخودی اندازهٔ گفتار نداند

بیا و جوشش تمنای دیدنم بنگر — چو اشک از سر مژگان چکیدنم بنگر

ز من بجرم طپیدن کناره می کردی — بیا بخاک من و آرمیدنم بنگر

رسید دانه و بالید و آشیان گم شد — در انتظار هما دام چیدنم بنگر

تواضعی نکنم بی تواضع غالب — بسایهٔ خم تیغش خمیدنم بنگر

دود سودای تتق بست آسمان نامیدمش — دیده بر خواب پریشان زد جهان نامیدمش

وهم خاکی ریخت در چشم بیابان دیدمش — قطرهٔ بگداخت بحر بیکران نامیدمش

باد دامن زد بر آتش نوبهاران خواندمش — داغ گشت آن شعله از مستی خزان نامیدمش

غربتم ناسازگار آمد وطن فهمیدمش — کرد تنگی حلقهٔ دام آشیان نامیدمش

بود غالب عندلیبی از گلستان عجم — من ز غفلت طوطی هندوستان نامیدمش

مرا که باده ندارم ز روزگار چه حظ؟ — ترا که هست و نیاشامی از بهار چه حظ؟

گفتم ز شادی نبودم گنجیدن آسان در بغل — تنگم کشید از سادگی در وصل جانان در بغل

دانستمش کو در باختن خود را ز من نشناخته — رخ در کنارم ساخته از شرم پنهان در بغل

هان غالب خلوت نشین بیمی چنان عیشی چنین — جاسوس سلطان در کمین مطلوب سلطان در بغل

بیا که قاعدهٔ آسمان بگردانیم — قضا بگردش رطل گران بگردانیم

بگوشهٔ بنشینیم و در فراز کنیم — بکوچه بر سر ره پاسبان بگردانیم

اگر ز شحنه بود گیر و دار نندیشیم — وگر ز شاه رسد ارمغان بگردانیم

بمن وصالِ تو باور نمی‌کند غالب — بیا کہ قاعدۂ آسمان بگردانیم

ہیر باہم بوسہ و عرضِ ندامت میکنیم — اختر اسے چند در آدابِ صحبت میکنیم

خوش بود فارغ ز بندِ کفر و ایمان زیستن — حیف کافر مردن و آوخ مسلمان زیستن

شیوۂ رندانِ بے پروا خرام از من مپرس — اینقدر دانم کہ دشوار است آسان زیستن

بر تو پیوند است صد بار جان باید فشاند — مرا امید و وعدہ است زنہار نتوان زیستن

غالب از ہندوستان بگریز فرصت مغتنمست — در نجف مردن خوشست و در صفاہان زیستن

دولت بہ غلط نبود از سعی پشیمان شو — کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو

از ہرزہ روان گشتن قلزم نتوان گشتن — جوئی بخیابان رو سیلی بہ بیابان شو

گر چرخِ فلک گردی سر بر خطِ فرمان نہ — ور گوئے زمین باشی وقفِ خمِ چوگان شو

جان داد بغم غالب خشنودیِ روحش را — در بزمِ عزا مے کش در نوحہ غزلخوان شو

چون زبانہا لال و جانہا چون ز غوغا کردہ ۴۳ باید است از خوئیش پرسید آنچہ با ما کردہ

گر نہ مشتاقِ عرضِ دستگاہِ حسنِ خویش ۴۴ جان فدایت دیدہ را بہر چہ بینا کردہ

دیدہ میگرید زبان می‌نالد و دل می‌تپد ۴۵ عقدہ ہا از کارِ غالب سربسر وا کردہ

مثنویان ۔ قصائد ۔ قطعات و متفرقات

ہاں مہِ نو سنیں ہم اس کا نام — جس کو تو جھک کے کر رہا ہے سلام

دو دن آیا ہے تو نظر دمِ صبح — یہی انداز اور یہی اندام

بارے دو دن کہاں رہا غائب؟ — بندہ عاجز ہے گردشِ ایام

اڑ کے جاتا کہاں؟ کہ تاروں کا — آسمان نے بچھا رکھا تھا دام

مرحبا اے سرورِ خاصِ خواص — حبذا اے نشاطِ عامِ عوام

عذر میں تین دن نہ آنے کے — لے کے آیا ہے عید کا پیغام

اُسکو بھولا نہ چاہیے کہنا ۔ صبح جو جائے اور آئے شام
ایک مین کیا کہ سب نے جان لیا ۔ تیرا آغاز اور ترا انجام
رازِ دل مجھ سے کیون چھپاتا ہے؟ ۔ مجھ کو سمجھا ہے کیا کہین نمام
جانتا ہون کہ آج دنیا مین ۔ ایک ہی ہے امید گاہِ انام
مین نے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش ۔ غالب اُسکا مگر نہین ہے غلام
جانتا ہون کہ جانتا ہے تو ۔ تب کہا ہے بطرزِ استفہام
مہرِ تابان کو ہو تو ہو اے ماہ ۔ قربِ ہر روزہ برسبیلِ دوام
تجکو کیا پایہ روشناسی کا ۔ جُز بہ تقریبِ عیدِ ماہِ صیام
جانتا ہون کہ اُسکے فیض سے تو ۔ پھر بنا چاہتا ہے ماہِ تمام
ماہ بن، ماہتاب بن، مین کون؟ ۔ مجکو کیا بانٹ دے گا تو انعام
میرا اپنا جُدا معاملہ ہے ۔ اور کے لین دین سے کیا کام
ہے مجھے آرزوے بخششِ خاص ۔ گر تجھے ہے امیدِ رحمتِ عام
جو کہ بخشے گا تجکو فرِّ فروغ ۔ کیا نہ دے گا مجھے مے گلفام؟
جبکہ چودہ منازلِ فلکی ۔ کر چکی قطع تیری تیزی گام
تیرے پرتو سے ہو فروغ پذیر ۔ کوے و مشکوے و صحن و منظر و بام
دیکھنا میرے ہاتھ مین لبریز ۔ اپنی صورت کا اک بلورین جام
پھر غزل کی روش پہ چل نکلا ۔ توسنِ طبع چاہتا تھا لگام
زہرِ غم کر چکا تھا میرا کام ۔ تجکو کس نے کہا کہ ہو بدنام
مے ہی پھر کیون نہ مین پیے جاؤن ۔ غم سے جب ہوگئی ہو زیست حرام
بوسہ کیسا؟ یہی غنیمت ہے ۔ کہ نہ سمجھین وہ لذتِ دشنام
بوسہ دینے مین اُنکو ہے انکار ۔ دل کے لینے مین جنکو تھا ابرام

چھیڑتا ہون کہ اُن کو غصہ آئے — کیون رکھون ورنہ غالب اپنا نام

جب ازل مین رقم پذیر ہوئے — صفحہ ہائے لیالی و ایام

اور اُن اوراق مین بکلکِ قضا — مجملاً مندرج ہوئے احکام

لکھدیا عاشقون کو شاہد کش — لکھدیا عاشقون کو دشمن کام

آسمان کو کہا گیا کہ کہین — گنبدِ تیز گردِ نیلی فام

حکم ناطق لکھا گیا کہ لکھین — خال کو دانہ اور زلف کو دام

آتش و آب و باد و خاک نے لی — وضعِ سوز و نم و رم و آرام

مہرِ رخشان کا نام خسروِ روز — ماہِ تابان کا اسم شحنۂ شام

تیری توقیع سلطنت کو بھی — دی بدستور صورتِ ارقام

کاتبِ حکم نے بموجبِ حکم — اُس رقم کو دیا طرازِ دوام

ہان دلِ دردمند زمزمہ ساز — کیون نہ کھولے درِ خزینۂ راز

خامہ کا صفحہ پر روان ہونا — شاخِ گل کا ہی گلفشان ہونا

مجھ سے کیا پوچھتا ہی کیا لکھیے — نکتہ ہائے خرد فزا لکھیے

بارے آمون کا کچھ بیان ہو جائے — خامہ نخلِ رطب فشان ہو جائے

آم کا کون مردِ میدان ہے — ثمر و شاخ گوے و چوگان ہے

تاک کے جی مین کیون رہے ارمان — آئے یہ گوے اور یہ میدان

آم کے آگے پیش جاوے خاک — پھوڑتا ہی جلے پھپھولے تاک

نہ چلا جب کسی طرح مقدور — بادۂ ناب بن گیا انگور

یہ بھی ناچار جی کا کھونا ہی — شرم سے پانی پانی ہونا ہی

مجھ سے پوچھو تمھین خبر کیا ہی — آم کے آگے نیشکر کیا ہی

نہ گل اُس مین نہ شاخ و برگ نہ بار — جب خزان آئے تب ہو اُسکی بہار

اور دوڑائیے قیاس کہان؟ جان شیرین مین یہ مٹھاس کہان؟
جان مین ہوتی گر یہ شیرینی کوہکن باوجود غمگینی
جان دینے مین اسکو یکتا جان پر وہ یون سہل دے نہ سکتا جان
نظر آتا ہے یون مجھے یہ ثمر کہ دواخانۂ ازل مین مگر
آتش گل پہ قند کا ہے قوام شیرے کے تار کا ہے ریشہ نام
یا یہ ہوگا کہ فرط رافت سے باغبانون نے باغ جنت سے
انگبین کے بحکم رب الناس بھر کے بھیجے ہین سربمہر گلاس
یا لگا کر خضر نے شاخ نبات مدتون تک دیا ہے آب حیات
تب ہوا ہے ثمر فشان یہ نخل ہم کہان ورنہ اور کہان یہ نخل
تھا ترنج زر ایک خسرو پاس رنگ کا زرد پر کہان بو باس؟
آم کو دیکھتا اگر اک بار پھینک دیتا طلائے دست افشار

ہے جو صاحب کے کف دست مین یہ چکنی ڈلی زیب دیتا ہے اسے جسقدر اچھا کہیے
خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیے ناطقہ سر بگریبان کہ اسے کیا کہیے
مہر مکتوب عزیزان گرامی لکھیے حرز بازوے شگرفان خود آرا کہیے
مسی آلودہ سر انگشت حسینان لکھیے داغ طرف جگر عاشق شیدا کہیے
خاتم دست سلیمان کے مشابہ لکھیے سر پستان پریزاد سے مانا کہیے
اختر سوختۂ قیس سے نسبت دیجے خال مشکین رخ دلکش لیلی کہیے
حجر اسود دیوار حرم کیجے فرض نافہ آہوے بیابان ختن کا کہیے
وضع مین اسکو اگر سمجھیے قاف تریاق رنگ مین سبزۂ نوخیز مسیحا کہیے
صومعہ مین اسے ٹھہرائیے گر مہر نماز میکدہ مین اسے خشت خم صہبا کہیے
کیون اسے قفل در گنج محبت لکھیے کیون اسے نقطۂ پرکار تمنا کہیے؟

کیون اسے گوہرِ نایاب تصور کیجے؟ کیون اسے مردمکِ دیدۂ عنقا کہیے؟
کیون اسے تکمۂ پیراہنِ لیلیٰ لکھیے؟ کیون اسے نقشِ پئے ناقۂ سلمیٰ کہیے؟
بندہ پرور کے کفِ دست کو دل کیجیے فرض اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے؟

نہ پوچھ اسکی حقیقت، حضورِ والا نے مجھے جو بھیجی ہے بیسن کی روغنی روٹی
نہ کھاتے گیہون، نکلتے نہ خلد سے باہر جو کھاتے حضرت آدم یہ بیسنی روٹی

منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہین مجھے
سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہین مجھے
آزادہ رو ہون اور مرا مسلک ہے صلحِ کل ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہین مجھے
کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہون مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہین مجھے
اُستادِ شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہین مجھے
جامِ جہان نما ہے شہنشاہ کا ضمیر سوگند اور گواہ کی حاجت نہین مجھے
مین کون اور ریختہ؟ ہان اس سے مدعا جز انبساطِ خاطرِ حضرت نہین مجھے
سہرا لکھا گیا زرہِ امتثالِ امر دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہین مجھے
مقطع مین آپڑی ہے سخن گسترانہ بات مقصود اس سے قطعِ محبت نہین مجھے
روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ سودا نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے
قسمت بری سہی پہ طبیعت بری نہین ۸۶ ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہین مجھے
صادق ہون اپنے قول کا غالب خدا گواہ کہتا ہون سچ کہ جھوٹ کی عادت نہین مجھے

اے شہنشاہِ آسمان اورنگ اے جہان دارِ آفتاب آثار
تھا مین اک بینوائے گوشہ نشین تھا مین اک دردمندِ سینہ فگار
تم نے مجھکو جو آبرو بخشی ہوئی میری وہ گرمیِ بازار
کہ ہوا مجھ سا ذرۂ ناچیز روشناسِ ثوابت و سیار

گرچہ از روئے ننگِ بے ہنری   ہوں خود اپنی نظر میں اتنا خوار

کہ گر اپنے کو میں کہوں خاکی   جانتا ہوں کہ آئے خاک کو عار

شاد ہوں لیکن اپنے جی میں کہ ہوں   بادشہ کا غلامِ کار گزار

خانہ زاد اور مرید اور مداح   تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار

بارے نوکر بھی ہو گیا صد شکر   نسبتیں ہو گئیں مشخص چار

نہ کہوں آپ سے تو کس سے کہوں   مدعائے ضروری الاظہار

پیر و مرشد اگرچہ مجھکو نہیں   ذوقِ آرائشِ سر و دستار

کچھ تو جاڑے میں چاہیے آخر   تا نہ دے بادِ زمہریر آزار

آپ کا نوکر اور پھرے ننگا؟   جسم رکھتا ہوں ہے اگرچہ نزار

کچھ خریدا نہیں ہے اب کی سال   کچھ بنایا نہیں ہے اب کی بار

رات کو آگ اور دن کو دھوپ ۸۷   بھاڑ میں جائیں ایسے لیل و نہار

آگ تاپے کہاں تلک انسان؟   دھوپ کھائے کہاں تلک جاندار

دھوپ کی تابش آگ کی گرمی   وقنا ربنا! عذاب النار

میری تنخواہ جو مقرر ہے   اُسکے ملنے کا ہے عجب ہنجار

رسم ہے مردے کی چھ ماہی ایک   خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار

مجھکو دیکھو تو ہوں بقیدِ حیات   اور چھ ماہی ہو سال میں دو بار

بس کہ لیتا ہوں ہر مہینے قرض   اور رہتی ہے سود کی تکرار

میری تنخواہ میں تہائی کا   ہو گیا ہے شریک ساہوکار

آج مجھ سا نہیں زمانے میں   شاعرِ نغز گوئے خوش گفتار

رزم کی داستان اگر سنیے   ہے زبان میری تیغ جوہر دار

بزم کا التزام گر کیجے   ہے قلم میرا ابرِ گوہر بار

اندیشہ شتابندہ و رگِ خامہ گیاہے
با فکر چہ نیروے و تحریر چہ یارا

در عرضِ ثنایت نفسم [illegible] معنی
در بزمِ ولایت لقبم غالبِ شیدا

آوارۂ غربت نتوان دید صنم را
خواہم کہ دگر بتکدہ سازند حرم را

نازم بہ صنم خانہ کہ شاہانِ جہان جوے
ہم بر درِ آن خانہ گذارند حشم را

خون می خورم از ذوق تو دانی کہ بدین خورد
بر مائدہ سیری نتوان داد شکم را

نازم بکمالِ خود و بر خود نفزایم
آثارِ در و بامِ صفا دیدہ عجم را

گفتم حدیثِ دوست بقرآن برابر ست
نازم بہ کفرِ خود کہ با ایمان برابر ست

امروز من نظامی و خاقانیم بدہر
دہلی ز من بہ گنجہ و شروان برابر ست

سلجوقیم بہ گوہر و خاقانیم بفن
توقیعِ من بہ سنجر و خاقان برابر ست

گفتم از کثرت و وحدت سخنے گوی بمن
گفت موج و کف و گرداب و حبابہا دریاست

گفتم از بالش پرچارہ ندارد سرِ من
گفت ہر گہ بنشیند سرِ او بر پاست

گفتم از اہلِ فنا گر خبرے ہست بگوے
گفت این قافلہ بے گرد رہ بانگِ درا ست

گفتم از داغِ جگر کہ شدہ ام ہر دل
گفت چون درد گرانمایہ شود داغ دوا ست

گفتم از چیست کہ چون شمع گدازد نفسم
گفت اے جانِ پدر روشنیِ این بلا ست

گر ہمین جوشِ بہارست چہ حاجت بصبا
کہ خود از تنگیِ جا پیرہنِ غنچہ قبا ست

رشحہ در من بچکان بادۂ گلرنگ رحیق
چہرہ بر خاک فشاندن روشِ اہلِ صفا ست

فیضِ حقیقت قبولِ سخن و شادیِ فتح
بہ قلم نازم اگر [illegible] صفا ست

تا چو من شاعر و صوفی و نجومی و حکیم
نیست در دہر قلم مدعی و نکتہ گوا ست

جادۂ عرفی در گفتار شفائی دارم
دہلی و آگرہ شیراز و صفاہانِ منست

تاجِ نطقم وز کشورِ ایران آیم
مدح و تشبیب و سپاس و گلہ سامانِ منست

دوشش آمد و بوسہ لبم بر دہان نہاد
راز ہائے خویش بلب درمیان نہاد

وانکه تیغ ریزش راز لب از زبان — مهرے ز بوسه و گرم بر زبان نهاد
چون لب ز بوسه گنج گهرهاے راز شد — بر گنج لب ز تیزی دندان نشان نهاد
زان رخ که دیده‌ام ز کنارم بسینه سود — گوشے بروے دل بپیچد رگِ فغان نهاد
تا دید جیب چاکِ گریبان ندوخت چشم — تارے درون روزنِ سوزن روان نهاد
شد صحن خانه دجلهٔ خون چون فرو فشرد — آن آستین که بر قطرهٔ خون فشان نهاد
نازم به بیخودی ساقی که هم ز پیش — آورده لب و باده و از ما نهان نهاد
ای گر نوازشی اثر از سم و رسم تو — تا هم ز مانه غالب سحربیان نهاد

تو و خدا که درین کشمکش گرین باشم — چگونه چون دگران زیستن توان بمراد
روان ز غصه سفالیست در گذرگه سنگ — خرد ز فتنه چراغیست بر دریچهٔ باد
ز جوش خون جگر دیده کوزهٔ فقاع — ز سوز داغ درون سینه کورهٔ حداد
گزارشِ همه سم نوبهار در دی ماه — گزارشِ نفس آفتاب در مرداد
مرا چه سایه سیاهست روز و شب تاریک — مرا چو شعله بآتش بست دود و داغ معاد
گهی ز چشم و قد آسمان پیرهن سازم — گهی بماتم دانش گهی بحسرت داد
نفس بلرزه ز بادِ نسیب کلکته هم — نگاه خیره ز هنگامهٔ اله آباد
تواے ستاره ندانی که رنجم از آزار — نواے سپهر نه سنجی که ترسم از بیداد
ترا غمیست لب پایه گرانی کوه — مرا غمیست بهر وستے تیشهٔ فرهاد
من و بلاے تو قطع امید و تاب سهیل — من و جفاے تو شاگرد و سیلی استاد
من و ستم دلِ رنجور و التفات طبیب — من و خطر رگِ مجنون و نشتر فصاد
ستاره را همه رفتار ز اقتضاے قضاست — چنانکه جنبش نرد از انامل نراد
فلک کجائی و طالع چه و ستاره کدام — کنم شکایت دشمن ز دوست شرمم باد

آنکه از دوست درین دائره تنها باشد — هند و ران خانه نماند که بصحرا ماند

ما به جامے کہ ز جم ماند قناعت کردیم ۸۸ نہ بکفے در بدہند آنچہ ز دارا ماند

سخن از پیشروان ماند ہمانا زین پس / ما نمائیم و بگیتی سخن از ما ماند

کیست کز کوشش فرہاد نشان باز دہد / مگر آن نقش کہ از تیشہ بخارا ماند

شبم از روشنی داغ بہ روزم خندد / روزم از تیرگی خویش بشبہا ماند

آن بلبلم کہ در چمنستان شاخسار / بود آشیان من شکن طرۂ بہار

وقتے مرا روانی کوثر در آستین / خرم مرا طراوت فردوس در کنار

ہموارہ ذوق مستی و لہو و سرور و شور / پیوستہ شعر و شاہد و شمع و مے و نگار

با کیسہ در خصومت و با کاسہ در لجاج / رندان پاکباز و شگرفان شادخوار

مستی شبینہ و خواب سحرگہے / رنگینی سفینۂ اشعار آبدار

اکنون منم کہ رنگ بہ ردیم نمی رسد / تا رنج بحران دیدہ نشوم ہزار بار

صدرہ ز داوری بگرو باز بردہ ام / افتادگی ز خاک و پریشانی از غبار

نقشم بجا نماند نیست بجز سرنوشت داغ / تارم بجا نماند نیست بغیر از تن نزار

چہرہ آزردہ مگرد و ہتر آشفتہ بچین ۸۹ خود گواہم کہ ز دل تیغ بعنوان رفتم

اضطرار آئینہ پرداز جلاے طاقت / نہ بدل رفتم از آن انفعال از جان رفتم

ہم جگر تفتہ ز کین خواہی اغیار شدم / ہم دل آزردہ ز بے مہری خویشان رفتم

از گرانی نخورد رنج کسی بار رفتن من / وحشتے بردم از احباب و ہراسان رفتم

داغ حسرت بدل و شکوۂ اختر بزبان ۹۰ مست از صحبت کیفیت رسبایان رفتم

لکھنؤ دام نشاطے سر راہم نگسترد ۹۱ ہمچو دود از ولولۂ شوق پرافشان رفتم

ساقی بزم آگہی روزے / راوشی ریخت در پیالۂ من

چون دماغم رسید زان صہبا / شدم از فر کتاز دہم اکمن

مہر ان سر خوشی حریفانہ / بے محابا گرفتش دامن

گفتم اے محرم ہمراز سرور | از ادب دور نیست پرسیدن
اول از دعوی وجود بگو | گفت کفرست در طریقت من
گفتم آخر نمود اشیا چیست؟ | گفت ہیچ ہے نمیتوان گفتن
گفتمش با مخالفان چہ کنم ۹۲ | گفت طرح ہائے صلح فگن
گفتم این حب جاہ و منصب چیست | گفت دام فریب اہرمن
گفتمش چیست سنت سفرم | گفت جور و جفاے اہل وطن
گفتم اکنون بگو کہ دہلی چیست؟ | گفت جانست این جہانش تن
گفتمش چیست این عبارت گفت | شاہدے ہست محو گل چیدن
گفتمش چون بود عظیم آباد | گفت رنگین ترا ز فضاے چمن
گفتمش سلسبیل خوش باشد؟ | گفت خوشتر بنا شد از سوہن
حال کلکتہ باز جستم گفت | باید اقلیم ہشتمش گفتن
گفتم آدم بہم رسد زر دے | گفت از ہر دیار و از ہر فن
گفتم این جا چہ شغل سود دہد | گفت از ہر کہ ہست ترسیدن
گفتم اینجا چہ کار باید کرد؟ | گفت قطع نظر ز شعر و سخن
گفتم این ماہ پیکران چہ کس اند؟ | گفت خوبان کشور لندن
گفتم اینان مگر دلے دارند ۹۳ | گفت دارند لیکن از آہن
گفتم از مہر داد آمدہ ام | گفت مگریز و ہر سنگ مزن
گفتم اکنون مرا چہ زیبد گفت | آستین بر دو عالم افشاندن
گفتمش باز گو طریق نجات | گفت غالب بکربلا رفتن

گو کی درا تمام دل و دیدہ تشنہ ات | پنہان سخون تپیدن و بیدا گریستن
اندہ و خوشدلی نشناسیم کار ماست | یا خندہ بر سحاب زدن یا گریستن

کفرست کفر در پی روزی شتافتن — ننگ ست ننگ در غم دنیا گریستن

گاهی بداغ شاهد و ساقی گداختن — گاهی بمرگ مام و بابا گریستن

باید بدرد هرزه گرستن چه گر گریست — بیجا گریستیم دریغا گریستن

رشک آیدم به ابر که در حد سعی اوست ۴۹ — بر خاک کربلای معلی گریستن

خود را ندیده زان لب تشنگین بکام شیر — زیبد بشور تشنگی دریا گریستن

هزار آفرین بر من و دین من — که منعم پرستی است آئین من

ای ز وهم غیر غوغا در جهان انداخته — گفته خود حرف و خود را در گمان انداخته

دیده بیرون و درون از خویشتن شرانگی — پرده رسم پرستش در میان انداخته

عاشقان در سوختن دار و رسن داده — غازیان در معرض تیغ و سنان انداخته

رنگها در طبع ارباب قیاس آمیخته — نکته‌ها در خاطر اهل بیان انداخته

آسمان شمعی هوا شبروان افروخته — انجمن سنگی بحجت بیدلان انداخته

خنک چو باند دیر گرد نیش باز آرد — مهر تجربه بهر طرب طرح خوان انداخته

تا علاج خستگی آسایش دیگر دهد ۵۰ — خارها در ره گزار رهروان انداخته

سوخت عالم را ز سر تا نگین غالب هم — کاتش از یک نی اندر نیستان انداخته

آزرم گل و سرزنش خار نخواهد — نازم به گرانمایگی بے سر و پائی

چون دید که اندوه نزاید بگداز دل — دل برد ز من تا کند اندوه ربائی

چون باد که در غنچه کشودن نکشد رنج — کوشش نشود خسته تن از قلعه کشائی

در جنگ کند بر تن بدخواه سمومی — در صلح کند بر چمن ملک صبائی

غم کاه تراز مژده ایام وصالی — دلخواه تراز سرعت تاثیر دعائی

(مثنوی باد مخالف)

ای تماشائیان بزم سخن — وی مسیحا دمان نادر فن

اے سخن پروران کلکتہ   وے زبان آوران کلکتہ
ہر یکے صدرِ بزمِ بارگہے   شمعِ خلوت سراے کارگہے
اے سخن را طرازِ جان دادہ   صفحہ را سازِ گلستان دادہ
عطر بر مغزِ گیتی افشانان   پہلوانانِ پہلوی دانان
ہمچو من آرمیدۂ این شہر   بہرِ کارے رسیدۂ این شہر
اسد اللہِ سخت برگشتہ   در خم و پیچ عجز سرگشتہ
گرچہ ناخواندہ میہمانِ شماست   بے سخن ریزہ چینِ خوانِ شماست
بہ تظلم رسیدہ است اینجا   بامید آرمیدہ است اینجا
آرمیدن و مہدِ روے چار   خستہ را لب پایۂ دیوار
کارِ احباب ساختن رسم است   ۹۶ میہمان را نواختن رسم است
کیستم دل شکستہ غمزدۂ   بیدلے خستۂ ستمزدۂ
برقِ بے طاقتی بجان زدۂ   آتشِ غم بخان و مان زدۂ
دردمندِ جگر گداختۂ   از غمِ دہر زہرہ باختۂ
چہ بلاہا کشیدہ ام آخر   کہ بدین جا رسیدہ ام آخر
بسیہ روزِ غم بتم مبینید   تیرہ شبہاے وحشتم مبینید
اندہِ دوری وطن نگرید   غمِ ہجرانِ انجمن نگرید
نہ ہمین نالہ و فغان بہ لبم   تن و جان آفرین کجان بلبم
مویہ چون موے کردہ است مرا   غصہ بدخوے کردہ است مرا
ذوقِ شعر و سخن کجاست مرا   کے زبان سخن سراست مرا
با من این خشم و کین دریغ دریغ   من چنان تا چنین دریغ دریغ
درمگوئید ماجراے رفت   از تو درگفت گو خطاے رفت

مهربانان خدای را انصاف — تا نخست از که بود رسم خلاف

نمک اندر سبوی که فگند؟ ، به چمن رست و خیز دی که فگند؟

زلفِ گفتار را که در هم کرد؟ — نظم اشعار را که برهم کرد؟

همه عالم غلط که گفت نخست؟ — پارهٔ زین نمط که گفت نخست؟

بیش را بیشتر که گفت بمن؟ — بد ز من بیشتر که گفت بمن؟

موی را بر کمر که گفت غلط؟ — شعر را سر بسر که گفت غلط؟

چون بدید یار کاعتراض خطاست — هرچه غالب نوشته است بجاست

رشته‌ها بازپرس تاب که داد؟ — معترض را ز من جواب که داد؟

چون بدید یار بے گناهی من — تا نه شستید روسیاهی من

هر که دیدم ره خموشی رفت — بود لازم بران گرفت گرفت

از چه بود آن بعمد دم نزدن؟ — در ره آگهی قدم نزدن

نگشودن لب بپا وریم — خیره بگذاشتن بداوریم

تا بشورید دل ز بی جگری — بفغان آمدم ز خیره سری

از غم دل ستوه گردیدم — چیره بایک گروه گردیدم

گله بیندازه گفتگو کردم — پارهٔ در سخن غلو کردم

چون شنیدم که نکته پردازان — قدر دانان و انجمن سازان

از من آزرده اند زان پاسخ — بنمالیش بخاک سودم رخ

خجلت آوردم و جنون کردم — خویشتن آب و دیده خون کردم

آب گردیدم و چکیدم من — قطره آسا بسر دویدم من

نفس من تجمع درنگرفت — کس نیازم بهیچ برنگرفت

زان که آن نهم رضای یاران بود — رنگی از جوش این بهاران بود

خارِ دامانِ دوستان بودن ۹۸ خوشتر از باغ و بوستان بودن

بنده ام بندهٔ مهربانان را — رمز فهمان و نکته دانان را

نه ز آویزشِ بیان ترسم — من و ایمانِ من کز آن ترسم

که بس از من لبالهای دراز — بزبان ماند این حکایت باز

که سفیهی رسیده بود آنجا — چند روز آرمیده بود آنجا

با بزرگان ستیزه پیش گرفت — زحمتی داد و راهِ خویش گرفت

شوخ چشمی و زشت خوئی بود — بیحیائی و هرزه گوئی بود

هم سفیهانه گفتگوی داشت — هم جدا باتیانه هوئی داشت

برگِ دنیا نه ساز و نیش بود — ننگِ دهلی و سرزنشش بود

آه از آن دم که بعد رفتنِ من — خونِ دهلی بود بگردنِ من

این رقمها که ریخت کلکِ خیال — بود سطری ز نامهٔ اعمال

از منِ نارسای هیچمدان — معذرت نامه ایست ای یاران

بو که آید ز عذرخواهیِ ما — رحم بر بادِ بیگناهیِ ما

آشتی نامه و وداد پیام — ختم شد والسلام والاکرام

(مناجات)

بروزی که مردم شوند انجمن — شود تازه پیوندِ جان ها به تن

روان را به نیکی نوازندگان — بسرمایهٔ خویش نازندگان

گهرهای شهوار پیش آورند — فروهیده کردار خویش آورند

به هنگامه با این جگر گوشگان — درآیند مشتی جگر تشنگان

ز حسرت بدل برده دندان فرو — ز خجلت سر اندر گریبان فرو

در آن حلقه من باشم و سینهٔ — ز غمهای ایام گنجینهٔ

در آب و در آتش بسر برده — ز دشواریِ زیستن مرده
تن از سایهٔ خود به بیم اندرون — دل از غم به پهلو دو نیم اندرون
ز ناسازیِ ناتوانی بهم — دم اندر کشاکش ز پیوندِ دم
ز بس تیرگیهاے روزِ سیاه — نگه خورده آسیبِ دوری از نگاه
بدوش ترازوے بارِ من — نسنجیده بگذار کردارِ من
بکردار سنجی سفرائے رنج — گرانبارے دردِ عمرم بسنج
که من باخود از هرچه سنجد خیال — ندارم بغیر از نشانِ جلال
اگر دیگران را بود گفت و کرد — مرا مایهٔ عمر رنج است و درد
چه پرسی؟ چه آن رنج و درد از تو بود — غمے تازه در بهر نورد از تو بود
فرو هل که حسرت خمیرِ من است — دم سردِ من زهر در پیرهن است
مبادا به گیتی چو من هیچکس — جحیمے ولے زهرگیں نفس
به پرسش مرا در هم افشرده گیر — پر کاه را صرصر برده گیر
دگر همچنین ست فرجامِ کار — که مے باید از کرده راندن شمار
مرا نیز یارائے گفتار ده — چه گویم بر آن گفته زنهار ده
درین خستگی پوزش از من مجوے — بود بنده خسته گستاخ گوے
دل از غصه خون شد نهفتن چه سود — چو ناگفته دانی نه گفتن چه سود
زبان گرچه من دارم آنِ تست — به پشت ارچه گفتارم آوازِ تست
همانا تو دانی که کافر نیم — پرستارِ خورشید و آذر نیم
نکشتم کسے را به بیمنی — نبردم ز کس مایه در رهزنی
مگر مے که آتش بگورم ازوست — به هنگامه پروازِ مورم ازوست
من اندوهگین و مے اندوه ربائے — ندانم چه کردم اے بنده پرور خدائے

حسابِ مے و رامش و رنگ و بوے | ز جمشید و بهرام و پرویز جوے
که از باده تا چهره افروختند | دلِ دشمن و چشمِ بد سوختند
نه از من که از تابِ مے گاه گاه ۹۹ | به دریوزه رخ کرده باشم سیاه
نه بستانسرائے نه میخانهٔ | نه دستانسرائے نه خمخانهٔ
نه رقصِ پری پیکران بر بساط | نه غوغائے رامشگران در رباط
شبانگه به مے رهنمونم شدی | سحرگه طلبگارِ خونم شدی
تمنائے معشوقهٔ باده نوش | تقاضائے بیهودهٔ مے فروش
چه گویم! چه هنگام گفتن گزشت | ز عمرِ گرانمایه بر من گزشت
بسا روزگاران به دلدادگی | بسا نوبهاران به بے بادگی
بسا روزِ باران و شبهائے ماه | که بوده است بے مے بچشمم سیاه
افق ها پر از ابرِ بهمن مهی ۱۰۰ | سفالینه جامِ من از مے تهی
بهاران و من در غمِ برگ و ساز | درِ خانه از بینوائی فراز
جهان از گل و لاله پربوے و رنگ | من و حجره و دامنے زیرِ سنگ
دمم عیش جز رقصِ بسمل نبود | باندازهٔ خواهشِ دل نبود
اگر یافتم رشتهٔ گوهر شکست | وگر یافتم باده ساغر شکست
چه خواهی ز دلقِ مے آلودِ من | ببین جسمِ خمیازه فرسودِ من
ز پائیز گویم بهارم گزشت | ز مے بگزرم روزگارم گزشت
بناسازگاری ز همسایگان | لبم بر نیاید چو نے ز بے مایگان
سر از سنتِ ناکسان زیرِ خاک | لب از خاکبوسِ خسان چاک چاک
بگیتی درم بینوا داشتی | دلم را اسیرِ هوا داشتی
نه بخشنده شاهے که بارم دهد | بهر باره زر بے سبیل بارم دهد

که چون بیل زر انجا بر انگیزمے | زرش بر گدایان فرو ریزیے

نه نازک نگارے که نازش کشم ۱۰۱ | نه بر بوسه زلفِ درازش کشم

چون زان غمزه نیشے به دل برخورد | رگِ جان غمم نوکِ نشتر خورد

بران عمرِ ناخوش که بین دشتم ۱۰۲ | زجان خار در پیرهن داشتم

چو دل زین هوسها بجوش آیدے | ز دل بانگِ خونم بگوش آیدے

هنوزم همان دل بجوش اندرست | ز دل بانگِ خونم بگوش اندرست

چو آن نامرادی بیاد آیدم | بفردوس هم دل نیاسایدم

دلے را که گمت شکیبد بباغ | در آتش چه سوزی بسوزنده داغ؟

صبوحے خورم گر شرابِ طهور | کجا زهرهٔ صبح و جامِ بلور

دمِ شیر دمی نامے مستانه کو؟ | به هنگامه غوغاے مستانه کو؟

دران پاک میخانهٔ بے خروش | چه گنجائے شورشِ ناے و نوش؟

سیه مستیِ ابر و باران کجا؟ | خزان چون نباشد بهاران کجا؟

اگر حور در دل خیالش که چه؟ | غمِ هجر و ذوقِ وصالش که چه؟

چه منت نهد ناشناسا نگار ۱۰۳ | چه لذت دهد وصلِ بے انتظار

گریزد دمِ بوسه اینش کجا؟ ۱۰۴ | فریبد بسوگند دینش کجا؟

بر حکم نبود لبش تلخگوے | دهد کام و نبود دلش کامجوے

نظربازی و ذوقِ دیدار کو؟ | بفردوس روزن بدیوار کو؟

نه چشم آرزو سنج دلّالهٔ | نه دل تشنهٔ ماه پرکالهٔ

ازین ها که پیوسته می خوردست دل | هنوزم همان حسرت آلاست دل

چه پیشش رگے را بکاود ز دل | دو صد دجله خونم تراود ز دل

بهر جرعه گز روے دفتر رسد | ز من حسرتے در برابر رسد

بفرما لیکن داوری چون بود؟ | که از جرم من حسرت افزون بود
هر آئینه هیچون منے راه بند | تلافی فراخور بود نے گزند
بدین مویه در روز امید و بیم | نگریم بدینسان که عرش عظیم
شود از تو سیلاب را چاره جوے | تو بخشی بدان گریه ام آبروے
دگر خون حسرت بدر کرده | ز یاد آتش قطع نظر کرده
گزشتم ز حسرت امیدیم بست | سپید آبروئے سپیدیم ہست
کہ البتہ این رند نا پارسا | کج اندیشہ گبر مسلمان نما
پرستار فرخندہ منشور تست | ہوا دار فرزانہ دستور تست
بہ بند امید استواری فرست | بہ غالب خط رستگاری فرست

رباعیات

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل | سن سن کے اسے سخنوران کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش | گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل
بھیجی ہے جو مجکو شاہ جمجاہ نے دال | ہے لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال بے بحث و جدال | ہے دولت و دین و دانش و داد کی دال
سامان خور و خواب کہاں سے لاؤں؟ | آرام کے اسباب کہاں سے لاؤں؟
روزہ مرا ایمان ہے غالب لیکن | خسخانہ و برفاب کہاں سے لاؤں؟
ان سیم کے بیجوں کو کوئی کیا جانے | بھیجے ہیں جو ارمغان شہ والا نے
گن کر دیویں گے ہم دعائیں سو بار | فیروزے کی تسبیح کے ہیں یہ دانے

(فارسی)

آن مرد کہ زن گرفت دانا نبود | از غصہ فراغتش ہما نا نبود

دارد بجهان خانه و زن نیست درد — نازم بخدا چرا توانا نبود

ای آنکه ترا سعی بدرمان مفتست — منعم مکن از باده که نقصان منست

حیفست که بعدِ من بمیراث رود — این یک دو سه خم که در شبستانِ منست

غالب روشِ مردمِ آزاد جداست — رفتارِ اسیرانِ رهِ آزاد جداست

ما ترکِ مراد را ارم ساخته ایم — وان باغچهٔ ضبطیِ شداد جداست

غالب بسخن گرچه کست همسر نیست — از نشأهٔ هوش هیچت اندر سر نیست

میخواهی و مفت و نغز و آنگه بسیار — این باده فروش ساقیِ کوثر نیست

در عالمِ بی زری که تلخست حیات — طاعت نتوان کرد بامیدِ نجات

ای کاش ز حق اشارتِ صوم و صلوات — بودی بوجودِ مال چون حج و زکات

هرچند زمانه مجمعِ جهال ست — در جهل بجهالِ شان بیک هنجار نیست

کودن همه لیک از یکی تا دگری — فرقِ خرِ عیسی و خرِ دجال ست

هرچند توان بی سر و سامان بودن — بازیچهٔ خوی زشت نتوان بودن

با فتنه که ز دشنه بجگر سخت تر است — ۱۰۵ از کردهٔ خویشتن پشیمان بودن

آنرا که ز دستِ بی زری پا بست است — رسوائی نیز لازمِ احوال ست

ما خشک لبیم و خرقه آلوده بمی — ۱۰۶ ساقی نگرش پیاله از غیر بدست

عمریست که در خمِ خمارم ساقی — تا بِ تفِ تشنگی نیارم ساقی

بگشا سرِ مشک و در گلویم سرده — سائل بکفم قدح ندارم ساقی

انتخاب

از

کلامِ غنی

دیوانِ غنی فارسی

مع انشتر

غنی

ملا محمد طاہر نام ۔ کشمیر مولد و مدفن ۔ سال وفات سنہ ۱۰۷۹ ہجری ۔ یہ شاعر نہایت مستغنی تھا اسنے وطن سے قدم باہر نہین نکالا ۔ اسی رعایت سے غنی اسکا تخلص تھا ۔ صائب کا ہمعصر تھا اور اسی رنگ مین کہتا بھی تھا ۔ کلام اسکا عام پسند ہوتا تھا ۔ دیوان غنی درسیات مین داخل ہوگیا تھا ۔

صائب کشمیر کے سفر مین اگر غنی سے ملا ہو تو عجب نہین ۔

غزلیات وابیات

جنونے کو؟ کہ از قید خرد بیرون کشم پارا — کنم زنجیر پائے خویشتن دامان صحرا را

بہ بزم مے پرستان محتسب خجلت عزتے دارد — کہ چون آید بمجلس شیشہ خالی میکند جا را

اگر شہرت ہوس داری اسیر دام عزلت شو — ۱ کہ در پرواز دارد گوشہ گیری نام عنقا را

ندارد رہ بگردون روح تا باشد نفس در تن — رسائی نیست در پرواز مرغ رشتہ برپا را

غنی روز سیاہ پیر کنعان را تماشا کن — کہ روشن کرد نور دیدہ اش چشم زلیخا را

با بلبلان بلند نسازیم خانہ را — خوش کردہ ایم خانۂ یک آشیانہ را

سنگین دلست ہر کہ بظاہر ملایمست — ۲ پنہان درون پنبہ نگر پنبہ دانہ را

روزے کہ گل ز باغ بغارت برد صبا — بلبل بباد دہ سبد آشیانہ را

اندیشہ گر ز تنگی گورت بود غنی — در زندگی ز خاک برآور خزانہ را

در فقر ہیچکس نبود آشنائے ما — ننشست غیر گرد کسے در سرائے ما

از روزگار روزی ما جز شکست نیست — سنگ فلاخن است مگر آسیائے ما

زان پیشتر کہ دانہ ز خرمن جدا کنند — سوراخ مور شد دہن آسیائے ما

کاہیدہ است بسکہ تن ما ز قید عشق — طوق گلوئے ما شدہ زنجیر پائے ما

مشکل بود گرفتن جیبے ز تنگ چشم — نگرفتہ است بخیہ ز سوزن قبائے ما

در علم فقر ہر کہ شد استاد چون غنی — برداشت نسخہ از ورق بوریائے ما

ز روئے ماہ سیاہی بنور ماہ نرفت — نیامدست بکار کمال خویش مرا

کسے بہ پرسش احوال من نمی آید — بغیر گریہ کہ آید بحال خویش مرا

بہ غنچہ تکیہ چو شبنم بزیر سر ننہم — کہ بہ ز بالش پرست بال خویش مرا

بسان شمع کہ افتد ز پیہ خود بگداز — وبال گردن خود گشت بال خویش مرا

گل اندیشی نسیم مردان جز داغ محرومی ۵ نسازد آب دریا سبز هرگز خار ماهی را
غنی از دولت دنیا نگردد عیب کس زائل — که زر نتواند از روی محک بردن سیاهی را

نقصان ما بود گل حسن کمال ما — از برگ خود چو شمع بسوزد نهال ما
ما را ز آفتاب قیامت غنی چه باک — دوزخ ترست از عرق انفعال ما

نگردد شهرت مستور تا جان در تنم باشد — که بعد از مرگ آهو نافه بیرون میدهد بو را

بر تواضع های دشمن تکیه کردن ابلهی ست ۶ پای بوس سیل از پا افگند دیوار را

خانهٔ ما زیر بار منت نقاش نیست — نیست نقشی پیش ما خوشتر ز نقش بوریا

بجو دوری ز همجنسان نشاطی گر طمع داری — چو می بینی جدا از یکدگر لبهای خندان را

غنی اگرچه فقیرست همتی دارد — فشانده است بکونین دست خالی را

مشهور در سواد جهان از سخن شدیم — همچون قلم سفید زبان مسکنیم ما

بهم شیر و شکر آمیختنی دار د لب یارانم — که ره چون نیست در چشم سفیدم خواب شیرین را

تا زبان چون قلم از کام نیاید بیرون — نکند این چرخ سیه کاسه نداد آب مرا

کج را به تکلف نتوان راست نمودن — کی تیر توان ساختن از چوب کمانها

نیفتد کارسازان را بکس در کار خود حاجت — بخاریدن نباشد احتیاجی پشت ناخن را

بی وجه مدان جاهلی ما که ز استاد — از همت عالی نگرفتیم سبق را

خلل نپذیرد از ضبط گریه نور نگاه — ز آستین گله دارد چراغ دیدهٔ ما

عبادتی به جهان به ز خاکساری نیست — به از وضوی عزیزان بود تیمم ما

چرا سفله را نبود کار از اسپ زنگ شاید — مسیحا کی تواند کرد روشن چشم سوزن را

روزی ما می شود آخر نصیب دیگران — طالع برگشته همچون آسیا داریم ما

عاشقان روز شهادت خسرو وقت تواند — تیشه بر سر افسر شاهی بود فرهاد را

یار با آیینه گوید ز روی التفات — ساده رویان دوست میدارند بی شک ساده را

ز پہلوی ضعیفان ہست گرمی پشت سرکش را ۔ پر کاہی که بینی بال پرواز ست آتش را

نتوان برد ز دشمن بتواضع حسبان را　　قامت خم نرہاند ز اجل پیران را

تابوت مردہ دوش ہشیار کرد مارا　　پائی بخواب رفتہ بیدار کرد مارا

خویش را با کہ بسنجیم غنی در ہستی　　نیست جز سایهٔ خود سنگ ترازو مارا

پروانہ گو بمیر ز غیرت کہ شمع را　　روشن کنند خلق بخاک مزارہا

ملایم می شود در گفتگو ہر کس کہ کامل شد　　کہ دایم پنبہ باشد بر دہن مینای پر ے را

آدمی در عہد پیری بی خرد گردد غنی　　می شمارم طفل خود را ریخت تا دندان مرا

ہر کس کہ داد تن بہ بلا ایمن از بلاست　　ویران کجا ز موج شود خانهٔ حباب

آدم خاکی ز خامی دارد از می اجتناب　　کوزهٔ گل پختہ چون گردد نمی ترسد ز آب

ہر رگ گل رشتهٔ باشد بپای عندلیب　　دام دیگر نیست حاجت از برای عندلیب

ہست ہر شاخ گلی عشرت سرای عندلیب　　ہر زمین کی می رسد در باغ پای عندلیب

از صدای خندهٔ گل میشود روشن کہ نیست　　ہیچ صوتی دلکشا تر از نوای عندلیب

پیر شد زاہد و از راز درون بیخبر ست　　قد خم گشتهٔ او حلقهٔ بیرون درست

ہر کہ پرسد ز غنی وجہ شکست رنگم　　دانم از سنگدلیہای بتان بیخبر ست

بالش خوبان دگر از پر ست　　شوخ مرا فتنہ بزیر سر ست

پیش لب یار کہ جان پرورست　　ہر کہ زند دم ز مسیحا خرست

موی سر کردم سفید اما خیالت در سرست　　اخگر پنہان تہ این تودهٔ خاکسترست

خواب راحت در حقیقت مایهٔ درد سرست　　ہر کہ دارد این مرض پیوستہ صاحب بسترست

تا کار تو بیداری شبہای درازست　　چشمت در فیض ست کہ بر روی تو بازست

گر پردهٔ ناموس کسی از ناخن مطرب　　در بزم طرب پارہ نشد پردهٔ سازست

بر روی زمین ہیچکس آسودہ نباشد　　گنجی بود آرام کہ در زیر زمین ست

... ست دارد در دہان طفل | سرِ پستان گرفتن ہم گدائی ست
بے تعب در منزلِ مقصود کس را بار نیست | زر بہانِ این سرا جز راہِ ناہموار نیست
بچشم خود نتوان دید صبح پیری را | خوشم کہ دیدہ ز موے پیش سفید شدہ است
زندہ نتوان بود بے لعلت کہ مشتاق ترا | یا لبِ شیرین تو یا جانِ شیرین بر لب ست
خدا زبانِ مرا چرب و نرمی داد ست | ہزار شکر کہ نامم بر دو عن افتاد است
مرا بخانہ سفالے ز بینوائی نیست ۸ | خوشم کہ در کفِ من کاسہ گدائی نیست
سجہ در مسجد و در میکدہ پیمانہ خوش ست | گریہ در خانقہ و خندہ بمیخانہ خوش ست
نمیکند بمن ناتوان نگہ آن شوخ | ز بیم آن کہ بگویند ناتوان بین ست
در ہر نماز دست بزانو چرا زند | زاہد اگر ز کردہ پشیمان نگشتہ ست
از بستن حنا چہ کنی رنجہ دستِ خویش | مشتاق اسیر کردنِ خونین دلان بس است
تا بکے تشنہ خونم باشد؟ | تیغ را گر بدہی آب خوش ست
بے ریاضت نشود نشہ عرفان حاصل | تاک در خشک نگردید مے ناب نیافت
زندہ در گورم اگر گردشِ افلاک کند | بہ کہ در مرگِ عزیزان بسرم خاک کند
میکنم گریہ ز آلودگیِ دامن خویش | اشک تا دامنِ آلودۂ من پاک کند
ہر کہ چون گور زند خندہ بماتم زدگان | چشم دارم کہ فلک در دہنش خاک کند
ز مار گشتۂ گیسوے دلبران ترسد | چنانکہ مار گزیدہ ز ریسمان ترسد
کسیکہ ابروے آن ترک جنگجو بیند | عجب مدار کہ از سایۂ کمان ترسد
گدا چون یافت روزی خویش بادا مند سلیمانی ۹ | بپاے مور سنگ آسیا تختِ روان باشد
کارِ گرہ کشا نشود در زمانہ بند | ہرگز کسے ندید در انگشتِ شانہ بند
چو سرکشی بسر افتادگی آید شوا مین | کہ کارِ خویش خواہر کرد آتش ہر کجا افتد
زند ربطِ بہم پیوستگان را گفتگو برہم | سخن چون در میان آمد دو لب از ہم جدا گردد

منصور بست رخت ز دنیا و دار ماند — پرواز کرد گل ز گلستان و خار ماند

مکن با دوستان از آشنائی اختلاط افزون ۱۰ — در آید چون درون دیده مژگان خار میگردد

کودکان سنگ بکف بر سر راه‌اند غنی ۱۱ — خواهم این قرعه بنام من دیوانه فتد

از تو اضعاف مردم سخت حیرانم غنی — هر که می افتد بپایم کشتهٔ ما می شود

دلم سوزد چو برگی از درختی در خزان افتد — که از برگ خزان آتش بجان بلبلان افتد

ز راه حرص عجب نیست گر بخاک افتند — سبکروان که چو شاهین بلند پروازند

چشم بر راه سبوخواران که کی باران شود — ابر میخواهند مستان خانه گو ویران شود

کسی آواره تا کی در دیار خویشتن باشد — چو رنگ [illegible] ساعت مسافر در وطن باشد

کبر در سلسلهٔ باده کشان کم باشد — تاک هر چند که بی بار بود خم باشد

چون بسیر چمن آن دلبر طناز آید — رنگ گل پیشتر از بوی بپرواز آید

خوش آن زمان که تیرش از شست جسته باشد — در پهلویم چو ترکش تا پر نشسته باشد

دنیا بزرگ باشد در دیدهٔ غلط بین — اندک بچشم احول بسیار می نماید

ساغر بکف گرفت چو نرگس بیا برون — ترسم بآن بهانه دهان ترا گم کنند

هر کسی گو پی مقصود دنیا به پیشی — پای من بسکه دوید آبله را پیدا کرد

لب بسوال غنی به پیش ممسکان مگشای — که ترسم از دم منت لقمه زبان گیرند

سخت وابستگی داشت به بالم صیاد — تا نشد بالش او پر زیرم خواب نکرد

بسکه در دزدی ز هر کس در خور همت رقیب — کی بدام عنکبوت افتد شکاری جز مگس

تا کی آن نازک میان رنگ حنا در بر کشد — روز محشر دست ما و دامن پیراهنش

خاکساران را ز عالم بالا باشند — گرد را میکند از روی زمین یاران پاک

بود کلید در رزق پارسا مسواک — کجا ز دست دهد هیچ آسیا مسواک

نیست عیبی که نهادیم ز سیری بر چشم — نگه از شوق جمال تو زند سر بسنگ

سرو در فصل خزان ماند بحال — راستی را نبود بیم زوال

به بزم دردمندان زار نالیدن هوس دارم — چو نی خواهم که در فریاد باشم تا نفس دارم

بی تو بر فرش گل ز بیتابی — مرغ در خون طپیده را مانم

هستیم سرافراز چو خار سر دیوار — ازبسکه درین باغ بپای نخلیدیم

حسن سبزی بخط سبز مرا کرد اسیر — دام همرنگ زمین بود گرفتار شدم

فیض از بیگانه میخواهیم نی از آشنا — چون صدف در بحر آب از جای دیگر میخوریم

جلوهٔ حسن تو آورد مرا بر سر فکر — تو حنا بستی و من معنی رنگین بستم

جان بلب از ضعف نتواند رسید — من بزور ناتوانی زنده ایم

هر شبی که بر سر داغم نهد طبیب — بر دارم و فتیلهٔ داغ دگر کنم

گشت چون رشتهٔ عمرم کوتاه ۱۲ سی سالگره فهمیدم

جای خود چون مهرهٔ شطرنج خالی میکنیم — دشمن ما می شود در خانهٔ ما میهمان

موی چون از سر جدا گردد نمیگردد سفید — عیش غربت مرد را پیوسته میدارد جوان

جستجو از بهر روزی باعث شرمندگی ست — زین خجالت آسیا انگشت دارد در دهان

کامیاب از جام وصلت غیر و من از رشک داغ — آب میگردد مرا در دیده او را در دهان

باسبکباران غنی پیوسته همراهی گزین — ره بساحل می برد کشتی بزور بادبان

کشاد کار خود نتوان طمع از آشنا کردن — کجا ناخن تواند بند از انگشت وا کردن

اعتبار نیست فطرت کید و ساعت بیش نیست — گردد آخر ته نشین دردی که شد بالانشین

چون شمع رسد گر سر سرکش بریدن — هرگز ندهد تن بتواضع زخمیدن

از سختی زمانه لب شکوه وا مکن — بر سنگ اگر چو سایه بیفتی صدا مکن

چاره سازان هم بکار خود غنی بیچاره اند — کی تواند بخیه زد سوزن بزخم خویشتن

مو گشت سپید و ریخت دندان — در صبح شود ستاره پنهان

از بسکه شعر گفتن شد مبتذل درین عهد — لب بستن ست اکنون مضمون تازه بستن

چشمم ز درد نرگس بنود چون صدف مرا — فیضی مگر ز عالم بالا رسد بمن

سیلی بخوری تا زکف اهل زمانه — چون مهرهٔ شطرنج مرو خانه بخانه

از تو شنده ره بگذر و سرگرم سفر باش — چون مور مشو بر سر پا کندهٔ دانه

از رشک کند باد صبا بر سر خود خاک — در زلف تو شد بند مگر ناخن شانه

عزت شاه و گدا زیر زمین یکسان ست ۱۳ میکند خاک برابر همه کس جا خالی

یک تن درین زمانه بیداغ ماتمی نیست — گردیم سیر عالم از ماه تا بماهی

ایمن مشو ز دشمن شد گرچه با تو همرنگ — آتش که خصم کاه ست دارد لباس کاهی

مدت شادی و غم نیست برابر بجهان — گریهٔ شمع شبی خندهٔ صبح ست دمی

زیبا است خوی آتش اولاد بولهب را ۱۴ تو ابن بوترابی باید که خاک باشی

غنی ز صدر نشینی گذشته و شادم — که هر کجا که روم هست جای من خالی

رباعیات

ای دل بخوری فریب ارباب دغا — غافل نشوی ز دشمن دوست نما

هر چند که آستین نماید فانوس — در کشتن شمع باشدش دست رسا

بر خیز غنی هوای فروردین ست — می نوش که وقت باده خوردن این ست

فصلی ست که آشیان مرغان چمن — از کثرت گل چون سبد گلچین ست

هوش ست که سرمایهٔ صد درد سر ست — فارغ بال آنکه از جهان بی خبر ست

در بیضه نمیکنند مرغان فریاد ۱۵ هر چند که بیضه از قفس تنگ تر ست

در فصل بهار پارسا نتوان شد — همصحبت ارباب ریا نتوان شد

فیضی نبرد هیچکس از زاهد خشک ۱۶ سیراب ز موج بوریا نتوان شد

انتخاب

از

کلیاتِ منیرؔ

نثر

منیر

سید محمد اسمٰعیل متخلص بہ منیر باپ کا نام سید احمد حسین متخلص بہ شاد تھا۔ شکوہ آباد مولد تھا۔ لیکن لکھنؤ۔ فرخ آباد۔ باندہ مین زیادہ تر رہنے کا اتفاق ہوا۔ کلب علی خان کے وقت مین رامپور کی بھی سیر کی تھی۔ بہت ذہین اور پُرگو شاعر تھے۔ انکی غزلون مین مطلع بہت ہوتے تھے۔ اور اشعار مین آمد کی شان ہوتی تھی کہتے چلے جاتے تھے۔ مین نے اکثر دن کو شیدا دیکھکر انکے کلام کا انتخاب کیا۔ مجھے انکے اشعار مین نشتر کم ملے کچھ بھی واقعات نگاری کی صفت انمین ضرور تھی اور ہمیشہ خود مصائب مین مبتلا رہے اسلیے اپنے حسب حال بہت کچھ لکھتے تھے بہتر لکھتے تھے۔ انکو زمانے کی گردش نے کالے پانی بھی پہنچایا تھا اسکے متعلق انکے کلام مین بھی تذکرہ ہے۔ وہ تذکرہ رنج و غم کی حکایت ہے اسلیے خواہ مخواہ دل پر اثر کرتا ہے۔ رباعیات مین دیکھیے کالے پانی مین جو تکلیف حقہ اور افیون نہ ملنے سے ہوئی اُسے کس خوبصورتی سے ادا کیا ہے۔ اپنی قید اور قید کے سفر کو جس با درد بیان کیا ہے وہ خاص انکا حصہ ہے۔ غزل مین انکا یہ شعر ؎ عجز و نخوت سے قدم حسب حد سے باہر رکھدیا + پاؤن پر سر مین نے اُسنے پاؤن سر پر رکھدیا۔ نیا مضمون ہے اور بندش بھی پیاری ہے۔ پھر کہتے ہین ؎ راہ مین صورت نقش کف پا رہتا ہون + ہر گھڑی مٹنے بگڑنے کو پڑا رہتا ہون۔ نرالا مضمون ہے اور بندش بھی اچھی ہے۔ بہر حال اُستادون مین انکا شمار ضرور ہے۔

غزلیات و ابیات

دل تو پژمردہ ہے داغِ غم گلستاں ہوں تو کیا
آنکھیں روتی ہیں وہاں زخم خنداں ہوں تو کیا

لاکھوں گلرو داغِ حسرت لیگئے زیرِ زمین
باغِ عالم میں اگر دو پھول خنداں ہوں تو کیا

داغِ غم دل پر اٹھا کر مرنے والے مر گئے
برجِ قبروں کے اگر سرو چراغاں ہوں تو کیا

مسجدیں ٹوٹی پڑی ہیں صومعہ ویران ہیں
یادِ حق میں ایک دو دلہاے سوزاں ہوں تو کیا

خانقاہیں منہدم ہیں بتکدہ آباد ہیں
رنج میں ہیں اہلِ دیں خوش اہلِ عصیاں ہوں تو کیا

لٹ گئے قصرِ مرصع کھد گئے زرین محل
رنج سے معمور اگر دلہاے ویراں ہوں تو کیا

نور کی خلوت میں پریاں ناچتی تھیں جس جگہ
اُس جگہ مشعل بکف غولِ بیاباں ہوں تو کیا

نخلبندانِ ریاضِ فیض و ہمت ہیں تباہ
پاسبانِ کشتِ خشت چند دہقاں ہوں تو کیا

یوسفوں سے ہوگئے بازار خالی ای فلک
زشت رویانِ جہاں اجناسِ دکاں ہوں تو کیا

دانہ دانہ کے لیے محتاج ہیں عالی گہر
اشکِ حسرت اپنے مرواریدِ غلطاں ہوں تو کیا

صوفیانِ صاف طینت واصلِ حق ہو گئے
خود نما دو چار ننگِ اہلِ عرفاں ہوں تو کیا

کاملوں کو کر دیا برباد تو نے اے فلک
چند نالائق ترے ممنونِ احساں ہوں تو کیا

منعم و فیاض ہیں محتاجِ نانِ خشک کے
خاکروبوں کو میسر خوانِ الواں ہوں تو کیا

بے کفن وہ ہیں کہ شانِ میرزائی جنمیں تھی
سوگ میں صد چاک داماں و گریباں ہوں تو کیا

بجھ گئیں شمعیں جلیں پروانے تو کیا فائدہ
اُڑ گئے پروانے شمعیں نور افشاں ہوں تو کیا

دیکھنے والے نہیں آئینے پھر کس کام کے
بے زلیخا شہر سارے یوسفستاں ہوں تو کیا

سختِ جان و بیحیا دو چار ہم سے جو رہے
ہر گھڑی پابندِ خوفِ عزت و جاں ہوں تو کیا

کھائے جاتی ہے انھیں بھی رات دن فکرِ معاش
روز لبہائے تاسف رزقِ دنداں ہوں تو کیا

یہ غزل ہے حسبِ حالِ دہر شل قطعہ بند
سست بینی صورتِ خوابِ پریشاں ہوں تو کیا

عجز و نخوت نے قدم جب حد سے باہر رکھدیا ۱ پاؤن پر سر مین نے اُسنے پاؤن سر پر رکھدیا

مرضِ عشق کے بدلے مرضِ سل ملتا کاش پتھر مجھے یارب عوضِ دل ملتا

کثرتِ غم سے سماتا نہ کبھی سینہ مین چھاتی پھٹ جاتی جو پتھر کو مرا دل ملتا

بعد مردن لحد مین گرتے ہین گھر تو لبتا ہر ہم اُجڑتے ہین

صبحدم گل سے کہتی ہر شبنم مل کے روتے ہین جو بچھڑتے ہین

حرم و دیر سے بچیے سالک دو کھنڈر راستے مین پڑتے ہین

ضعف پیری مین گر رہے ہین دانت ٹانکے اِس بخیہ کے اُدھڑتے ہین

لطف بچپن کے کھو رہا ہر شباب ساتھ کھیلے ہوئے بچھڑتے ہین

ہو مبارک منیر شادیِ وصل آج وہ میرے گھر مین پڑتے ہین

اے فلک مانگی تھین کس نے تجھ سے بھاری بیڑیان گیسوِ جانان کی پہنا پیاری پیاری بیڑیان

پاؤن کو دیتی ہین رنگِ خونِ جاری بیڑیان جنگلون مین کر رہی ہین لالہ کاری بیڑیان

ناتوانی مین دباتی ہین ہماری بیڑیان ہلکے سے ہلکے ہین ہم بھاری سے بھاری بیڑیان

سوے کلکتہ الہ آباد سے پیدل چلے چوب سو رلنگ پر سکھین سواری بیڑیان

ٹھوکرین کھاتی ہوئی آتی ہین ہر دم ساتھ ساتھ کسقدر رگڑیان اُٹھاتی ہین ہماری بیڑیان

ہم ہین پیدل راہ طولانی سفر ہے دور کا دیکھیے منزل ہو بھاری یا ہین بھاری بیڑیان

دو قدم بڑھکر نہ چلنے پائیے انکے ہاتھ سے پاشنہ کوب آئین آخر تک ہماری بیڑیان

دور کروادین خدا نے انڈمن مین خود بخود کرتی تھین برسون کی ناحق ذمہ داری بیڑیان

قطعِ زنجیرِ ستم کی ہر یہ تاریخ اے منیر کٹ گئین کیا لطف سے آپہی ہماری بیڑیان

راہ مین صورتِ نقشِ کفِ پا رہتا ہون ۲ ہر گھڑی بننے بگڑنے کو پڑا رہتا ہون

بلبلون کی محبت کا خلل جاسے تو جانین یہ پھانس کلیجے سے نکل جاے تو جانین

ہرچند کہ آوارہ بہت ہے دلِ وحشی باہر ترے کوچے سے نکل جاے تو جانین

دل سے کے تو خریدار نظر آتے ہین لاکھون — چٹکی سے کلیجہ کوئی مل جائے تو جانین
سو بار بلائے شب فرقت سے بچے ہین — آئی اگر آئی ہوئی ٹل جائے تو جانین
آنے دو منیر آئے اگر فصل بہاری — ہان نخل تمنا کبھی پھل جائے تو جانین

ترقی دو گے تم کب تک قد بالا کی شہرت کو — نکلوا دو گے شاید دونون عالم سے قیامت کو
کفن صبح وطن کا کبھی جو ملتا تو غنیمت تھا — بچھائے یا کوئی اوڑھے گلیم شام غربت کو
تری رفتار کے فتنون سے دنیا بھر گئی ساری — کہین سے آنے کا رستہ نہین ملتا قیامت کو
منیر اُٹھنے سے محفل لپیٹ جائین گے ہم کچھ ہو — سلام آخری ہو آج سے آداب صحبت کو

اے بے مثال آپ تو اپنی مثال دیکھ — ضد ہو تو آئینہ مین وقوع محال دیکھ
دن ہو گئے مہینے مہینے ہوئے برس ۲ — عبرت سے روزنامچۂ ماہ و سال دیکھ
اوقات کان پور مین ضایع نہ کر منیر — چل لکھنؤ مین صحبت اہل کمال دیکھ

تم اگر خوش ہو تو فرقت ہی سہی — عیش جانے دو مصیبت ہی سہی
بیکسی کا تو کہین نام مٹے — کوئی تو آئے قیامت ہی سہی
کیا بنا لین گے بگڑ کر مجھ سے — تیرے تیور مری قسمت ہی سہی
مل تو جائے گی کبھی چپ کی داد — کچھ نہ کہنا مری عادت ہی سہی
عیش سے گزری جوانی تو منیر — عہد پیری مین مصیبت ہی سہی

حال سابق نہ کہے اے دل دانا کوئی — اگلی باتون سے پھر آتا ہے زمانا کوئی
اے فلک یاد ہین طفلی و جوانی کے مزے — اگلے عہدون مین سے دے ڈال زمانا کوئی
مین بگڑ کر جو اٹھا غیرون سے ارشاد کیا — نہ بلانا نہ بلانا نہ بلانا کوئی
جوگیے کا ہے مزا تارک دنیا ہم ہین — مجلس فقر مین گائے نہ ستانا کوئی
سطربون پر یہی تاکید ہے غربت مین منیر — دیس کی چیز مرے آگے نہ گانا کوئی

کس طرف کوٹھے سے وہ مہ جلوہ گر ہو دیکھو — عید کا چاند آج کیا جانے کدھر ہو دیکھو

بال پکے عمر آخر ہو چلی اب آنکھ کھول / آفتاب آتا ہے سر پر دوپہر ڈھلنے کو ہے
جسم خاکی چھوڑ دے گی روح دامن جھاڑ کر / ایک جھٹکے میں جدا گرد سفر ہونے کو ہے
یوسف مضمون کو لائے فکر کہنہ اے منیر / یہ زلیخا نوجوان بار دگر ہونے کو ہے

آئی خاک اسکے رہگذر کی / یارب یہ ہوا چلی کدھر کی
بارے تہ تیغ یار نکلی / حسرت دم بھر میں عمر بھر کی
منہ ڈھانکو نہ وقت نزع ای جان / رخصت ہے اب آخری نظر کی
چلد و طرف نجف منیر اب / حاجت نہیں خضر راہ بر کی

کیا فقط میں ہی ہوں جفا کے لیے / منہ نہ کھلوا اپنے خدا کے لیے
صندل بوسے یار مفت نہ مانگ / درد پیدا کر اس دوا کے لیے
کربلا میں منیر کو مولا / جلد بلوائیے خدا کے لیے

بت بھی عاشق ہیں اپنی صورت کے / ای میں قربان تیری قدرت کے
آتے ہی چشم اہل دنیا میں / سو گئے پاؤں خواب غفلت کے
نہیں سنتا ہے ای منیر کوئی / ڈنکے بجتے ہیں کوس رحلت کے

صبح طالع ہوئی سو بھی اٹھے سونے والے / آفریں اے مرے بیدار نہ ہونے والے
آنکھیں کھو بیٹھتے ہیں ہجر میں رونے والے / پکّے داغوں کو چھڑا دیتے ہیں دھونے والے
اہل بستر کو گذر جاتی ہے کٹتے ہی میں رات / مست ہیں سایۂ دیوار کے سونے والے
ناز پروردہ ہیں آفت میں گرفتار منیر / تارے گنتے ہیں سر شام کے سونے والے

پیتے ہیں خون جگر پیٹ نہیں بھرتا ہے / کھا گئی تیرے نہ دیدوں کی نظر غم کو بھی
سخت جانی کے شب ہجر کٹھرے ہیں پہر / ہونٹھوں پر آکے ٹھہرنا نہ پڑے دم کو بھی

زرداروں کو اکسیر قناعت نہیں ملتی / جب تک نہ لٹے کوئی یہ دولت نہیں ملتی
طفلی کی جوانی میں بھی راحت نہیں ملتی / جو کھیل میں کھوئی ہے وہ دولت نہیں ملتی

مجھے سننے کو تو اے یار مری یاد رہے — گالیاں منہ مین رہین کانون مین فریاد رہے
یہی انصاف ہوا اے فصلِ بہاری تیرا — جال مین مرغ چمن باغ مین صیاد رہے
آنکھ پھرتے ہی تری مجھ سے خدائی پھر گئی — کیا مری برگشتہ بختی کی دُہائی پھر گئی

قصائد

اس انجمن مین کوئی دلِ شادمان نہ تھا — تھی اوجڑے گھر کی رات سوادِ جہان نہ تھا
جنسِ شباب کا یہ کبھی قدردان نہ تھا — کیا کہیے اب دوانہ ہمارا ایمان نہ تھا
جس بزم جان فزا مین ابھی کل کی بات ہو — خالی سرور سے دلِ پیر وجوان نہ تھا
فرشِ نفیس دامنِ نظارہ سے لطیف — ذی رتبہ میر فرش سے تاجِ شہان نہ تھا
اربابِ عیش کی کہون کیا خوش سلیقگی — وہ کون تھا کہ ہم سرِ شائستہ خان نہ تھا
صحبت برنگ خاطرِ اطفالِ روزِ عید — کمتر جوان تازہ سے پیرِ مغان نہ تھا
پریون کے جھنڈ تھے کہین جھرمٹ حسینون کے — محبوب جنکے آگے مہِ آسمان نہ تھا
فتنہ کے عطر کو سیر ہو بھی نہ تھی جب کہ — آشفتہ کوئی گیسوے عنبر فشان نہ تھا
چھائے ہوئے تھے جیسی رنگون کے قہقہے — جس سے شگفتہ تر چمنِ زعفران نہ تھا
جنگلی سجا سجا کے بلاتے تھے عیش کو — گانے کی دھوم تھی کہین نامِ فغان نہ تھا
مستانہ غزلین تھین طرب انگیز ٹھمریان — وہ کون تھا جو عاشقِ رقصِ بتان نہ تھا
وہ ناچ سحر کا وہ بتانا طلسم کا — وہ بھاؤ تھے کہ نرخِ مسرت گران نہ تھا
وہ بزم دلفریب تھی ایسی کہ رات بھر — رنج و ملال کے لیے رستا جہان نہ تھا
دیکھا اُسی طلسم خوشی کو جو صبحدم — جز جغد اور کوئی وہان نوحہ خوان نہ تھا
محفوظ اُنکے گوشۂ رحمت مین ہو شبیر — جنمین خدا مین فاصلۂ دو کمان نہ تھا

مجھے یہ فکر ہوا ہے چرخ کچھ تو منہ سے بول — کہ پھر رہا ہو زمانہ مین کیون تو ڈانوان ڈول
کسی جگہ کسی پہلو ٹھہر نہین سکتا — کھلا یہ حال کہ تو سر سے پاؤن تک ہو گول

نہ ڈھونڈہ مشتری جنس ہمت حاتم
مگر جواہر انصاف گردی کا سول

اگر تجھے طلب گوہر مطالب ہر
تو رُخ نکر طرف مصر و چین و استنبول

حضور کے درِ دولت پہ آکے سائل ہو
ٹھہرکے منطقۂ کہکشان کمر سے کھول

جناب کلب علی خان خدیو عالم فیض
بنے ہین قطرے گہر جسکے جود سے انمول

رت ہی برسات کی بہت پیاری
موج زن جھیلین ندیان ساری

بدلیان چھا رہی ہین گردن پر
زرد اودی سُنہری زنگاری

بجلیون کی چمک ہین ہر جا بل
جیسے روتھان بتان فرخاری

کیا ہری دوب جنگلون مین ہے
سبز مخمل سے بھی سوا پیاری

ہر طرف کھل رہے ہین گل بوٹے
جیسے شرمندہ باغ کی کیاری

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائین پروائی
لہرین لیتی ہین ندیان ساری

شفق سُرخ رنگ لائی ہر
لالہ گون ہے سپہر زنگاری

ننھی ننھی برستی ہین بوندین
روح پر ہوتی ہر خوشی طاری

کوکلا بگلہ کویلین طاؤس
اپنی تانین سُناتی ہین پیاری

قازین مرغابیان بطین سرخاب
جھیلون کے ساتھ کرتی ہین یاری

کھیت دھانون کے لیلے شاداب
کر رہے ہین نظر کی دلداری

عکس طوطی ہو جیسے آئینہ مین
پانی انمین ہے اس طرح جاری

سوندھی سوندھی زمین کی مٹی
بھینی بھینی چمن کی بو پیاری

سیر مچھی بھون کی جل کر دیکھ
کیا نمایان ہر قدرت باری

بارے آئی نجات کی باری
کھل گیا عقدۂ گرفتاری

ہمکو منصب ملا رہائی کا
قید کو جا بدادِ بیکاری

پاؤن کو چھوڑ بھاگے بارِ دوش
سر کو پشتارۂ گرانباری

کوچ ٹھہرا مقام غربت سے | اب وطن چلنے کی ہے تیاری
رخصت اے دوستانِ زندانی | الوداع اے غمِ گرفتاری
الرحیل اے مشقتِ ہر روز | الفراق اے ہجومِ ناچاری
دال چاول سے کہدو رخصت ہون | پانی مین ڈوبے یہ نمک کھاری
مچھلیون سے کہو مٹ کے سڑین | گھاس کھودے یہان کی ترکاری
چاہین ہر ہما لاسے حبا پانی | اہلِ آسام جنگلی تاتاری
اپنے دیدار سے معاف کرین | اپنی باتون سے دین سبکباری
کالے پانی سے ہوتے ہین رخصت | اشکِ شادی ہین آنکھون سے جاری
بیٹھتے ہین جہازِ دودی پر | اُٹھتے ہین لنگرِ گرانباری
السلام اے خروشِ بحرِ محیط | السفر اے سفینۂ جاری
سامنے ہر طرف سمندر ہے | سایۂ آسمانِ زنگاری
ہم سفر قافلہ ہین موجون کے | خضر اور نوح کی ہے سالاری
جامِ بلور ہر حباب مین ہے | عکس خورشید کی طلاکاری
دن کو خورشید کے زرافشانی | رات کو اوس کی گہرباری
بحرِ اخضر کی پستئی رنگت | فلکِ سبز کی ہے ہمواری
پانی کے اُٹھتے ہین بلند پہاڑ | اُس پہ آتی ہے موج کی باری
پانی پر چڑھ کے پانی بہتا ہے | قدرتِ حق کی ہے نموداری
نکلے دریائے شور سے صد شکر | بحرِ شیرین کی آگئی باری
نظر آیا سوادِ کلکتہ | شکر ہے شکر حضرتِ باری

مناجات

یہ عرض ہے تری درگاہ مین خداوندا | کہ تیرہ دل ہون نہایت گناہگار ہون مین

مکان ہے دل کافر سے تیرہ تر میرا ۔۔۔ سیاہ بخت ہوں یارب سیاہ کار ہوں میں
بلند ہے عرق انفعال کا طوفان ۔۔۔ وفور جرم سے اس درجہ شرمسار ہوں میں
یہ التجا ہے کہ بہر نبی و آل نبی ۔۔۔ معاف کر مجھے تیرا قصوروار ہوں میں
دل زمانہ تو رکھ صاف میری جانب سے ۔۔۔ اگرچہ آئینۂ دہر کا غبار ہوں میں
خلش کسی کی بھی دل میں نہ مجھ سے پیدا ہو ۔۔۔ اگرچہ گلشن عالم میں مثل خار ہوں میں
زبان چاہتی ہے مانگے مغفرت کی دعا ۔۔۔ صدا یہ آتی ہے دل سے خطا شعار ہوں میں
کسی کمال کا دعوی نہیں معاذ اللہ ۔۔۔ غرور خاک کروں ننگ روزگار ہوں میں
میرا کلام ہو مقبول اہل دل یارب ۔۔۔ ترے کرم سے بس اتنا امیدوار ہوں میں

قطعہ تاریخ

فرخ آباد اور یاران شفیق ۔۔۔ چھٹ گئے سب گردش تقدیر سے
آ گئے باندہ میں مقید ہو کے ہم ۔۔۔ سو طرح کی ذلت و تحقیر سے
جسقدر احباب مخلص تھے وہاں ۔۔۔ بار گذر کرتے تھے تدبیر سے
پر کہوں کیا کاوش اہل نفاق ۔۔۔ تھے وہ خونریزی پہ بڑھکر تیر سے
کچھ سند اللہ قید کے کہدوں اگر ۔۔۔ خون ٹپکے ہر لب تقریر سے
باندہ کے زندان میں لاکھوں ستم ۔۔۔ سہتے تھے ہم گردش تقدیر سے
کوٹھری تاریک یا مثل قبر ۔۔۔ تنگ تر تھی حلقۂ زنجیر سے
بول و غائط کی جگہ بستر کے پاس ۔۔۔ تھی نجس تر خانۂ خنزیر سے
کیا تیمم کیا وضو ممکن نہ تھا ۔۔۔ کیسے طاہر رہتے کس تدبیر سے
ترک افیون سے اذیت جو ہوئی ۔۔۔ ہے فزوں اندازۂ تحریر سے
سختی نزع یہودی و مجوس ۔۔۔ سہل تھی اس سختی تقدیر سے
کوٹھری میں گرمی دوزخ سے فزون ۔۔۔ دست و پا بدتر تھے آتشگیر سے

کانپتے تھے سو ستم سے رہا ہیں یوں | جیسے عریان سردی کشمیر سے
محنت و مزدوری و تکلیف و رنج | تھا زیادہ حیطۂ تحریر سے
اس جہنم کے سو کل سبکے سب | دشمنی رکھتے تھے بے تقصیر سے
قاتلِ اشراف و اہلِ علم تھے | رنج پہنچاتے تھے ہر تدبیر سے
جعل میں ڈھنگ بدیا میں سبکے بدل | اقتدار جان کو چھین لیں تزویر سے
پھر الہ آباد میں بھجوا دیا | ظلم سے تلبیس سے تزویر سے
ننگی تلواریں کبھی تھیں گرد و پیش | نوکیں سنگینوں کی بد تر تیر سے
جو الہ آباد میں گزرے ستم | ہاں فزوں تقریر سے تحریر سے
پھر ہوئے کلکتہ کو پیدل رواں | گرتے پڑتے پاؤں کی زنجیر سے
ہتھکڑی ہاتھوں میں بیڑی پاؤں میں پا | ناتوان تر قیس کی تصویر سے
راستے میں ظلمِ اعدا بےشمار | ہر گھڑی تھے شامتِ تقدیر سے
بے حواس و بے لباس و بے دیار | دل گرفتہ جورِ چرخِ پیر سے
نقشہ کلکتہ میں کھنچوایا مرا | رنگ منہ کا اڑ گیا تصویر سے
کالے پانی میں جو پہنچے یک بیک | کٹ گئی قیدِ ستم تقدیر سے
یہ کہی تاریخ ہم نے اے منیر | صاف نکلے خانۂ زنجیر سے

رباعیات

دم ناک میں عسرت سے مرا ہو کب تک | حقہ نہ ملے پینے کو اچھا کب تک
تا چند لپیٹوں دھجیاں غنچہ صفت | بہلا کروں پوستِ استخوان کب تک

دل آتشِ مطبخ سے جلانا ٹھہرا | غم کھانے سے بھی سوا یہ کھانا ٹھہرا
کیونکر طمع کی پھر دال گلے | اپنے ہاتھوں سے جب پکانا ٹھہرا

ہر چند کہ ہم دل کے کڑے ہوتے ہیں | جاڑے کے اگر صدمے بڑے ہوتے ہیں

سردی کا خوف دیکھو عریانی میں　کمل کے بھی رونگٹے کھڑے ہوگئے ہیں

ہر خارِ سرِ رہ کو نہ نشتر سمجھو　پھرتے ہو جو ننگے پاؤں بہتر سمجھو
نالش نہ کرو برہنہ پائی کی منیر　ہر آبلہ بوسے کے برابر سمجھو

لذت کی زبان سے جدائی ٹھہری　روکھے کھانے سے آشنائی ٹھہری
گھی کی صورت نظر نہیں آتی منیر　شیرِ کنجشک کی ملائی ٹھہری

پڑتی نہیں کانوں میں مزے کی باتیں　اب سنتے ہیں تجھ سے روکھی سوکھی باتیں
کہتا ہے منیر اسے لبِ نان یہ بتا　کیا ہوگئیں تری چکنی چپڑی باتیں

ہر طرح ہے راحت میں خلل ان روز دن　بے حقہ کے پڑتی نہیں کل ان روز دن
ہمدم ہوں میں دردِ آہ سوزاں سے منیر　تنجا کر لب ہے ناریل ان روز دن

تمباکو بھی ہوا ہے کڑوا ہم سے　رک رک کر بولتا ہے حقا ہم سے
برسات میں کس غضب کی گرمی ہے منیر ۵　جھلوانے لگی آگ بھی پنکھا ہم سے

حقہ اور دل کو تو میسر ہے بیان　پر دردِ جگر کا ہم و زبان پر ہے بیان
دیکھو یہ غضب ایک چلم تمباکو ۶　اک نافۂ مشک کے برابر ہے بہان

زندان میں تو ہم اسیرِ مجہول آئے　کس طور سے نیند حسبِ معمول آئے
گھر سے نکلے جو بیحواسی میں منیر ۷　خوابِ راحت پلنگ پر بھول آئے

پہلے ہوئی چھ روپے ہماری تنخواہ　پھر آٹھ سے دس ہوئی خدا ہے گواہ
ننانوے کا پھیر رہا قصبہ میں بھی　لاحول ولا قوۃ الا باللہ

ہر چند محاسبوں میں کم قیمت ہیں　پر قیدیوں کے کفیلِ کیفیت ہیں
لکھ دیتے ہیں رہائی و اسیری سب کی　ہم نقل نویسِ دفترِ قسمت ہیں

انتخاب

از

کلیاتِ مومن

و نثر

مومن

مومن خان نام۔ مومن تخلص۔ شیخون معجون مرکب تھا۔ شاہ عبد العزیز نے انکے پیدا ہونے کے وقت کان مین اذان دی اور انھین نے مومن خان نام رکھا۔ شاہ عبد القادر صاحب سے عربی کتابین پڑھین۔ پھر فن طب جو آبائی پیشہ تھا اسکی طرف توجہ کی اور کمال حاصل کیا۔ علم نجوم مین انکو ایسا ملکہ تھا کہ دور دور تک کوئی انکا مقابل نہ تھا۔ شروع شروع عاشقی کی طرف طبیعت مائل ہوئی۔ تمام دیوان انکا عاشقانہ مضامین سے بھرا ہوا ہے۔ پھر نوجوانی ہی مین طبیعت نے پلٹا کھایا مولوی محمد اسماعیل صاحب کے مرشد مولانا سید احمد صاحب بریلوی کے یہ مرید ہوئے اور آخر اخیر برگزیدگی مین شہرۂ آفاق ہوئے۔

یہ شاعر حافظہ کا بہت قوی تھا۔ شعر پڑھنے کا انداز نرالا رکھتا تھا۔ کسی امیر کی دربارداری کبھی نہ کی اور نہ کسی امیر کی مدح مین قصیدہ لکھا صرف ایک مرتبہ رئیس پٹیالہ کی مدح مین ایک قصیدہ لکھا وہ بھی مدحیہ نہین ہے شکریہ کے طور پر ہے رئیس نے ایک ہتھنی بلا طلب انکے نذر کی۔ انکی طبیعت غیور تھی اسکا صلہ سخن مین دیا۔ دلّی انکا مولد تھا۔ دلی سے باہر جانے کا بھی اتفاق ہوا۔ رامپور مین بھی یہ پہنچے تھے۔ راجہ کپورتھلہ نے تین سو روپیہ مہینے پر انھین بلایا تھا لیکن اس خیال سے کہ یہی تنخواہ ایک گویے کی بھی تھی نہ گئے۔ شرفائے دلی سے تھے اور بڑی عزت رکھتے تھے۔ سنہ ۱۲۶۸ ہجری وفات۔

غزلیات وابیات

لگے خدنگ جب اس نالۂ سحر کا سا — فلک کا حال نہ ہو کیا مرے جگر کا سا

نہ جاؤں گا کبھی جنت میں میں نہ جاؤں گا — اگر نہ ہووے گا نقشہ تمھارے گھر کا سا

خبر نہیں کہ اُسے کیا ہوا پر اُس در پر — نشان پائے نظر آتا ہے نامہ بر کا سا

دل ایسے شوخ کو مومن نے دیدیا کہ وہ ہے — محب حسین کا دل رکھے ہے شمر کا سا

اور ایسا کوئی کیا بے سر و ساماں ہوگا — کہ مجھے زہر بھی دیجئے گا تو احساں ہوگا

خواہش مرگ ہوا اتنا نہ ستانا ورنہ — دل میں پھر تیرے سوا اور بھی ارماں ہوگا

کیا ستاتے ہو کہ ہے ہجر میں جینا مشکل — تم سے بیرحم پہ مرنے سے تو آساں ہوگا

آخر امید ہی سے چارۂ حرماں ہوگا — مرگ کی آس پہ جینا شب ہجراں ہوگا

درد ہے جان کی عوض ہر رگ و پے میں ساری — چارہ گر ہم نہیں ہونے کے جو درماں ہوگا

دوستی اُس صنم آفت ایماں سے کرے — مومن ایسا بھی کوئی دشمن ایماں ہوگا

ٹانکنے چاک گریباں کو تو سو بار لگا — ہاتھ کٹواؤں جو آج سے اک تار لگا

تو کسی کا بھی خریدار نہیں ہے ظالم — سر فروشوں کا ترے کوچے میں بازار لگا

کعبہ سے جانب بت خانہ پھر آیا مومن — کیا کرے جی نہ کسی طرح سے زنہار لگا

زرد منہ دیکھلا دیا غم کا اثر دکھلا دیا — آج ہم نے اُسکو اپنا زور و زر دکھلا دیا

موت کے صدقے کہ وہ بے پردہ آئی لاش پر — جو نہ دیکھا تھا تماشا عمر بھر دکھلا دیا

نام الفت کا نہ لونگا جب تلک ہے دم میں دم — تو نے چاہت کا مزا اے فتنہ گر دکھلا دیا

دیکھیں گے مومن یہ ہم ایمان بالغیب آیگا — اُس بت پردہ نشین نے جلوہ گر دکھلا دیا

جوں نکہت گل جنبش ہی جی کا نکل جانا — اے باد صبا میری کروٹ تو بدل جانا

عشق انکی بلا جانے عاشق ہوں تو پہچانیں — لو مجھکو اطبّا نے سودے کا خلل جانا

دم نکلنے کی طاقت ہی بیمارِ محبت سے / اتنا بھی غنیمت ہے مومن کا [illegible]

تھے ہمین مومن کی خودداری پہ کیا کیا اعتماد / کیا خبر تھی یہ کہ یون محوِ بتان ہو جائیگا

بنے کیون کر کہ ہے سب کار اُلٹا / ہم اُلٹے بات اُلٹی یار اُلٹا

بے طاقتی سے مجھ مین نہین تابِ التفات / بیہودہ فکرِ جور دمِ امتحان ہے اب

پنجۂ شانہ سے تو زلفِ گرہ گیر نہ کھینچ / دل سے دیوانے کو مت چھیڑ یہ زنجیر نہ کھینچ

ہم تو بچتے نہین تا شام وہ آئے بھی تو کیا / اے دعائے سحری منتِ تاثیر نہ کھینچ

روزِ غم کون بھلا آن کے ہوتا ہے شریک / انتظارِ اثر اے نالۂ شبگیر نہ کھینچ

مومن آئینِ محبت مین کہ ہے سب جائز / حسرتِ حرمتِ صہبا و مزامیر نہ کھینچ

کھا گیا ہے غمِ بتان افسوس / گھل گئی غم کے مارے جان افسوس

میرے مرنے سے بھی وہ خوش نہ ہوا / جی گیا یون ہی رائگان افسوس

گلِ داغِ جنون کھلے بھی نہ تھے / آ گئی باغ مین خزان افسوس

موت بھی ہو گئی ہے پردہ نشین / راز رہتا نہین نہان افسوس

تھا عجب کوئی آدمی مومن / مر گیا کیا ہی نوجوان افسوس

قہر ہے موت ہے قضا ہے عشق / سچ تو یون ہے بری بلا ہے عشق

وصل مین احتمالِ شادیِ مرگ / چارہ گرِ دردِ بے دوا ہے عشق

ہمکو ترجیح تم پہ ہے یعنی / دل ربا حسن و جان ربا ہے عشق

اب تو دل عشق کا مزا چکھا / ہم نہ کہتے تھے کیون برا ہے عشق

قیس و فرہاد و وامق و مومن / مر گئے سب ہی کیا وبا ہے عشق

امتحان کے لیے جفا کب تک / التفاتِ ستم نما کب تک

مجھ پہ عاشق نہین ہے کچھ ظالم / صبر آخر کرے وفا کب تک

تمکو خو ہو گئی برائی کی / درگزر کیجیے بھلا کب تک

... اسود نہان ہی ... ستم سے ملین ... مومن اندیشۂ خدا کب تک

مردِ عشقِ ستیزہ کار ہے دل ... ملک الموت سے دوچار ہے دل
بسکہ مشتاقِ نازِ یار ہے دل ... ستم آموزِ روزگار ہے دل
وصلِ جانان نہین سواے خیال ... ہم ہین مایوس امیدوار ہے دل
شبِ ہجران کو سمجھے روزِ جزا ... مومن ایسا سیاہ کار ہے دل

کیا کرون کیون کر کرون ناصح رُکا جاتا ہی دل ... پیش کیا چلتی ہی اُس سے جسپر آجاتا ہی دل
چاہتا ہون مین تو مسجد مین رہون مومن مُبے ... کیا کرون بتخانہ کی جانب کھچا جاتا ہی دل

جو پہلے دن ہی سے دل کا کہا نہ کرتے ہم ... تو اب یہ لوگون کی باتین سنا نہ کرتے ہم
اگر نہ ہاتھ مین اُس دلربا کے دل دیتے ... تو دل پہ ہاتھ سدا دھر لیا نہ کرتے ہم
اُس آفتِ دل وجان پر اگر نہ مرجاتے ... تو اپنے مرنے کی ہردم دعا نہ کرتے ہم
اگر نہ دیکھتے وہ پیاری پیاری صورت آہ ... تو ایک ایک کے مُنہ کو تکا نہ کرتے ہم
جو غم بتون کا نہ ہوتا تری طرح مومن ... تو دیکھ چرخ کو ہے ہے خدا نہ کرتے ہم

کھانے تھے دل مین اب ملین گے کسی سے ہم ... پر کیا کرین کہ ہوگئے ناچار جی سے ہم
ہنستے جو دیکھتے ہین کسی کو کسی سے ہم ... منہ دیکھ دیکھ روتے ہین کس بیکسی سے ہم

کب چھوڑتے ہین اُس ستم ایجاد کے قدم ... سر ہے ہمارا اور ہین جلاد کے قدم

مانے نہ مانے نسخِ تلبیثہا سے دل کرون ... مین غیر تو نہین کہ تماشاے دل کرون
ہو جان بھی جا کے کچھ تو مداواے دل کرون ... کب تک مین دل پہ ہاتھ دھرا ہے دل کرون
چھٹتا ہی جیتے جی کوئی زنجیرِ زلف سے ... دیوانہ ہون کہ چارۂ سوداے دل کرون
اُس بت کو ترکِ دین سے نہین مومن اعتماد ... کیون کر نہ مین شکایتِ اغواے دل کرون

ہمزا ہو کر نمک کو بے وفا کہنے کو ہین ... کھُل گئے زخمون کے مُنہ کس کے بُرا کہنے کو ہین
دیکھا کس حال سے کس حال کو پہنچا دیا ... بخت تیرے عاشقون کے نارسا کہنے کو ہین

ہوگئے نام بتان سنتے ہی مومن بیقرار — ہم نہ کہتے تھے غنیمت ہے مومن کا بیان

ہوگئی گھر میں خبر ہے منع وہان جانا ہمین — وہ کبھی رسوا ہو خدا جس سے کیا رسوا ہمین

اس نام کے صدقے جسکی دولت — مومن رہون اور بتون کو چاہون

سو تو بیٹھے بٹھائے خراب اے مومن — لڑانہ اس بت خانہ خراب سے آنکھین

یہ قدرت صنعت مین کیا ہو نشان کو — کہ دے پٹکے زمین پر آسمان کو

وفا سکھلا رہے گا دل ہمارا — تمہاری خاطر نامہربان کو

دل مضطر کی بیتابی نے مارا — کہان سے لاؤن اس آرام جان کو

سن اے مومن یہ ایمان ہے ہمارا — نہ کہنا کفر ہے عشق بتان کو

وہ جو ہم مین تم مین قرار تھا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو — وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ جو لطف مجھ پہ تھے بیشتر وہ کرم کہ تھا مرے حال پر — مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ نئے گلے وہ شکایتین وہ مزے مزے کی حکایتین — وہ ہر ایک بات پہ روٹھنا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی ہم مین تم مین بھی چاہ تھی کبھی ہم سے تم سے بھی راہ تھی — کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جسے آپ گنتے تھے آشنا جسے آپ کہتے تھے باوفا — مین وہی ہون مومن مبتلا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

اے ناصحو آ ہی گیا وہ فتنہ ایام لو — ہم کو کہتے تھے بھلا اب تم تو دل کو تھام لو

کیا ٹھہر کے کب تک کوئی رہے اے آنسو کہ پی لون — منہ مجلس مین مرے آگے تم دست عدو سے جام لو

مومن تم اور عشق بتان اے پیر و مرشد خیر ہے — یہ ذکر اور منہ آپ کا صاحب خدا کا نام لو

چل پرے ہٹ مجھے نہ دکھلا منھ — اے شب ہجر تیرا کالا منھ

بات پوری بھی منھ سے نکلی نہین — آپ نے گالیون پہ کھولا منھ

شب غم کا بیان کیا کیجے — ہر بڑی بات اور چھوٹا منھ

جب کہا یار سے دکھا صورت — ہنس کے بولا کہ دیکھو اپنا منھ

پھر گئی آنکھ مثل قبلہ نما — جس طرف اس صنم نے پھیرا منھ

[illegible] سیاہ اسود نہاں ہیں چشمِ بتاں — بوسہ مومن طلب کرے کیا منہ

ہے صورتِ خاک جی لگنے کی جنت میں بھلا مومن — مری نظروں میں ہے شاہجہاں آباد کا نقشہ

خوشی نہ ہو مجھے کیونکر قضا کے آنے کی — خبر ہے لاش پہ اُس بیوفا کے آنے کی
نہ جانے کیوں دلِ مرغِ چمن کو لے گئی — بہار وضع تری مسکرا کے آنے کی
مجھے یہ ڈر ہے کہ مومن کہیں نہ کہتا ہو — تری تسلی کو روزِ جزا کے آنے کی

دفن جب خاک میں ہم سوختہ ساماں ہونگے — فلس ماہی کے گلِ شمع شبستاں ہونگے
ناوک انداز جدھر دیدۂ جاناں ہونگے — نیم بسمل کئی ہونگے کئی بیجاں ہونگے
تو کہاں جائے گی کچھ اپنا ٹھکانا کر لے — ہم تو کل خوابِ عدم میں شبِ ہجراں ہونگے
منتِ حضرتِ عیسیٰ نہ اٹھائیں گے کبھی — زندگی کے لیے شرمندۂ احساں ہونگے
ناصحا دل میں تو اتنا تو سمجھ اپنے کہ ہم — لاکھ ناداں ہوئے کیا تجھ سے بھی ناداں ہونگے
ایک ہم ہیں کہ ہوئے ایسے پشیماں کہ بس — ایک وہ ہیں کہ جنہیں چاہ کے ارماں ہونگے
پھر بہار آئی وہی دشت نوردی ہوگی — پھر وہی پاؤں وہی خارِ مغیلاں ہونگے
عمر ساری تو کٹی عشقِ بتاں میں مومن — آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہونگے

آج اُس بزم میں طوفان اُٹھا کے اُٹھے — یاں تلک روئے کہ اُسکو بھی رلا کے اُٹھے
جی ہی مانندِ نشانِ کفِ پا بیٹھ گیا — پاؤں کیا کوچہ سے اُس ہوش ربا کے اُٹھے
شعر مومن کے پڑھے بیٹھ کے اُسکے آگے — خوب احوالِ دلِ زار سنا کے اُٹھے

تسلی دمِ واپسیں ہو چکی — ہمیں ہوش کی جب نہیں ہو چکی
تعلق کشِ سخت جانی ہے پھر — امیدِ اجل آفریں ہو چکی
یہاں دم نہیں شوقِ قاتل کر — مری خوبی سے تری آفریں ہو چکی
کہیں میں ہی مومن وہ کافر صنم — بس اب پاسبانیِ دیں ہو چکی

کیونکر یہ کہیں منتِ اعدا نہ کریں گے — کیا کیا نہ کیا عشق میں کیا کیا نہ کریں گے

ہنس ہنس کے وہ مجھ سے ہی مرے قتل کی باتیں — اس طرح سے کرتے ہیں کہ گویا نہ کریں گے

کیا نامہ میں لکھوں دلِ وابستہ کا احوال — ۳ معلوم ہے پہلے ہی کہ وہ وا نہ کریں گے

رکھ لیویں گے پتھر نگراں سنگدلوں کو — چھاتی سے لگانے کی تمنا نہ کریں گے

بخشتی ہم سے شبِ جدائی کی — کتنی ہی طاقت آزمائی کی

کیوں برا کہتے ہو بھلا ناصح — میں نے حضرت سے کیا برائی کی

مومن آؤ تمھیں بھی دکھلا دوں — سیرِ بت خانہ میں خدائی کی

لچھی ریشم کی نہ ہاتھوں میں پہن — دیکھ نازک ہے کلائی تیری

پھر محبت میں مزا آتا ہے — کیوں نہ کھائیں ہائیں غم بھاتا ہے

کس سے پھر وعدہ وصلت ہے کہ دل — میرے ملنے کی قسم کھاتا ہے

پھر ہوں دیوانہ بجز کس کا — خار تلوے مرے سہلاتا ہے

پھر دل اک بت کو دیا مومن نے — کب وہ ان باتوں سے باز آتا ہے

جوش وحشت سے یہی تو اک دن — الجھیں گی زلفِ دوتا سے تیری

مومن اس بت سے بگڑنا ہی نہ تھا — بن چکی بات خدا سے تیری

واسوخت

اے ستمگر کہاں تلک بیداد — سرِ پامالِ عاشقِ ناشاد

تو دل دینا عدو کو حسبِ مراد — مر گیا تیرے ہاتھ سے فرہاد

فکرِ جور و سرِ جفا کب تک — بیوفا غیر سے وفا کب تک

اب بھی آ جانے دے دل آزاری — چھوڑ دے خودسری و خونخواری

دیکھ اچھی نہیں ستمگاری — نہ پڑے صبر نالہ و زاری

کہیں تو بھی نہ دل کو کھو بیٹھے — کہیں آنکھوں کو یوں نہ رو بیٹھے

کچھ زمانے کا اعتبار نہیں — دورِ گردوں پہ اختیار نہیں

گردش دہر پایدار نہیں | چرخ کو ایک دم قرار نہیں
ہو نہ جائے ہماری بات بڑی | کبھی دن ہے کبھی ہے رات بڑی
حسن آخر ہی بیوفا نہ رہے | چہرہ گلرنگ دبا صفا نہ رہے
شوخیِ ناز و شوق و ادا نہ رہے | لب شیرین میں کچھ مزا نہ رہے
شور اٹھے نہ خوش خرامی سے | نہ حلاوت ہو تلخ کامی سے
طرۂ یار سپید سا ہو جائے | کاکل ایک جان کی بلا ہو جائے
زلف کے بدلے قد دوتا ہو جائے | خوشنما چہرہ بدنما ہو جائے
آپ ہم کی عوض پریشان ہو | روئے آئینہ وار حیران ہو
تیغِ ابرو سے دل فگار نہ ہو | تیر مژگان جگر کے پار نہ ہو
خنجرِ غمزہ زخم پار نہ ہو | کوئی دنیا میں جان نثار نہ ہو
ایک قاق طبعِ نازنین پہ رہے | بے ارادے شکن جبین پہ رہے
کلفت آجائے ماہِ کامل میں | داغ رخ لالہ کے مقابل میں
غنچے ہو گلرخوں کی محفل میں | مثل سنبل شکن پڑیں دل میں
جلوہ بے بدل بدل جائے | زلفِ خوش خم کا بل نکل جائے
چھوڑنے کی مرے ندامت ہو | آپ کو دم بدم ملامت ہو
بیٹھتے اٹھتے ایک قیامت ہو | پھر ملے تجھ سے کس کی شامت ہو
یوں غضب میں رہے بلا میری | یہ مصیبت سہے بلا میری
فکرِ انجام سے نہ ہو انجان | مجھ سے ملتا تو سب کہنا مان
اس زمانے کو ظالم اپنا جان | دل میں اپنے ذرا سمجھ ناداں
کب تلک کوئی نامراد رہے | بھول جاؤں گا میں بھی یاد رہے
تابِ پرخاش ستمہائے نہاں کی حد بھی | قوتِ کشمکشِ آہ و فغاں کی حد بھی

دم میں اُس چشم سخن ساز کے آنا ہی نہ تھا
جور کم سہنے تجھے یہ قصہ بڑھانا ہی نہ تھا
اب بھی اے کاش کچھ ایسا ہو کہ جھگڑا جائے ۴
رحم آجائے اُسے یا مجھے صبر آجائے

خوب کرتے ہیں کہ وہ ظلم کیے جاتے ہیں
رنج دینے کو دل اور دن بھی لیے جاتے ہیں
دادِ بیرحمی و بیداد دیے جاتے ہیں
ہم بھی ایک اتنی توقع پہ جیے جاتے ہیں
کہ جو ہو ابکی ملاقات تو بدلا لے لیں
جبسے وہ خوب لیے جائیں تو طعنے دے لیں

چشمِ فتان نگہِ شوخ وہ شرما جائے
عرقِ شرم کے طوفان میں ڈوبا جائے
جی پہ کچھ ایسی بنے رخ پہ تغیر آجائے
بگڑے یہ چہرہ کہ مجھ سے بھی نہ دیکھا جائے
ہووے یہ رنگ کہ پھر منہ وہ دکھا ہی نہ سکے
سر کو زانو سے مری طرح اُٹھا ہی نہ سکے

اے چارہ گر اُچک کہ دمِ چارہ گری ہے
میں جان سے مرتا ہوں تجھے بیخبری ہے
کیوں پہلے ہی درمان سے یقین بے اثری ہے
اپنی سی تو کر دیکھ عبث نسخہ دری ہے
ہو جاؤں میں جانبر تو تری ناموری ہے
یوں دعوی بے مرفہ تو بیہودہ سری ہے
گر ہم سے مریضوں کی دوا ہو تو جانے
بیمارِ محبت کو شفا ہووے تو جانے

ہر چند کہ درمان ہی نہیں عشق بتان کا
زخمِ دلِ مجروح پہ لگتا نہیں ٹانکا
مرنا قلق ہجر میں بچنا ہی ہے یہاں کا
پر شکر ہوا سہل علاج اپنی تو جان کا
وہ حال نہیں ہے دلِ بیتاب و توان کا
تھمتا نظر آتا ہے لہو زخم نہان کا
تاثیرِ دوا اب تری کر جائے تو کر جائے
ہر چند کہ ناسور ہے بھر جائے تو بھر جائے

یعنی کہ دل اُس دشمنِ جانی سے پھرا اب
گو تھا مرض الموت پہ ممکن ہے شفا اب
بیتابیِ جان نہیں آزار فزا اب
سینے سے مرے ہاتھ جدا ہونے لگا اب
وہ عشق کی خاطر ہے نہ وہ پاسِ وفا اب
وہ فتنہ کی الفت ہے نہ وہ شوقِ بلا اب
کچھ کام نہیں پیچ و خمِ زلفِ دوتا سے
کھایا کرے بل سیکڑوں اب میری بلا سے

ایک عمر تلک زیست سے بیزار رہا میں
سر مشقِ غم و وقفِ صد آزار رہا میں

... کے پرہیز سے بیمار رہا میں — بے جرم جفاؤں کے سزاوار رہا ہوں

کیا کیا نہ مصیبت میں گرفتار رہا میں — افسردہ دل گرمیِ اغیار رہا ہوں

آخر تپشِ اس آتشِ خاموش میں آئی — جان گرمیِ غیرت سے غضب جوش میں آئی

متفرقات

ساقی مےِ سرخ رائیگان ہے — خم بھرے کہ چشم خونفشان ہے

اٹھے بھی نہ تھے کہ گر پڑے ہم — کیا لغزشِ پا زبان زبان ہے

اے ہمدمِ جان نواز تجھ سے — کیا دل کی کہوں میں دل کہان ہے

لو چھوڑ مجھے چلا گیا دل — ہے اس سے زیادہ بیوفا دل

دیتا ہون دم ایسے فتنہ گر پہ — انصاف سے دیکھنا مرا دل

اس چشم نے کر دیا خراب آہ — تھا ورنہ بہت ہی پارسا دل

اے محرمِ راز کیا کہون میں — کس آفتِ جان سے لگا دل

دن پھرتے کہین اگر مرے بھی — کیا گردشِ روزگار ہوتا؟

اے پند شعار ہوش مین آ — کوئی بھی ہے آپ خوار ہوتا

ہم کاہے کو دل کو جانے دیتے ۵ اپنا اگر اختیار ہوتا

ساقی نامہ

ساقیا زہر پلا دے مجکو — شربتِ مرگ چکھا دے مجکو

ہان سیہ مستی حرمان پہ نگاہ — دے وہ مے یعنی کفِ مار سیاہ

تلخیِ یاسِ عیادت کب تک — حسرتِ ذوقِ شہادت کب تک

کیا ذرا سودۂ الماس نہین — سمِ ہلاہل ترے کچھ پاس نہین

گر یہان ہے تو اٹھا لا جلدی — اور نہین پاس تو جا لا جلدی

کیا خمارِ خفقان ہے ظالم — بس چلا جی تو کہان ہے ظالم

بھر دے اک جام کہ مر جاؤن ابھی — بھول کر آپ مین آؤن نہ کبھی

کاسۂ عمر کا بھرنا اچھا | ایسے جینے سے تو مرنا اچھا
کاش مر جاؤن کہ چین آئے کہین | بد دماغی سے سر زیست نہین
کب تلک نزع کی حالتین رہون | کب تلک یون ستم مرگ سہون
کب تلک چشم سے خون ہو جاری | کب تلک درد کرے دلداری
عمر برباد نہ جائے ای کاش | دل کی آئی مجھے آئے ای کاش
ہائے یہ ظلم سہا کیونکر جائے ۶ | مین جیون اور مرا دل مرجائے
جان ہمہ رنج و سراپا غم ہے | رنج سا رنج ہے غم سا غم ہے؟
دیکھتا ہون عجب احوال اپنا | کیا ہون کس سے کہون حال اپنا
درد ہجران سے سبھی کو ہے فراغ | بات پوچھے کوئی یہ کسکو دماغ
سب ہین بیدرد الفین کسکا غم ہے | غم دون کا کسی کو کیا غم ہے
کون پوچھے ہے کسی کا احوال | جانتے ہم ہین سبھی کا احوال
کون سنتا ہے فغان درویش ۷ | قہر درویش بجان درویش
کوئی ناشاد ہو یا ہو ناکام | اپنے سب خوش ہین کسی کو کیا کام
کوئی ہمدم ہے نہ دمساز مرا | کوئی محرم ہے نہ ہمراز مرا
کوئی اتنا نہین جو حال سنے | ہتو جو ہو کچھ احوال سنے
کوئی اتنا نہین جو چارہ کرے ۸ | چارہ سوس آوارہ کرے
چارہ گر ہو نہ سکے فکر تو ہو | وصل جانان نہ سہی ذکر تو ہو
ماجرا سنکے مرا رونے لگے | روتے دیکھے تو ذرا رونے لگے
سینۂ چاک کا گر ہو نہ رفو ۹ | ٹانکے سے چاک گریبان تو کبھو
چشم خونریز سے خون پاک کرے | پیرہن ساتھ مرے خاک کرے
دل ہو مضطر تو نہ آرام سے وہ | مین جو تڑپون تو ذرا تھام لے وہ

ترحم سا کچھ تیرے پہلو رکھدے | سر کو ٹیکون تو وہ زانو رکھدے
کچھ کرے بات ذرا بہلائیے | جی کسی ڈھب سے مرا بہلائیے
ہائے مین ڈھونڈھ کے لاؤن کسکو | ماجرا اپنا سناؤن کسکو
کون میرا مگر اپنا ہون مین | عاشق بیکس و تنہا ہون مین
اس تکلم سے یہ مطلب ہے مرا | جو سُنے سمجھے وہ افسانہ مرا
گو کہین ہو وہ کسی جا ہووے | دل مین پر درد ذرا سا ہووے
ہو یہ سمجھ سا وہ نہ ہو دیوانہ | تا سُنے سمجھے مرا افسانہ
اُسکو پہنچا ہو جدائی کا درد | تا وہ جانے کہ ہے اسمین کیا درد
ماجرائے غم ہجران سمجھے | سرگزشت شب ہجران سمجھے
بات کچھ میری زبانی سُن لے | غور سے ساری کہانی سُن لے
سب مضامین و معانی سوچے | مطلب راز نہانی سوچے
نہ کہانی نہ یہ ہے افسانہ | داد و بیداد ہے مظلومانہ

رباعیات

مومن شوق گناہگاری کب تک | اے تیرہ درون سیاہ کاری کب تک
ہان اپنے خدا کو باز آ پھر خدا | اے دشمن دین بتون سے یاری کب تک
جو یہ ہے بخار کا سبب ہر نہ کہو | یہ بات جگر سوز غضب ہے نہ کہو
معلوم نہین تمکو طبیبو احوال | جلتا ہون یہ کہنے سے کہ تپ ہے نہ کہو
کب تک ربط بتان دلجو کی نباہ | کب تک فکر حصول حشمت و جاہ
آتا ہے یہ جی مین چھوڑ سب کچھ مومن | ایک کونے مین بیٹھے کیجے اللہ اللہ
مومن یون بھی کسی پہ مرتا ہے کوئی | اس طرح بھی جان سے گزرتا ہے کوئی
خود کام کیا دل سمجھ کے تونے دیا | نادان ایسا بھی کام کرتا ہے کوئی

انتخاب

از

کلیاتِ میر تقی

دیوان۔ اوّل[۱]۔ دوم[۲]۔ سوم[۳]۔ چہارم[۴]۔ پنجم[۵]۔ ششم[۶]

اہل نشتر

محمد تقی نام - میر تخلص - شرفاے اکبر آباد سے تھے - یہ وہ شاعر ہے جسکو سخن کا جگت اُستاد کہنا چاہیے - ذوق لکھتا ہے -

ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا   ہوا پر نہوا میر کا انداز نصیب

غالب کہتے ہیں -

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ   آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

باپ کے مرنے پر خان آرزو کے پاس جو انکے سوتیلے ماموں تھے دلی آگئے اور وہیں پرورش پائی - دلی میں انکی بڑی قدر ہوئی خود شاہ عالم اور اُنکے دربار کے امرا اور شرفا انکی تعظیم کرتے تھے لیکن خالی تعظیم سے انکا کام نہ چلا یہ دلی سے لکھنؤ پہنچے - لکھنؤ میں انکی بڑی عزت ہوئی - رفتہ رفتہ نواب آصف الدولہ تک رسائی ہوئی اور دو سو روپیہ مہینہ مقرر ہو گیا - مزاج کے یہ چڑچڑے تھے بد دماغی اور نازک مزاجی نے دربار شاہی کی حاضری سے روکا اور گوشہ نشینی میں فقر و فاقہ سے زندگی کے دن پورے کرنے لگے - سو برس کی عمر میں ۱۲۲۵ھ ہجری میں فوت ہوئے -

---

غزلیات و ابیات

اُلٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا — دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا
عہد جوانی رو رو کاٹا، پیری میں لیں آنکھیں موند — یعنی رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا
یاں کے سفید و سیہ میں ہمکو دخل جو ہے سو اتنا ہے — رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جوں توں شام کیا
میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو اس نے تو — قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا تب ترک اسلام کیا

چمن میں گل نے جو کل دعویٔ جمال کیا — جمالِ یار نے منہ اُسکا خوب لال کیا
فلک نے آہ تری رہ میں ہمکو پیدا کر ۱ — برنگِ سبزۂ نورستہ پائمال کیا
لگا نہ دل کو کہیں، کیا سُنا نہیں تونے — جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا

وہ اک روش سے کھولے ہوئے بال ہو گیا — سنبل چمن کا مفت میں پامال ہو گیا
الجھاؤ پڑ گیا جو ہمیں اُسکے عشق میں ۲ — دل سا عزیز جان کا جنجال ہو گیا
دعویٰ کیا تھا گل نے ترے رخ سے باغ میں — سیلی لگی صبا کی سو منہ لال ہو گیا
قامت خمیدہ رنگ شکستہ بدن نزار — تیرا تو میر غم میں عجب حال ہو گیا

اتنا نہ تجھ سے ملتے، نہ دل کو کھو کے روتے — جیسا کیا تھا ہم نے، ویسا ہی یار پایا
کیا اعتبار یاں کا پھر اُسکو خوار دیکھا — جس نے جہاں میں آکر کچھ اعتبار پایا
آہوں کے شعلے جس جا اُٹھتے تھے میر سے شب — واں جا کے صبح دیکھا مشتِ غبار پایا

ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا — دل ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا
وہ کج روش نہ ملا مجھ سے راستے میں کبھی — نہ سیدھی طرح سے اُس نے مرا سلام لیا
مزا دکھائیں گے بے رحمی کا تری صیاد — گر اضطراب اسیری نے زیرِ دام لیا
اگرچہ گوشہ گزیں ہوں میں شاعروں میں میر — پہ میرے شور نے روئے زمیں تمام لیا

دل سے شوقِ رُخِ نکو نہ گیا — جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا

ہر قدم پر تھی اُسکی منزل پر / سر سے سودا سے جستجو نہ گیا

سب گئے ہوش و صبر و تاب و توان / لیکن اے داغ دل سے تو نہ گیا

دل مین کتنے مسودے تھے ولے / ایک پیش اُسکے رو برو نہ گیا

سبحہ گردان ہی میر ہم نو رہے / دست کوتاہ تا سبو نہ گیا

راہِ دورِ عشق مین روتا ہی کیا / آگے آگے دیکھیے ہوتا ہی کیا

قافلے مین صبح کے اک شور ہے / یعنے غافل ہم چلے سوتا ہی کیا

غیرتِ یوسف ہی یہ وقتِ عزیز / میر اُسکو رایگان کھوتا ہے کیا

بارہا گور دل جھکا لایا / اب کی شرطِ وفا بجا لایا

دل کہ بس ایک قطرۂ خون ہی / ایک عالم کے سر بلا لایا

دل مجھے اُس گلی مین لیجا کر ۳ / اور بھی خاک مین ملا لایا

اب تو جاتے ہین بتکدے سے میر / پھر ملین گے اگر خدا لایا

غم رہا جب تک کہ دم مین دم رہا / دل کے جانے کا نہایت غم رہا

جامۂ احرام زاہد پر نہ جا / تھا حرم مین جب بھی نامحرم رہا

میرے رونے کی حقیقت جسمین تھی ۴ / ایک مدت تک وہ کاغذ نم رہا

صبحِ پیری شام ہونے کو ہی میر / تو نہ چیتا یان بہت دن کم رہا

دل عشق کا ہمیشہ حریفِ نبرد تھا / اب جس جگہ کہ داغ ہی یان آگے درد تھا

دل کی شکستگی سے ڈرائے رکھا ہمین / وان چین جبین پر آئی کہ یان رنگ زرد تھا

عاشق ہین ہم تو میر کے بھی ضبطِ عشق کے / دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا

دیکھ آرسی کو یار ہوا محو ناز کا / خانہ خراب ہو جیو آئینہ ساز کا

اس لطف سے نہ غنچۂ نرگس کھلا کبھو / کھلنا تو دیکھ اُس مژۂ نیم باز کا

کوتاہ تھا فسانہ جو مر جاتے ہم شتاب / جی پر وبال سب ہے یہ عمرِ دراز کا

میر جی آج مسجد جامع کے تھے امام
داغ شراب دھوتے تھے کل جانماز کا

پھرتا ہے زندگی کے لیے آہ خوار کیا؟
اس وہم کے نمود کا ہے اعتبار کیا؟

کیا جائیں ہم اسیر قفس زاد اے نسیم
گل کیسے باغ کہتے ہیں کسکو بہار کیا؟

عاشق کے دل سے رکھ نہ تسلی کی چشم داشت
ہے برق پارہ یہ اسے آوے قرار کیا؟

آخر زمانہ سازی سے کھویا نہ وقر میر
یہ اختیار تم نے کیا روزگار کیا؟

یار ہے میر کا مگر گل سا
کہ سحر نالہ کش ہے بلبل سا

کب تھی جرات رقیب کی اتنی
تم نے بھی کچھ کیا تغافل سا

اک نگہ ایک چشمک ایک سخن،
اسمین بھی تمکو ہے تامل سا

بارے مستوں نے ہوشیاری کی
دیکھے کچھ محتسب کا منھ کھل سا

تو نے زنجیر پائی میر مگر
رات سنتے رہے ہیں ہم غل سا

ہوئیں رسوائیاں جسکے لیے چھوڑا دیار اپنا
ہوا وہ بے مروت بیوفا ہرگز نہ یار اپنا،

اگرچہ خاک اُڑائی دیدۂ تر نے بیابان کی
وے نکلا نہ خاطر خواہ رونے سے غبار اپنا

گیا وہ بوجھ سب ہلکے ہوئے ہم میر آخر کو
مناسب تھا نہ جانا اس گلی میں بار بار اپنا

چاک کر سینہ دل کو پھینک دیا
کھینچیے ایذا ہمیشہ کس کی بلا؟

تمکو جیتا رکھے خدا اے یار
مر گئے ہم تو کرتے کرتے وفا

اُٹھ گیا میر لو وہ بالین سے
پھر مری جان مجھ میں کچھ نہ رہا

ہر جا بھرا غبار ہمارا اُڑا ہوا
تیری گلی میں لائی صبا تو بجا ہوا

آہ سحر نے دل کی نہ کھولی گرہ کبھی
آخر نسیم سے بھی یہ غنچہ نہ وا ہوا

وہ میر اثر جو شورش دل میں تھے ہیں کہاں؟
نالے کیے جرس نے بہت سے تو کیا ہوا؟

عید آئندہ تک رہے گا گلا
ہو گئی عید تو گلے نہ ملا

ڈوبے لوہو میں دیکھتے سر خار
حیف کوئی بھی آبلہ نہ چھلا

میر افسردہ دل چمن میں پھرا — غنچۂ دل کہیں نہ اسکا کھلا

دل نے ہمکو مثال آئینہ — ایک عالم کا روشناس کیا

صبح تک شمع سر کو دھنتی رہی ۵ کیا پتنگے نے التماس کیا

مفت آبروے زاہد علامہ لے گیا — اک مغبچہ اتار کے عمامہ لے گیا

داغ فراق و حسرت وصل آرزوے شوق — میں ساتھ زیر خاک بھی ہنگامہ لے گیا

مہر کی تجھ سے توقع تھی ستمگر نکلا ۶ موم سمجھے تھے ترے دل کو سو پتھر نکلا

جیتے جی آہ ترے کوچے سے کوئی نہ پھرا — جو ستم دیدہ رہا جاکے سو مر کر نکلا

اشک تر قطرۂ خون، لخت جگر، پارۂ دل — ایک سے ایک عدد آنکھ سے بہتر نکلا

ہم نے جانا تھا لکھے گا تو کوئی حرف اے میر — پر ترا نامہ تو اک شوق کا دفتر نکلا

کیا اس نے نشے میں مجکو مارا؟ — اتنا بھی تو بے خبر نہ ہوگا

دنیا کی فکر تو خدا سنگاری — اس سے کبھو بہرہ ور نہ ہوگا

دل و دماغ ہے اب کس کو زندگانی کا — جو کوئی دم ہے تو افسوس ہی جوانی کا

اگرچہ عمر کے دس دن یہ لب رہے خاموش — سخن رہے گا سدا میری کم زبانی کا

کچھ نہ دیکھا پھر بجز یک شعلۂ پر پیچ و تاب ۷ شمع تک ہم نے تو دیکھا تھا کہ پروانا گیا

دور تجھ سے میر نے ایسا تعب کھینچا کہ شوخ — کل جو دیکھا میں نے وہ مطلق نہ پہچانا گیا

شرکت شیخ و برہمن سے میر — کعبہ و دیر سے بھی جائے گا

اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جدا مسجد — میر ویرانے میں بنائے گا

حسرت اسکی جگہ تھی خوابیدہ ۸ میر کا کھول کر کفن دیکھا

کھلا نشہ میں جو پگڑی کا پیچ اسکے میر — سمند ناز کو اک اور تازیانہ ہوا

آنکھوں میں جی مرا ہے ادھر یار دیکھنا — عاشق کا اپنے آخری دیدار دیکھنا

آنکھیں چرائیو نہ تم ابر بہار سے — میری طرف بھی دیدۂ خونبار دیکھنا

جو اس شور سے میر روتا رہیگا ۔ تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا
مجھے کام رونے سے اکثر ہے ناصح ۔ تو کب تک مرے منہ کو دھوتا رہے گا

نہ جانوں میر کیوں ایسا ہی چپکا ۔ نمونہ ہے یہ آشوب و بلا کا
کروں دن ہی سے رخصت ورنہ شب کو ۔ نہ سونے دیگا شور اس بینوا کا

روتے پھرتے ہیں ساری ساری رات ۔ اب یہی روزگار ہے اپنا
دے کے دل ہم جو ہو گئے مجبور ۔ اس میں کیا اختیار ہے اپنا

کیا کہیں کچھ کہا نہیں جاتا ۔ اب تو چپ بھی رہا نہیں جاتا
کب تری رہ میں میر گرد آلود ۔ لوہو میں آ نہا نہیں جاتا

آنسو مری آنکھوں میں ہر دم جو نہ آجاتا ۔ تو کام مرا اچھا پردے میں چلا جاتا
اصلح ہے حجاب اُسکا ہم شوق کے ماروں سے ۔ بے پردہ جو وہ ہوتا تو کس سے رہا جاتا

میں تو حیران ہوں کس کس کا گلا تجھ سے کروں ۔ بدگمانی کا تغافل کا ترے کینے کا
میر کی نبض پہ رکھ ہاتھ لگا کہنے طبیب ۔ آج کی رات یہ بیمار نہیں جینے کا

جانے کا نہیں شور سخن کا مرے ہرگز ۔ تا حشر جہان میں مرا دیوان رہے گا
جس سر کو غرور آج ہے یاں تاجوری کا ۔ کل اُس پہ یہیں شور ہے پھر نوحہ گری کا

بیتاب جی کو دیکھا، دل کو کباب دیکھا ۔ جیتے رہے تھے کیوں ہم جو یہ عذاب دیکھا
حالِ دل میر کا رو رو کے سب اے ماہ سنا ۔ شب کو القصہ عجب قصہ جانکاہ سنا

جا پھنسا دامِ زلف میں آخر ۔ دل نہایت ہی بے تامل تھا
بن پوچھے کرم سے وہ جو بخش نہ دیتا تو ۔ پرسش میں ہماری ہی دن حشر کا ڈھل جاتا
مارا زمیں میں گاڑا تب اُسکو صبر آیا ۔ اس دل نے ہمکو آخر یوں خاک میں ملایا
پوچھو تو میر سے کیا کوئی نظر پڑا ہے ۔ چہرہ اُتر رہا ہے کچھ آج اُس جوان کا
لایا مرے مزار پہ اُسکو یہ جذبِ عشق ۔ جس بیوفا کو نام سے بھی میرے ننگ تھا

اے تو کہ یاں سے عاقبتِ کار جائیگا — غافل نہ رہ کہ قافلہ یک بار جائیگا

کیا کہوں کیسا ستم غفلت سے مجھ پر ہو گیا — قافلہ جاتا رہا میں صبح ہوتے سو گیا

آخانہ خرابی اپنی مت کر — قحبہ ہے یہ اس سے گھر نہ ہو گا

دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے؟ — یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

عالم میں کوئی دل کا طلبگار نہ پایا — اس جنس کا یاں ہم نے خریدار نہ پایا

دل سے آنکھوں میں لہو آتا ہے شاید راتکو — کشمکش میں بیقراری کے یہ پھوڑا اچھل گیا

سخت کافر تھا جس نے پہلے میر — ۱۰ مذہبِ عشق اختیار کیا

دُکھ اب فراق کا ہم سے سہا نہیں جاتا — پھر اس پہ ظلم یہ ہے کچھ کہا نہیں جاتا

وصل و ہجران یہ جو دو منزل ہیں راہِ عشق کی — دلِ غریب ان میں خدا جانے کہاں مارا گیا

چارۂ عشق بجز مرگ نہیں کچھ اے میر — اس مرض میں ہے عبث فکر تجھے درماں کا

معیشت ہم فقیروں کی سی اخوانِ زماں سے کر — کوئی گالی بھی دے تو کہہ بھلا بھائی بھلا ہوگا

کب تلک یہ ستم اُٹھائیے گا — ایک دن یوں ہی جی سے جائیے گا

ایسے بتِ بے مہر سے ملتا بھی ہے کوئی — دل میر کو بھاری تھا جو پتھر سے لگایا

دل کی کچھ قدر کرتے رہنا تم — ۱۱ یہ ہمارا بھی ناز پرور تھا

بے زری کا نہ کر گلہ غافل — ۱۲ رکھ تسلی کہ یوں مقدر تھا

لذت سے نہیں خالی جانوں کا کھپا جانا — کب خضر و مسیحا نے مرنے کا مزا جانا

تیغِ ستم سے اُسکی مرا سر جُدا ہوا — شکرِ خدا کہ حقِ محبت ادا ہوا

طریق خوب ہے آپس میں آشنائی کا — نہ پیش آوے اگر مرحلہ جدائی کا

نہ وہ آئے نہ جائے بیقراری — کسی دن میر یونہیں مر رہوں گا

گرچہ امیدِ اسیری پہ یہ ناشاد آیا — دامِ صیاد کا ہوتے ہی خدا یاد آیا

کیا کہوں میں میر اپنی سرگذشت — ابتدائے قصہ میں وہ سو گیا

ایک عالم ہے کشتہ اُس لب کا　　الغرض آسپہ دانت ہی سب کا

آنسو آتا ہے کب نہین آتا　　خون آتا ہے جب نہین آتا

دور بیٹھا غبار میرؔ اس سے　　عشق بین یہ ادب نہین آتا

جو کہو تم سو ہے بجا صاحب　　ہم بُرے ہی سہی بھلا صاحب

بندگی ایک اپنی کیا کم ہے　　اور کچھ تم سے کہتے کیا صاحب

کس نے سن شعرِ میرؔ یہ نہ کہا　　کہیو پھر ہائے کیا کہا صاحب

اندوہ سے ہوئی نہ رہائی تمام شب　　مجھ دل زدہ کو نیند نہ آئی تمام شب

کہتے ہین آگے تھا بتون مین رحم　　۱۳ ہے خدا جانیے یہ کب کی بات

ہوتی ہے گرچہ کہنے سے یارو پرائی بات　　پر ہم سے تو تھمتی نہ کبھی مُنھ پر آئی بات

نہ پڑھا خط کو یا پڑھا قاصد　　آخرِ کار کیا کہا قاصد؟

گر پڑا خط تو تجھ پہ حرف نہین　　یہ بھی میرا ہی تھا لکھا قاصد

سر اُٹھاتے ہی ہو گئے پامال　　سبزۂ نو دمیدہ کے مانند

فکرِ تعمیر مین نہ رہ منعم　　زندگانی کی کچھ بھی ہے بنیاد

تسکین اپنے دل کی جو پاتا نہین کہین　　جز صبر اور کیا کرے بیچارہ دردمند

غیرون سے یہ اشارے ہم سے چھپا چھپا کر　　پھر دیکھنا ادھر کو آنکھین ملا ملا کر

ہر گام سدِ رہ تھی بت خانے کی محبت　　کعبے تلک تو پہنچے لیکن خدا خدا کر

نخچیر گہ مین تجھ سے جو نیم کشتہ چھوٹا　　حسرت نے اُسکو آخر مارا لٹا لٹا کر

اک لطف کی نگہ بھی ہم نے نہ چاہی اُس سے　　رکھا ہمین تو اُس نے آنکھین دکھا دکھا کر

ناصح مرے جنون سے آگہ نہ تھا تو ناحق　　گو دڑ کیا گریبان سارا سلا سلا کر

مین منع میرؔ تجکو کرتا نہ تھا ہمیشہ　　کھوئی نہ جان تو نے دل کو لگا لگا کر

ہم بھی پھرتے ہین اک حشم لیکر　　دستۂ داغ و فوجِ غم لیکر

دل پہ کب اکتفا کرے ہے عشق
جائے گا جان بھی نہ غم [illegible]

میر صاحب بھی چوکے اس بد عہد
ورنہ دیتا تھا دل قسم لے کر

نہ دعوی تیرے آنے کا نہ کچھ امید طالع سے
۱۴ دل بیتاب کو کس منھ سے کہیے کچھ تحمل کر

میر صاحب زمانہ نازک ہے
۱۵ دونوں ہاتھوں سے تھامیے دستار

دل وہ نگر نہیں کہ پھر آباد ہو سکے
پچھتاؤ گے ضرور یہ بستی اوجاڑ کر

جی میں تھا اس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے میر
پر جب ملے تو رہ گئے ناچار دیکھ کر

وہ سر چڑھا ہے اتنا اپنی فروتنی سے
کھویا ہمین نے اسکو ہر لحظہ پاؤن پڑ کر

شکوہ آبلہ ابھی سے میر
۱۶ ہے پیارے ہنوز دلی دور

ناز و عتاب و خشم کہان تک اٹھائیے
یارب کبھی تو ہم پہ اُسے مہربان کر

ہوتا نہین ہے باب اجابت کا وا ہنوز
بسمل پڑی ہے چرخ پہ میری دعا ہنوز

احوال نامہ بر سے مرا سنکے بول اٹھا
جیتا ہے وہ ستمزدہ مہجور کیا ہنوز

بے بال و پر اسیر ہون کنج قفس مین میر
جاتی نہین ہے سر سے چمن کی ہوا ہنوز

دل جلون پر روتے ہین جنکو ہے کچھ سوز جگر
شمع رکھتی ہے ہماری گور پر ماتم ہنوز

آگے جب اس آتشین رخسار کے آتی ہے شمع
پانی پانی شرم مفرط سے ہوئی جاتی ہے شمع

آتی ہے مجلس مین تو فانوس مین آتی ہے شمع
وہ سراپا دیکھ کر پردے مین جلجاتی ہے شمع

محبت نے شاید کہ دی دل کو آگ
دھوان سا ہے کچھ اس نگر کی طرف

شوق ہی تو ہے اسکا گھر نزدیک
دور ہی رہ ہے راہ پر نزدیک

آہ کرنے مین دم کو سادھے رہ
۱۷ کہتے ہین دل سے ہے جگر نزدیک

توشۂ آخرت کی فکر رہے
جی کے جانے کا ہے سفر نزدیک

دور پھرنے کا ہم سے وقت گیا
پوچھ کچھ حال بیٹھ کر نزدیک

مر بھی رہ میر شب بہت رویا
ہے مری جان اب سحر نزدیک

مدت ہوئی گھٹ گھٹ کے ہمین مرتے ہی تنہا   واقف نہ ہوا کوئی اس اسرار سے اب تک
کیا جانیے ہوتے ہین سخن لطف کے کیسے   پوچھا نہین اُسنے تو ہمین پیار سے اب تک

جیسے شب آگ سا دیکھا شُلگتے   اُسے پھر خاک ہی پایا سحر تک
گلی تک تیری لایا تھا ہمین شوق   کہان طاقت کہ اب پھر جایئن گھر تک

فصل خزان مین سیر جو کی ہم نے جا کے گل   چھانی چمن کی خاک نہ تھا نقش پائے گل
اللہ رے عندلیب کی آواز دل خراش   ۱۸ جی ہی نکل گیا جو کہا اُس نے ہائے گل
بلبل ہزار جی سے خریدار اسکی ہے   ۱۹ اے گلفروش کر تو سمجھ کر بہائے گل
گلچین سمجھ کے چنیو کہ گلشن مین میر کے   لخت جگر پڑے ہین نہین برگہائے گل

کھنچتا ہے اُس طرف ہی کو بے اختیار دل   دیوانہ دل بلا زدہ دل بے قرار دل
کچھ جانتا ہے دل کسے کہتے ہین دل ہے کیا   آتا ہے جو زبان پہ ترے بار بار دل

طریق عشق مین ہے رہنما دل   پیمبر دل ہے قبلہ دل خدا دل
قیامت تھا مروت آشنا دل   موے پر بھی مرا اسمین رہا دل
رُکا اتنا خفا اتنا ہوا تھا   کہ آخر خون ہو ہو کر بہا دل

کون کہتا ہے منھ کو کھولو تم   کاشکے پردے ہی مین بولو تم
حکم آب روان رکھے ہے حسن   بہتے دریا مین ہاتھ دھو لو تم
جب میسر ہو بوسہ اُس لب کا   جُھکے ہی ہو رہو نہ بولو تم
رات گزری ہے سب تڑپتے میر   آنکھ لگ جاے گر تو سو لو تم

آئے تو ہو طبیبو تدبیر گر کرو تم   ایسا نہ ہو کہ میرے جی کا ضرر کرو تم

ہوتا ہے شوق وصل کا انکار سے زیاد   کب تجھ سے دل اُٹھاتے ہین تیری نہین سے ہم

زضعف دست بدیوار دادہ آمدہ ام   بہر دو گام زمانے ستادہ آمدہ ام

یارو مجھے معاف رکھو مین نشے مین ہون   اب دو تو جام خالی ہے دو مین نشے مین ہون

ایک ایک قطرہ دور میں یونہیں مجھے بھی دو
جامِ شراب پُر نہ کرو میں نشے میں ہوں

مستی سے درہمی ہے مری ہر کلام میں
جو چاہو تم بھی مجھکو کہو میں نشے میں ہوں

یا ہاتھوں ہاتھ لو مجھے مانندِ جامِ مے
یا تھوڑی دور ساتھ چلو میں نشے میں ہوں

معذور ہوں جو پاؤں مرا بے طرح پڑے
تم سرگراں تو مجھ سے نہ ہو میں نشے میں ہوں

نازک مزاج آپ قیامت ہیں میر جی
جوں شیشہ میرے منہ نہ لگو میں نشے میں ہوں

ہوئے سہتے سہتے جفا کاریاں
کوئی ہم سے سیکھے وفاداریاں

ہماری تو گزری اسی طور عمر
یہی نالہ کرنا یہی زاریاں

کہاں تک یہ تکلیفِ مالا یطاق
ہوئیں مدتوں ناز برداریاں

نہ بھائی ہماری تو قدرت نہیں
کھچیں میر تجھ ہی سے یہ خواریاں

عشق میں جی کو صبر و تاب کہاں
اس سے آنکھیں لگیں تو خواب کہاں

ہستی اپنی ہے بیچ میں پردہ
ہم نہ ہو دیں تو پھر حجاب کہاں

گریۂ شب سے سرخ ہیں آنکھیں
مجھ بلانوش کو شراب کہاں

عشق کا گھر ہے میر سے آباد
ایسے پھر خانماں خراب کہاں

جانے والوں میں واں کے ہم بھی ہیں
ساتھ اس کارواں کے ہم بھی ہیں

جس چمن زار کا ہے تو گلِ تر
بلبل اس گلستاں کے ہم بھی ہیں

وجہِ بیگانگی نہیں معلوم
۲۰ تم جہاں کے ہو واں کے ہم بھی ہیں

اس سرے کی ہے پارسائی میر
معتقد اس جواں کے ہم بھی ہیں

اس گلشنِ دنیا میں شگفتہ نہ ہوا میں
ہوں غنچۂ افسردہ کہ مردودِ صبا ہوں

تب گرمِ سخن کہنے لگا ہوں میں کہ اک عمر
جوں شمع سرِ شام سے تا صبح جلا ہوں

سینہ تو کیا فضلِ الٰہی سے بھی اب چاک
ہے وقتِ دعا میر کہ اب دل کو لگا ہوں

اب آنکھوں میں خوں دمبدم دیکھتے ہیں
نہ پوچھو جو کچھ رنگ ہم دیکھتے ہیں

جو بے اختیاری یہی ہے تو قاصد | ہمین آگے اُسکے قدم دیکھتے ہین
کہان تک بھلا روؤگے میر صاحب | اب آنکھون کے گرد اک ورم دیکھتے ہین

خوش نہ آئی تمھاری چال ہمین | یون نہ کرنا تھا پائمال ہمین
حال کیا پوچھ پوچھ جاتے ہو | کبھی پاتے بھی ہو بحال ہمین؟
وجہ کیا ہے کہ میر منہہ پہ ترے | نظر آتا ہے کچھ ملال ہمین

مدعی مجکو کھڑے صاف بُرا کہتے ہین | چپکے تم سُنتے ہو بیٹھے اسے کیا کہتے ہین؟
دیکھ کر اُن کو بجا دل نہین رہتا ہرگز | لوگ جو کچھ انھین کہتے ہین بجا کہتے ہین
حسن تو ہے ہی کرو لطفِ زبان بھی پیدا | میر کو دیکھو کہ سب لوگ بھلا کہتے ہین

دفتر نہین کہانی نہین مثنوی نہین | کیا شرحِ سوزِ عشق کرون مین زبان نہین
اپنا ہی ہاتھہ سر پہ رہا اپنے یان سدا | مشفق کوئی نہین ہے کوئی مہربان نہین
اس عہد کو نہ جانیے اگلا سا عہد میر | وہ دور اب نہین وہ زمین آسمان نہین

کس جگہ جاؤن الٰہی کیا دوا پیدا کرون | دل تو کچھ بیٹھا ہی جاتا ہے کرون تو کیا کرون
خاک اُڑاتا اشک افشان ہین جو آنکلا تو پھر | دشت کو دریا کرون بستی کو اک صحرا کرون
کعبے جانے سے نہین کچھ شیخ مجکو اتنا شوق | چال وہ بتلا کہ مین دل مین کہی کچھ جا کرون

جور کیا کیا جفائین کیا کیا ہین | عاشقی مین بلائین کیا کیا ہین
گہ نسیم صبا ہے گاہ سموم | اس چمن مین ہوائین کیا کیا ہین
منظرِ دیدہ قصرِ دل اے میر | شہرِ تن مین بھی جائین کیا کیا ہین

میکشی صبح و شام کرتا ہون | فاقہ مستی مدام کرتا ہون
کوئی ناکام یون رہے کب تک | مین بھی اب ایک کام کرتا ہون
یا تو لیتا ہون دادِ دل یا رب | کام اپنا تمام کرتا ہون

بیکلی بیخودی کچھ آج نہین | ایک مدت سے وہ مزاج نہین

ہم نے اپنی سی کی بہت لیکن — مرضِ عشق کا علاج نہیں
شہرِ خوبی کو خوب دیکھا میر — جنسِ دل کا کہیں رواج نہیں

متصل روتے ہی رہیے تو بجھے آتشِ دل ۲۲ — ایک دو آنسو تو اور آگ لگا دیتے ہیں
بے خبری سے تری بزم میں ہم ناصح بیٹھے — نیک و بد کوئی کہے بیٹھے سنا کرتے ہیں

چاک دامن ہزار جا سے گریباں صبح میر ۲۳ — کیا کہہ گئی نسیمِ سحر گل کے کان میں

ایک فقط ہے سادگی تس پہ بلائے جاں ہے تو — عشوہ کرشمہ کچھ نہیں آن نہیں ادا نہیں

دن نہیں رات نہیں صبح نہیں شام نہیں — وقت ملنے کا مگر داخلِ ایام نہیں

کہے ہے ہر کوئی اللہ میرا — عجب نسبت ہے بندہ میں خدا میں

کاشکے دل دو تو ہوتے عشق میں — ایک رہتا ایک کھوتے عشق میں
دیکھے ہیں کیا کیا ڈھلکتے ہم نے اشک — میٹھے موتی سے پروتے عشق میں

تعارف ہمصفیروں سے نہیں کچھ — ہوا ہوں ایک مدت میں رہا میں

سب سرگزشت سن چکے اب چپکے ہو رہو — آخر ہوئی کہانی مری تم بھی سو رہو
اتنا سیاہ خانۂ عاشق سے تنگ کیا — کتنے دنوں میں آئے ہو یاں رات تو رہو
خطرہ بہت ہے میر رہِ صعبِ عشق میں — ایسا نہ ہو کہیں کہ دل و دیں کو کھو رہو

بد زبان ہو جیسے خوش اسلوب ہو — کیا کہیں جو کچھ کہ ہو تم خوب ہو
ایسا شہرِ حسن سے ہے تازہ رسم — دوستی باہم جہاں معیوب ہو

نہ سمجھا گیا کھیل قدرت کا ہم سے — کیا اس کو بد خو بنا کر نکو رو
رہے آبرو میر تو ہے غنیمت — کہ غارت میں دل کی ہوا ہے ابرو

یاد جب آتی ہے وہ زلفِ سیاہ — سانپ سا چھاتی پہ پھر جاتا ہے آہ
یار کا وہ ناز اپنا یہ نیاز — دیکھیے ہوتا ہے کیونکر یوں نباہ
شیخ تو نے خوب سمجھا میر کو — واہ وا اے بے حقیقت واہ واہ

ظالم یہ کیا نکالی رفتار رفتہ رفتہ | اس چال پر چلے گی تلوار رفتہ رفتہ
چاہت میں دخل مت دے زنہار آرزو کو | کر دے ہے دل کی خواہش بیمار رفتہ رفتہ
گر بتکدے میں جانا ایسا ہی میر جی کا | تو تارِ سبحہ ہوگا زنار رفتہ رفتہ

لطف کیا ہر کسی کی چاہ کے ساتھ | چاہ وہ ہے جو ہو نباہ کے ساتھ
وقت کڑھنے کے ہاتھ دل پر رکھ | جان جاتی رہے نہ آہ کے ساتھ
میر سے تم برے ہی رہتے ہو | کیا شرارت ہے خیرخواہ کے ساتھ

ہم جانتے تو عشق نہ کرتے کسی کے ساتھ ۲۴ لیجاتے دل کو خاک میں اس آرزو کے ساتھ

فقیرانہ آئے صدا کر چلے ۲۵ میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے
شفا اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی | کہ مقدور تک تو دوا کر چلے
وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لیے ۲۶ ہر اک چیز سے دل اٹھا کر چلے
بہت آرزو تھی گلی کی ترے ۲۷ سو یاں سے لہو میں نہا کر چلے
جبیں سجدہ کرتے ہی کرتے گئی | حقِ بندگی ہم ادا کر چلے
پرستش کی یاں تک کہ اے بت تجھے | نظر میں سبھوں کی خدا کر چلے
نہ دیکھا غمِ دوستاں شکر ہے | ہمیں داغ اپنا دکھا کر چلے
کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر ۲۸ جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے؟

غالب کہ یہ دل خستہ شبِ ہجر میں مر جائے | یہ رات نہیں وہ جو کہانی میں گزر جائے
ہے طرفہ مفتن نگہ اس آئینہ رو کی | اک پل میں کرے سیکڑوں خون اور مکر جائے
نہ بتکدہ ہے منزلِ مقصود نہ کعبہ | جو کوئی تلاشی ہو ترا آہ کدھر جائے
ہر صبح جو خورشید ترے منہ پہ چڑھا تھا | ایسا نہ ہو یہ سادہ کہیں جی سے اتر جائے
ہم تازہ شہیدوں کو نہ آ دیکھنے نادان | دامن کی تری زہ کہیں لوہو میں نہ بھر جائے
مت بیٹھ بہت عشق کے آزردہ دلوں میں | نالہ کسی مظلوم کا تاثیر نہ کر جائے

اس ورطے سے تختہ جو کوئی پہنچے کنارے — تو میرؔ وطن میرے بھی شاید یہ خبر جاے
نہین وسواس جی گنوانے کے — ہاے رے ذوق دل لگانے کے
میرے تغیرِ حال پر مت جا ۲۹ — اتفاقات ہین زمانے کے
دمِ آخر ہی کیا نہ آنا تھا — اور بھی وقت تھے بہانے کے
اس کدورت سے ہم سمجھتے ہین — ڈھب ہین یہ خاک مین ملانے کے
بس ہین دو برگِ گل قفس مین صبا ۳۰ — نہین بھوکے ہم آب و دانے کے
دل و دین ہوش و صبر سب ہی گئے — آگے آگے تمھارے آنے کے
مژہ ابرو نگہ سے اسکے میرؔ — کشتہ ہین اپنے دل لگانے کے

دل جو بن بیقرار رہتا ہے — آج کل مجکو مار رہتا ہے
دل کو مت بھول جانا میرے بعد — مجھ سے یہ یادگار رہتا ہے
دور مین چشمِ مست کے تیرے — فتنہ بھی ہوشیار رہتا ہے
ہر گھڑی رنجش ایسی باتون مین — کوئی اخلاص و پیار رہتا ہے؟
بے ترے ہم ہین تنگ جینے سے — مرنے کا انتظار رہتا ہے
کیون نہووے عزیز دلہا میرؔ — کس کے کوچے مین خوار رہتا ہے

کیا کرون شرح خستہ جانی کی — مین نے مر مر کے زندگانی کی
حالِ بد گفتنی نہین میرا — تم نے پوچھا تو مہربانی کی
تشنہ لب مر گئے ترے عاشق — نہ ملی ایک بوند پانی کی
جس سے کھوئی تھی نیند میرؔ نے کل ۳۱ — ابتدا پھر وہی کہانی کی

کس غم مین مجکو یارب یہ مبتلا کیا ہے؟ — دل ساری رات جیسے کوئی ملا کیا ہے
تھوڑے سے دلون سے ہون مین افسردہ کچھ وگرنہ — پھوڑا سا دل بغل مین برسون جلا کیا ہے
اس گل کی اُوڑ اپنا تب منہ کیا ہی مین نے — جب آشنا لبون سے صلِّ علیٰ کیا ہے

ہے منہ پہ میر کے کیا گردِ ملال تازہ   یہ خاک مین ہمیشہ یونہین رلا گیا ہے

گئے جی سے چھوٹے بتون کی جفا سے   یہی بات ہم چاہتے تھے خدا سے
وہ اپنی ہی خوبی سے رہتا ہے نازان   مرے یا جیے کوئی اسکی بلا سے
طبیبِ سُبک عقل ہرگز نہ سمجھا   ہوا دردِ عشق آہ دونا دوا سے
نہ شکوہ شکایت نہ حرفِ حکایت   کہو میر جی آج کیون ہو خفا سے؟

بات شکوہ کی ہم نے گاہ نہ کی   ۳۲   بلکہ دی جان اور آہ نہ کی
واہ اے عشق اُس ستمگر نے   جان فشانی پہ میر واہ نہ کی
جس سے تھی چشم ہم کو کیا کیا میر   اس طرف اُس نے اک نگاہ نہ کی

یارب کوئی ہو عشق کا بیمار نہ ہووے   مر جاوے ولے اُسکو یہ آزار نہ ہووے
زندان مین پھنسے طوق پڑے قید ہین مر جاے   پر دامِ محبت مین گرفتار نہ ہووے
صحراے محبت مین قدم دیکھ کے رکھ میر   یہ سیر سرِ کوچہ و بازار نہ ہووے

شب گئے تھے باغ مین ہم ظلم کے مارے ہوئے   جان کو اپنی گلِ مہتاب انگارے ہوئے
گور پر میری پس از مدت قدم رنجہ کیا   خاک مین مجکو ملا کر مہربان بارے ہوئے
پھرتے پھرتے عاقبت آنکھین ہماری مُند گئین   سو گئے بیہوش تھے ہم راہ کے مارے ہوئے

جن جن کو تھا یہ عشق کا آزار مر گئے   اکثر ہمارے ساتھ کے بیمار مر گئے
یون کانون کان گل نے نہ جانا چمن مین آہ   سر کو پٹک کے ہم پسِ دیوار مر گئے
صد کاروان وفا ہے کوئی پوچھتا نہین   گویا متاعِ دل کے خریدار مر گئے

ہے یہ بازارِ جنون منڈی ہے دیوانون کی   ۳۳   یان دُکانین ہین جگر چاک گریبانون کی
سرگزشتین نہ مری سُن کہ اُچٹتی ہے نیند   ۳۴   خاصیت یہ ہے مری جان ان افسانون کی
میکدے سے تو ابھی آیا ہے مسجد مین میر   ہو نہ لغزش کہین مجلس ہے یہ بیگانون کی

جس جگہ دورِ جام ہوتا ہے   وان یہ عاجز مدام ہوتا ہے

ہم تو اک حرف کے نہیں ممنون — کیسا خط و پیام ہوتا ہے
میر صاحب بھی اُسکے ہاں تھے پر — جیسے کوئی غلام ہوتا ہے

ادھر سے ابر اٹھ کر جو گیا ہے — ہماری خاک پر بھی رو گیا ہے
مصائب اور تھے پر دل کا جانا — عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے
سرہانے میر کے آہستہ بولو ۳۵ ابھی یہ روتے روتے سو گیا ہے

بہار آئی ہے غنچے گل کے نکلے ہیں گلابی سے — نہال سبز جھومے ہیں گلستان میں شرابی سے
بہت رویا نوشتے پر میں اپنے دیکھ قاصد کو — کہ سر ڈالے غریب آتا تھا خط کی بیجوابی سے
مبادا اکار دان جا بار ہے تو صبح سوتا ہے — بہت ڈرتا ہون مین اے میر تیری دیر خوابی سے

کب تلک احوال یہ جب کوئی تیرا نام لے — عاشق بیحال دونوں ہاتھ سے دل تھام لے
شاخ گل تیری طرف جھکتی جو ہے اے مست ناز — چاہتا ہے تو بھی میرے ہاتھ سے اک جام لے
ہمنشین کہہ مت بتون کی میر کو تسبیح ہے — کام کیا اس ذکر سے انکو خدا کا نام لے

کار دل اس مہ تمام سے ہے — کاہش اک روز مجھکو شام سے ہے
کوئی تجھ سا بھی کاش تجھکو ملے — مدعا ہمکو انتقام سے ہے
سہل ہے میر کا سمجھنا کیا ؟ — ہر سخن اُسکا اک مقام سے ہے

نہین ملتا سخن اپنا کسی سے — ہماری گفتگو کا ڈھب جدا ہے
دل بیتاب آفت ہے بلا ہے — جگر سب کھا گیا اب کیا رہا ہے
نگاہین گرد سر پھرنے تو بولا — تمھارا میر صاحب سر پھرا ہے

اُس شوخ و ستمگر کو کیا کوئی بھلا چاہے — جو چاہنے والے کا ہر طور برا چاہے
کعبے گئے کیا کوئی مقصد کو پہنچتا ہے — کیا سعی سے ہوتا ہے جب تک نہ خدا چاہے
ہم میر ترا مرنا کیا چاہتے تھے لیکن — رہتا ہے ہوئے بن کب جو کچھ کہ ہوا چاہے

مدت سے تو دلون کی ملاقات بھی گئی — ظاہر کا پاس تھا سو مدارات بھی گئی

[illegible]ن مین آئی تھی اُسکی شبِ وصال — باہم رہی لڑائی سو وہ بات بھی گئی

پھرتے ہین میر خوار کوئی پوچھتا نہین — اس عاشقی مین عزت سادات بھی گئی

تب ایک گھڑی اُٹھائی گئی ہم کڑے رہے — ایک ایک سخت بات پہ برسون لڑے رہے

اب کیا کرین نہ صبر ہے دل کو نہ جی مین تاب — کل اُس گلی مین آٹھ پہر بس پڑے رہے

کچھ موجِ ہوا پیچان اے میر نظر آئی — شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی

دلی کے نہ تھے کوچے اوراقِ مصور تھے ۳۶ جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی

تمنائے دل کے لیے جان دی — سلیقہ ہمارا تو مشہور ہے

بہت سعی کرنے سے مر رہیے میر ۳۷ بس اپنا تو اتنا ہی مقدور ہے

منعِ گریہ نکر تو اے ناصح — اسمین بے اختیار ہین ہم بھی

میر نام اک جوان سُنا ہوگا — اسی عاشق کے یار ہین ہم بھی

آسیرش بیچا ہے تجھے جن سے ہمیشہ — وہ لوگ ہی آخر تجھے بدنام کرینگے

گر دل ہے یہی مضطرب الحال تو اے میر — ہم زیر زمین بھی بہت آرام کرین گے

نازکی ان ہونٹون کی کیا کہیے — پنکھڑی اک گلاب کیسی ہے

میر ان نیم باز آنکھون مین — ساری مستی شراب کیسی ہے

گریہ ہر وقت کا نہین بے وجہ ۳۸ دل مین کوئی غم نہانی ہے

رنج کھینچے تھے داغ کھائے تھے ۳۹ دل نے صدمے بڑے اُٹھائے تھے

کرے کیا کہ دل بھی تو مجبور ہے ۴۰ زمین سخت ہے آسمان دور ہے

خوب تھے وہ دن کہ ہم تیرے گرفتارِ وفا تھے — غمزدون اندوہ گینون ظلم کے مارون مین تھے

ہم خامشون کا ذکر تھا شب اُسکی بزم مین — نکلا نہ حرفِ خیر کسی کی زبان سے

کیا کہا مین نے فلک کا کہ تجھے — خاک ہی مین ملائے جاتا ہے

کبھی میر اُس طرف آکر جو چھاتی کوٹ جاتا ہے — خدا شاہد ہے اپنا تو کلیجہ ٹوٹ جاتا ہے

ہین چراغ صبح گاہی ہون نسیم — مجھ سے اک دم کے لیے کیا دشمنی؟

سب مزے درکنار عالم کے — یار جب ہم کنار ہوتا ہے

جون جون بڑھاپا آتا ہے ہم جاتے ہین اٹھتے — کس مٹی کا نہ جانیے اپنا خمیر ہے

نسبت اُس آستان سے کچھ ہونی — برسون تلک ہم نے جبہ سائی کی

ابکی دل اسنے بچ گیا تو کیا — چور جاتے رہے کہ اندھیاری

سوائے سنگدلی اور کچھ ہنر بھی ہے؟ — بتون دلون مین تمھارے خدا کا ڈر بھی ہے؟

دیکھتا ہون تو کام ہے میرا — اول عشق ہی مین آخر ہے

لوٹ مشہور ہے کافر اگر ایمانون کی — ادھر آیئے کبھی تو بستی ہے مسلمانون کی

مثنوی دریاے عشق

عشق ہے تازہ کار تازہ خیال — ہر جگہ اُسکی اک نئی ہے چال
دل مین جا کر کہین تو درد ہوا — کہین سینہ مین آہ سرد ہوا
کہین آنکھون سے خون ہو کے بہا — کہین سر مین جنون ہو کے رہا
کہین رونا ہوا ندامت کا — کہین ہنسنا ہوا جراحت کا
گہ نمک اسکو داغ کا پایا — گہ پتنگا چراغ کا پایا
کہین باعث ہو دل کی تنگی کا — کہین موجب شکستہ رنگی کا

کہین عشاق کی نیاز ہوا — کہین اندوہ جان گداز ہوا
کہین بے نسبت کو لگائی آگ — کہین تیغ و گلو مین رکھی لاگ
کبھی افغان مرغ گلشن تھا — کبھی قمری کا طوق گردن تھا
ایک عالم مین دردمندی کی — ایک محفل مین جا سپندی کی
نمک چشم سینہ ریشان ہے — نگہ یاس مہر کیشان ہے
جسکو ہوا اسکی التفات نصیب — ہے وہ مہمان چند روزہ غریب
ایسی تقریب ڈھونڈھ لاتا ہے — کہ وہ ناچار جی سے جاتا ہے

انتخاب

از

کلیاتِ ناسخ

از اختر

ناسخ

شیخ امام بخش متخلص بہ ناسخ لاہور کے ایک مالدار تاجر کے ساتھ بطور فرزند کے لکھنؤ میں تھے خدا بخش کے بھائیوں سے بعد مرنے خدا بخش کے ترکہ خدا بخش کی بابت نزاع ہوئی۔ بھائیوں نے انھیں خدا بخش کا پروردہ کہا اور انھوں نے خود کو بیٹا بتایا لیکن عدالت شاہی نے انھیں کا بیان باور کیا۔ یہ ابتدا میں فیض آباد میں تھے فیض آباد سے جب دارالخلافت لکھنؤ منتقل ہوا تو یہ بھی فیض آباد سے لکھنؤ آ گئے اور وہیں رہے لیکن الہ آباد دائرہ شاہ اجمل میں وہ اکثر جا کر مقیم ہوتے تھے۔ اسی کے متعلق انکا شعر ہے ۵ ہر پھر کے دائرے ہی میں رکھتا ہوں میں قدم + آئی کہاں سے گردش پرکار پاؤں میں۔ ناسخ نے میر تقی سے کچھ تلمذ کا سلسلہ شروع کیا تھا مگر دونوں طرف نازک مزاجی تھی سلسلہ قائم نہ ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ناسخ نے خود مشق سخن بڑھائی شعر کہتے تھے اور رکھ دیتے تھے بار بار دیکھتے تھے اور درست کرتے تھے۔ سید انشا مرزا قتیل جرأت اور مصحفی ان سب کے مشاعروں میں جاتے تھے لیکن اپنے اشعار کا پڑھنا اسوقت شروع کیا جب انکے دور ختم ہو چکے تھے اور کہنہ مشق کی حیثیت سے دفعتہً ظاہر ہو کر خود کو سب سے استاد کہلوا لیا۔ مصحفی کے شاگرد حیدر علی آتش انکے ہمعصر تھے ان دونوں میں خوب چوٹیں چلتی تھیں بعضوں نے لکھا ہے کہ مصحفی سے ناسخ نے شاگردی شروع کی تھی لیکن ناسخ کی بددماغی نے یہ سلسلہ بہت جلد مسدود کر دیا انکے مزاج میں غصہ بہت تھا مشہور ہے کہ ایکدن اپنے خانہ باغ کے بنگلہ میں بیٹھے ہوئے فکر مضمون میں غرق تھے ایک صاحب آ کر بیٹھے انھوں نے بہتیرے اشارے کیے کہ وہ اٹھ جائیں جب وہ نہ سمجھے تو بنگلے کی ٹٹی چلم سے ایک چنگاری اٹھا کر رکھ دی جب بنگلہ جلنے لگا تب وہ گھبرا کر اٹھے ناسخ نے ہاتھ پکڑا کہ اب ہم دونوں یہیں جلکر راکھ کا ڈھیر ہو جائیں گے۔ ناسخ نواب نصیر الدین حیدر کے حضور میں بھی حاضر ہوتے تھے انکے قبل غازی الدین حیدر کا عتاب تھا ایام عتاب میں یہ بنارس عظیم آباد الہ آباد گھومتے رہے لیکن زیادہ قیام الہ آباد میں کیا لکھنؤ جب آخر مرتبہ الہ آباد سے آئے تو پھر باہر نہ گئے اور یہیں سنہ ۱۲۵۴ھ میں وفات پائی۔ حکیم مہدی جو دو دفعہ وزیر سلطنت جب اختیار پر ہوتے تھے تو انکو لکھنؤ چھوڑنا ہوتا تھا اور جب انکے اختیارات کم ہو جاتے تھے تو یہ واپس آتے تھے۔

غزلیات و ابیات

رہے کیونکر نہ دل ہر دم نشانہ ناوکِ غم کا
کہ ہو میرا تولد مفتتم ماہِ محرم کا

سخاوت جسکو کہتے ہیں کہانی ہو زمانہ مین
بخیلون کی بدولت رہگیا ہی نام حاتم کا

مسی آلودہ لب کو تونے جس کپڑے سے پونچھا ہے
وہ میرے زخمِ دل کے واسطے پھاہا ہی مرہم کا

گذر ناگاہ جو میرا ہوا شہرِ خموشان مین
عجب نقشہ نظر آیا وہان شاہانِ عالم کا

کہین آئینہ زانوئے سکندر کا شکستہ تھا
کسی جانب پڑا تھا کاسۂ سر خاک مین جم کا

صبا ہین سایۂ رہ اور عدو ہین خارِ رہ ناسخ
مسافر عالمِ امکان مین ہون گویا کوئی دم کا

جب خرامِ ناز کو تو اے پری پیکر اُٹھا
ہر قدم پر جائے کر اک فتنۂ محشر اُٹھا

چاہیے تعمیرِ دل جو ساتھ اُٹھا لیجائیگا
یون خرابی کے لیے دیوار اُٹھا یا در اُٹھا

بات جن نازک مزاجون سے نہ اُٹھتی تھی کبھی
بوجھ اُنکے سیکڑون من خاک کا کیونکر اُٹھا

کیا سخن سنجی سے حاصل جب سخندان ہی نہین
زانوے فکرت سے اے ناسخ تو اپنا سر اُٹھا

تو نزاکت سے گلستان تک جو رخصت مانگتا
رنگ روے گل سے اُڑنے کی اجازت مانگتا

غیرِ حسرت لے گیا یان سے کوئی کیا اپنے ساتھ
آسمان سے کس توقع پر مین دولت مانگتا

ہاتھ اُٹھا کر دونون عالم مین خدا کے سامنے
کیا مین اس وحشت سرا مین غیرِ وحشت مانگتا

گریہ ہوتا سرخ رو اشکِ غمِ شبیر سے
حشر مین کس منھ سے ناسخ مین شفاعت مانگتا

پیشتر ہم سے یہان ہوتے ہین سامان پیدا
کھانے کے وقت سے اول ہوے دندان پیدا

دل جو مجروح ہوا پائے یہ رنگین مضمون
نخلِ گل ہو جو قلم گل ہون دو چندان پیدا

روزِ مولد سے نہین عیش و طرب قسمت مین
رمز یہ ہے جو بشر ہوتے ہین گریان پیدا

کیون نہ ہم عالمِ امکان مین کرین ترکِ لباس
جبکہ خالق نے کیا ہو ہمین عریان پیدا

تا رہین سجدۂ معبود مین ناسخ مصروف
سر سے اسواسطے ہوتے ہین سب انسان پیدا

ارے اجل ایک دن آخر تجھے آنا ہی ولے — آج آتی شبِ فرقت میں تو احسان ہوتا

حسرتِ دل نہیں دیتا ہیں نکلنے ناسخ — ہاتھ شل ہوتے میسر جو گریبان ہوتا

گل فشان عکس ہوا کس کے رخِ رنگین کا — ہے جو آئینہ میں عالم سبدِ گلچین کا

رات ایسا انتظارِ یار میں بیتاب تھا — بسترِ گل پر نہ تھا میں اک پرِ سیماب تھا

اے فلک دیکھوں تو کب تک روزِ وصل آتا نہیں — منتظر بیٹھا ہوں میں بھی گردشِ ایام کا

آزاد ہیں قیود سے افتادگانِ خاک ۲ — اُڑتا پھرا شجر سے جو برگِ خزان گرا

مژہ جو ہے وہ گویا اک زبان کا کام کرتی ہے — یہ عالم ہم نے دیکھا ہے کسی چشمِ سخن گو کا

تو نے شہبازِ نگہ کو جو ادھر چھوڑ دیا ۲ — ہم نے بھی طائرِ دل باندھ کے پر چھوڑ دیا

مانعِ صحرا نوردی پاؤں کی ایذا نہیں ۳ — دل دکھا دیتا ہے میرا ٹوٹ جانا خار کا

پہنچے ہم آتش زبانوں کو ضررِ دشمن سے کیا — شمع کو کرتا ہے روشن تر ستم گلگیر کا

مال ملتا جو فلک سے ضررِ جان ہوتا — سر نہ ہوتا جو میسر مجھے سامان ہوتا

کبھی روزِ اجل سے طینتِ موذی میں داخل ہے — کیا خالق نے ساتھ افعی کے ناسخ پیچ و خم پیدا

تو نہیں ملتا تو ہم بھی تجھ سے اب ملتے نہیں — سنگدل ہم نے بھی اپنے دل کو اب پتھر کیا

کی ادھر دل نے کشش کھینچا ادھر سفاک نے — ٹوٹ کر آخر مرے سینہ میں پیکان رہ گیا

جیتے جی جاؤں میں کیونکر کوئے جانان چھوڑ کر — بلبلِ نالان کہاں جائے گلستان چھوڑ کر

عیشِ تنہائی ہوا مردوں کی کثرت سے محال — جاؤں یارب اب کہاں شہرِ خموشان چھوڑ کر

مر گیا کیا ناسخِ مے کش جو سارے مے فروش — مسجدوں میں بیٹھے اپنی اپنی دکان چھوڑ کر

اگر ہوتا ہے اک دانہ بھی اسمیں میری قسمت کا — فلک بجلی گرا دیتا ہے ناسخ میرے خرمن پر

گیا روزِ بد میں ساتھ رہے کوئی ہمنشین ۴ — پتی بھی بھاگتی ہے خزان میں شجر سے دور

ارے میکشو نہ الستِ ساقی تو دیکھنا — نالان ہے رکھ کے مثلِ سبو جام دوش پر

اک دن [illegible] دل کو [illegible] — [illegible] برگ [illegible] کے نخل [illegible] لاکے بار [illegible]

[illegible]ت وبلند عالم بالا کو ایک ہین
کرتا ہے کوہ و دشت کو ابر بہار سبز

اُسکے نور رخ کے آگے بوستان بزم سے
دور ہوتی ہے برنگ سبزۂ بیگانہ شمع

اشک بالاسوتیون کا دود کلغی شعلہ تاج
رکھتی ہے تخت لگن مین شوکت شاہانہ شمع

کیون نہین ہوتا تجھے غم عاشق جانباز کا
دیکھ روتی ہے بروئے لاشۂ پروانہ شمع

ہون وہ پروانہ کہ در تک باوجود عذر لنگ ۵
نکلی استقبال کو محفل سے بیتابانہ شمع

سر پہ سوزان داغ سودا پاؤن مین زنجیر اشک
تیری محفل مین کھڑی ہے صورت دیوانہ شمع

کچھ فقط تو ہی نہین ناسخ دل و جان سے نثار
بزم مین پروانہ ہین سب اور صاحبخانہ شمع

کیا سحر حسن کی ہے کمر پیچ و تاب مین
یہ پیچ و تاب کب ہین بھلا موج آب مین

سب سے زیادہ صبح ہماری ہوئی سیاہ
جو شیب مین کیا نہ کیا تھا شباب مین

ہے جی مین آفتاب پرستون سے پوچھیے
تصویر کسکی ہے ورق آفتاب مین

طائر روح کو کردیتے ہین کیونکر بسمل
تیر رکھتے ہین پری رو نہ کمان رکھتے ہین

بھاگئی کون سی وہ بات بتون کی ورنہ
نہ کمر رکھتے ہین کافر نہ دہان رکھتے ہین

عوض ملک جہان ملک سخن ہے ناسخ
گو نہین حکم روان طبع روان رکھتے ہین

زندگی زندہ دلی کا ہے نام
مردہ دل خاک جیا کرتے ہین

دھیان آتا ہے کفن کا مجکو
کپڑے جب قطع کیا کرتے ہین

نیک و بد کیا ہون ہمیشہ باہم
پھول کانٹون سے جدا کرتے ہین

اے تصور کیون بتون کو جمع کرتا ہے یہان
دل مرا کعبہ ہے کچھ بت خانۂ آذر نہین

شکوہ جب بے نوکری کا کرتے ہین نادان ہین ۶
آپ آقا ہے کسی کا جو کوئی نوکر نہین

طفل چلتے ہین جب اپنے پاؤن کہتی ہے قضا ۷
غیر آغوش لحد اب دامن مادر نہین

ہے خرابات جہان مین بھی وہ ساقی سے نفو
جو کہ اے ناسخ غلام ساقی کوثر نہین

ہے عجب رنگ کی وحشت ترے دیوانے مین
جی نہ آبادی مین لگتا ہے نہ ویرانے مین

یان تجلی بھی سنبھل جاتی ہی گرتے گرتے — شمع کے گھر مین قدم کیا مرے پروانے نہین
نوش کر شوق سے جی کھول کے صرفہ کیا ہی — خوف بدہضمی کا ناسخ نہین غم کھانے مین

ماہ تو ہی مثل ابرو لیکن اسکے رو نہین — ماہ کامل صورت رو ہی مگر ابرو نہین
مشک مین خوشبو ہی پیچ و تاب مثل مو نہین — پیچ ہین سنبل مین مثل مو مگر خوشبو نہین

سوا سے مکر زمانے مین رسم و راہ نہین — وہ کون جا ہی جہان جاہ زیرکاہ نہین
مین گو کہ حسن سے ظاہر ہین مثل ماہ نہین — ہزار شکر کہ باطن مرا سیاہ نہین

غم شبیر مین رو رو کے کرون تر دامن — جاؤن تا حشر کے میدان مین بھی تر دامن
طمع خام سے پھیلے جو کسی کے آگے — یارب ایسا تو مجھے ہو نہ میسر دامن

یہی کہتی ہوئی جاتی ہی چلی عمر روان — ۸ مہرے دامن سے نہ باندھے کبھی صرصر دامن
صبح محشر یہی کہتا مین اٹھون گا ناسخ — دے مرے ہاتھ مین یا سبط پیمبر دامن

منعم کے شکر مین بھی ہلائین کبھی کبھی — تمہارا ہے لذت دنیا زبان نہین
دھوکا نہ کھا ظروف وضو کو تو دیکھ کر — مسجد ہی مے فروش کی ناسخ دکان نہین

کسی مین زر کسی مین سنگ یہ ہی پھیر قسمت کا — برابر گرچہ ناسخ دونون پلے ہین ترازو مین
تری آنکھین نہین یہ دونون پلے ہین ترازو کے — ہمیشہ نیک و بد کو تول ناسخ اس ترازو مین

ہے اثر کسکی نگاہ تفرقہ انداز کا؟ — بلبلین ہین دام مین آوارہ گل بازار مین
کسقدر اعمال سے خفت اٹھائی بعد مرگ — کیا عجب ترتا پھرے گر سنگ مدفن آب مین

وہ بت شیرین ادا کرتا ہی مجکو سنگسار — یہ شکر پارے برستے ہین جنون پتھر نہین

اے جنون یان کوئی جز ضعف گلو گیر نہین — طوق گردن مین نہین پاؤن مین زنجیر نہین
کیون دلا پیری مین بھی مرنے کی تدبیر نہین؟ — ہو چکی صبح بس اب کوچ مین تاخیر نہین
شبہ ناسخ نہین کچھ میر کی استادی مین — آپ بے بہرہ ہی جو معتقد میر نہین

دل مین پوشیدہ غم عشق بتان رکھتے ہین — ۹ آگ ہم سنگ کے مانند نہان رکھتے ہین

خدا ہے سجدہ کس جبین سے ہین خاک نشین — یہ عیش تخت پہ کب پادشاہ کرتے ہین

دو روزا ایک وضع پہ رنگ جہان نہین — وہ کون سا چمن ہی کہ جسکو خزان نہین

کان دیتا گل کو بھی بلبل کو گر نالہ دیا — تقاضہ لازم تخلیۂ گلشن ایجاد کو

ہین اشک مری آنکھون مین قلزم سے زیادہ — ہین داغ مرے سینہ مین انجم سے زیادہ

سو رمز کی کرتا ہی اشارہ مین وہ باتین — ہے لطف خموشی مین تکلم سے زیادہ

معشوق سے امید وفا رکھتے ہو ناسخ — نادان نہین دنیا مین کوئی تم سے زیادہ

آئینہ مین زلف پر شکن مین آئینہ — یہ حلب مین مشک ہی اور وہ ختن مین آئینہ

خاک ہوکر صورت اصلی کو بھی وہ دیکھتا ۱۰ — رکھدیا ہوتا سکندر کے کفن مین آئینہ

ہنسنے مین کھلتے ہین جسدم صاف پڑ جاتا ہے عکس — اسے پری ہر دانت ہی گویا دہن مین آئینہ

اسقدر ہی تیرگی اک دم مین ہو جائے توا — کوئی گر لائے مرے بیت الحزن مین آئینہ

یہ جسم زار بے حرکت پیرہن مین ہی — سب مجکو جانتے ہین کہ مردہ کفن مین ہی

فرقت قبول رشک کے صدمے نہین قبول — کیا آئین ہم رقیب تری انجمن مین ہے

ہین بے نصیب صحبت جانان سے ایک ہم — پروانہ بزم مین ہی تو بلبل چمن مین ہے

دونون کا کر چکا ہون مین امتحان ناسخ — سید مین مہر ہے نہ وفا برہمن مین ہے

پڑ ہوا ہے اس پیچ مین سارا زمانہ ہی — وہان مارین ہین دانت یار زلفون مین شانہ ہی

اجل سر پر کھڑی ہی خواب غفلت مین پڑا ہی ۱۱ — چھپر کھٹ کے عوض لازم جنازہ کا بنانا ہی

بگڑتے جاتے ہین لاکھون ہزارون بنتے جاتے ہین ۱۲ — جہان مین رات دن جاری خدا کا کارخانہ ہی

نکلتا ہی جو ہر گل زیر کف گلزار عالم مین — خدا جانے زمین مین دفن یہ کسکا خزانہ ہی

کبھی ہوتی نہین نقد سخن کی یان کمی ناسخ — ازل سے اپنے قابو مین معانی کا خزانہ ہی

دیکھتے ہے کل جنھین آنکھون سے ہم ای غافلو — آج انکا اپنے کانون کے لیے افسانہ ہی

نال گرتا ہی کبھی اور لاش گرتی ہے کبھی ۱۳ — جو زچہ خانہ ہی وہ اک روز ماتم خانہ ہی

اپنے کامون مین رہو مشغول تم ای غافلو — اسکی باتون پر نہ جاؤ ناسخ اک دیوانہ ہی

لالہ و گل کا جوش ہی بلبلون کا خروش ہی — فصلِ وداعِ ہوش ہی موسم ناے و نوش ہی

صدقہ ہو تیری چال پر کیون نہ نسیمِ ہر سحر — نقشِ قدم سے رہگذر دامنِ گلفروش ہی

ناسخ یہ قول ہی بجا حضرتِ میر درد کا ۱۴ — حسن بلاے چشم ہے نغمہ وبالِ گوش ہی

چشمِ جانان اور ہی چشمِ غزالان اور ہی — وضعِ انسان اور ہی ترکیبِ حیوان اور ہی

سیرِ مقتل مت سمجھ گلگشت ای نازک مزاج — باغ و لبستان اور ہی گنجِ شہیدان اور ہی

فرق ہی شاہ و گدا مین قولِ شاعر ہی یہی — شیرِ قالین اور ہی شیرِ نیستان اور ہی

مسی مالیدہ لب پر رنگِ پان ہی — تماشا ہے تہِ آتش دھوان ہے

ہمارا ہر نفس اک بادبان ہے — روانہ کشتیِ عمر رواں ہے

اسکی ہر دم کی نصیحت سی مین تنگ آیا ہون — کاش ناصح سے کبھی آنکھ اُسنے لڑائی ہوتی

ابرِ رحمت سے تو محروم رہی کشت مری — کوئی بجلی ہی فلک تو نے گرائی ہوتی

خاک ہو جاتے ہین دونون خاک مین ملنے کے بعد ۱۵ — چار دن کوئی گدا ہی کوئی کیکاؤس ہی

رزق کا کیا غم کہ ہوتا ہی تولد بعد طفل ۱۶ — پہلے بھرتا ہی خدا پستانِ مادر شیر سے

گو مرا تابوت یارون کو وبالِ دوش ہی ۱۷ — گور تو میرے لیے کھولے ہوئے آغوش ہی

اے شیخ و گبر سبحہ و زنار توڑ دیے — پر دل کسی بشر کا نہ زنہار توڑیے

یہ آدمی ہی کہ برسون جمال رہتا ہی — وگرنہ ماہ کو اک شب کمال رہتا ہی

داغِ فرقت زیست بھر جورِ جہنم بعدِ مرگ — ان بتون کو کس توقع پر خدا یا چاہیے

تمام شد

مؤلفات علامۂ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

ترجمہ قرآن مجید

علامۂ موصوف نے سب سے پہلے یہ ضرورت محسوس کی کہ مسلمانان ہند کی موجودہ زبان مین جب تک قرآن مجید کا ترجمہ نہ ہو ہندوستان کی اسلامیت ادھوری ہی- اس غرض سے علامہ موصوف نے قرآن مجید کا ترجمہ شروع کیا اس طور پر ایک کالم مین قرآن مجید اور دوسرے کالم مین اُسکا بامحاورہ اُردو ترجمہ رکھا- ذیل مین ضروری توضیح اور شان نزول بیان کی جو مختصر سی تفسیر کا کام دے سکے- ترجمہ چھپنا شروع ہوا اور ڈھائی ڈھائی پارے کے حصے شایع ہونے لگے- ساڑھے آٹھ پارے کی تفسیر چھپ چکی تھی کہ مولانا نذیر احمد کا ترجمہ قرآن پورا چھپ کر شایع ہو گیا-

پہلا حصہ ترجمہ قرآن دیکھ کر مولانا موصوف نے اختلاف کیا تھا- دیر تک علامہ اور مولانا مین گفتگو رہی لیکن کوئی بات طے نہین پائی- اسکے بعد ہی مولانا نذیر احمد کے خیالات نے پلٹا کھایا اور بہت سے عالمون کو جمع کرکے اس سرعت سے اُنھون نے ترجمے کا کام جاری کیا کہ علامہ ساڑھے آٹھ پارے تک پہنچے تھے کہ مولانا کا پورا ترجمہ قرآن بازارون مین ہدیہ ہونے لگا- علامہ نے ضرورت قومی کی تکمیل دیکھ کر اپنے ترجمے کی اشاعت روک دی- یہان یہ لکھنا بے موقع نہین ہی کہ مولانا نذیر احمد نے جو اپنے دیباچہ ترجمہ قرآن مین اپنے خیال کے بدلنے کا ذکر کیا ہی شاید وہ مفصلہ بالا واقعہ کی طرف اشارہ ہو-

علامہ موصوف کے ترجمۂ قرآن مین ایک خاص وصف یہ ہی کہ زبان بالکل فصحا کے

اردو کی زبان ہی اور انھون نے یہ ثابت کر دیا ہی کہ زبان اردو قرآن کے لفظی ترجمہ کے لیے بالکل کافی ہی۔ دیگر ترجمون کی طرح الفاظ زائد کا اضافہ اظہار مطلب کے لیے اس ترجمہ مین نسبتاً نہایت کم یا ایک اعتبار سے کہیے تو بالکل نہین ہی۔ جن باکمال لوگون نے ترجمہ علامہ عباسی دیکھا انھون نے بار بار تقاضا کیا کہ ترجمہ پورا ہو جائے لیکن دیگر تصانیف کے مشاغل نے علامہ کو فرصت نہ دی کہ وہ اس ترجمے کی تکمیل کرتے۔ لیکن لوگون کے تقاضا سے پارہ عم کا ترجمہ علیحدہ شایع کیا جسمین ایک صفحہ پر عبارت قرآن اور دوسرے صفحہ پر ترجمہ ہی۔

(ترجمہ سورۂ فاتحہ بطور نمونہ)

"سب تعریف اللہ کے واسطے ہی جو پروردگار عالمین ہی۔ بڑا مہربان ہی نہایت رحم والا ہی۔ قیامت کے دن کا مالک ہی۔ اے اللہ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہین اور تجھی سے مدد چاہتے ہین۔ ہمکو سیدھی راہ چلا جنپر تیرا فضل ہی انکی راہ۔ نہ ایسی راہ جس پر تیرے غضب کے مارے گمراہ لوگ چلتے ہین۔"

یہ ساڑھے آٹھ پارے یکجا مجلد ہین پہلے ۸؍ پر ہدیہ ہوتے تھے اب ۱۲؍ مین ہدیہ ہوتے ہین اور پارہ عم پہلے ۴؍ مین ہدیہ ہوتا تھا اور اب بھی اُتنے ہی پر ہدیہ ہوتا ہی۔

تاریخ الاسلام

ترجمہ قرآن لکھتے ہوئے کتب سیر کی ضرورت علامہ موصوف کو محسوس ہوئی اور انھون نے کتب سیر کا وہ حصہ جو پیغمبر خدا ؐ کے زمانے کی تاریخ ہی نہایت اہتمام سے پڑھا۔ اسوقت علامہ موصوف کو معلوم ہوا کہ کوئی تاریخ پیغمبر خدا ؐ اور انکے جانشینون کی زبان اردو مین ایسی نہین ہی کہ سب حالات یکجا معلوم ہو جائین۔ بیان حشو و زواید سے پاک ہو اور مذہبی تعصبات سے مبرا ہو۔ سُنی۔ شیعہ۔ اہل حدیث۔ صوفی سب کے لیے یکسان ہو۔ اس خیال سے تاریخ الاسلام کا لکھنا مولف نے شروع کیا۔ عرب کے مختصر حالات لکھکر پیغمبر خدا ؐ کا زمانہ اور انکے بعد خلفاے اربعہ اور سلاطین مابعد کے حالات عبدالملک

ابن مروان تک بالاستیعاب لکھا اور پھر اسکے بعد مختصر حالات تمام دنیا کی اسلامی سلطنتوں کے زمانہ حال تک لکھکر سلسلہ ملا دیا اور اخیر میں مشاہیر اسلام کے حالات بھی درج کیے - اس کتاب کے ابواب اور فصول حسب ذیل ہین

باب ۱ حقیقت اسلام

باب ۲ از ابتدائے عالم تا ولادت آنحضرت صلعم

ف ۱ - ملک عرب کا جغرافیہ اور مختصر حالات

ف ۲ حضرت اسمعیل اور انکے اسلاف و اخلاف

باب ۳ از ولادت محمد رسول اللہ تا وفات

ف ۱ - زمانہ تربیت رسول - ف ۲ - سن شعور سے نبوت تک - ف ۳ - رسالت سے ہجرت مدینہ تک - ف ۴ - ہجرت مدینہ سے وفات رسول تک - ف ۵ - ازواج مطہرات رسول اللہ

باب ۴ خلفائے اربعہ

ف ۱ - خلافت حضرت ابوبکر صدیق رض - ف ۲ - خلافت حضرت عمر فاروق رض - ف ۳ - خلافت حضرت عثمان غنی رض - ف ۴ - خلافت حضرت علی رض

باب ۵ قریشی النسل خلفا

ف ۱ - بنو امیہ - ف ۲ - بنو عباس

باب ۶ سلاطین ما بعد

ف ۱ - اندلس میں اسلام - ف ۲ - ملوک طاہریہ ف ۳ - ملوک صفاریہ - ف ۴ - ملوک سامانی ف ۵ - ملوک غزنی - ف ۶ - سلاطین دیالمہ ف ۷ - سلاطین علویہ اسماعیلیہ ف ۸ - شاہان اسماعیلیہ - ف ۹ - سلاطین سلجوقیہ - ف ۱۰ شاہان خوارزم - ف ۱۱ - شاہان کرمان - ف ۱۲ - چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستین - ف ۱۳ - چنگیز خان اور اسکی اولاد -

باب ۷ - الاسلام فی الہند

ف ۱ - ابتدائے اسلام سے سلاطین غزنی کے ختم تک ف ۲ - ہند اور اہل ہند کے اجمالی حالات ف ۳ - غوریون کی سلطنت - ف ۴ - غلام بادشاہون کا بیان - ف ۵ خلجیون کی سلطنت - ف ۶ - خاندان تغلق ف ۷ - سیدون کا خاندان - ف ۸ - لودیون کا خاندان - ف ۹ - خاندان سوری - ف ۱۰ مغلون کے قبل چھوٹی چھوٹی ریاستین ف ۱۱ مغلون کی سلطنت ف ۱۲ ہندوستان کی خود مختار ریاستین - ف ۱۳ - اسلام ہندوستان کا ملکی مذہب کیون نہوا -

باب ۸۔ مسلمانوں کی موجودہ سلطنتیں

ف ۱۔ سلطنت عثمانیہ یعنی سلطنت ٹرکی ف ۲۔ سلطنت ایران۔ ف ۳۔ مصر۔ ف ۴۔ مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں۔

باب ۹۔ محض اعلان اسلام کے ذریعہ سے اشاعت دین

ف ۱۔ مسلمانان چین۔ ف ۲۔ مسلمانان مجمع الجزائر۔ ف ۳۔ یورپ اور امریکا میں اسلام

باب ۱۰۔ مشاہیر اسلام

ف ۱۔ الرجال۔ ف ۲۔ خواتین

قیمت اصلی ۸ تھی اب ۱۲ کردی گئی ہے

تاریخ الاسلام کی نسبت اہل ملک کی رایوں کا خلاصہ

رائٹ آنریبل سر سید امیر علی صاحب بی سی سابق جج ہائیکورٹ کلکتہ حال ممبر جوڈیشل کمیٹی لندن میں نے بطور ناقل تاریخ الاسلام کو ملاحظہ کیا۔ اسکے طرز جدید اور عمدہ کی ترتیب پر بہت ہی خوش ہوا۔ تمام تر واقعات اہل اسلام ابتدا سے انتہا تک بصورت اختصار اچھی طرح سے بیان کیے گئے ہیں گویا دریا کو کوزے میں بھر دیا ہے۔

آنریبل مسٹر جسٹس بدرالدین طیب جی صاحب سابق جج ہائیکورٹ بمبئی۔ ہمارے اردو لٹریچر میں ایک بڑی حاجت تھی جو اس کتاب سے پوری ہوئی۔ اس غیر معمولی نہایت مفید کام کرنے سے مولف نے بڑی خدمت انجام دی ہے۔ یہ کتاب مسلمانوں کی تاریخ کے لیے بطور ٹیکسٹ بک کے اسکولوں میں داخل ہو اور ہماری قوم کے نوجوانوں کے ہاتھ میں یہ کتاب آئے تو ہم دیکھ کر بہت خوش ہونگے۔

آنریبل حاجی مولوی محمد اسمعیل خان صاحب سابق ممبر امپیریل لیجسلیٹو کونسل ممالک متحدہ۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ ضروری کتاب ہے جو اردو میں شایع کی گئی ہے کیونکہ میں نے قبل ازیں اپنی زبان میں کوئی ایسی کتاب نہیں دیکھی جیسی تاریخ الاسلام ہے۔

مولانا محمد اصغر صاحب سشن جج سابق ریاست رام پور۔ کوئی شک نہیں کہ اس زمانے میں ایک ایسی اردو کتاب کی سخت ضرورت تھی۔

استاد وقت جناب مولانا محمد فاروق صاحب سابق مدرس اعلی ندوۃ العلما لکھنو۔ یہ نسخہ کشکر فی سنت و

دنا در حرفے او ساط مردم را براے ادراک حالات ائمہ اسلام بس مفید بلکہ کاتب الحروف ندید او کتابے بدین گرانمایگی و خجستگی ندید۔

مولوی محمد مظہر الحق صاحب بیرسٹرایٹ لا بہار کلکتہ ہائیکورٹ - عبارت اس کتاب کی نہایت صاف سلیس اور عام فہم ہے اُردو زبان ہین اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے۔

الاسلام

ترجمہ قرآن شریف اور تاریخ الاسلام لکھتے وقت علامہ کو نئے تعلیم یافتون کے مذاق کا خیال آیا تو ایک ایسی کتاب لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی جو اسلام کو فلسفہ جدید کے خلاف نہ ہونے دے۔ جس طرح خلفاے عباسیہ کے زمانہ مین متکلمین نے یونانی فلسفہ کے حملون سے اسلام کو بچایا تھا اُسی طرح علامہ نے جدید فلسفہ کا مقابلہ اس کتاب ہین کیا ہے اور یہ دکھایا ہے کہ اسلام کا یہ ایک بڑا اعجاز ہے کہ وہ عالم جاہل فیلسوف سب کی تشفی کرسکتا ہے۔ اس کتاب مین علاوہ اُس خدمت کے جو اوپر بیان ہوئی تمام مسائل اسلام آجکل کے مہذب ممالک کے مذہبی خیالات سے مقابلہ کیے گئے ہین اور اسلام کی برتری دکھائی گئی ہے۔ دیگر اقوام کے جتنے اعتراضات فلسفہ اسلام اور اچھے مسلمانون کے گزشتہ اعمال و افعال پر تھے سب کے جواب دیے گئے ہین۔ اس کتاب ہین مذہب اسلام کے اصول بتائے گئے ہین اور اسکی خوبیان اس طرح دکھائی گئی ہین کہ علوم جدیدہ کی تعلیم اور فلسفہ کی تحصیل سے جو کمزوری مسلمانون کے عقائد مین پیدا ہوتی جاتی ہے اُسکی روک تھام پورے طور پر ہوجاتے اور غیر قوم کو مذہب اسلام کی طرف رغبت ہو علامہ ممدوح کی اکثر کتابین مذہبی خیالات کی اشاعت اور اُنکی اصلاح کے متعلق ہین اور ممدوح نے اپنی تمام کتابون مین غیر قومون کے اعتراضات کے جواب دینے کی طرف توجہ کی ہے اور مذہب کو فلسفہ کے ساتھ رکھنے کی کوشش کی ہے لیکن پیچ پیچ کا پیوند ضرورت کے لحاظ سے کافی نہ تھا اور ایک مستقل کتاب کی اشد ضرورت تھی کیونکہ اس زمانے ہین اشاعت مذہب یا ان سے تعلق نہین رکھتی قلم سے تعلق رکھتی ہے

قوم مین جتنا ہی علم ہو اتنا ہی وہ اپنے مذہب کو دیگر مذاہب پر فوق دینے مین کوشان ہی
اس جہاد فی سبیل اللہ مین مسلمان پیچھے ہوتے جاتے ہین اسلیے انکو گزند پہنچا چاہتا ہی - الاسلام مین
مذہب اسلام کی فلاسفی اتنے عمدہ طور پر دکھائی گئی ہی کہ تحریر کا اس سے بہتر طریقہ ذہن مین نہین آتا
اس کتاب کی ترتیب یون ہی کہ تمام اہم مسائل اور اہم امور مضامین (آرٹیکل) کی صورت مین
لکھے گئے ہین - زبان شستہ طرز ادا پسندیدہ - عبارت سلیس - قرآن حدیث اور فقہ کی کتابین
سامنے رکھکر ایک سمجھدار ذی علم جتنی سرخیان پیدا کرسکتا ہی اتنی ہی سرخیان ان مضامین کی
ہین اور کتاب کا حجم بھی زیادہ ہی - ابواب اور فصول حسب ذیل ہین -

باب ۱ - ملکی اور اخلاقی معاملات

ف ۱ - اصول جہانداری - ف ۲ - ہند اور اہل اسلام
ف ۳ - سیف اور اسلام - ف ۴ - اخلاق محمدی
ف ۵ - تمدن اور حسن معاشرت - ف ۶ - مان باپ
کی اطاعت - ف ۷ - صدقہ اور زکوۃ - ف ۸ -
عربون کی بہادری - ف ۹ - غلامون کی حالت -
ف ۱۰ - عورتون [illegible] انجام دہی [illegible]
[illegible] متعلق نصوص قرآنی - ف ۱۱
[illegible] قومی تعصبی - ف ۱۲ - الرفیق ثم الطریق - ف ۱۳ - قومی
امتیاز - ف ۱۴ - بخل و اسراف - ف ۱۵ - حسن پرستی
ف ۱۶ - جہاد - ف ۱۷ - مسلمانون کے احسانات دنیا
پر - ف ۱۸ - جنگ صلیبی - ف ۱۹ - اخوۃ اسلامی

باب ۲ - تعزیرات

ف ۲۰ - جرایم - ف ۲۱ - سزاے موت - ف ۲۲ -
زناکاری ف ۲۳ - شراب خواری - ف ۲۴ - جھوٹی
قسمین - ف ۲۵ - جرایم پر نصوص قرآنی -

باب ۳ - عبادات

ف ۲۶ - وضو اور غسل - ف ۲۷ - تیمم اور مسح - ف ۲۸
اذان - ف ۲۹ - نماز - ف ۳۰ - روزہ - ف ۳۱
عبادات کے متعلق نصوص قرآنی -

باب ۴ شخصی معاملات اور [illegible]
ف ۳۲ - شرکت کاروبار - ف ۳۳ - توریث
ف ۳۴ - وصیت - ف ۳۵ - بیع - ف ۳۶
ہبہ - ف ۳۷ - وقف بکار خیر - ف ۳۸ - نکاح
ف ۳۹ - مہر - ف ۴۰ - طلاق - ف ۴۱ - کثرت
ازدواج - ف ۴۲ - عقد بیوگان - ف ۴۳ - امہات
مومنین ازواج مطہرات رسول صلعم - ف ۴۴ - عدالتی
کارروائی - ف ۴۵ - شہادت -

باب ۵ - عقائد و علمی مباحث

قیمت اصلی سے ہر اب ۶/ کردی گئی ہے

زاہدہ

جب بہت سی کتابین مذہبی علامہ نے شایع کین تو ایک مایوسانہ خیال یہ پیدا ہوا کہ ان کتابون کو پڑھے گا کون؟ - زمانے کی جو روش ہے اُس سے یہ امید نہین کہ نئے خیالات والے اِن کتابون کو پڑھین گے - پرانے خیال کے لوگون نے اگر پڑھا تو وہ تحصیل حاصل ہوئی - ان کتابون سے تعلیم مذہب کا کام نہ نکلے گا جو اصل غرض مولف کی ہے - اس خیال نے ایک فرضی قصہ حسن و عشق کا مولف سے لکھوایا اور اُسمین تمام مسائل مذہبی جابجا اس طرح درج ہوئے کہ قصہ کا لطف جانے نہ پائے جس طرح بچون کی دوا کی تلخ گولیون پر شکر چڑھائی جاتی ہے اُسی طرح آوارہ مزاج مسلمان بچون کے لیے مذہبی مسائل پڑھانے کا یہ نیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے - مولف کی زبان سے سُنی ہوئی ایک نقل مین لکھتا ہون " ایک مرتبہ دلی کے سفر مین مولف جس ہوٹل مین مقیم تھا اُسی مین ایک نوجوان مسلمان لڑکا اٹھارہ اُنیس برس عمر کا مقیم تھا جو اپنی بداحتیاطیون کی وجہ

سے مختلف امراض مین مبتلا ہو کر حکیم حاذق الملک کے پاس علاج کی غرض سے آیا تھا
ایک روز اُسنے کسی ضرورت سے داہنے ہاتھ کی آستین اُلٹی تو ہاتھ پر ایک مرد اور ایک
عورت کی تصویر اس طرح بنی ہوئی تھی گویا ایک دوسرے کا بوسہ لے رہے ہین - اور تصویر
بھی اُسی مصالحہ سے تھی جس سے ہندو عورتین گُدنا گُدراتی ہین - اور انگلستان کے دیہاتون
مین بھی اسی قسم کے گُدنے کی رسم ہے اور فوجی گورون کے ہاتھون پر چڑیان یا پھل پھول
کی تصویرین یا اور نشانات و علامات بنائے جاتے ہین جو آخر عمر تک قایم رہتے
ہین - علامہ کو اس لڑکے کے ہاتھ پر وہ تصویر دیکھکر سخت حیرت ہوئی - اول تو
ایک مسلمان کے ہاتھ پر انسانی تصویر کا ہونا بیموقع - دوسرے یہ کہ تصویر ایسی کہ گھر کی بہو
بیٹیون اور بڑے بوڑھون کے سامنے کسی طرح دکھانے کے لایق نہین - علامہ
اسی حیرت مین تھے کہ اُس نوجوان لڑکے کا بایان ہاتھ نظر آیا اور اُسپر اُسی پایدار رنگ سے
جسکا ذکر اوپر ہوا ہے ایک نوجوان عورت کی برہنہ تصویر بنی ہوئی نظر آئی - علامہ کو دریافت
سے معلوم ہوا کہ وہ لڑکا کسی بڑے متمول مسلمان کا ہے - مان زندہ ہے - بوڑھا باپ بھی
موجود ہے - اور وہی کفیل ہے - اُسوقت علامہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس لڑکے کے گھر مین
کبھی بھولے سے بھی مذہبی چرچا نہ ہوتا ہوگا - وہ باپ بیٹے سے بھی بڑھکر آوارہ مزاج
ہوگا جس نے بیٹے کی یہ آزادی روا رکھی - علامہ نے دوسرے دن زاہدہ اُس لڑکے
کے ہاتھ مین دی - ۳۶ گھنٹہ مین صرف چھ گھنٹہ وہ لڑکا سویا اور ۴ گھنٹہ اور حوائج ضروری
مین اُسنے صرف کیے بقیہ ۲۶ گھنٹے مین اُسنے شروع سے آخر تک زاہدہ پڑھی جسمین
عشق کا بھی تذکرہ جا بجا تھا اسلیے اُس لڑکے نے کتاب ختم کیے بغیر چین نہین لیا اور آخر
مین وہ کہنے لگا کہ ایسی عمدہ کتاب کبھی اُسکی نظر سے نہین گزری تھی - اور اُسنے یہ بھی کہا
کہ اگر ابتداے عمر مین اس قسم کے چرچے میرے گھر مین ہوتے اور وہ باتین بتائی
جاتین جو اس کتاب مین ہین تو آج مین اُن مصائب کا شکار نہ ہوتا جسمین کہ مبتلا ہون

اسوقت علامہ کے خیالات کی پوری تائید ہوئی اور انکو یقین ہوا کہ اس زمانے کے وارستہ مزاج نوجوانوں کو مذہب سکھانے کے لیے زاہارہ ایک بہترین ذریعہ ہے۔ حکایت اور قصہ کے پیرایہ میں عمدہ باتوں کا سبق دینا کچھ نئی بات نہیں ہے۔ دیگر اقوام کے علاوہ خود اکابر اسلام کی بہت سی تصانیف اسکی شاہد ہیں۔ لیکن جو جدت اس کتاب میں ہے وہ یہ ہے کہ قصہ حد سے زیادہ دلچسپ ہے اور مذہب اور اخلاق کی تمام اہم باتیں موجودہ زمانے کی ضرورتوں کے لحاظ سے اس طرح بیان کی گئی ہیں کہ دل پر اثر کیے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ مذہب اسلام کے تمام ضروری مسائل اس اٹھارہ جزو کی کتاب میں ذکر کیے گئے ہیں۔ اور پھر ہم لکھتے ہیں کہ مذہبی مسائل کے ساتھ قصہ کا ازحد دلچسپ ہونا اس کتاب کا حصہ ہے۔ مضامین کتاب حسب ذیل ہیں۔

وضعداری۔ احسان کا بدلا۔ حمیت۔ ماں کی نصیحت۔ ماں کی محبت۔ بے ثباتی عالم۔ موت۔ عادت طبیعت ثانی ہے۔ رسم پردہ۔ غم بے ثبات۔ نئی تہذیب کا اثر۔ وعظ ونصیحت۔ مشن اسکول۔ نئی تعلیم۔ رسالت کی ضرورت۔ توکل۔ راستی۔ السلام علیکم معانقہ۔ حیا۔ سحر خیزی۔ نماز صبح۔ مذہبی تعلیم۔ ہندوون کی عبادت۔ حضور قلب۔ حسن صوت سماع۔ اثر صحبت۔ ضرورت مذہب۔ عبادت اہل اسلام۔ کرشمۂ قدرت۔ چھپکے بات سننا۔ شرعی پابندی۔ بچپنے کی شادی۔ عقد بیوگان۔ رنڈاپا۔ بیاہ کے لیے کفو۔ مسلمانی کیا شئی ہے۔ الوہیت میں شرک۔ نبوت میں شرک۔ پیغمبر کی بیبیان۔ ملکی رسم ورواج۔ خدا کا عدل وحکمت کسی کو ذلیل نہ جانو۔ عورتون کے حقوق دو۔ خدا سے ڈرو۔ حکمت عملی۔ دوراندیشی۔ ارکان مذہب کی توہین نہ کرو۔ مذہب میں نیا ایجاد نہ کرو۔ شعار اسلام کیا ہیں۔ وطن کی محبت۔ تبدیل وضع۔ بے ثباتی حسن۔ مصلحان قوم کا ضعف۔ قومی تفریق۔ ہندوؤن کی رسم نہ سیکھو۔ طلسم۔ جنین۔ حب دولت۔ شرم بیجا۔ فرائض والدین۔ فرائض اولاد۔ کشش عشق۔ اثر دعا۔ تصوف۔ کثرت ازدواج۔ زنا۔ مہر۔ طلاق۔ توریث۔ مذاہب کا مقابلہ۔ وضو۔ نماز۔ تجہیز وتکفین۔ اجتہاد۔ حقیقت اسلام۔ تمدن۔ توحید۔ معاد۔ روح۔ دوزخ۔ بہشت۔ لباس زنان۔ نتائج

بدکاری۔ معاصی۔ توبہ۔ سجدہ۔ شکر۔ ایمانداری۔ نفقہ زوجہ۔ ارواح۔ نظر کا دھوکا۔ مصالح نکاح مذہب فلسفہ۔ جبر و اختیار۔ قرآن موافق عقل۔ قمار بازی۔ سود خواری۔ بہنوں کے حق غصب کرنا۔ کرامات اولیا۔ اوقات نماز جمعہ۔ عیدین۔ حج۔ زکوۃ۔ اخوت اسلامی" غرضکہ شروع سے آخر تک یہ کتاب نصیحت ہی نصیحت ہے۔ لیکن پھر ہم اس کتاب کی جدت کی طرف ناظرین کو متوجہ کرتے ہیں کہ حسن و عشق کی دلفریب حکایت میں یہ باتیں اس طرح موقع موقع سے بیان کی گئی ہیں کہ قصہ کی دلچسپی میں ذرا فرق نہیں آتا۔

زاہدہ کی نسبت معزز اڈیٹران اخبار کی رائیں درج ذیل ہیں

"جامع العلوم" زاہدہ کا پلاٹ بالکل ہی نیا ہے۔ ہماری زبان میں مسلمانوں کے مذہب کی تعلیم دینے کا طریقہ اس سے بہتر ہو نہیں سکتا۔

"معین الہند" اتنا موثر قصہ جس میں نصیحت ظاہر کرنے کا لحاظ کیا گیا ہو ہماری نظر سے نہیں گزرا یہ محض ایک دلچسپ کہانی نہیں ہے بلکہ اسکا ہر ہر فقرہ تہذیب اور شائستگی خیالات سے لبریز ہے۔ مذہبی لطف انگیز تقریریں نہایت متانت سے ادا کی گئی ہیں۔

"سول اینڈ ملٹری نیوز" نہایت ہی دلچسپ قصہ ہے۔ مسلمانوں کو قصہ کے پیرایہ میں دینی مسائل کی تعلیم دینے کا طریقہ اس سے بہتر ہو نہیں سکتا۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ ایسا دلچسپ اور نتیجہ خیز ناول آج کل کی تصانیف میں ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ مصنف نے بڑے اوق مسائل کو کہانیوں میں حل کیا ہے۔

"صداے ہند" اگر مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے اپنی کتابوں میں مذہبی مسائل کو ناول کے پیرایہ میں بیان کرنے کا کمال دکھایا ہے تو زاہدہ کے مصنف نے بھی دو ہاتھ بڑھکر بازی جیتی ہے اور اس خوبصورتی سے کتاب ختم کی ہے جیسا کہ ایک مشاق اور قابل مصنف سے امید ہوسکتی ہے کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب جادو کی پوڑیہ ہے پڑھنے والے پر اثر کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔ فسانے کی دلچسپی کتاب ختم کیے بغیر چھوڑنے نہیں دیتی۔

"اخبار وکیل" قومی معاملات کی اصلاح کو ایسے دلچسپ طرز پر بیان کیا ہے کہ جو اثر ایک
فصیح البیان لکچرار کی تقریروں سے بڑی جانکاہی کے بعد ہوگا وہ باتوں باتوں میں اس قصہ
کے دیکھنے سے ناظرین کے طبائع پر ہو جائیگا۔

"شحنۂ ہند" ہم اس ناول کی جسقدر تعریف کریں بجا ہے۔ نہایت سیدھا سادا اسٹیل
سلیس اور مہذب ناول ہے اور باینہمہ اسقدر دلکش ہے کہ جسقدر مطالعہ کرتے جائیے گا اسی قدر
مطالعہ کا شوق بڑھے گا۔

"گیا پنچ" یہ کتاب ناول کے پیرایہ میں لکھی گئی ہے تاکہ مذہب اسلام کی خوبیاں نوجوان
مسلمانوں کے دلوں میں متاثر ہوں۔ مذہب اور اخلاق کی باتیں اس خوبی سے بیان کیگئی ہیں
کہ ضرور دل اسکو قبول کرلے۔

"مفید عام" کتاب کی عمدگی عبارت کی شستگی۔ مضامین کی دلبستگی کی تعریف
میں صرف اسقدر بیان کردینا کافی ہے کہ نادر الوجود ناول ہے بلکہ اسکو شائستگی خصائل و آراستگی اخلاق
کے لیے ایک مفید و کار آمد رسالہ تصور کرنا چاہیے۔

"اخبار اسلام" کوئی متنفس ایسا نہ ہوگا جو اس کتاب کی خوبیاں معلوم ہونے پر اپنے
دل کو بے اختیارانہ مشتاق نہ پائے۔

"انڈیا گزٹ" زاہدہ کو ہم دل سے پسند کرتے ہیں اور اسکی خوبیوں کے معترف ہوکر
نوجوانان اور نو تعلیم یافتہ مسلمانوں کو اسکی خریداری کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

"کارنامہ" یہ کتاب زمانہ موجودہ کی روش کے مطابق لکھی گئی ہے۔ مذہبی رعایت سے
اخلاق و تمدن کا ذکر کیا گیا ہے۔

"مشیر ہند" ایک طرف حسن و عشق کے راز و نیاز اور دوسری طرف تمام اہم اسلامی مسائل
اس خوبصورتی سے بیان کردیے ہیں کہ باید و شاید۔ مولوی احسان اللہ جیسے چند ناولسٹ اگر
ہندوستان میں اور خصوصاً مسلمانوں میں پیدا ہو جائیں تو اسکو فال نیک سمجھنا چاہیے۔

"ہمدرد" ایک فرضی قصہ کے پیرایہ میں مذہبی مسائل کی عمدگی ظاہر کی گئی ہے اور بہت سکا فی طور پر محمد با بلہ الفاظ اور معقول خیالات اور شائستہ فقرے استعمال کیے گئے ہین - با اینہمہ نفس قصہ بجاے خود ایک نہایت پُر اثر اور دلکش ناول ہے -

قیمت سابق عہ قیمت حال ۱۰/ -

المجاہد

یہ کتاب بھی با اثر قصہ کے پیرایہ میں ہے - زوال سلطنت کے بعد مسلمانون مین جو پست حوصلگیان پیدا ہوئین اور جسکے ذریعہ سے عورتون کے حقوق پر جابجا انھون نے دست اندازیان شروع کین اُسکا نقشہ نہایت صحیح اور دردناک صورت مین دکھایا گیا ہے

معززرائین

"مولوی سمیع اللہ خان صاحب سی - ایم جی پنشنر سشن جج" آپکا المجاہد تو نہایت ہی عمدہ ہے

"مولوی محمد اصغر صاحب سابق سشن جج ریاست رام پور حال پراونشیل سروس ودفعہ" مین نے المجاہد کو اول سے آخر تک بغور پڑھا مین اُسکے روشن دماغ مصنف کو مبارکباد دیتا ہون کہ اُنھون نے بے زبان لڑکیون کے حقوق کی طرف جو خلاف کتاب اللہ اور کتاب الرسول پامال ہورہے ہین - ایک نہایت با اثر اور دلکش پیرایہ مین قوم کو توجہ دلاکر اُنکی پوری وکالت کی ہے - اللھم اجعل سعیہ مشکورا -

"مولوی محمد فصیح الدین صاحب بی اے پراونشیل سروس ممالک متحدہ" ایک خوشحال مسلمان کی خاندانی پیچیدگیون کا دلکش فوٹو ہے - المجاہد محض ناول ہی نہین ہے بلکہ بے زبان لڑکیون کے حقوق پر ایک پُرزور لکچر ہے - اے خدا تو اپنے سب بندون پر مجاہد ایسا فرشتہ خصلت محافظ تعنات کر - راستباز پاک طبیعت شوہر سے سلجھے ہوے خیالات اِسی ناول کا جوہر ہے - زبان صاف شستہ -

"البلیغ" المجاہد ایک نہایت قابل قدر اور نہایت ہی مفید کتاب ہے قصہ کا قصہ ناول کا

ناول ہے۔ پھر اس پر دینیات کی تعلیم۔ سبحان اللہ۔ جزاک اللہ۔ قصہ کے پیرایہ میں عورتون کے حقوق جو وراثت کے متعلق ہین بہت اچھی طرح دکھائے گئے ہین اور پھر جابجا آیات قرآنی اور احادیث کا انضمام سونے مین سوہاگہ ہے۔

"اخبار دار السلطنت" ایک نئی طرز کا ناول ہے۔ المجاہد ایسے ناول کی قوم کو اشد ضرورت تھی اور ہے اسلیے کہ مسلمانون مین ایک ایسا مرض پھیل پڑا ہے جو ہزارہا خرابیون کا موجد ہے یعنے نادہندی ترکہ دختران۔ اسمین لڑکیون کا حق پورے طور پر اپنے والدین کی جائداد مین ثابت کر دیا گیا ہے اور نیز ترکہ نہ دینے کے نقصانات ظاہر کر دیے گئے ہین۔

"ڈاکٹر منظر السبحان رئیس بردوان" واقعی المجاہد نہایت مفید کتاب ہے اور بہت ہی بااثر ہے جس غرض کے لیے ہے اکسیر ہے۔ اور مظلومین کے لیے پوری وکالت کرتی ہے۔ میرے وطن میں ایک رئیس نے اپنی جائداد عورتون کو محروم کرکے تقسیم کی تھی۔ یہ کتاب دیکھ کر وہ راہ راست پر آ گئے اور لکھا ہوا قبالہ چاک کر ڈالا۔ اسوقت سے اس کتاب کا مین بیحد قائل ہون۔

"اخبار جام جمشید" المجاہد کی سلاست عبارت اور وسعت بیان دیکھنے کے قابل ہے۔ محمد مجاہد چھپروی الملقب المجاہد کے کارنامون کا تذکرہ بطرز ناول ہے مصنف نے اس کتاب مین کمال خوبصورتی سے عورتون کے حقوق کی حفاظت کی ہے اور دلچسپ قصہ کے پیرایہ مین بہت مفید باتین احادیث نبوی و آیات قرآنی کے ساتھ ظاہر فرمائی ہین مصنف صاحب کی لیاقت اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے۔ اس زمانہ مین مصنف موصوف بڑے روشن خیال و عالی دماغ و طباع آدمی ہین جنھون نے اپنی تصانیف سے ملک و قوم کو ممنون کیا ہے۔

محسنۃ الارامل

ایک بڑا عیب مسلمانون مین یہ آگیا ہے (اور بظاہر مسلمانون کی نکبتون کے بڑے اسباب مین اسے سمجھنا چاہیے) کہ مسلمانون مین عقد بیوگان کو باعث ننگ سمجھتے ہین ایک موقع پر علامۂ عباسی نے ایک بہت بڑا لکچر دیا تھا جسمین انھون نے آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا

ذکر کیا اور معتبر کے افعال اور اقوال سے سند لیکر دکھایا کہ عقد ہوگان کس درجہ ضروری ہے
یہ لکچر محسنة الارامل کے نام سے علیحدہ شایع کیا گیا ہے۔ دلون پر یہ سحر کا کام کرتا ہے۔ کتنا ہی
کوئی عقد ہوگان کے خلاف ہو لیکن اس لکچر کے پڑھنے سے اُسکے قلب کی حالت
بدلجاتی ہے۔ قیمت اسکی ڈیڑھ آنہ فی رسالہ ہے۔

فسانۂ دلپذیر

زمانہ طالب علمی مین علامہ نے کئی کتابین لکھی تھین۔ چند کتابین علم ریاضی مین تھین
لیکن وہ کسی قدردان کے ہاتھ نہ پڑین اور ضایع ہوگئین اُسی زمانہ مین لیمس ٹیلیس ایک انگریزی
کتاب کا ترجمہ علامہ نے اُردو مین کیا تھا اس ترجمہ پر منشی نولکشور کی نظر پڑی جو زبان اُردو کے
سرپرست تھے اُنھون نے علامہ سے حق تالیف خریدا اور اپنے طور پر اُسے شایع کیا کئی مرتبہ
اسکی اشاعت کی نوبت آچکی ہے منشی نولکشور نے جب یہ ترجمہ شایع کیا تو علامة الدہر کا لفظ
کے نام کے قبل بڑھایا اور پھر اسی کی پیروی دیگر مطابع نے بھی کی جس سے مولف کے
کے قبل لفظ علامہ اسقدر عام طور پر مشہور ہوگیا کہ گویا نام کا جزو ہوگیا۔ فسانہ دلپذیر کا مین شایع
کنندہ نہیں ہون یہ کتاب مطبع نولکشور مین ملتی ہے۔ یہان تیمناً اسکا ذکر کیا گیا ہے اسی کتاب
ممدوح کا حوصلہ بڑھا کر ممدوح سے مختلف علوم و فنون اور مختلف زبانون مین متعدد کتابین لکھ
اور ممدوح کو فی الواقع علامہ بنا دیا۔

نشتر سخن

یہ کتاب انتخاب کلام آتش[1] ۔ اسیر[2] ۔ انشا[3] ۔ انیس[4] ۔ حافظ[5] ۔ داغ[6] ۔ دبیر[7] ۔ ذوق
سعدی[9] ۔ سودا[10] ۔ صائب[11] ۔ ظفر[12] ۔ عمر خیام[13] ۔ غالب[14] ۔ غنی[15] ۔ منیر[16] ۔ مومن[17] ۔ میر[18] ۔ نا
ہے اور انتخاب ایسے لطف اور جدت کا ہے کہ قابل دید ہے۔ انتخاب در انتخاب ہو کر نشترون پر
لگائے گئے ہین۔ ہر ایک شاعر کے مختصر حالات اُسکے کلام کے قبل لکھے گئے ہین شروع کتاب
مین زبان فارسی اور اُردو اور اُنکی شاعری کے متعلق ایک نہایت دلچسپ مضمون کا دیباچہ

جسکی سرخیاں یہ ہیں۔ وجہ تالیف۔ ایشیائی شاعری۔ ایشیائی شاعری کا یورپ سے مقابلہ زبان اُردو اور اُسکی شاعری۔ دلی اور لکھنؤ کے شعرا۔ زبان فارسی اور اُسکی شاعری۔ شاعری کی بھلائیاں اور برائیاں۔ قیمت ۵ر تجویز کی گئی تھی لیکن نظر بحالات مبلغ عام رکھی گئی

فکرِ دنیا

یہ کتاب بھی ناول کا پیرایہ رکھتی ہے۔ اسمیں علامہ نے ہندوستان کے نوجوانوں کو یہ بتایا ہے کہ ہوش سنبھالنے پر جسے فکر دنیا لاحق ہو اُسے کیا کرنا چاہیے۔ معاملات ملکی سے بھی بحث کی گئی ہے۔ صنعت۔ حرفت اور تجارت کی ترغیب دی گئی ہے۔ کسب معاش کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ کتاب زیر ترتیب ہے۔ قیمت عہ ر۔

تاریخ حکمائے یونان

یہ کتاب بھی علامہ کے زمانہ طالب العلمی کی یادگار ہے۔ مشکل سے ایک نسخہ دستیاب ہوا جسکی طبع ثانی کا ارادہ ہے۔ قیمت سابق ۸ر حال ۱۲ر

زبانِ اُردو

علامہ نے زبانِ اُردو کی طرف سے قوم کے سامنے اپیل پیش کیا ہے۔ قیمت ۲ر۔

انڈیا اینڈ برٹش گورنمنٹ۔ دی فیوچر آف انڈیا

پہلی کتاب خلفشار لکھنؤ اور دوسری خلفشار بنگالہ کے بعد معاملات ملکی پر بزبان انگریزی علامہ نے لکھی ہیں وہ لوگ ضرور پڑھیں جو معاملات ملکی میں دخل دینا چاہتے ہیں قیمت سابق فی جلد ۸ر حال ۱۲ر

شرح ایکٹہائے قبضۂ آراضی و مالگزاری (اردو) عباسیز لا آف پریمشن (انگریزی) عباسیز ریونیو کورٹ مینول (انگریزی) عباسیز سول پروسیجر کورٹ (انگریزی)

یہ قانونی کتابیں بھی علامہ عباسی کی تصانیف سے ہیں قیمتیں آئندہ صفحہ میں درج ہیں۔ تمامت ہائیکورٹوں کے اٹھارہ ججوں کی رائیں انکی بابت علیحدہ شایع ہوئی ہیں۔

جملہ تالیفات وتصنیفات

علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	موضوع	صفحہ	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	کیفـ
۱	ترجمہ قرآن مجید	عربی و اردو	مذہب اسلام	۲۶۶	عہ ۸ر	۱۲ر	
۲	پارہ عم مترجم	عربی و اردو	مذہب اسلام	۶۸	۴ر	۴ر	
۳	تاریخ الاسلام	اردو	تاریخ اسلام	۶۸۰	سے/	للعہ/	مجلد
۴	الاسلام	اردو	فلسفہ اسلام	۸۰۰	سے/	عہ/	مجلد
۵	زاہرہ	اردو	مذہب اسلام	۲۷۸	عہ ۴ر	۱۰ر	طبع ثـ
۶	المہاجر	اردو	حقوق زنان	۱۸۰	عہ/	عہ/	
۷	محسنۃ الارامل	اردو	عقد بیوگان	۳۰	۱ر	۱ر	
۸	شائستہ دلپذیر	اردو	لٹریچر	۰	۰	۰	
۹	نشتر سخن	فارسی و اردو	شاعری	۵۰۸	صہ/	عہ/	
۱۰	فکر دنیا	اردو	پالیٹکس	۰	عہ/	عہ/	زیر طـ
۱۱	حکمائے یونان	اردو	فلسفہ یونان	۰	۸ر	۴ر	طبع ثـ
۱۲	زبان اردو	اردو	پالیٹکس	۳۲	۲ر	۲ر	
۱۳	انڈیا اینڈ برٹش گورنمنٹ	انگریزی	پالیٹکس	۱۸	۴ر	۲ر	
۱۴	دی فیوچر آف انڈیا	انگریزی	پالیٹکس	۳۴	۴ر	۴ر	
۱۵	شرح ایکٹہائے قبضہ اراضی مالگزاری	اردو	قانون	۳۸۴	عہ ۸ر	عہ ۸ر	مجا
۱۶	عباسیز لا آف پریمپشن	انگریزی	قانون	۵۴۰	صہ	عہ ۸ر	مجا
۱۷	عباسیز ریونیو کورٹ مینول	انگریزی	قانون	۳۱۴	سے/	عہ ۸ر	مجـ
۱۸	عباسیز سول پروسیجر کوڈ	انگریزی	قانون	۹۵۲	صہ	صہ/	مجـ

المشتہر ستیلا بخش شایق - محلہ گھاسی کٹرہ شہر گورکھپور ملک